تاریخ ہندوستان

سلطنت اسلامیہ کا بیان

فہرست کتب موجودہ بُک ڈپو

مدرستہ العلوم علی گڈھ

تاریخ ہندوستان (مصنفہ خان بہادر مولوی محمد ذکاء اللہ صاحب شمس العلما مرحوم د...
کے عہد سلطنت کی تاریخ ۱۰ جلدوں میں (جن میں سے جلد ششم کتاب ہذا یعنی عہد...
جلد اوّل (صفحہ ۱۲ ۳۴) جس میں یہ مضامین ہیں (۱) تمہید (۲) مقدمہ تاریخ...
جاہلیت (۳) ایک سو اٹھارہ خاندان سلاطین اسلام کے سماں (۵) تاریخ سنہ...
(۶) خاندان غوری قیمہ ...

جلد دوم (۴۰۶...

فہرست مضامین کارنامۂ جہانگیری

جہانگیر کی سلطنت میں سفارت انگلستان صفحہ ۲۳۲

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کارنامۂ جہانگیری

دیباچہ

دو کتابیں ہیں جو جہانگیر نورالدین بادشاہ سے منسوب کی جاتی ہیں کہ انھیں اپنے واقعات و سوانح عمری خود اُس نے قلم بند کئے ہیں۔ اُن کے نام متعددیہ مشہور ہیں۔ توزک جہانگیری۔ اقبال نامہ جہانگیری جہانگیر نامہ تاریخ سلیم شاہی واقعات سلیم شاہی یا جہانگیری۔ گو اِن دونوں کتابوں میں چند مقدمات مختلف تحریر ہیں مگر دونوں کتابوں میں ضمیر متکلم ہر بیان کے ساتھ اس طرح مستعمل ہوتی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ جہانگیر خود اُن کو لکھ رہا ہے۔ ان میں ایک کتاب وہ توزک جہانگیری ہے جس کو ڈاکٹر سر سید احمد خاں نے ۱۸۶۴ء میں منطبع کرایا ہے اور اُس کے بعض حصوں کا ترجمہ انگریزی میں ڈاکٹر انڈرسن صاحب نے کیا ہے۔ اس توزک میں سترھویں سال جلوس کے اواسط تک جہانگیر نے اپنی فرمانروائی کا حال شرح و بسط کے ساتھ خود اپنے ہاتھ سے رقم کیا ہے اور بعد ازاں اپنے معتمد امیر معتمد خاں کو حکم دیتا ہے کہ وہ سلطنت کے حالات کا مسودہ تیار کرے اور مجھ سے اصلاح لے اور بعد اصلاح میری کتاب میں شامل کرے۔ اوائل سال نوزدہم جلوس تک اس طرح واقعات تحریر میں آئے۔ پھر اوائل سال نوزدہم جلوس سے بادشاہ کی وفات تک مرزا ہادی نے معتبر نسخوں کو جمع کر کے ایسے حالات

اخذ کئے اور ایک تتمہ یا تکملہ تالیف کیا۔ اس طرح یہ توزک جہانگیری تالیف ہوئی ہی۔ دوسری کتاب
میں پندرہ برس ۱۰۲۹ھ تک سلطنت کا حال زیر قلم ہوا ہی۔ اس کا ترجمہ میجر ڈیوڈ پرائس صاحب نے
کیا ہی۔ ان دونوں کتابوں کی نسبت ارباب تحقیق کی مختلف رائیں ہیں۔ کوئی ان دونوں کتابوں
کو ایک بتاتا ہی کوئی اُن کو جدا جدا کتاب اس سبب سے کہتا ہی کہ ان میں مقدمات ایسے مختلف طرح
بیان ہوئے ہیں کہ وہ دونوں ایک کتاب نہیں ہوسکتیں کوئی ان دونوں میں ایک کو اصل اور دوسری
کو غیر اصل بتاتا ہی اور وجوہ اُنکی لکھتا ہی۔ آخر کو کوئی فیصلہ قطعی نہیں ہوا کہ اصل حال کیا ہی۔ سوائے
ان دونوں کتابوں کے معتمد خاں کی تصنیف سے اقبال نامہ اور مرزا کامگار مخاطب بہ عزت خاں
برادرزادہ عبد اللہ خاں کی تالیف سے مآثر جہانگیری ہی۔ پھر ان کتابوں کے اختلافات کی تحقیقات
خافی خاں نے مرزا عابد نام درویش صاحب سے نہایت معتبر اُن کو سمجھکر کی ہی اور اُن کو اپنی تاریخ
منتخب اللباب میں لکھا ہی۔ ان کتابوں کے سوا اور بہت سی انگریزی کتابیں تالیف کے وقت
زیر نظر رہی ہیں مگر زیادہ تر حالات میں نے دونوں توزک جہانگیری سے نقل کئے ہیں۔ جہاں ان
دونوں توزکوں میں اتفاق ہی یا ایک میں بہ نسبت دوسرے کے اضافہ ہی وہاں میں نے کچھ اس
اتفاق اور اضافہ کا ذکر نہیں کیا ہی مگر جہاں اختلاف ہی اُس کو بیان کر دیا ہی۔ ان دونوں کتابوں
میں ایک کا نام بڑی توزک اور دوسری کا نام چھوٹی توزک رکھا ہی جس مضمون میں ضمیر متکلم استعمال
ہوئی ہی اُسے سمجھ لینا چاہیئے کہ وہ میں نے ان دونوں کتابوں سے نقل کیا ہی۔ باقی اور کتب کو شہ
سے ان پر اضافہ کیا ہی۔

واقعات روز ولادت سے روز اورنگ نشینی تک

اگرچہ ان واقعات کو میں نے اقبال نامہ اکبری میں بیان کر دیا ہی مگر یہاں جہانگیر کی زبان
سے ان کا اعادہ کیا ہی۔

جہانگیر لکھتا ہی کہ میرے باپ کی ۲۸ برس کی عمر تک کوئی بیٹا نہ جیتا تھا۔ اس کا غم اُس کے

دل میں رہتا تھا۔ وہ گوشہ نشین درویشوں کی خدمت میں بقاء فرزند کے لئے التجا کرتا تھا۔ اسی ذہن میں خواجہ بزرگوار خواجہ معین الدین چشتی کے آستانہ روضہ پر وہ گیا اور اس نے یہ منت مانی کہ اگر اللہ تعالیٰ مجھے بیٹا عنایت کرے تو آگرہ سے روضہ تک کہ ایک سو چالیس کوس ہے از روے نیاز پیادہ پا جاؤں۔ ان ایام میں کہ میرا باپ جویاے فرزند تھا شیخ سلیم ایک درویش صاحب حال تھے۔ اپنی عمر کی بہت منزلیں طے کر چکے تھے۔ پہاڑ میں آگرہ کے مواضع میں سے موضع سیکری میں رہتے تھے۔ ان کے پاس میرا باپ گیا۔ شیخ کی حالت توجہ و بیخودی میں پوچھا کہ میرے کے فرزند ہونگے۔ فرمایا کہ بخشندہ بے منت تجھے تین فرزند عنایت کریگا۔ میرے باپ نے عرض کیا کہ میں نے یہ منت مانی ہے کہ فرزند اول کو جناب کے دامن تربیت و توجہ کے نیچے رکھونگا اور حضرت کی شفقت اور مہربانی کو اس کا حامی اور محافظ بناؤنگا۔ یہ سنکر شیخ نے زبان مبارک سے فرمایا کہ مبارک ہو کہ ہم نے بھی اس کو اپنا ہمنام کیا۔ میری والدہ کے وضع حمل کے دن قریب آئے تو اس کو شیخ کے گھر میں بھیجدیا تاکہ میری ولادت وہاں واقع ہو۔ روز چہارشنبہ ۱۷ ربیع الاول ۹۷۷ھ کو میں اپنے بھائی کے مرنے سے آٹھ مہینے بعد پیدا ہوا۔ میرا نام سلطان سلیم رکھا مگر مجھے یاد نہیں کہ میرے باپ نے یہ نام یا محمد سلیم میرا کبھی لیا ہو۔ وہ پیار سے مجھے ہمیشہ شیخو بابا کہتا تھا۔ موضع سیکری کو جہاں میری آنول نال گڑی تھی۔ میرے باپ نے اپنے لئے ایسا مبارک جانا کہ چودہ پندرہ برس کے عرصہ میں اس گردہ کو ایک شہر عظیم بنا دیا۔ گیا اس میں کوہ و جنگل اور دد و دام کے مسکن تھے یا وہ عمارات دل کشا اور باغات پر فضا معمور ہو گیا۔ جب شہزادہ سلیم کی عمر چار سال چار ماہ چار روز کی ہوئی تو رسم کے موافق ۹۸۱ھ میں باپ نے اس کو مکتب نشین کیا اور مولنا میر کلاں ہروی کو اس کا معلم اور قطب الدین محمد خاں کو اس کا اتالیق مقرر کیا اور جب یہ اتالیق سرحد کی حراست کے لئے بھیجا گیا تو میرزا خانخانان اتالیقی پر مقرر ہوا۔ جب شاہزادہ کی عمر آٹھ سال کی ہوئی تو ۹۸۵ھ میں اس کو منصب دہ ہزاری ذات و سوار کا باپ نے مرحمت کیا۔ جب وہ پندرہویں برس میں لگا تو راجہ بھگوانداس کی بیٹی سے بیاہ ہوا۔ یہ راجہ امراء اعظم اکبری میں سے تھا۔ اور ملک ہند کے برشتہ نامدار راجاؤں میں شمار ہوتا تھا۔ اسقدر

میں راجہ کے گھر اکبر خود بیاہنے گیا۔ پھر سنہ ۹۹۳ھ میں شہزادہ کا دوسرا بیاہ راجہ اودے سنگھ کی بیٹی سے باپ نے کیا۔ اور بہو کے لینے کے لئے سمدھی کے گھر گیا۔ اسی سال میں راجہ بھگوانداس کی دختر سے لڑکی پیدا ہوئی جس کا نام دادا نے سلطان النسا بیگم رکھا اور اسی بیوی سے سنہ ۹۹۵ھ میں بیٹا پیدا ہوا جس کا نام دادا نے خسرو رکھا۔ اسی سال میں دختر یا بھتیجی خواجہ حسن عم زین خاں کوکہ سے دوسرا بیٹا کابل میں پیدا ہوا اس کا نام میرے باپ نے پرویز رکھا۔ دختر سعید خاں سے ایک لڑکی پیدا ہوئی اس کا نام عفت بانو بیگم رکھا وہ تین برس کی عمر میں مرگئی۔ ایک اور پہاڑی راجہ کی دختر سے ایک لڑکی پیدا ہوئی جس کا نام دولت نسا بیگم رکھا وہ سات مہینے کی عمر میں مرگئی۔ سنہ ۹۹۸ھ میں راجہ کیشو داس راٹھور کی بیٹی سے ایک بیٹی پیدا ہوئی اس کا نام بہار بانو بیگم رکھا تھا۔ سنہ ۹۹۹ھ میں لاہور میں جگت گسائنی دختر موٹھ راجہ (راجہ اودے سنگھ) سے بیٹا پیدا ہوا۔ دادا خود جہانگیر کے گھر میں گیا اور پوتے کا نام خرم رکھا جب وہ بڑا ہوا تو اور فرزندوں کی نسبت دادا اس سے بہت خوش و خرم رہتا تھا۔ اور جہانگیر سے فرمایا کرتا تھا کہ میرے اور فرزندوں کو کسی طرح کی نسبت اس فرزند سے نہیں ہے میں اس کو اپنا سگا بیٹا جانتا ہوں ایک اور بیٹی پیدا ہوئی جس کا نام سلطان بیگم میں نے رکھا۔ وہ بارہ مہینے سے زیادہ زندہ نہ رہی۔ ایک اور لڑکی پیدا ہوئی جو سات روز زندہ رہی۔ شاہ کشمیر کی بیٹی سے ایک بیٹی پیدا ہوئی برس روز کی ہو کر مرگئی۔ شاہی بیگم دختر ابراہیم حسین مرزا سے ایک اور لڑکی پیدا ہوئی وہ آٹھ مہینے جی اس کے بعد جگت گسائنی مادر خرم سے ایک لڑکی پیدا ہوئی جس کا نام میں نے لذت النسا بیگم رکھا وہ پانچ برس کی عمر میں مرگئی۔ بڑی توزک میں لکھا ہے کہ ایک مہینے میں دو بیٹے خواصوں سے پیدا ہوئے جن کے نام جہاندار اور شہریار رکھے گئے۔ مگر چھوٹی توزک میں لکھا ہے کہ مادر پرویز سے ایک بیٹا جہاندار اور مادر خسرو سے شہریار دوسرا بیٹا پیدا ہوا یہ غلط لکھا ہے۔

شاہزادہ کا مہم رانا پر جانا

سنہ ۱۰۰۸ھ میں شہنشاہ اکبر خود دکن کو روانہ ہوا اور صوبہ اجمیر جہانگیر کی تیول میں دیا اور راجہ مانسنگھ و شاہ قلی خان محرم اور اور امرا کو شہزادہ کی خدمت میں متعین کیا اور رانا کے فساد مٹانے کے لئے شاہزادہ کو حکم ہوا۔ غرض اس مفارقت کے اختیار کرنے سے یہ تھی کہ وہ خود ممالک دست

ہوا ہے شہزادہ کا مراجعت کرنا اور الہ آباد جانا

میں جاتا تھا مسند خلافت شاہزادہ ولی عہد سے خالی نہ ہو اور رانا کے متعلق حدود بھی لشکر کے پے سپر
ہوں۔ جب شاہزادہ اجمیر میں آیا تو رانا کے استیصال کے واسطے فوج بھیجی۔ اور کچھ دنوں کے بعد سیر کرتا اور
شکار کھیلتا ہوا ادے پور میں گیا۔ لشکر شاہی نے رانا کو کوہستانوں اور جنگلوں میں پھرایا واقعہ طلب خوشا
مدیوں نے شہزادہ کو گاہ و بے گاہ یہ سمجھانا شروع کیا کہ حضرت شہنشاہ اکبر تو تسخیر دکن میں مشغول ہیں۔
بغیر ملک کے فتح کرنیکے اس کا یکایک آنا عزیمت بادشاہانہ سے دور ہے۔ اگر اس وقت حضرت مراجعت
کریں اور اکبرآباد کے پرگنے جمنا پار کے لیلیں کہ معموری اور سیر حاصلی میں مشہور ہیں تو بہتر ہوگا۔ بنگالہ
میں تازہ شورش برپا ہوئی تھی اور بغیر راجہ مانسنگہ کے اس کی صورت کا مٹنا مشکل تھا۔ اس لئے راجہ نے
بھی شہزادہ کی مراجعت کو اپنا عین مدعا جانا اور اس ارادہ کا سلسلہ جنباں ہوا۔ ناگزیر رانا کی مہم ناتمام
رہی اور شہزادہ اکبرآباد چلا۔ قلیچ خاں جو قلعہ آگرہ کی حراست کرتا تھا وہ شہزادہ کی خدمت میں آیا۔ بعض
ہنگامہ طلب شورش منشوں نے بہت مبالغہ سے شہزادہ سے عرض کیا کہ اگر آپ قلیچ خاں کو گرفتار کرلیں
تو قلعہ اکبرآباد جو دفاین اور خزاین سے مالامال ہے سہولت سے میسر ہوگا۔ ابھی مخالفت کا فتنہ دارا کے
بالین پر سر رکھے ہوئے تھا کہ شہزادہ نے ان باتوں کو نہ سنا اور خان مذکور کو جانے کی اجازت دی وہ
قلعہ میں آیا اور شہزادہ الہ آباد کی جانب روانہ ہوا۔ قلعہ اکبرآباد میں مریم مکانی والدہ شہنشاہ اکبر نے جب
یہ حال سنا تو وہ روانہ ہوئی کہ پوتے کو اس عزیمت سے باز رکھے۔ پہلے اس سے کہ دادی پوتے
پاس پہنچے پوتا کشتی میں سوار ہوکر بہت جلد الہ آباد کو روانہ ہوا۔ مریم مکانی آزردہ ہوکر قلعہ اکبرآباد
میں آئی۔ غرہ صفر سنہ ۱۰۰۹ھ میں شہزادہ قلعہ الہ آباد میں آیا۔ اور اکبرآباد کے جمنا پار کے اکثر مقامات
کو اپنے قبضے میں لایا اور اس کو اپنے نوکروں کو جاگیر میں دیدیا۔ صوبہ بہار شیخ خوبو مخاطب قطب الدین
خاں کو کلتاش کو عنایت کیا اور سرکار جونپور لالہ بیگ کو مرحمت کی۔ سرکار کالپی نسیم بہادر کو کرامت
کی اور ان کو اپنے اپنے محال متعلقہ میں روانہ کیا اور شمشیر دیوان سے خزانہ کا تیس لاکھ روپیہ کہ
خالصات صوبہ بہار کے حاصلات کا جمع ہوا تھا لے لیا۔ جب یہ باتیں متواتر و متوالی شہنشاہ اکبر نے
سنیں تو اپنے وسعت حوصلہ و قوت بردباری و نہایت دلبستگی کے سبب اصلا ان کو دل میں جگہ

نذدی شریف خاں اپنے ملازم کے ہاتھ فرمان بھیجا۔ اس میں بعد نصائح کے حکم طلب تھا جب یہ فرمان آیا
تو اس نے بادشاہ پاس جانے کا ارادہ کیا مگر پھر اس میں توقف کیا اور شریف خاں کو جانے نہ دیا
اس نے چاپلوسی اور خوشامدگوئی ایسی کی کہ شاہزادہ نے اس کو وکیل السلطنت کر دیا۔ شہنشاہ اکبر نے
اس فتنہ خانہ خیز کے دور کرنے کو اہم جان کر ملک دکن کی فتح سے ہاتھ اٹھایا گو وہ قریب الفتح تھا۔
آذر دی بہشت ۱۰۰۹ھ میں اس ملک کی کارسازی کو خانخاناں کی مردانگی اور کاردانی کے حوالہ کیا
اور مراجعت کی اور ۴ مرداد ۱۰۰۹ھ کو وہ آگرہ میں آ گیا۔

ان دنوں میں شہزادہ نے خواجہ عبداللہ کو خطاب عبداللہ خانی کا دیا ۱۰۱۱ھ میں جب بادشاہ
اکبرآباد میں تھا شہزادہ سلیم تیس ہزار سوار لیکر پیکار کے لئے آمادہ ہوا۔ اور نامدار ہاتھیوں کو ساتھ لیا اور
دارالخلافہ آگرہ کو روانہ ہوا۔ اگرچہ ظاہر میں اپنا ارادہ یہ بتلایا کہ والد ماجد کی قدمبوسی کو جاتا ہوں۔ لیکن
دل میں منصوبہ وہ تھا جو سلطنت پژوہی اور ملک جوئی کو لازم ہے۔ جب بادشاہ کو اس آئین سے
بیٹے کے آنے کی خبر ہوئی تو قرۃ العین سے ملنے کی مسرت و انبساط وحشت و تفرقہ سے بدل گئی اور
امرا نے نفاق آمیز باتیں ایسی شہنشاہ اکبر سے کہیں کہ اس کا وہم اور بڑھ گیا۔ جعفر بیگ آصف خاں کہ
دیوانی کی خدمت رکھتا تھا اور قصبہ اٹاوہ کا جاگیردار تھا جب اس قصبہ میں شہزادہ آیا تو اس نے اپنے
ایک معتمد کے ہاتھ لعل گراں بہا شہزادہ کی نذر کے لئے بھیجا۔ اس اثنا میں فرمان صادر ہوا کہ تجھ فرزند کا
اس انبوہ لشکر اور فیلوں کے ساتھ آنا ہماری خاطر کو ایک اور اندیشہ کی طرف رہنمونی کرتا ہے۔ یہ انوکھی
رسم تو نے ہی نکالی ہے کہ باپ کے گھر میں اس شوکت و حشم سے بیٹا آئے۔ اگر اس سے مطلب اظہار جمعیت
اور عرض سپاہ ہے تو اس کا مجرا ہو گیا آدمیوں کو اپنے اپنے محال میں بھیج اور جریدہ جلد خدمت میں آ
اگر تجھ کو کچھ توہم ہے اور ہنوز خاطر مطمئن نہیں ہے تو الہ آباد کو معاودت کر۔ اور جب توہم اور تفرقہ کا نقش
تیرے دل پر سے مٹ جائے تب ہمارے پاس آ۔ جب یہ فرمان شاہی شہزادہ پاس پہنچا تو وہ متحیر اور
اندیشہ مند ہوا اور اٹاوہ میں توقف کر کے ایک عرضداشت باپ پاس بھیجی جس کا مضمون یہ تھا کہ مجھ فرزند
نہایت آرزومندی سے کعبہ مقصود کا ارادہ کیا تھا کہ بہت جلد آستاں بوسی کی سعادت حاصل کرتا

شہزادہ کا الہ آباد سے آگرہ کو آنا اور اٹاوہ سے پھر جانا

اٹاوہ میں حضور کا حکم آیا کہ آگے آنے کی جرأت نہ کرنا اور پیچھے الہ آباد جانا۔ تعجب ہے کہ اس نیازمند کے اخلاص نے حضرت کے دل پر اثر نہ کیا اور تھوڑے ایک فتنہ سرشتوں نے خدائے مجازی کو بندہ حقیقی کے حق میں بدگمان کر دیا اور اس مرید کو چند روز تک اپنی خدمت کی سعادت سے محروم کیا اُمید ہے کہ اس نیازمند کا صدق باطن حضرت کے باطن پر پرتو اپنا ڈالے گا۔ فقط۔ چند روز اٹاوہ میں شہزادہ ٹھیرا اور پھر الہ آباد کو روانہ ہوا۔ تھوڑے دنوں کے بعد بادشاہ نے فرمان بھیجا کہ ہم نے تم کو جاگیر میں صوبہ بنگالہ اور اڑیسہ عطا کیا اپنے آدمیوں کو بھیجکر اُس پر متصرف ہو۔ شہزادہ نے صلاح وقت اس طرف لشکر کے بھیجنے میں نہ دیکھی اور دل پذیر عذر معروض کیے۔ جب شہر الہ آباد میں وہ آیا تو وہ کام کرنے شروع کیے جو مخصوص فرماں رواؤں کے ساتھ ہوتے ہیں جیسے اپنے ملازموں کو خطاب سلطانی اور خانی عنایت کرنے۔

شیخ ابوالفضل کا قتل ہونا

شہزادہ سلیم اور ابوالفضل میں ناسازگاری روز بروز بڑھتی جاتی تھی۔ بادشاہ کا حکم ابوالفضل پاس گیا کہ دکن کی مہم اپنے بیٹے عبدالرحمن کو سپرد کرکے ہمارے پاس چلا آ۔ جب سلیم کو اس طلب کی خبر ہوئی تو اُس کو یقین ہوا کہ اگر شیخ حضرت پاس پہنچ گیا تو وہ فتنہ کے اسباب ترتیب دیگا۔ اور جبتک اس کا قدم درمیان میں رہیگا دربار میں مجھے قدم رکھنا نصیب نہ ہوگا۔ اس صورت میں علاج واقعہ پیش از وقوع کرنا چاہیے۔ اس لئے اُس نے شیخ کے استیصال کے لئے نرسنگ دیو کو مقرر کیا اُس کا وطن شیخ کے سر راہ تھا۔ اُس نے اس کام میں دل لگایا اور گھات میں بیٹھا۔ جب شیخ سرائے پرگنہ میں آیا جو گوالیار سے دس کوس پر ہے راجہ کے سوار اور پیادوں کی جمعیت نے جاکر شیخ کو گھیر لیا اس کے ساتھ چند خدمتگار تھے۔ شیخ نے بھاگنے کی ننگ کو پسند نہیں کیا اور تیز دشمن کے زغہ میں سے اُس کا بچکر نکل جانا بھی ممکن نہ تھا کہ نرسنگھ دیو نے اُسے مار کر اُس کا سر سلیم پاس الہ آباد بھیجدیا۔ بڑی توزک میں تو ابوالفضل کے قتل کرنے کا سبب وہ لکھا ہے جو ہم نے اوپر بیان کیا۔ مگر چھوٹی توزک میں اس قتل کی وجہ میں جہانگیر نے اپنا اسلامی جوش خوب دکھایا ہے اور یہ لکھا ہے کہ میرے باپ کے آخر ایام سلطنت میں ابوالفضل نے اُس کے دل پر یہ نقش کر دیا تھا کہ آنحضرتؐ جن پر سے

میری ہزار جانیں قربان ہوں ایک عرب فصیح و بلیغ تھے اور انھیں کی تصنیف سے قرآن شریف ہو وہ کلام الٰہی نہیں ہو۔ اس وجہ سے میں نے ایک آدمی مقرر کیا جس نے ابوالفضل کو قتل کیا اور اُس کا سر میرے پاس اُس نے بھیجدیا۔ اس سبب سے میرا باپ مجھ سے ناراض ہوگیا اور خسرو پر زیادہ الطاف کرنے لگا اور فرمانے لگا کہ وہ بادشاہ ہوگا میں نے اپنے نبی کی طرف رجوع کی اُن کے طفیل سے خدا نے میرا کام پورا کردیا اور مجھے ہندوستان میں بادشاہ بنادیا۔ ابوالفضل کے مرنے کے بعد میرا باپ راہ مستقیم پر پھر آیا اور اُس نے جانا کہ ابوالفضل کی بات غلط تھی۔

باپ بیٹوں کی صفائی

اگرچہ اس ابوالفضل کے واقعہ سے باپ بیٹوں میں جلد صفائی ہوگئی مگر شہزادہ اس حرکت سے محجوب بہت تھا۔ اس حجاب کے دور کرنیکے لئے اکبر نے سلطان بیگم کو اُس پاس بھیجا کہ وہ نوازشہائے شاہانہ سے دلجوئی کرے۔ بیگم نے شہزادہ کی تسلی اور تسکین سب طرح کی تو وہ بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہونے کے لئے الہ آباد سے چلا اور جب آگرہ سے دو منزل آیا تو حضرت مکانی فرزند پروری کے سبب سے پوتے کو اپنے گھر میں لائیں اور باپ سے ملایا۔ بادشاہ نے اپنی پگڑی بیٹے کے سر پر باندھی اور جانشینی کی نوید سنائی۔

شہزادہ کا مہم رانا پر [illegible]

چونکہ شہزادہ سلیم رانا کی مہم کو ناتمام چھوڑ کر چلا آیا تھا اس لئے بادشاہ نے چاہا کہ اُس کو وہی تمام کرے۔ اُس کو رانا کی مہم پر نامزد کیا۔ جب شہزادہ فتحپور میں آیا تو اُس نے ایسے خزانہ اور لشکر کی التماس کی جو اس کار دشوار کو وفا کریں۔ ارباب دخل نے اُس کے سرانجام میں بیجا ایستادگی کی تو ناگزیر شہزادہ نے بادشاہ کی خدمت میں عرضداشت بھیجی کہ یہ مرید حضرت کے حکم کو حکم الٰہی کا نمونہ سمجھکر نہایت شوق سے اس مہم پر دل نہاد ہوا لیکن کفایت مند اس مہم کا سامان نہیں کرتے کہ وہ سرانجام پذیر ہو۔ مجھے اپنے تئیں بیہودہ طور پر سبک کرنا اور اپنی اوقات کو ضائع کرنا لائق نہیں ہے۔ حضرت کو معلوم ہے کہ رانا کوہستان سے نہیں نکلتا اور ہر روز ایک محکم مقام میں پناہ لیتا ہے اور جہاں تک ممکن ہے جنگ میں نہیں مشغول ہوتا ہے۔ اس کے کار کی تدبیر اس پر منحصر ہو کہ افواج ہر طرف بھیجی جائے کہ اُس کو کوہستان میں نرغہ میں کرلے اور ہر طرف فوج اس قدر ہو کہ سب سے رانا سے

دو چار ہو تو اُس سے عہدہ برآ ہو سکے۔ اگر دولت خواہوں نے کسی اور روش میں صلاح دیکھی ہو تو مجھے حکم ہو کہ میں حضور کا قدمبوس ہو کر اپنی محال جاگیر میں جاؤں اور اس مہم کے لائق سامان کر کے بہت سی جمعیت سے رانا کا استیصال کروں شہنشاہ اکبر نے اپنی بہن بخت النسا بیگم کو شہزادہ پاس بھیجا جس نے جا کر یہ کہا کہ بادشاہ نے شہزادہ کو ساعت مسعود میں رخصت کیا ہے اور ارباب تنجیم ملاقات کو نحس بتاتے ہیں۔ اس لئے مناسب ہے کہ وہ الہ آباد کو چلا جائے۔ پھر جس وقت اُس کا دل چاہے تو ملنے چلا آئے۔ اس پیغام کے بعد سلیم الہ آباد کو روانہ ہوا اور وہاں جا کر چند روز شادکامی میں گذارے۔

والدہ سلطان خسرو کا مرنا اور عبداللہ خاں کا بادشاہ پاس جانا

والدہ خسرو کے دماغ میں یبوست ہوئی اور سودائی ہو گئی اور خسرو کی بیراہ روی کے غم نے اس دیوانگی کو اور زیادہ کیا اُس نے لونڈیوں سے افیون لیکر کھائی اور بالین فنا پر سر رکھا۔ محمد شریف وکیل السلطنت ہوا۔ اُس کے ساتھ عبداللہ خاں کی صحبت نہ نبھ سکی وہ بادشاہ پاس چلا آیا اور یہاں اُس نے منصب یک ہزار و پانصدی اور خطاب صفدر خانی پایا جب سے بیٹا الہ آباد گیا تھا باپ کو اس کی مفارقت ناگوار تھی۔ واقعہ جو فتنہ طلب ہر روز ایک مقدمہ ترتیب دیکر بادشاہ کی خاطر میں وحشت پیدا کرتے تھے اور شہزادہ کی دوام بادہ گساری کو بیان کر کے دل سوزی کے لباس میں شکایت کرتے تھے۔ اہل غرض کی تائید کے لئے یہ واقعہ پیش آیا کہ ایک واقعہ نویس شاہی

جہانگیر کے حکم سے ایک آدمی کا زندہ کھال کھچوانا دوسرے کا خصی کرنا

ایک خانہ زاد پر جو شاہزادہ کا خواص تھا عاشق ہوا اور یہ خانہ زاد ایک اور خدمتگار پر شیفتہ ہوا اور تینوں متفق ہو کر بھاگ گئے۔ کہ دکن میں جا کر شاہزادہ دانیال کی خدمت میں روزگار بسر کریں جب شاہزادہ نے یہ حال سنا تو اُس نے سواروں کو بھجوا کر تینوں کو پکڑ بلوایا۔ شہزادہ نے واقعہ نویس کا پوست زندہ کندہ کرایا اور ایک خدمتگار کو خواجہ سرا بنایا۔ اور تیسرے کے چوب کاری کی۔ اس سیاست آدمیوں کے دلوں میں ہراس اور رعب چھایا۔ اور لوگوں کا بھاگنا بند ہوا۔ اس قصے کو بہت آب و تاب کے ساتھ بادشاہ سے عرض کیا جس سے بادشاہ برآشفتہ ہوا اور اُس نے کہا کہ ہم نے باوجودیکہ جہان کو شمشیر سے تسخیر کیا لیکن اپنے سامنے

بھیڑ کا بھی پوست کندہ نہیں کرایا۔ میرے فرزند عجب قسی القلب ہیں کہ زندہ آدمی کا پوست کندہ کراتے ہیں۔ فتنہ انگیزوں نے بادشاہ سے عرض کیا کہ شراب میں افیون ملا کر اس قدر شاہزادہ نوشجان کرتا ہے کہ طبیعت اس کی برداشت نہیں کر سکتی۔ طغیان کیف اور استیلا رنشہ میں مزاج میں شورش ہوتی ہے اور احکام ندامت انجام سرزد ہوتے ہیں اُس وقت کسی کو چون و چرا کا یارا ہوتا نہیں۔ اکثر آدمی چھپ جاتے ہیں، اور جن کا حاضر رہنا ضروری ہوتا ہے وہ نقش گلیم اور صورت دیوار بنجاتے ہیں۔ ان باتوں کو سُنکر بادشاہ کا ارادہ خود الہ آباد جانے کا ہوا۔

دہم شہر یور ۱۰۱۲ھ کو وہ کشتی میں بیٹھکر روانہ ہوا۔ اثناء راہ میں کشتی ریت میں بیٹھ گئی دوسرے روز مینہ شدت سے برسا اور حضرت مریم مکانی کی بیماری کی خبر آئی۔ شہنشاہ ماں کی عیادت کو اُلٹا گیا۔ ماں کا انتقال ہو گیا اس سبب سے بادشاہ کا الہ آباد جانا رہ گیا۔ جب شہزادہ کو اس واقعات کی خبر ہوئی تو بے تحاشی اور بے تامل اکبر آباد کی طرف روانہ ہوا۔ باپ بیٹے کے آنے کو ماں کے ماتم کا عزا سمجھا۔ بیٹا باپ کی خدمت میں آیا۔ باپ نے اُس کو سمجھایا کہ ایسا ظاہر ہوتا ہے بادہ پیمائی کی کثرت سے تیرے دماغ میں خلل ہو گیا ہے بہتر ہے کہ چند روز دولتخانہ میں بسر کر تاکہ علاج سے تیرے دماغ کی اصلاح کی جائے اُس کو عبادت خانہ میں بٹھایا اُس کے پاس ہر روز ماں نہیں جاتی تھیں۔ دس روز وہ یہاں رہا۔ پھر معلوم ہوا کہ شہزادہ کی جو بادہ گساری اور آشفتہ دماغی معروض ہوئی تھی وہ واقعی نہ تھی اس لئے حکم ہوا کہ وہ دولت خانہ میں جائے۔ شہزادہ باپ کو روز سلام کرنے جاتا۔ آگرہ میں بادشاہ بیمار ہوا اس بیماری کی حالت میں اُس نے شاہزادہ سلیم کے ہاتھی گرانبار اور خسرو کے فیل آب روپ دونوں کو لڑایا۔ سلیم اور خسرو دونوں گھوڑوں پر سوار ہو کر اس لڑائی کا تماشا قریب سے دیکھنے گئے شاہزادہ خرم دادا پاس جھروکہ میں بیٹھا بعد زد و خورد کے فیل گرانبار نے آثار چیرگی دکھائے اور اپنے حریف کو جا پڑ گیا اس کی کمک کو رنتھمن فیل کو لائے تو شہزادہ سلیم کے آدمیوں نے فیلبان کو منع کیا اور اُس کے ڈھیلے اور پتھر مارے جس سے اُس کے خون نکلا۔ خسرو نے بادشاہ سے اس بات کی شکایت کی شہنشاہ

بادشاہ کا بسبب علالت مریم مکانی الہ آباد کا قصد ترک کرنا اور شاہزادہ سلیم کا باپ کی خدمت میں آنا

ہاتھیوں کی لڑائی

سلیم کی اس گستاخی سے اور بیباکی سے متغیر و متوحش ہوا جس سے اُس کی علالت کو طول ہوا
اور کسی علاج سے آرام نہ ہوا۔ اس بیماری میں ساری سلطنت کے کام خان اعظم کے ہاتھ میں آئے
جب اُس نے دیکھا کہ بادشاہ کی زندگی تمام ہونے کو ہے تو اُس نے راجہ مان سنگھ سے جو بڑا صاحب
اقتدار تھا صلاح کی کہ سلطان خسرو کو شہنشاہ بنائیے۔ ان دو امیروں کے برابر کوئی صاحب اقتدار نہ تھا
ان میں سے خسرو خواہرزادہ راجہ مانسنگھ کا اور داماد خان اعظم کا تھا۔ اُنھوں نے سلیم کی گرفتاری
کا ارادہ کیا کہ جب وہ اپنے روزانہ دستور کے موافق کورنش کے لئے دولت خانہ میں آئے تو اسکو
پکڑ لیجئے مگر یہ نہ سمجھے کہ کہیں آفتاب پر خاک پڑ سکتی ہے اور تقدیر کی تحریر کو دغابازی کی گزلک محو
کر سکتی ہے۔ دشمن چہ کند چو مہرباں باشد دوست۔ دوسرے روز سلیم کشتی میں بیٹھکر
سب دستور بادشاہ کی کورنش کے لئے گیا جب کشتی قلعہ کے نیچے آئی تو میر ضیاء الملک قزوینی
سراسیمہ و پریشان شہزادہ پاس کشتی میں کود کر آیا۔ اُس نے بادشاہ کے قریب المرگ ہونے کی
اور سازش مذکور کی خبر سنائی تو شہزادہ سلیم نے اپنی کشتی اُلٹی پھروائی۔ اپنے گھر میں آکر غمزدہ
بیٹھا۔ بادشاہ میں کچھ سانس باقی تھے کہ سارے امرا اُس پاس جمع ہوئے اور خان اعظم اور راجہ
مان سنگھ نے اور امیروں سے مشورہ کیا کہ شہزادہ اعظم سلطان سلیم کی خصائل سب کو معلوم ہیں اور شہنشاہ
جو اُسکی نسبت رائے رکھتا ہے وہ بھی سب جانتے ہیں کہ اُسکو منظور نہیں ہے کہ وہ اس کا جانشین ہو
جب یہ بات کہی گئی تو سعید خاں نے چلا کر کہا کہ کیا بکتے ہو شاہزادہ سلیم کے ہوتے اُس کے بیٹے
کا تخت سلطنت پر بٹھانا ہمارے چغتائی تاتاریوں کی رسم و آئین کے برخلاف ہے۔ یہ نہیں ہو سکتا
خان ایک امیر کبیر تھا اور خاندان شاہی سے دور کا رشتہ رکھتا تھا یہ کہکر مجلس سے اُٹھکر چلا گیا
خان اعظم تو چپکا ہو رہا اور راجہ رام داس کچھواہہ مع اپنے تابینوں کے خزانہ کی حفاظت کو گیا۔ اور
مرتضیٰ قلعہ سے باہر گیا اور سادات بارہ اور اپنے تابینوں کو جمع کرنے لگا۔ اس اثناء میں مرزا
شریف اور معتمد خاں نے آنکر راجہ سے پوچھا کہ کیا کرنا چاہتے ہو۔ اُس نے اُن کو اپنا دوست
جانکر یہ کہا کہ میں شہزادہ پاس جانا چاہتا ہوں معتمد خاں نے یہ کہا کہ میں یہ کام کرنے کو تیار ہوں

تو مرتضیٰ خاں نے کہا کہ تم شاہزادے پاس چلو اور اُس سے کہو کہ میں اپنے نوکروں کے ساتھ آتا ہوں
شہزادہ جب میر ضیا کے کہنے سے اپنے گھر آیا تھا تو احمق جمع ہو کر اُس سے کہہ رہے تھے کہ
حضور ایسے غافل بیٹھے ہیں آپکے دشمنوں نے اپنا کام کر لیا اور خسرو کو تخت پر بٹھا دیا اور انہوں نے
قلعہ پر توپیں حضور کے محل اڑانے کے لئے لگا دیں۔ شہزادہ سلیم ان احمقوں کے کہنے سے قریب تھا
کہ اپنی کشتی میں سوار ہو اور بھاگ کر اپنی جان بچائے کہ شیخ رکن الدین جو شہزادہ کے ملازموں میں
سب سے زیادہ بہادر اور نیک تھا اور بہت سی سپاہ اپنے پاس رکھتا تھا آیا اُس نے شہزادہ کو سمجھایا
کہ آپ مستقل رہیئے دیکھیئے دو گھنٹے میں کیا ہوتا ہے۔ شہزادہ ابھی اس بہادر کی نصائح سن ہی رہا تھا
کہ مرزا شریف آن پہنچا۔ اُس نے کہا دشمنوں کی جماعت شکستہ ہو گئی ہے اور مرتضیٰ خاں حضرت کے
پاس آنے کو ہے۔ یہ سنکر شہزادہ بہت مسرور ہوا اور اپنے آدمیوں کی ہمت بلند ہونے لگا کہ ذرا یک
آیا۔ اور میر مرتضیٰ آ پہنچا۔ بارہ کے سادات عظام میں سے بہت آدمی اُس کے پاس تھے۔
کورنش کر کے اُس نے شادیانہ کے نقارے بجانے کا حکم دیا کہ شہزادہ نے اُس کو منع کیا کہ شہنشاہ
سخت علیل ہے باجہ بجانا مناسب نہیں۔ اب آدمیوں کا اجتماع شہزادہ کے پاس ہونا شروع ہوا
خان اعظم بھی شرمندہ سے آئے اور مجرا بجا لائے شاہزادہ نے خسروانہ اس پر عنایت کی اور اُسکی
اس حرکت کا ذرا خیال نہیں کیا۔ جب راجہ مان سنگھ نے دیکھا کہ پاسہ پلٹ گیا اور مقدمات کی اور
ہی صورت ہو گئی تو وہ سلطان خسرو کو اپنے گھر لے گیا اور دوسرے روز کشتیوں میں بنگال بھاگنے
کا ارادہ کیا۔ شہزادہ سلیم اپنے امرا کو ساتھ لیکر قریب المرگ باپ کے پاس گیا اور اُس کے قدموں
پر گرا۔ اُس نے دیکھا کہ باپ نزع کی حالت میں پڑا ہوا ہے۔ شہنشاہ نے اپنی آنکھیں کھولیں اور
اشارہ کیا کہ دستار اور خلعت جو شاہزادہ کے لئے تیار ہوا تھا لاؤ۔ اور میرا خنجر شاہزادہ کی کمر سے
باندھو۔ بعد اس کے شاہ کا انتقال ہوا۔ اسکی تجہیز و تکفین ہوئی سلیم نے خود باپ کے جنازہ کو قلعہ
کے دروازہ تک کندھا دیا۔ جب ان مراسم سے فرصت ہوئی تو اُس نے قلعہ اور خزانہ راجہ رام داس
کو سپرد کیا اور خود اپنے محل میں گیا یہاں اُس نے سنا کہ راجہ مان سنگھ مع سلطان خسرو کے

کشتیوں میں سوار ہو کر بنگال کو جاتا ہی اور اپنے تمام خدمتگاروں اور سپاہ کو ساتھ لئے جاتا ہے جہانگیر کو اس سے ایک فکر پیدا ہوا اُس نے راجہ کے بھائی مادھو سنگھ کو بھیجا کہ اُس کو اطمینان دلا کے اُلٹا لے آئے۔ راجہ پاس مادھو سنگھ گیا اور اُس کو سخت لعنت ملامت کی یہ تو نے کیا کیا کہ تو بادشاہ کو چھوڑ کر جاتا ہی اس میں کیا فائدہ دیکھا ہی۔ راجہ نے جواب دیا کہ شاہزادہ خسرو نوجوان ہی اور وہ معاملات دنیا سے ناواقف ہی۔ مجبوری میں نے اُس کی اطمینان خاطر کے لئے یہ کام کئے ہیں۔ غرض اس راجہ کی معرفت بادشاہ اور راجہ کے درمیان عہد و پیمان ہوئے۔ مان سنگھ اور خسرو دونوں بادشاہ کی خدمت میں آئے۔ بیٹے نے باپ کے پاؤں پر سر رکھا باپ نے بیٹے کو گلے لگایا اور پیار کیا اور منہ چوما۔

۸۔ جمادی الآخر ۱۰۱۴ھ مطابق اکتوبر ۱۶۰۵ء ۳۸ برس کی عمر میں دار الخلافہ آگرہ میں تخت سلطنت پر جلوس کیا نور الدین جہانگیر بادشاہ اپنا لقب و نام رکھا۔ اس تخت نشینی کے وقت جہانگیر نے اپنے قلمرو واقع شمالی ہند کو ایسے بڑے امن و امان میں پایا جیسے کہ ایسی وسیع سلطنت میں توقع ہو سکتی ہی۔ بنگالہ میں عثمان سرکشی کر رہا تھا۔ مگر یہ سرکشی صرف ملک اڑیسہ میں محصور تھی وہ شاہی غالب آ رہا تھا۔ البتہ ملک دکن میں زیادہ شورش برپا تھی۔ احمدنگر جو ابھی شاہی قبضے میں آیا تھا نظام شاہی سلطنت اپنی دار السلطنت کے دوبارہ حاصل کرنے میں اور ملک جو اس سے چھن گیا تھا اُس کے لے لینے میں کوشش کرتی تھی۔ اولین جلوس کے بعد جہانگیر نے حکم دیا کہ زنجیر عدالت لٹکائی جائے کہ اگر ستم رسیدوں مظلوموں کی داد خواہی اور غور رسی میں دار العدالت کے متصدی تساہل و تغافل کریں تو وہ اس زنجیر کے پاس آئیں اور اس کو ہلائیں تاکہ اس کی آواز سے بادشاہ آگاہی پائے اور ان کا انصاف چکائے۔ یہ زنجیر خالص سونے کی تھی اُس کا طول تیس گز تھا۔ اسمیں ساٹھ گھنٹے لٹکے تھے اُس کا وزن چار ہندوستانی من کا تھا۔ ایک سرا اُس کا قلعہ کے شاہ برج کے کنگرہ سے استوار کیا گیا اور دوسرا سرا اُس کا دریا کے کنارہ پر اس میل سنگین سے مستحکم کیا گیا جو اس مطلب کے لئے نصب کیا گیا تھا۔ اس حکمت سے ستم زدوں کو عرض بیگیوں کا توسل نہ ڈھونڈنا پڑتا تھا بغیر ان کی خوشامد درآمد کے اس زنجیر سے کام نکلتا تھا۔ اہل کاروں کی شرارت

تخت نشینی کے وقت جہانگیر کی سلطنت کا حال

زنجیر عدل

جو مظلوموں کی رسائی بادشاہ تک نہ ہوتی تھی اور وہ اُنکے حال سے بے علم رہتا تھا اس کا انسداد ہوا۔ بادشاہ لکھتا ہے کہ میں نے یہ حکم دیا کہ کل ممالک محروسہ میں ان احکام کو عمل میں لائیں اور اُن کو دستور العمل بنائیں اول زکوٰۃ و تمغا و میر بحری و سائر تکالیف جو جاگیرداروں نے ہر صوبہ و سرکار میں اپنے نفع کے لئے وضع کئے ہیں منع کئے جائیں یعنی راہوں اور دریاؤں اور شہروں اور قصبوں اور گھاٹوں اور بندرگاہوں پر محصول اور چنگی نہ لی جائے نہ بھیٹ دی جائے یہ حکم اکبر اور بابر دونوں کے عہد میں جاری ہوا تھا اب اُسکی تاکید اور زیادہ کی گئی۔ حکم دوم۔ جن راہوں میں کہ چوری ہوتی ہے اور ڈاکہ پڑتا ہے اور وہ آبادی سے دور ہوں تو اس نواح کے جاگیردار وہاں سرائے اور مسجد بنائیں اور کنواں کھدوائیں تاکہ آبادی کا باعث ہو اور اس سرائے میں ایک جماعت آباد ہو اور اگر ایسی راہیں محال خالصہ کے نزدیک ہوں تو وہاں متصدی سرکار اس کا سرانجام کرے اور راہوں میں سوداگروں کے مال کی گٹھڑیاں اُنکی رضا بغیر نہ کھولیں۔

حکم سوم۔ تمام ممالک محروسہ میں خواہ ہندو مرے خواہ مسلمان اُس کا مال اسباب اُس کے وارثوں کو دیا جائے اور اس میں کوئی سرکاری ملازم مداخلت نہ کرے اور اگر کوئی لاوارث مرے تو اُس کے مال اسباب کی حفاظت کے لئے ایک مشرف و تحویلدار الگ مقرر کیا جائے تاکہ وہ مال مصارف شرعی میں خرچ ہو جیسے کہ مساجد و سرایوں کے بنوانے میں اور کنوؤں اور تالابوں کے کھدوانے میں شکستہ پلوں کی مرمت کرانے میں سرکاری مصارف میں نہ آئے۔

حکم چہارم۔ مسکرات و شراب و بھنگ و بوزہ کوئی شخص نہ بنانے پائے نہ بیچنے پائے اگرچہ میں خود شراب اٹھارہ برس کی عمر سے اب تک یعنی اڑتیس برس کی عمر تک پیتا ہوں اور عرق دو آتشہ کے بیس پیالہ نوشجان کرتا تھا۔ رفتہ رفتہ شراب نے اپنا پورا اثر کیا تو اُس کا کم کرنا شروع کیا سات سال میں پندرہ پیالہ سے چھ سات پیالہ پر روزانہ نوبت پہنچی۔ شراب پینے کے وقت بھی مختلف تھے۔ بعض اوقات تین چار بجے دن کے پینا شروع کرتا تھا۔ بعض اوقات رات کو کچھ دن کو تیس سال تک یوں شراب پی۔ بعد ازاں رات کو شراب پیتا۔ پھر آخر دنوں میں فقط ہضم طعام کے لئے شراب پیتا۔

دوازده احکام

حکم پنجم۔ کسی رعایا کے مکان کو سرکاری آدمی نزدلی نہ بنائیں۔ بے گھر بے در کسی کا کرنا اچھا نہیں ہوتا

حکم ششم منع کیا گیا کہ کسی جرم کی سزا میں ناک کان نہ کاٹے جائیں اور میں نے بھی درگاہ الٰہی میں نذر کی کہ کسی شخص کو اس سیاست سے معیوب نہ کرونگا۔

حکم ہفتم۔ کوئی جاگیردار اور خالصہ کا عامل کسی رعیت کی زمین کو زبردستی چھین کے خود کاشت نہ کرے۔

حکم ہشتم۔ عامل خالصہ و جاگیردار جس پرگنہ میں ہوں بے حکم شاہی وہاں کے آدمیوں کے ساتھ رشتہ خویشی نہ پیدا کریں۔

حکم نہم۔ بڑے بڑے شہروں میں شفا خانے بنائے جائیں اور ان میں طبیب علاج کیا کریں بیماروں کو دوا و غذا ملا کرے یہ سارے خرچ سرکار خالصہ سے دیے جائیں۔

حکم دہم۔ میرے باپ کے طریقہ کے موافق ہر سال ۱۸ ربیع الاول کو جو اس کے تولد کی تاریخ تھی عمر کے ہر سال کے لئے ایک روز شمار کر کے اتنے دنوں تک ممالک محروسہ میں کوئی جانور نہ ذبح ہو اور ایک شنبہ کو کہ میرے باپ کی ولادت کا دن تھا اور وہ اس دن کو اس سبب سے کہ نیر اعظم سے وہ منسوب ہے اور آفرینش عالم کا پہلا روز ہے مبارک سمجھ کر بہت تعظیم کرتا تھا اس دن بھی کوئی جانور ذبح نہ ہو۔

حکم یازدہم۔ میں نے حکم عام دیا تھا کہ باپ کے نوکروں کی جاگیریں اور مناصب بدستور برقرار رہیں اور بعد ازاں بقدر حاجت ہر شخص کے منصب پر اضافہ کیا گیا دس اور بارہ سے کم کسی کا اضافہ نہ کیا گیا اور بعض کا دس سے بیس چالیس تک اضافہ ہوا۔ کل احدیوں کا علوفہ دس سے پندرہ کیا گیا اور کل شاگرد پیشہ کا ماہانہ دس سے بارہ مقرر کیا اور باپ کے سراپردگیوں کی تنخواہوں میں بقدر حالت نسبت دس سے بارہ تک اور دس سے بیس تک اضافہ کیا گیا اور ممالک محروسہ میں اہلی ائمہ کی جو لشکر دعا ہیں مدد معاش مطابق فرامین کے کہ ان پاس تھے برقرار و مسلم رکھے۔ میران صدر جہاں کو کہ ہندوستان کے سادات صحیح النسب سے ہے اور مدتوں تک میرے باپ کے عہد میں جلیل القدر منصب

صدارت کا اس سے متعلق تھا اُس کو حکم دیا گیا کہ وہ ارباب استحقاق کو ردو برد کیا کرے۔

حکم دوازدہم جیل خانوں اور قلعوں میں مدت سے آدمی مقید و محبوس ہیں وہ رہا کئے جائیں۔

غرض اُس نے بہت سے محصول جن میں رعایا کو اذیت و تکلیف پہنچتی تھی اور اکبر کے عہد میں اُن پر خیال نہیں ہوا تھا، ان سب کی اصلاح کی۔

یہ دوازدہ احکام چھوٹی تُوزک میں اس طرح لکھے ہیں کہ میں نے بارہ قوانین سلطنت کے مختلف صیغوں کے لئے بنائے کہ اُس کو سب عامل دستور العمل بنائیں اور اس سے کبھی انحراف نہیں کریں۔

اوّل میں نے اپنی تمام رعایا کو آمدنی ملک کے مختلف صیغوں میں تین صیغے معاف کر دئے زکوٰۃ۔ میر بحری۔ تمغا براہ۔ جسکی آمدنی میرے باپ کے زمانہ میں تیرہ من سونا تھی۔

(۲) میں نے حکم دیا کہ بندگانِ خدا جو ودیعت میں سپرد ہوئے ہیں اُنکے مال کو اگر راہزن یا کوئی اور زبردست کہیں چھینے تو اس ضلع کے باشندے مال یا چور کے پیدا کرنیکے لئے مجبور کئے جائیں اس لئے کہ وہ خوب جانتے ہونگے کہ کیونکر یہ کام ہوا۔ میں نے ہدایت کی کہ جب کوئی ضلع ویران اور غیر آباد ہو تو وہاں دیہات آباد کئے جائیں اور مردم شماری اُنکی کی جائے۔ اور ہر طرح کی تدابیر ایسی کی جائیں کہ رعایا کو تکلیف نہ پہنچے میں نے اپنے ممالک محروسہ کے جاگیرداروں کو حکم دیا ہے کہ وہ ایسے مقامات میں مساجد اور سرائیں بنائیں کہ وہ اضلاع آباد ہو جائیں اور سوداگروں کو آنے جانے میں تکلیف نہ ہو اور اگر ضلع خالصہ شاہی ہو اور کروری رہتا ہو تو وہ خزانہ شاہی سے اُن کاموں کو سرانجام دے۔

(۳) جو تاجر ملک میں آمد و رفت رکھتے ہیں اُن کے مال کی گٹھریاں کسی قسم کی بغیر اُنکی مرضی کے نہ کھولی جائیں۔ مگر جب وہ اپنے مال تجارت کے فروخت پر بالکل راضی ہو جائیں تو خریداروں کو اجازت ہے کہ اُن سے مال خریدیں مگر کسی طرح کی اُنکو تکلیف نہ پہنچائیں۔

(۴) جب کوئی شخص مر جائے اور اُس کے بیٹے ہوں اور وہ سرکاری ملازم نہ ہو تو کوئی شخص مجاز نہیں ہے کہ اُس کے مال میں سوئی ہلکے تاگے کی برابر دخل کرے اور اُس کے بچوں کو ذرا بھی ضرر پہنچائے مگر جب اُنکے نہ بیٹے ہوں اور نہ کوئی وارث ہو تو اُس کے مال سے مسجد ایسا

تالاب بنائے جائیں کہ اوس کی روح کو ثواب پہونچے۔

(۵) کسی شخص کو اجازت نہیں ہے کہ وہ شراب یا کوئی اور مسکرات بنائے اور بیچے میں نے یہ قانون بنایا گو میں خود شراب پینے میں مشہور ہوں اور سولہ برس کی عمر سے یہ دھت میرے پیچھے لگی ہوئی ہے۔ باقی وہی بیان ہے جو حکم چہارم میں لکھا ہے۔

(۶) میرے تمام ممالک محروسہ میں کسی شخص کو اجازت نہیں ہے کہ وہ میری رعایا کے گھر میں اُتر پڑے۔ مگر جب سرکاری کام کے لئے کسی قصبہ وغیرہ میں لشکر آئے تو بغیر زور وظلم کے سپاہی رعایا سے مکان کرایہ لے سکتا ہے اور نہیں تو وہ اپنے خیمے لگا کے الگ اُترے اور اپنے لئے آپ مکان بنائے اس سے زیادہ رعایا کو کیا تکلیف ہو سکتی ہے کہ محض اجنبی آدمی اوس کے کُنبے کی چھاتی پر سوار ہو اور اوس کے جورو بچوں کے لئے ہاتھ پھیلانے کے لئے بھی جگہہ نہ چھوڑے۔

(۷) کسی شخص کو ناک کان کاٹنے کی سزا نہ دیجائے اگر چوری کا جرم ہو تو اوس کے کرہ خاردار لگائے جائیں اور قرآن پر قسم لی جائے کہ آیندہ وہ جرم نہیں کرے گا۔

(۸) جاگیرداروں کو اور کروڑیوں کو حکم دیا گیا کہ وہ رعایا سے زمین زبردستی لیکر اپنی کاشت اوس میں نہ کریں کسی جاگیردار کو یہ اجازت نہیں ہے کہ وہ اپنی سرحد سے پرے کوئی کام کرے اور زمین اور مویشی دوسرے علاقہ کی زبردستی اپنے علاقہ میں کرلے۔ بلکہ اُس کو اپنے علاقہ کی ترقی میں بالکل توجہ کرنی چاہیئے۔ غیر علاقہ میں دخل نہ دینا چاہیئے۔

(۹) اگر کوئی شخص اپنے گھر میں کسی سبب سے تریاک کھا کر مرجائے تو دوسرے شخص سے جو اوس کے گھر میں رہتا ہو اوس کے خون کا مواخذہ نہ کریں۔

(۱۰) سارے بڑے بڑے شہر کے حاکموں کو حکم دیا گیا کہ وہ دارالشفا قائم کریں اور جو بیمار اون کے اندر آئیں اون کو عمدہ دوا جب تک دی جائے کہ وہ اچھے ہوں اور جب وہ دارالشفا سے جائیں تو اونکو بقدر احتیاج نقد روپیہ دیا جائے اور یہ سارے خرچ خزانہ شاہی سے اُٹھائے جائیں۔

(۱۱) تُوزک کلان کے حکم دہم کے موافق۔

(۱۲) میں نے حکم دیدیا کہ میرے باپ کے وقت کے منصب دار اور جاگیر دار اپنے مناصب و جاگیر پر جب تک وہ زندہ رہیں مستقل کیئے گئے اور جن میں زیادہ لیاقت میں نے دیکھی ان کا اضافہ منصب جاگیر کا کرادیا جس پاس دس گھوڑے تھے اوس پاس پنیدرہ گھوڑے کر دیے اور اسی نسبت سے اور امرا منصب داران کے اضافہ کیئے۔ فقط بعض آدمی نا عاقبت بین فتنہ پرداز فساد انگیز ایسے تھے کہ باوجود میری اس فیاضی کے وہ میری تسلیم و کورنش نہیں بجالاتے تھے اور ملک میں خرابی پھیلاتے تھے اور یہ نہیں سمجھتے تھے کہ ہم جو طوفان برپا کرتے ہیں اس میں اوّل خود ہی برباد ہو جائینگے۔ اس باب میں مجھے شاہ طہماسپ شاہ ایران کا مقولہ بہت پسند آیا اوس نے اپنے محل کے پاس ایک حوض بنوایا اور امیروں سے پوچھا کہ اس میں کیا بھرنا چاہیئے ایک امیر نے عرض کیا کہ حوض کو لبالب سونے سے بھرنا چاہیئے۔ بادشاہ نے کہا کہ اس کہنے سے تو طامع معلوم ہوتا ہے دوسرے امیر نے کہا کہ اس کو گلاب و شربت و برف سے بھرنا چاہیئے۔ بادشاہ نے کہا کہ اس کہنے سے تو اقیونی معلوم ہوتا ہے تیسرے نے کہا کہ دودھ دہی قند سے بادشاہ نے کہا کہ تو بنگی ہے۔ آخر کو بادشاہ نے کہا کہ میری رائے تم سب کی رائے کے خلاف ہے اس حوض کو ان مفسدوں اور فتنہ پردازوں کے خون سے بھرنا چاہیئے جو غدر مچا کے خلائق کو برباد کرتے ہیں۔

حوض شاہ طہماسپ

میں نے تمام ممالک محروسہ کے قیدیوں کی رہائی کا حکم عام دیدیا۔ صرف قلعہ گوالیار سے سات ہزار قیدی چھوٹے جن میں سے بعض چالیس برس کے قیدی تھے۔ رہائی یافتہ قیدیوں کی تعداد کا قلعوں کی تعداد پر قیاس ہو سکتا کل ہندوستان میں باستثنا ملک بنگال دو ہزار چار سو قلعے نہایت مستحکم و استوار ہیں۔ میں نے نیک ساعت میں سونے پر سکہ لگوایا مختلف الوزن سونے چاندی کے سکے مسکوک کیئے اور ہر ایک کا جداگانہ نام رکھا چنانچہ سو تولے کی مہر کا نام نور شاہی اور پچاس تولہ کا نور سلطانی اور ۲۰ تولہ کا نور دولت دس تولہ کا نور کرم پانچ تولہ کا نور مہر ایک تولہ کا نور جہانی اور نصف تولہ کا نورانی اور پاؤ تولہ کا رواجی نام رکھا۔ اور چاندی کے سکوں میں سو تولہ کے سکہ کا نام کوکب پچاس تولہ کا کوکب اقبال بیس تولہ کا کوکب مراد۔ دس تولہ کا کوکب بخت پانچ

قیدیوں کی رہائی اور سکوں کے نام

تولہ کا کوکب سعد۔ ایک تولہ کا جہانگیری اور نصف تولہ کا سلطانی اور چوتھائی تولہ کا نثاری اور تولہ کے دسویں حصہ کا خیر قبول رکھا اور اس روش پر تابنے کے سکے مسکوک کیے اور ہر ایک سکے کو ایک نام سے معروف کیا۔ سو تولہ اور پچاس تولہ اور بیس تولے اور دس تولے کے مہروں پر یہ بیت سکہ ہوئی۔

بخط نور بر زر کلک تقدیر   رقم زد شاہ نورالدین جہاں گیر

مصرعوں کے درمیان جگہ چھوڑ کر کلمہ اور دوسری طرف یہ بیت جس میں تاریخ بھی نکلتی ہے منقش ہوئی

شد چو خورشید سکۂ نورانی جہاں   آفتاب مملکت تاریخ آن

دونوں مصرعوں کے درمیان مقام ضرب و سنہ ہجری و سنہ جلوس اور سکہ نورجہانی کہ بعوض مہر معمول ہے اور وزن میں زیادہ ہے روپیہ کی برابر اعتبار کی جاتی ہے اس پر یہ بیت ثبت ہوئی۔

روئے زر را ساخت نورانی برنگ مہر و ماہ   شاہ نورالدین جہانگیر ابن اکبر بادشاہ

سکہ کے ہر طرف ایک مصرعہ کندہ ہوا اور ضرب کا مقام سکہ ہجری و سنہ جلوس منقش ہوا سکہ جہانگیری کہ وزن میں ۵/۱ زیادہ ہے روپیہ کی برابر اعتبار کیا جاتا ہے نورجہانی کے دستور پر ہے اور تولہ کا وزن دو نیم مثقال معمول ایران و توران ہے۔

مکتوب خاں داروغہ کتاب خانہ و نقاش خانہ نے تاریخ جلوس خوب کہی بادشاہ کو بہت پسند آئی۔ ؎

سال جلوس شاہی تاریخ شد چو بنہاد   اقبال سر بپائے صاحبقران ثانی

اپنے فرزند خسرو کو ایک لاکھ روپیہ میں سے مرحمت کیا کہ وہ قلعہ کے باہر منعم خاں خانخاناں کے گھر کو اپنے واسطے بنالے سعید خاں کو پنجاب کی ایالت و حکومت سپرد ہوئی۔ رخصت کے وقت یہ مذکور ہوا کہ اوس کے خواجہ سرا ستم پیشہ ہیں اور زیردستوں اور مسکینوں پر ظلم کرتے ہیں اوس کو میں نے پیغام بھیجا کہ ہماری عدالت میں کسی پر ستم روا نہیں ہے اور میزان عدل میں ہم کو خوردی بزرگی منظور نہیں اگر اوس کے بعد اوس کے آدمی کسی پر ظلم کریں گے تو گوشمال بے التفاتی

پائیں گے۔ شیخ فرید بخاری کو جو میرے باپ کے عہد میں میر بخشی تھا خلعت و شمشیر مرصع و دوات
قلم مرصع عنایت کی اور پہلی خدمت پر مامور رکھا اور اوس کی سرافرازی کے لئے میں نے کہا کہ
تجھکو میں صاحب السیف والقلم جانتا ہوں مقیم کو کہ میرے باپ کے عہد میں وزیر خاں کا خطاب
رکھتا تھا میں نے ممالک محروسہ کی وزارت دی۔ خواجگی فتح اللہ کو بھی خلعت دیکر بدستور سابق
بخشی کیا۔ عبدالرزاق معموری کو جو میرے ایام شاہزادگی میں بے سبب میری خدمت چھوڑکر
میرے باپ پاس چلا گیا تھا بدستور قدیم بخشی کیا۔ اور امین الدولہ کو جو میری اجازت بغیر بھاگ کر
میرے باپ پاس چلا گیا تھا اوس کی تقصیرات پر نظر نہ کرکے آتش بیگی کی خدمت پر مقرر کیا
غرض بیرونی اور اندرونی ارباب خدمات و مہمات کو اپنے باپ کے عہد کے موافق بحال رکھا
شریف خاں کہ خورد سالی سے میرے ساتھ بڑا ہوا تھا میں نے نقارہ و تومان و تمغ اوس کو مرحمت
کیا تھا اور منصب دو ہزاری و پانصدی دیا تھا اور صوبہ بہار کی حکومت والائی اور اس ولایت کا
حل و عقد اس کے قبضہ اختیار میں چھوڑا تھا اور اس طرف رخصت کیا تھا وہ میرے جلوس سے
پندرہ روز بعد میری خدمت میں حاضر ہوا۔ اوس کے آنے سے میں نہایت خوش ہوا۔ اس لئے
کہ اوس کی بندگی میری اس حد پر پہنچی ہے کہ میں اوس کو بمنزلہ برادر و فرزند و یار و مصاحب کے
جانتا ہوں۔ مجھے اوس کے اخلاص و عقل و دانائی و کاردانی پر اعتماد کلی تھا اس لئے میں نے
اوس کو وکیل اور وزیر اعظم مقرر کیا امیرالامرائی کا خطاب دیدیا۔ نوکری میں کوئی اور خطاب
اس سے مافوق نہیں ہے اور منصب پنجہزاری ذات و سوار اوسکو دیا ہر چند اوس کے منصب
میں افزایش کی گنجایش تھی کہ اوس سے زیادہ مقرر ہوتا لیکن اوس نے عرض کیا کہ جب تک کوئی مجھ سے
خدمت نمایاں وقوع میں نہیں آئیگی منصب مذکور سے زیادہ نہ چاہوں گا۔ ابھی میرے باپ کے بندوں کی
حقیقت اخلاص واقعی ظاہر نہیں ہوئی تھی اور بعضوں سے تقصیرات اور ناشائستہ ارادے
جو خالق و خلق کو ناپسند تھی سرزد ہوئے تھے وہ خود بخود شرمندہ و شرمسار تھے۔ باوجود یکہ میں نے
روز جلوس میں سب کی تقصیرات معاف کردیں اور یہ قرار دے لیا تھا کہ امور گذشتہ کی بابت

نہ ہوگی۔ مگر ایک توہم جو اون کی طرف سے میری خاطر میں چلا جاتا تھا اس لئے میں امیرالامرا کو اپنا حافظ و نگہبان جانتا تھا۔ اگرچہ کل بندوں کا نگہبان اللہ تعالیٰ ہے خصوصًا بادشاہوں کا کہ جن کا وجود باعث رفاہیت عالم ہے۔ راجہ بانسنگہ کو جس سے بہت سی رشتہ مندیاں تھیں اور وہ میرے پدر کے امرا معتبر و معتمدین سے تھا اوس کو صوبہ بنگالہ کا حاکم مقرر کیا بعض امور اس سے ایسے صادر ہوئے تھے کہ اوس کو یہ توقع نہیں تھی کہ میں اوس کے حق میں ایسی عنایت کروں گا کہ ایسی ولایت دوں گا جس میں پچاس ہزار سوار رہتے تھے۔

جلوس کے بعد جمیع امرا مع اپنی جمعیتوں کے درگاہ میں حاضر تھے میرے دل میں آیا کہ اس لشکر کو سلطان پرویز کو عنایت کر کے رانا کے سر پر بہ نیت غزا بھیجوں۔ فرزند مذکور کو رخصت کیا اور بیس ہزار سوار اور امرا مفصلۂ ذیل اوس کی خدمت کے لئے تعین کئے اوّل آصف خاں پنجہزاری کو پرویز کا اتالیق مقرر کیا اور حکم دیا کہ سب چھوٹے بڑے منصب دار اوس کی صلاح و صوابدید سے باہر نہ جائیں گے اور عبدالرزاق معموری کو بخشی اور مختار بیگ عموی آصف خاں کو دیوان مقرر کیا۔ راجہ جگنا تھ پنجہزاری اور رانا شنکر کو ہمراہ کیا۔ اور مادہو سنگہ اور راول سال دربادی کو علم اور سہ ہزاری منصب عنایت کیا شیخ رکن الدین شیرخاں کو سہ ہزاری منصب دیا شیخ عبدالرحمن پسر شیخ ابوالفضل کو اور مہا سنگہ نبیرۂ راجہ مان سنگہ و زاہد خاں پسر صادق خاں کو اور وزیر جمیل و قراخاں ترکمان جن میں سے ہر ایک دو ہزاری منصب رکھتا ہے خلعت دیکر رخصت کیا۔ راجہ منوہر کہ سکہاوت کچھواہوں میں سے تھا اور میرا باپ خورد سالی میں اوس پر بہت عنایت کرتا تھا اور فارسی زبان جانتا تھا اوس کا یہ ایک شعر ہے کہ ؎

غرض ز خلقت سایہ ہمیں بود کہ کسے ٭ بہ حضرت خورشید پا نہ نہد

وہ بھی اس مہم میں شریک کیا گیا غرضکہ بہت سے بڑے امیر زادے خانہ زاد اور راجپوت کار طلب اس خدمت پر مامور ہوئے اور ایک ہزار احدی جن کو یکہ کہتے ہیں معین ہوئے۔

رانا کی گوشمالی کے لئے سلطان پرویز کا مقرر ہونا۔

جہانگیر کی نیت میں یہ تھا کہ اکثر اکبری اور جہانگیری بندوں کو اپنے منتہائے مطلب پر
کامیاب کرے اس لئے اوس نے بخشیوں کو حکم دیا کہ جو شخص اپنے وطن میں اپنی جاگیر لینی چاہتا ہو
اوس کو اطلاع دو تا کہ تورہ و قانون چنگیزی کے مطابق آلتمغا اوس کی جاگیر میں مقرر ہوا اور
تغیر و تبدیل سے ایمن ہو بادشاہ کے آباؤ اجداد جس کسی کو جاگیر بطریق ملکیت کے عنایت کرتے
تھے اس کے فرمان پر مہر آل تمغا لگتی تھی جو عبارت اس سے ہے کہ فرمان پر شنجرف سے
مہر لگائی جائے۔ جہانگیر نے حکم دیا کہ مہر کے نیچے کی جگہ طلا پوش کی جائے اور مہر مذکور اوس پر
لگائی جائے اس کا نام آلتون تمغا یعنی مہر زریں رکھا جائے۔
بیر داس کو میر آتش بنایا اور راجہ بکرماجیت کا خطاب ملا اور حکم دیا کہ ہمیشہ توپ خانہ میں جو
بادشاہ کے ساتھ رہے پچاس ہزار توپچی اور تین ہزار ارابہ توپ مستعد آمادہ رکھے۔ جہد لی
توزک میں لکھا ہے کہ ساٹھ ہزار شتری زنبورکیں جن میں سے ہر ایک کے لئے دس سیر
بارود اور بیس گولیاں ہوں اور بیس ہزار اور قسم کی توپیں مع سامان چلنے کے لئے تیار رہیں اور
اس کارخانہ کے خرچ کے لئے پندرہ پرگنے مقرر کئے جن کی آمدنی ایک لاکھ دائمی اشرفی تھی
مرزا شاہرخ نبیرہ مرزا سلیمان حاکم بدخشاں کو ہفت ہزاری منصب دیا۔ اوس کو جہانگیر نے اپنے
باپ سے التماس کر کے اپنی خدمت میں لے لیا تھا اور وہ اسی کے پاس بڑا ہوا تھا اس لئے اوس کو
وہ اپنے فرزندوں میں سے شمار کرتا تھا۔ راجہ رام سنگھ کے سب سے زیادہ لائق بیٹے بھاؤ سنگھ
کو منصب ایک ہزار پانصدی کا عنایت ہوا اور اس کا عہدہ سابق برقرار رہا۔ زمانہ بیگ پسر
غیور بیگ کابلی کو کہ خرد سالی سے جہانگیر کی خدمت کرتا تھا اور اوس کی ایام شاہزادگی میں احدی
کے درجہ سے منصب پانصدی پر پہنچا تھا خطاب مہابت خانی کا دیکر منصب ہزار و پانصدی سے
ممتاز کیا اور شاگرد پیشہ کی بخشی گری اوس کے لئے مقرر ہوئی۔ راجہ نرسنگھ دیو کہ بندیلہ راجپوت
تھا اور جہانگیر کا رعایت یافتہ تھا شجاعت و نیک ذاتی اور سادہ لوحی میں اپنے امثال و اقران
میں ممتاز تھا سہ ہزاری منصب سے سرافراز ہوا۔ اس کی رعایت و ترقی کا سبب اس کا ابو الفضل کا قتل

کرنا تھا جس کا بیان اوپر ہو چکا۔

میر ضیاء الدین قزوینی جس نے جہانگیر کی ایام شاہزادگی میں خدمات اور دولت خواہیاں کیں تھیں ہزاری کا منصب دیا طویلہ کا مشرف بنایا اور حکم دیا کہ ہر روز بیس گھوڑے بخشش کے لئے حاضر رکھے مرزا علی اکبر شاہی کو منصب چار ہزاری سے ممتاز کیا سرکار سنبھل اوس کو جاگیر میں دی امیر الامراء نے ایک دن کسی تقریب سے یہ بات جہانگیر سے کہی جو اوس کو بہت پسند آئی کہ دیانت و بے دیانتی مخصوص نقد و جنس سے نہیں ہے بلکہ آشناؤں میں ایسی حالت کا دکھانا کہ اون میں ہنو اور اس استعداد کا چھپانا جو بیگانگوں میں ہو یہ بھی بے دیانتی ہے یہ بات سچ ہے کہ مقربوں کو آشنا و بیگانہ پر نظر نہ کرنی چاہئے ہر شخص کی حالت جیسی ہو عرض کرنی چاہئے جہانگیر نے سلطان پرویز کو رانا سے لڑنے کے لئے بھیجا تھا اور یہ سمجھا دیا تھا کہ اگر رانا مع اپنے پسر کلاں کرن کے اس کے پاس آئے اور اطاعت و بندگی اختیار کرے تو اوس کی ولایت سے تعرض نہ کرے اس سفارش سے غرض اس کی دو مقدمے تھے۔ ایک یہ کہ اکبر کے پیش نہاد خاطر ماوراء النہر کی فتح تھی۔ مگر جب یہ عزیمت وہ کرتا تو موانع پیش آتے اگر مہم رانا کوئی صورت پکڑے اور اس کا خدشہ خاطر سے دور ہو تو ہندوستان میں پرویز کو چھوڑ کر توفیقات الٰہی کی تائید سے ولایت موروثی کو وہ روانہ ہو خصوصاً ان دنوں میں کہ ماوراء النہر میں کوئی حاکم مستقل نہیں ہے وہاں باقی خاں ہی جو عبداللہ خاں اور اوس کے بیٹے عبدالمومن کے بعد تخت نشین ہوا تھا مر گیا اور ولی محمد خاں اوس کا بھائی اس دیار میں حاکم ہوا تھا۔ ابھی یہاں انتظام نہیں ہوا تھا۔ دوم سرانجام مہم پیکار دکن کہ میرے والد بزرگوار کے عہد میں ایک حصہ دکن کا فتح و تسخیر ہوا تھا اوس کو خدا کی عنایت سے ایک دفعہ تحت و تصرف میں لا کر ممالک محروسہ میں داخل کروں۔

چھوٹی توزک میں یہ لکھا ہے کہ مجھے اطلاع ہوئی کہ سمرقند میں جو باقی خاں اوزبک حاکم تھا وہ مر گیا اور اوس کا جانشین ولی خاں ہوا ہے۔ اس کی حکومت کی ابتدا تھی میں نے خیال کیا کہ وہ مجھ سے عداوت کے ساتھ پیش آئے ایسی صورت میں میں نے یہ ارادہ کیا کہ پرویز کو اوس کے مقابلہ

کے لئے بھیجوں اور بعدازاں اگر خدا فضل کرے تو دکن کی فتح کی تدابیر کو پورا کرکے میں خود ماوراءالنہر جاؤں۔ دکن کی فتح کا مجھے بڑا خیال تھا کہ اس لشکر کو جو اس پر فتح حاصل کرے سمرقند لے جاؤں اور یہ میلان خاطر مجھے اپنے باپ کے سبب سے پیدا ہوا تھا وہ بہت اس ملک موروثی ماوراءالنہر کو فتح کرنا چاہتا تھا مگر میں نے اوس کو حزم و احتیاط سے بعید جانا کہ ہندوستان کو بے سپاہ کسی بیٹے کو سپرد کرکے چلا جاؤں میں نے یہی قرار دیا کہ پرویز کو رانا اودے پور سے لڑنے کے لئے بھیجوں

۲۴ شعبان کو پسران اکہے راج ولد بھگوانداس عم راجہ مان سنگھ سے ایک امر غریب ظاہر ہوا ان بے سعادتوں کا نام ابہے رام و بنجے رام و شیام رام تھا۔ یہ نہایت بے اعتدال تھے۔ ابہے رام نے بہت بے اعتدالیاں کیں تھیں مگر میں نے اوس کی تقصیرات سے اغماض کیا تھا۔ اس تاریخ میں مجھ سے عرض کیا گیا کہ ابہے رام یہ چاہتا ہے کہ اپنی عورتوں اور فرزندوں کو بے اجازت وطن پہنچا دے اور پھر خود بھاگ کر رانا کی پناہ میں رہے جو میرے خاندان کے نادولت خواہوں میں ہے۔ رام داس اور اور امراے راجپوت سے میں نے کہا کہ اگر تم میں سے کوئی اس کا ضامن ہو تو ان بدبختوں کی جاگیر اور منصب کو برقرار رکھوں اور اون کے گذشتہ گناہوں کو عفو کروں لیکن ان کی بدطینتی کے سبب سے کوئی شخص ضامن نہ ہوا تو میں نے امیر الامرا کو حکم دیا کہ جب تک کوئی اون کا ضامن ہو اون کو حوالات میں رکھے اوس نے ابراہیم خاں کاکر دلاورخانی اور حاتم شہنوازخانی کے حوالہ کیا۔ جب اونھوں نے چاہا کہ ان جاہلوں سے ہتیار لے لیں تو وہ اپنے نوکروں کو ساتھ لیکر جنگ کرنے لگے امیر الامرا اور شیخ فرید نے اون کو قتل کیا اور یہ شورش دولتخانہ خاص و عام کے صحن میں واقع ہوئی اور اس سیاست سے ناعاقبت اندیشوں کی تنبیہ ہو گئی ابوالنبی اوزبک نے کہا کہ اگر اس قسم کا امر اوزبکیہ میں ہوا ہوتا تو اس جماعت کا سلسلہ و قبیلہ تمیں ناس کیا جاتا میں نے کہا کہ یہ طائفہ رعایت کردہ اور تربیت یافتہ میرے والد بزرگوار کا ہے سو کی میں مراعات کرتا ہوں اور مقتضائے عدالت بھی یہی ہے کہ ایک شخص کے جرم کا مواخذہ بہت آدمیوں سے نہیں کرنا چاہئے چھوٹی توزک میں اس واقعہ کو مختلف طرح بیان کیا ہے کہ

پسران راجہ اکہے راج کی بے اعتدالی پر دولتخانہ خاص و عام سے کشتہ ہوئیں۔

۷ شعبان کو رام جی اور بیجا رام (سنبجے رام) اور سیام پسران بھگوانداس عموے راجہ مان سنگھ کو ان کی بداعمالی کی سزا دی گئی۔ ان کے سر پیرے ہاتھیوں کے پاؤں تلے کچلے گئے۔ ان سب میں راجی بڑا شریر تھا ضمیمہ دیکھو۔

پنڈتوں کے ساتھ مباحثہ

ایک دن میں نے پنڈتوں سے جو ہندوستان کے دانشمندوں سے عبارت ہیں یہ پوچھا کہ اگر تمہارے مذہب کا منتہا یہ ہی کہ حق تعالیٰ کی ذات مقدس نے مختلف پیکروں میں حلول کیا ہی تو وہ ارباب عقل کے نزدیک مردود ہی اور اس سے یہ مفسدہ لازم آتا ہے کہ واجب تعالیٰ جو تمام تعینات سے مجرد ہے صاحب طول و عرض و عمق ہو جاتا ہے اور اگر ان اجسام میں نور الٰہی کے ظہور سے مراد ہی تو وہ سب موجودات میں مساوی ہے اور وہ ان دس پیکروں سے مختص نہیں ہے اور اگر صفات الٰہی میں سے کسی صفت کا اثبات مراد ہے تو اس صورت میں بھی تخصیص درست نہیں اس لئے کہ ہر دین و آئین میں صاحبان معجزہ و کرامات موجود ہیں اور وہ اپنے زمانہ میں دانش و فراست میں ممتاز ہوئے ہیں۔ بہت سی گفت و شنود اور رد و بدل کے بعد اس خدا کے معترف ہوئے جو جسم و چون و چگونگی سے منزہ ہے ہندوؤں نے یہ کہا کہ ہمارا یہ خیال ہے کہ ہم ذات مجرد کے ادراک میں ناقص ہیں صورت کے وسیلہ بغیر خدا کی معرفت نہیں حاصل ہو سکتی ان دس پیکروں کو اپنی شناخت و معرفت کا وسیلہ جانتے ہیں تو میں نے کہا کہ تم ان پیکروں سے معبود تک پہنچنے کا مقصود کب حاصل کر سکتے ہو۔

جشن اولین نوروز

شب سہ شنبہ ۱۱ ذیقعدہ سنہ ۱۰۱۴ھ مطابق ۱۰ مارچ سنہ ۱۶۰۶ء کو آفتاب برج حوت سے برج حمل میں آیا۔ سال اول جلوس میں یہ پہلا نوروز تھا اسی نوروز سے بادشاہ اپنے جلوس کے سالوں کا حساب کرتا ہے۔ باپ کے دستور کے موافق دولت خانہ خاص و عام آراستہ ہوئے اور روز اول سے جب تک کہ حمل ۱۹ درجے آفتاب طے کر کے خانہ شرف میں آئے ہر روز جشن رہا اور حکم ہو گیا کہ کیفیات و مغیرات میں سے جس کا جی چاہے کھائے منع و مانع کوئی نہیں ہے ان سترہ اٹھارہ روز میں اکبر کے عہد میں یہ بات مقرر تھی ہر روز امرائے کلاں میں سے ایک امیر مجلس آراستہ کرتا اور پیشکش دیتا جس میں اقسام جواہر و مرصع آلات و اقمشہ نفیسہ اور ہاتھی گھوڑے ہوتے اور اپنی

مجلس میں بادشاہ کو آنے کی تکلیف دیتا اور بادشاہ اپنے بندوں کی سرافرازی کے لئے قدم رنجہ فرماتا اور پیشکشوں کو ملاحظہ کرتا جو اوس کو پسند آتا اوس کو لے لیتا اور باقی کو صاحب مجلس کو بخش دیتا۔ بادشاہ کی طبیعت سپاہی اور رعیت کی رفاہیت اور آسودگی پر مائل تھی اس سال پیشکش معاف ہوئی اگر بعض امیروں کی خاطرداری کے سبب سے اون کی پیشکشوں میں سے کچھ لے لیا گیا۔ آغاز جلوس میں مظفر خاں گجراتی کی اولاد میں سے کسی نے جو اپنے تئیں اس ولایت کے حاکم زادوں میں سے سمجھتا تھا شورش برپا کی اور احمد آباد کی اطراف و جوانب کو تاخت و تاراج کیا اور چند شاہی سرداروں کو جیسے کہ بہادر اوزبک اور راے علی بھٹی تھے مار ڈالا۔

گجرات میں مظفر خاں کی اولاد کی شورش

بادشاہ نے راجہ بکرماجیت اور بہت سے منصب داروں کو چھ سات ہزار سواروں کے ساتھ گجرات کی کمک کے لئے تعین فرمایا اور یہ مقرر کیا کہ جب تک کہ مفسدوں کے رفع دفع سے راجہ کی خاطر جمع ہو تو وہی گجرات کا صاحب صوبہ رہے اور قلیج خاں جو پہلے اس خدمت پر تعین ہوا تھا وہ بادشاہ پاس آئے۔ اس فوج کے پہنچتے ہی باغیوں کی جماعتیں پریشان ہوئیں ہر ایک جماعت جنگل میں بھاگ گئی اور اس ملک کا انتظام ہو گیا۔

خسرو کا بھاگنا سال اول جلوس کے آخر میں اور اوس کے حالات

خسرو کے دل میں غرور جوانی و کم تجربگی و مصاحبان ناجنس کی ناعاقبت اندیشی سے خیالات فاسدہ پیدا ہوئے۔ خاص کر اس زمانہ میں کہ میرے والد بزرگوار بیمار تھے اور بعض کوتاہ اندیشوں نے بہ سبب کثرت جرائم و تقصیرات کے کہ اون سے وقوع میں آئے تھے اور عفو و اغماض سے محض ناامید تھے یہ ارادہ کیا کہ اوس کو دستاویز بناکر امور سلطنت کے مختار بنیں اور اس معنی سے وہ غافل تھے کہ امور سلطنت و جہانبانی ایسا امر نہیں ہے کہ چند ناقص عقلوں کی سعی سے انتظام پائے۔ خالق داور اس امر عظیم الشان و رفیع القدر کے لئے جس کسی کو شائستہ جانتا ہے اور اس خلعت کے لئے جس کی قابلیت کے قامت کو راست سمجھتا ہے اوس کو دیتا ہے۔ ع

ربایندہ نتواں ستد بخت را ۔ نشاید خرید افسر و تخت را

سرے را کہ حق تاج پرور بنود — نشاید ازو تاج و دولت ربود

مفسدوں اور کوتہ اندیشوں کے خیالات فاسد کا نتیجہ سوائے مذلت اور پشیمانی کی نہیں ہوتا۔ اس نیاز مند درگاہ الہی کے ساتھ امور سلطنت نے قرار پایا تو میں نے خسرو کو ہمیشہ گرفتہ خاطر و متوحش پایا۔ ہر چند میں نے چاہا کہ اسے عنایت و شفقت کرکے اوس کے دل سے دغدغۂ و وسوسے دور کروں لیکن اسے کچھ فائدہ نہ ہوا۔ وہ بخت برگشتوں کے مشورہ سے شب یکشنبہ ۸ ذی حجہ سنہ مذکور کو دادا کی قبر کی زیارت کا بہانہ بنا کے قلعہ سے باہر آکر بھاگ گیا اور ساڑھے تین سو سوار ساتھ لے گیا۔ اوس کی روانگی سے تھوڑی دیر بعد ایک چراغچی نے جو وزیر الملک کا آشنا تھا اوس کو خبر دی کہ خسرو بھاگ گیا۔ وزیر الملک اُس کو امیر الامرا کے پاس لے گیا اوس نے اس خبر کو تحقیق کیا اور مضطربانہ محل کے دربار میں گیا اور خواجہ سرا کی معرفت کہلا بھیجا کہ مجھے کچھ ضروری عرض کرنا ہے حضور باہر تشریف لائیں۔ یہ بات میرے سان گمان میں بھی نہ تھی میں نے جانا کہ دکن یا گجرات سے کوئی خبر آئی ہوگی جب میں باہر آیا تو معلوم ہوا کہ ماجرا یہ ہے میں نے کہا کہ اب کیا کرنا چاہئے میں خود جاؤں یا خرم کو بھیجوں۔ امیر الامرا نے کہا کہ اگر حکم ہو تو میں جاؤں میں نے کہا کہ ہاں اچھا تو اوس نے کہا کہ اگر خسرو نصیحت کرنے سے واپس نہ آئے اور ہتیار چلائے تو مجھے کیا حکم ہے تو اوس سے کہا گیا کہ اگر وہ کسی طرح راہ راست پر نہ آئے تو جو کچھ تیرے ہاتھ سے ہو سکے اس میں تقصیر نہ کرنا۔ سلطنت میں خویشی و برادری نہیں ہوتی کہ بادشاہ خویشے ندارد کے آیا تین اور بعض اور مقدمات کہہ کر میں نے اوس سے رخصت کیا۔ میرے دل میں آیا کہ خسرو امیر الامرا سے بالکل آزردہ ہی اور اوس کو جو قربت و منزلت حاصل ہی اس سے وہ امثال اور اقران کا محسود ہی مبادا کوئی نفاق کی بات وہ کرے اور اوس کو ضایع کر دے۔ معز الملک کو میں نے حکم دیا کہ جا کر اوس کو الٹا لے آئے شیخ فرید بخشی بیگی کو اس خدمت پر تعین کیا اور حکم دیا کہ کل منصب دار اور احدی کہ بہرہ پر ہیں۔ میری ہمراہی پر متوجہ ہوں۔ اہتمام خاں کو توال کو قراولی و خبر گیری کے

سے لئے مقرر کیا اور یہ ٹھہرایا کہ جب دن ہو تو میں خود جاؤں۔ معز الملک امیر الامرا کو سے آیا۔ میرے پاس خبر آئی کہ خسرو پنجاب کی راہ پر ایلغار کر کے جاتا ہے میرے دل میں آیا کہ مبادا وہ راہ میں چپ اندگی کرے بیٹھ جائے اور طرف اور دکھلائے اور طرف۔ راجہ مان سنگھ اس کا ماموں بنگالہ میں موجود تھا اس لئے اکثر بندہائے درگاہ کی راے یہ تھی کہ خسرو وہاں جائیگا۔ ہر طرف آدمی بھیجکر یہ تحقیق ہو گیا کہ وہ پنجاب کو جاتا ہے اس اثنا میں صبح ہوئی عنایت الٰہی پر بھروسہ کر کے عزیمت درست کے ساتھ میں سوار ہوا اور کسی چیز کا اور کسی آدمی کا مقید نہ ہوا اور چلدیا۔

	بسا آن را کہ اندوہ است در پے		سے داند کہ رہ چون میکند طے
	ہمیداند کہ افتد پیش در اند		نداند باکہ آید یا کہ باند

اول والد بزرگوار کے روضہ پر گیا جو شہر سے ۳ کوس پر واقع ہے اور حضرت کی روحانیت سے استمداد ہمت کی۔ اسی حال میں مرزا شاہرخ کا بیٹا جو خسرو کے ہمراہ جانے کا ارادہ رکھتا تھا پکڑا ہوا آیا جب یہ بات میں نے اوس سے پوچھی تو وہ انکار نہیں کر سکتا تھا میں نے حکم دیا کہ اوس کے ہاتھ باندھ کر فیل پر سوار کریں یہ اول شگون تھا کہ حضرت والا کی روح کی برکت اور توجہ و امداد سے ظہور میں آیا۔ دوپہر کو خوب لوئیں چلیں تو سایہ کے درخت کے نیچے میں نے توقف کیا اور خان اعظم سے میں نے کہا کہ سبب فیرایا وجود اطمینت خاطر کے یہ حال ہو کہ معتاد افیون جو اول روز میں مجھے کھانی چاہی اب تک نہ کھائی ہو اور کسی نے اوس کو یاد بھی نہ دلایا ہو تو اس بے سعادت خسرو کا حال اسی پر قیاس کرنا چاہئے مجھے تکلیف اس سبب سے تھی کہ میرا فرزند بے سبب میرا خصم و غنیم ہو گیا اگر اوس کے پکڑ لینے میں سعی نہ کرتا تو مفسد اور فتنہ اندیشوں کو دستگاہ ہوتی ہی اور وہ اپنا سر لگے ہوئے اوزبک یا قزلباشوں پاس جائیگا جس کے سبب سے میری دولت کو خفت ہو گی اس واسطے میں نے اوس کے گرفتار کرنے کا ارادہ کیا۔ کچھ آرام لیکر پرگنہ متھرا سے کہ آگرہ سے بیس کوس پر واقع ہے دو تین کوس چلا اور اس پرگنہ کے ایک قصبہ میں اترا جہاں تالاب بھی تھا خسرو جب متھرا میں آیا تو حسین بیگ تبخشی کہ والد بزرگوار کی عنایت

یافتوں میں تھا ملازمت کے قصد سے کابل سے آتا تھا کہ وہ خسرو سے ملا۔ بدخشیوں کی طبع فتنہ
و آشوب سے پیراستہ ہوتی ہے وہ اس بات کو خدا سے چاہتا تھا۔ وہ سو تین ایماقات بدخشاں
اوس کے ہمراہ تھے وہ خسرو کا راہ بر اور سپہ سالار بنا۔ راہ میں جو شخص آگے آتا اوس کو لوٹ
لیتا۔ گھوڑا اور اسباب اوس کا لے لیتا۔ سوداگروں اور مسافروں کا اسباب ان لچوں کا مال تھا
جہاں وہ جاتے وہاں عورتوں اور بچوں کو ستاتے خسرو اپنی آنکھوں سے دیکھتا تھا کہ باپ
دادا کے ملک موروثی پر کیا کیا ستم ٹوٹ رہا ہے ان بدبختوں کے افعال ناشائستہ کو دیکھکر
ایک ساعت میں ہزار بار مرنے کی آرزو کرتا۔ مگر ان کمتوں سے مدارا و مواسا کے سوا کوئی چارہ
نہیں رکھتا تھا۔ اگر اس کا بخت و اقبال یاور ہوتا تو ندامت و پشیمانی کو دستاویز اپنی بناتا اور
بے دغدغہ خاطر میری ملازمت میں آتا۔ عالم السرایزد دانا ہے کہ میں اوس کی تقصیرات سے
بالکل درگذر کرتا اور اوس پر اس قدر لطف و شفقت کرتا کہ اوس کے دل میں بال کی برابر تفرقہ اور
دغدغہ نہیں رہتا حضرت جنت آشیانی کے واقعہ میں بعض مفسدوں کے فساد سے اوس کے
دل میں جو اراد سے پیدا ہوئے تھے وہ جانتا تھا کہ مجھے وہ معلوم ہیں اس لئے میری مہر و شفقت
پر اعتماد نہیں کرتا تھا۔ میری شاہزادگی میں خسرو کی ماں نے اوس کے اطوار اور اوضاع کی ناخوشی
سے اور چھوٹے بھائی مادھو سنگھ کے سلوک سے آزردہ ہو کر افیون کھا کر اپنے تئیں ہلاک کیا
اوس کی خوبیوں اور نیک ذاتیوں کا کیا بیان کروں عقل اوس کی کامل تھی اخلاص اس کا میرے
ساتھ اس درجہ پر تھا کہ وہ ہزار پسر و برادر کو میرے ایک بال پر قربان کرتی تھی بار بار اوس نے
خسرو کو اخلاص محبت پر دلالت کی جب اوس نے دیکھا کہ اوس سے کچھ فائدہ نہیں ہوتا اور انجام
اس کا نامعلوم ہے کہ کیا ہوگا تو غیرت کے سبب سے کہ طبیعت راجپوتی کو لازم ہے مرنے کا ارادہ
کیا کئی مرتبہ کبھی اوس کا مزاج شورش میں آیا تھا۔ یہ شورش موروثی تھی کہ اوس کے بھائیوں اور
باپ دادا میں بھی دیوانگی میں ظاہر ہوتی تھی اور ایک مدت کے بعد علاج پذیر ہوئی تھی جن دنوں
میں کہ میں شکار پر متوجہ تھا ۲۶ ذیحجہ سنہ ۱۰۱۳ میں شورش نے غلبہ کیا تو بہت سی افیون کھالی اور تھوڑی

دیر میں مرگئی گویا کہ اوس نے اپنے بیٹے کا حال جو ہونے والا تھا پہلے سے دیکھ لیا تھا اول میری شادی اوس سے ہوئی تھی خسرو کے پیدا ہونے کے بعد لڑکی پیدا ہوئی جسکو شاہ بیگم کا خطاب دیا گیا وہ یہ نہیں دیکھ سکتی تھی کہ اوس کے بھائی اور بیٹے میرے ساتھ بدسلوکی کریں۔ پریشان دماغ رہنے لگی اور اسی حال میں اپنی جان پر کھیل گئی کہ اس اندوہ وکلفت سے چھوٹ جائے۔ اسکے مرنے میرا حال یہ ہوا کہ حیات وزندگی کا مزہ کچھ نہ رہا۔ کھانے پینے کو دل نہ چاہتا تھا جب والد ماجد کو میرا یہ حال معلوم ہوا تو ایک دلاسا نامہ نہایت شفقت اور رحمت سے اس فدوی خاص پاس بھیجا اور خلعت ودستار مبارک اپنے سر سے اتار کر میرے پاس بھیجے اس عنایت نے میرے سوز وگداز کی آگ پر پانی ڈالا۔ اور میرے اضطراب واضطرار میں فی الجملہ قرار وآرام ہوا۔ غرض ان مقدمات کے ذکر سے یہ ہے کہ اوس سے زیادہ کیا بے سعادتی ہو سکتی ہے کہ فرزند اپنی ناخوشی سلوک اور اطوار ناپسندیدہ سے مادر کی خودکشی کا سبب ہو اور اپنے باپ سے بغیر کسی سبب وباعث کے محض تصورات وخیالات فاسدہ سے بغاوت وعناد اختیار کرے اور اوس کی دولت ملازمت سے فرار پر قرار اختیار کرے منتقم جبار نے ہر کردار کے لئے اوس کی سزا برابر رکھی ہے اس لئے اوسکے حال کا مآل یہ ہوا کہ بدترین حال سے مقید ہوا اور درجہ اعتماد سے گر کر زندان الٰہی میں گرفتار ہوا

راہ چو ستانہ زد و ہوشمند　　پاے بدام آرد و سر در کمند

روز سہ شنبہ دہم ذی حجہ کو منزل ہوڈل میں آیا۔ شیخ فرید بخاری کو شجاعوں اور بہادروں کی جماعت کے ساتھ خسرو کے تعاقب میں لشکر کا ہراول بنا کے بھیجا۔ دوست محمد خاں کہ میرے ہمرکاب تھا بسبب سابق الخدمت وریش سفید ہونے کے قلعہ آگرہ کی محلوں خزانوں کی حفاظت کے لئے بھیجا جب آگرہ سے میں آیا تھا تو اعتماد الدولہ اور وزیر الملک کو شہر کی حراست سپرد کی تھی میں نے دوست محمد خاں سے کہا کہ میں صوبہ پنجاب کو جاتا ہوں وہ صوبہ اعتماد الدولہ کی دیوانی میں ہے اوس کو میرے پاس بھیجنا اور حکیم مرزا کے بیٹوں کو قید کرکے محبوس کردینا اس لئے کہ میرے فرزند صلبی نے یہ معاملہ کیا ہے تو برادر زادہ اور عمو زادہ سے کیا توقع ہو سکتی ہے وقت مجھ

کے جانے کے بعد معز الملک بخشی ہوا۔ پلول و فرید آباد ہوتا ہوا ۱۳ روز جمعہ کو دہلی میں آیا۔ دادا
کی قبر کی زیارت کو گیا۔ اپنے ہاتھ سے روپیہ تقسیم کیا۔ یہاں سے حضرت شیخ نظام الدین اولیا
کے مزار کی زیارت کو گیا۔ اور فقیروں اور درویشوں کو روپیہ تقسیم کیا۔ ۱۴ کو سرائے نریلہ میں گیا
جس کو خسرو نے جلا دیا تھا۔ آقا ملائی میری خدمت بہت کرتا تھا۔ ہزاری ذات کا اضافہ اوس کے
اصل منصب پر کیا تین سو سوار اوس کو دیے ایماقات جو میرے ہمرکاب تھے اون میں سے بعضے
خسرو سے اتفاق رکھتے تھے اس لیے کہ مبادا اون کی خاطر میں دغدغہ و تفرقہ آئے اون کے
کلاں تروں کو دو ہزار روپیے دیے کہ اپنے آدمیوں میں تقسیم کر دیں اور مراحم جہانگیری کا امیدوار
کریں۔ ۱۶ کو پانی پت میں آیا۔ یہ منزل میرے آبائے کرام و اجداد ذوی الاحترام پر ہمیشہ مبارک
و فرخندہ تھی۔ اس شہر میں دو فتح عظیم حاصل ہوئی تھیں۔ ایک ابراہیم کو بابر نے شکست دی تھی جس کا
ذکر تاریخ میں موجود ہے دوم والد بزرگوار نے ہیمو پر فتح حاصل کی تھی جب خسرو دہلی میں ہو کر پرگنہ
مذکور کی طرف متوجہ ہوا تو حسب اتفاق دلاور خاں وہاں آیا ہوا تھا۔ وہ جمنا سے اتر کر خود سپاہیانہ
و قزاقانہ ایلغار کر کے چلا کہ قلعہ لاہور میں خسرو سے پہلے پہونچ جائے۔ انھیں دنوں میں لاہور سے
اپنے مقام و منزل میں عبد الرحیم بھی آیا ہوا تھا۔ دلاور خاں نے اوس کو ہدایت کی کہ اپنے بیٹوں کو
میرے بیٹوں کے ساتھ جمنا پار بھیج دے اور خود کنارہ ہو کر بہ انتظار رہے۔ وہ گرانبار و ترسندہ تھا
اوس کام میں اسقدر توقف کیا کہ خسرو آگیا اور وہ اوس پاس چلا گیا اور اوس نے خطاب ملک
انور راے کا پایا اور بہر و میں صاحب اختیار ہوا۔ دلاور خاں مردانہ لاہور کو گیا اور راہ میں ہر کسی کو
اور ہر طائفہ کو ملازمان درگاہ میں سے اور کروڑیوں اور سوداگروں وغیرہ کو خسرو کے خروج کی
اطلاع دی بعض کو اپنے ہمراہ لیا اور بعض کو کہا کہ راہ پر سے کنارہ ہو جاؤ اوس کے بعد دست
اندازوں اور ظالموں کے پنجہ سے بندگان خدا امین ہوئے۔ غالب ظن یہ تھا کہ اگر دہلی میں سید
کمال اور پانی پت میں دلاور خاں جرات و ہمت کرتے اور خسرو کو راہ میں روکتے تو اوس کے ہمراہ
کی جماعت تاب مقاومت نہ لاتی اور پریشان ہو جاتی اور خسرو ہاتھ میں آجاتا۔ مگر اون کی ہمت

نے یاوری نہ کی۔ ثانی الحال ہر ایک نے کسی نہ کسی سے اپنی تقصیر کی تلافی کی۔ دلاور خاں ایلغار کر کے خسرو سے پہلے لاہور کے قلعہ میں پہونچا اور ایسی خدمت نمایاں کیں کہ پہلی کوتاہی کا تدارک ہوا اور سید کمال نے بھی جنگ خسرو میں تردوات مردانہ کیئے۔ اپنے محل پر بالتفصیل بیان ہونگے ۱۷ ذی الحجہ کرنال میں پہنچکر مقام کیا۔ ۱۹ کو شاہ آباد پہنچا۔ یہاں پانی کی قلت تھی مگر بڑا مینہ برسا جس سے لوگوں کا دل خوش ہوا۔ منزل الوہ میں الوائی اوزبک کو ستاون منصبداروں کے ساتھ شیخ فرید کی کمک کے لیئے تعین کیا۔ اور چالیس ہزار روپیہ مدد خرچ کے لیئے بھیجا۔ سات ہزار روپیہ جمیل بیگ کو دیا کہ وہ ایماقات میں تقسیم کرے۔ میر شریف امین کو دو ہزار روپیہ دیئے ۲۴ ماہ مذکور کو خسرو کے پانچ آدمی پکڑے آئے جن میں سے دو نے اوس کی نوکری کا اقرار کیا اون کو میں نے ہاتھیوں کے پیر تلے دلوایا۔ اور تین آدمیوں نے انکار کیا اون کو زیر حوالات تحقیقات کے لیئے رکھا ۱۲ فروری سلہ مرزا حسین و نورالدین قلی کوتوال شہر میں داخل ہوئے ۲۴ فروری کو دلاور خاں کا فرستادہ میرے پاس آیا اور یہ خبر دی کہ خسرو نے خروج کیا ہے اور لاہور کا قصد رکھتا ہے حضور خبردار رہیں۔ اسی تاریخ لاہور کے دروازے محفوظ و مضبوط کیئے گئے تاریخ مذکور سے دو روز بعد دلاور خاں کے تھوڑے آدمی قلعہ میں داخل ہوئے۔ برج دبارہ کو استحکام کرنا شروع کیا۔ جہاں شکست ریخت تھی اوسکی مرمت کی قلعہ کے اوپر توپیں اور ضربزنیں لگائی گئیں۔ جنگ کی تیاری کی گئی۔ بادشاہی آدمی قلعہ کے اندر خدمات پر متعین ہوئے اور شہر کے آدمیوں نے بھی اخلاص کے ساتھ مدد اور معاونت کی۔ دو روز کے بعد کہ فی الجملہ سر انجام ہوا تھا خسرو آن پہنچا اور ایک منزل میں اترا اور حکم دیا کہ شہر کا محاصرہ کر کے لڑائی شروع کی جاوے اور دروازوں میں ایک دروازہ کے کسی جانب پر آگ لگا دی جائے اور اپنے نوکروں کو اوس نے کہا کہ قلعہ کے لے لینے کے بعد حکم دوں گا کہ سات روز تک شہر کو وہ لوٹیں اور آدمیوں کی عورتیں اور بچوں کو قید کریں اوس کے نوکروں نے شہر کے ایک دروازہ میں آگ لگائی دلاور بیگ خان و حسین بیگ دیوان اور نورالدین قلی نے

کوتوال نے دروازہ کے محاذی اندر کی طرف ایک اور دیوار کھڑی کر لی ان دنوں میں کشمیر کے
تعیناتیوں میں سے سعید خاں آب چناب پر فروکش تھا کہ اس خبر کو سنکر ایلغار کر کے لاہور
روانہ ہوا جب ادی پر آیا تو اہل قلعہ کو خبر بھیجی کہ میں دولت خواہی کے قصد سے آیا ہوں -
اہل قلعہ نے کشتیاں بھیجکر اس کو مع چند ہمراہیوں کے قلعہ میں لے گئے - قلعہ کے نو روز
محاصرہ کے بعد خسرو کو خبر ہوئی کہ میں اُس کے تعاقب میں چلا آتا ہوں تو اُس نے فوج
شاہی سے مقابلہ کا ارادہ کیا - ہندوستان کے سوادہائے اعظم میں سے لاہور شہر
چھ سات روز میں خسرو پاس دس بارہ ہزار سوار مستعد جمع ہو گئے اور اس ارادہ سے
کہ میرے آگے کی فوج پر شب خون ماریں - حوالی شہر سے چلے سرائے قاضی میں ۱۶ - کو
مجھے یہ خبر معلوم ہوئی - باوجودیکہ مینہ بہت برستا تھا میں نے کوچ کا نقارہ بجایا اور
سوار ہوا صبح کو سلطان پور میں آیا دوپہر تک سلطان پور میں رہا - حسب اتفاق
اس وقت میری اور خسرو کی سپاہ میں مقابلہ و مقاتلہ شروع ہوا معز الملک
طشت بریانی لایا تھا میں منہ میں نوالہ رکھنے کو تھا کہ جنگ کی خبر آئی بس ایک لقمہ
شگون کے لیے کھا کر سوار ہوا اور آدمیوں کے پہنچنے کا اور کمی افواج کا خیال کچھ نہیں کیا
بہت جلد جنگ کی طرف متوجہ ہوا - چلتہ خاصہ کو ہر چند طلب کیا مگر کسی نے لاکر نہیں دیا
ہتھیاروں میں سے سوا نیزہ و شمشیر کچھ اور میرے پاس نہ تھا - خدا کے بھروسہ پر روانہ
ہوا - اول میرے ساتھ پچاس سوار تھے اور کسی کو خبر بھی نہ تھی کہ آج جنگ ہو گی
گوبندوال کے پل تک چار پانچ سو برے بھلے سوار میرے ساتھ ہو گئے پل سے گزرتا
تھا کہ شمسی توشکچی فتح کی نوید لایا میں نے اس خوشخبری کے لانے کے جلدو میں
خوشخبر خاں کا خطاب اسکو دیا - میر جمال الدین حسین جس کو خسرو کی نصیحت کے
لیے بھیجا تھا آگیا تھا کہ وہ خسرو کے آدمیوں کی کثرت و شوکت بہت بیان کرتا تھا کہ
اُس نے میرے آدمیوں کو تلف ہوتا دیکھا تھا - باوجودیکہ فتح کی خبر متواتر آ رہی تھی مگر اسکو وہ
لگتا کو کسی طرح باور نہیں ہوتا تھا اور تعجب کرتا تھا کہ جس لشکر کو میں نے دیکھا ہے وہ کیونکر

شیخ فرید کے لشکر سے شکست پا سکتا ہی کہ جو نہایت قلیل اور بیپے اتعداد ہی۔ جب خسرو کا سنگہاسن دو خواجہ سرا لائے تو میر کو اُس کا یقین ہوا اور اُس نے میرے پاؤں میں سر رکھا اور کہا کہ اقبال اُس سے زیادہ بالاتر و بلندتر نہیں ہوتا۔ شیخ فرید نے مخلصانہ و فدویانہ سرداری کی۔ سادات بارہ کہ اپنے زمانہ کے شجاع تھے اور ہر معرکہ میں اپنے کار نمایاں دکہاتے تھے۔ ہراول بنے تھے سیف خاں ولد سید محمود خاں بارہ سردار قوم خود ترددات کرتا تھا۔ سترہ زخم اُس کے لگے تھے۔ سید جلال تیر کے لگنے سے مرگیا۔ سادات بارہ پچاس ساٹھ آدمیوں سے زیادہ نہ تھے انہوں نے پان پان سو و ہزار ہزار بدخشی سواروں کو زخم لگاکے پارہ پارہ کردیا۔ سید کمال کہ اپنے بھائیوں کی کمک کو گیا تھا ایماقات کے چار سو آدمیوں کو پامال کیا اور لشکر شاہی کو غلبہ ہوا۔ خسرو کا صندوق جواہر و نفائس کا جو ہمیشہ وہ اپنے پاس رکہتا تھا شاہی لشکر کو ہاتھ آیا۔

که دانست کہ این کودک خردسال　　شود با بزرگان چنین بدسگال
بادل قدح دردے آرد بہ پیش　　گداز د شکوہ من و شرم خویش
بسوزاند اورنگ خورشید را　　تمنا کند تخت جمشید را

اللہ آباد میں مجھے بھی باپ کی مخالفت پر کوتاہ بیں دلالت کرتے تھے مگر اصلا یہ بات مجھے معقول و مقبول نہیں معلوم ہوتی تھی اور میں یہ بھی جانتا تھا کہ جس دولت کی بنا باپ کی مخاصمت پر ہو وہ پائداری کیا رکھتی ہی۔ ناقص عقلوں کی مشورہ سے میں بہکا نہیں ہوا عقل و دانش کے ساتھ کام کیا کہ اپنے باپ مرشد و قبلہ و خدائے مجازی کی خدمت میں گیا اور اس نیت درست کی برکت سے جو مجھے حاصل ہوا وہ حاصل ہوا جس رات کو خسرو بھاگا میں نے راجہ باسو کو جو کوہستان لاہور کا معتبر زمیندار ہی رخصت کیا کہ ان حدود میں جہاں خسرو کی خبر دا ثر کو سنے حتی الامکان اُسکے گرفتار کرنے میں سعی کرے مہابت خاں مرزا علی اکبر شاہی کو ایک انبوہ لشکر کے ساتھ متعین کیا کہ جس طرف خسرو روانہ ہو فوج مذکورہ اسکا تعاقب کرے اور میں نے یہ ٹہرایا کہ اگر خسرو کابل کو جائے تو میں اُسے پیچھے جاکر پکڑوں اور

اگر کابل میں وہ توقف نہ کرے اور بدخشاں یا اُس کی حدود میں جائے تو کابل میں مہابت خاں
کو چھوڑ کر خود بخریت واپس آوں و بدخشاں نہ جانے کا سبب یہ تھا کہ اگر میں وہاں جاتا
تو خسرو اوزبکوں کے پاس چلا جاتا اس میں مابدولت کی خفت ہوتی جس وقت لشکر تعاقب
کے لیے روانہ ہوا تو میں نے پندرہ ہزار روپیہ مہابت خاں کو بیس ہزار روپیہ احدیوں کو
دیا تھا کہ راہ میں جس جگہ اُس کی ضرورت ہو خرچ کریں ۲۷ کو لاہور سے ۷ کوس پہ منزل
جیپال میں لشکر آیا۔ خسرو دریائے چناب کے کنارہ پر آیا شکست کے بعد اُسکے آدمیوں کی
رایوں میں اختلاف ہوا افغان اور اہل ہند جو اکثر اُس کے قدیمی رفیق تھے یہ چاہتے تھے
کہ ہندوستان کی طرف وہ چلے اور یہاں فساد و بغاوت کو پھیلائے حسین بیگ کہ
جس کے اہل و عیال و آدمی و خزانہ کابل کی طرف تھا وہ کابل جانے کے لیے کہتا تھا۔
خسرو نے حسین بیگ کی رائے پر عمل کیا تو یک قلم ہندوستانی اور افغان اس سے جدا ہو گئے
دریائے چناب سے شاہ پور کے گہاٹ سے پار جانے کا ارادہ کیا تو کوئی کشتی نہ ملی سودہرہ
روانہ ہوا۔ یہاں گہاٹ پر ایک کشتی بن ملاحوں کی اور دوسری کشتی گھاس و لکڑیوں
سے بہری اُس کے آدمی لائے خسرو کی شکست سے پہلے صوبہ پنجاب کے کل جاگیرداروں
اور راہ داروں و گذربانوں کو حکم ہوا تھا کہ اس قسم کا قضیہ یہاں ہوا ہے وہ خبردار و ہوشیار
رہیں ان تاکیدات کے سبب سے دریاؤں کے گہاٹ بند ہو گئے تھے۔ حسین بیگ نے
چاہا کہ کشتی کے ملاح گہاس اور لکڑی کو بن ملاحوں کی کشتی میں اُتار کر خسرو کو پار اُتار
دیں اس اثنا میں کمال چودہری سودہرہ کا داماد یہاں آیا اُسنے دیکھا کہ ایک جماعت
رات کو دریا سے پار جانا چاہتی ہے تو اُس نے غل مچا کر ملاحوں سے کہا کہ جہانگیر بادشاہ
کا حکم ہے کہ رات کو اگر انجان آدمی دریا سے گذریں تو اُن سے ہوشیار رہنا چاہیے
اس شور و غل سے وہاں آدمی بہت جمع ہو گئے کمال کے داماد نے ملاحوں کے ہاتھ سے
کشتی چلانے کی بلّی چھین لی اور کشتی کو چکرایا۔ ہرچند ملاحوں کو روپیہ کا لالچ دیا گیا مگر
کسی نے قبول نہ کیا۔ ابوالقاسم کہ گجرات میں حوالی پنجاب میں تھا اسکو یہ خبر پہنچی

کہ رات کو ایک جماعت آپ چناب سے اُترنا چاہتی ہے تو وہ اپنے بیٹوں سمیت یہاں آیا اب نوبت یہاں تک آئی کہ حسین بیگ نے ملاحوں کو تیروں سے پکڑا اور کنارہ پر سے داماد کمال نے بھی تیراندازی شروع کی چار کوس تک کشتی خود چڑھاؤ پر نیچے گئی اور آخر شب کو ریگ میں پھنس گئی اور کسی کوشش سے آگے نہ کھسکی صبح صادق ہوئی ابوالقاسم و خواجہ خضر خاں نے ہلال خاں کے اہتمام سے دریا کی جانب غربی کو مستحکم کیا تھا اور جانب شرقی کو زمینداروں نے مستحکم کیا تھا - ہلال خاں کو اس حادثہ کے وقوع سے پہلے اس لشکر کی سزاولی کے لیے بھیجا تھا کہ سعید خاں کی ماتحت کشمیر کو جاتا تھا وہ اس نواح میں عین وقت پر پہنچا - اس کا اہتمام ابوالقاسم خاں نمکیں اور خواجہ خضر خاں کی جماعت کے لانے اور خسرو کے گرفتار کرنے میں بڑا دخل رکھتا تھا - صبح روز یکشنبہ ۲۵ - ماہ مذکور کو آدمیوں نے ہاتھی اور کشتی پر سوار ہو کر خسرو کو گرفتار کیا - اور دوسرے روز مجھے اُسکی خبر ہوئی - میں نے امیرالامرا کو خسرو کے لانے کے لیے بھیجا - امور سلطنت و ملک اکثر اپنی رائے اور فہمید سے کرتا ہوں - اوروں کی تدبیروں سے اپنی تدبیر کو اچھا جانتا ہوں چنانچہ اول کل بندگان مخلص کی صلاح و صوابدید کے برخلاف میں الہ آباد سے باپ کی خدمت میں گیا جس سے دین دنیا کی صلاح حاصل ہوئی اور اس تدبیر کے سبب سے میں بادشاہ ہوا - دوم خسرو کے تعاقب میں کسی چیز کا ساعت کے مقرر کرنے میں مقید نہیں ہوا - روز پنجشنبہ محرم ۱۵ سنہ کو مرزا کامران کے باغ میں خسرو کو دست بستہ و پابہ زنجیر طرف چپ سے بموجب رسم و تورہ چنگیز خاں میرے روبرو لائے حسین بیگ کو اس کے داہنی طرف اور عبدالرحیم کو بائیں طرف کھڑا کیا - خسرو ان دونوں کے درمیان کھڑا لرزتا اور روتا تھا حسین بیگ اس گمان سے کہ شاید کچھ نفع ہو پریشان باتیں بناتا تھا - جب اُس کی غرض معلوم ہوئی تو اُس کو چپ کیا اور خسرو کو مسلسل حوالات میں بھیجا اور ان دو مفتریوں کو گاؤ و خر کی کھالوں میں بند کر کے دراز گوش پر الٹا بٹھا کے شہر میں پھرایا گائے کا پوست بہ نسبت گدھے کے زیادہ جلدی خشک ہو گیا حسین بیگ

چار پہر تک زندہ رہا اور پھر دم گھٹنے سے دم نکل گیا۔ عبد الرحیم خر کے پوست میں تھا خارج
سے بھی اُس کو رطوبت پہنچتی تھی وہ زندہ رہا۔

چلنے کی ساعت نیک نہ آئی تھی میں نے روز دوشنبہ آخر ذیحجہ سے ۹ محرم تک
مرزا کامران کے باغ میں توقف کیا۔ بہر وال یہاں جنگ ہوئی تھی شیخ فرید کو میں نے
عنایت کی اور مرتضیٰ خاں کا خطاب والا دیا۔ سلطنت کے نظام و انتظام کے واسطے
باغ مذکور سے لیکر شہر تک دو رویہ داریں کھڑی کیں اور ایماق کے فتنہ انگیزوں کو کہ اس
شورش میں خسرو کے ہمراہ تھے۔ سیاست تحیر مکرر سے جزا سزا دی۔ اقبال نامہ میں یہ
لکھا ہے کہ خسرو کو ہاتھی پر بٹھایا اور داروں کے درمیان پھرایا کہ وہ اپنے ہمراہیوں کو
اس عقوبت میں دیکھے اور اپنے عمل زشت سے عبرت پکڑے اُس پر یہ حاشیہ بھی چڑھایا
کہ خسرو کو یوں چڑھایا کہ چوبدار سے یہ کہوایا کہ شاہزادہ اپنے خاص ملازموں کا آداب اور
تسلیمات قبول کرے جن امیدواروں نے دولت خواہی کی تھی اُن کو ریاست چودہیت
چناب و بہت کے درمیان عطا کی اور ہر ایک کو زمین مدد معاش کے طور پر مرحمت کی
حسین بیگ جب مرزا شاہرخ کے ہمراہ اس درگاہ میں آیا تھا تو ایک گھوڑا پاس رکھتا تھا
مگر رفتہ رفتہ امیر صاحب خزانہ و دفینہ ہو گیا اور ایسی آزادی کرنے لگا اُس کے مال میں سے
سات لاکھ روپیہ میر محمد باقی کے گھر سے نکلا جو روپیہ اور مخلوق میں اُس نے رکھا ہوگا اور
اپنے ساتھ لیا ہوگا وہ ابھی معلوم نہیں کہ کتنا ہوگا۔

اقبال نامہ جہانگیری میں اس بیان پر اور اضافہ کیا گیا ہے کہ عبد الرحیم کو پوست خر
میں بند کیا گیا تھا اور شہر میں پھرایا گیا تھا۔ پوست سنگ اُس کو پہنایا گیا تھا اور کوچہ و بازار
قسم خیار سے اور مرطوب چیزوں سے جو کچھ اس کے ہاتھ لگتا وہ کھاتا تھا۔ ایک دن زندہ رہا
دوسرے روز اسکو پوست سے نکالا۔ ایک اثنا میں اُس کے پوست میں کیڑے پڑ گئے
مگر وہ زندہ رہا۔

چھوٹی توزک میں لکھا ہے جب قلعہ لاہور کی تسخیر سے خسرو اور اُس کے سپہ آزاد مایوس ہو گئے

اور فوج شاہی کی خبر آئی کہ وہ پیچھے لگی چلی آتی ہے تو اُن کو معلوم ہوا کہ ہم نے نہایت حماقت کی ہے کہ کوئی ایسا مقام بہم نہ پہنچایا کہ جس میں امن سے رہتے اس پریشانی میں وہ جنگ پر دل نہاد ہوئے اور اُنہوں نے ارادہ کیا کہ بادشاہ کے مقدمۃ الجیش پر بارہ ہزار سپاہ سے شب خون ماریں۔

اس ارادہ سے منگل کو مغرب اور عشاء کے درمیان لاہور کے قلعہ کا محاصرہ چھوڑا۔ دوسرے دن صبح کو مجھے سرائے قاضی علی میں خبر آئی کہ خسرو محاصرہ چھوڑ کر بیس ہزار سپاہ کے ساتھ چل دیا۔ اس خبر کے سنتے ہی میرے سینہ میں آگ لگ گئی اور میرے دل میں خیال آیا کہ کہیں اور کسی مہم پر وہ گیا۔ اُسی رات کو گو مینہ بہت برس رہا تھا میں نے خیموں کے اکھیڑنے کا حکم دیا دریا کو گوندوال سے عبور کرکے دیوال میں گیا۔

جمعرات کو دوپہر کو شیخ فرید خسرو کی سپاہ کا مزاحم ہوا اور بدنصیب دشمن کے سامنے آیا۔ میں سلطان پور میں تھا اور میرے سامنے کھانے کا طبق آیا تھا اور میں کھانے کو تھا کہ خبر آئی لڑائی ہو رہی ہے۔ میں نے شگون کے لیے صرف ایک نوالہ کھایا کہ گھوڑا تیار ہوکر آیا اور میں اُس پر سوار اور اُس کو دوڑایا۔ میں نے سپاہ کو اپنے ساتھ نہیں لیا۔ اگرچہ میں نے اپنا چلتہ خاصہ مانگا مگر کسی نے نہیں دیا۔ میں نے صرف شمشیر اور نیزہ کو لیا اور خدا پر بھروسہ کرکے بہت جلد جنگ گاہ کی طرف چلا میرے پاس دس ہزار سوار تھے میں نے بخشیوں کو حکم دیا کہ وہ اُن کو تیار کرکے میرے پیچھے لائیں جب میں گوندوال کے پل پر آیا تو میں نے بیس ہزار آدمی شیخ فرید کی مدد کو بھیجے۔

میں نے میر جمال الدین انجو کو خسرو پاس بھیجا کہ اُس کو نصیحت کرے کہ گو تجھ کو شیطان نے بہکا کے گمراہ کیا ہے کہ بولا باپ سے جنگ کر رہا ہے اگر تو میرے ساتھ باپ پاس چلیگا تو تو اپنے افعال پر اُس کے روبرو ندامت ظاہر کریگا تو وہ تیرے سارے قصور معاف کردیگا تو اس جواب سے بچیگا جو خدا کے سامنے باپ کے قتل کرنے کی اور ہزاروں بندگان خدا کی جان لینے کی کرنی پڑے گی اگرچہ خود دل میں اُس نے ارادہ کیا کہ باپ کی خدمت میں جاوے

جہانگیر نے توزک میں جس طرح اس کا بیان لکھا ہے

مگر اُس کے فتنہ پرداز اوباش ہمراہیوں نے نہ جانے دیا اور یہہ جواب میرے پاس جمال الدین کی زبانی آیا کہ اب تیغ زنی کے سوا اور کوئی بات نہیں ہے - خدا جس سر کو سلطنت کے لائق جانے گا اُس کے سر پہ تاج رکھے گا -

جب میر جمال الدین کی معرفت میرے پاس یہہ جواب آیا تو میرے دل میں اس کش بیٹے کے لیے ذرا رحم و رافت باقی نہ رہی میں نے شیخ فرید کو حکم بھیجدیا کہ اب جنگ میں درنگ نہ کرے اُس نے حکم آتے ہی سرکشوں پر حملہ کیا بہادر خاں اوزبک نے دس ہزار سپاہ سے عقب پر اور شیخ فرید نے روبرو کی سپاہ پر بیس ہزار لشکر سے حملہ کیا دو گھنٹہ دن چڑھے سے مغرب کے وقت تک لڑائی رہی - خدا کی عنایت سے مجھے فتح ہوئی اور جنگ و تعاقب میں دشمنوں کے دس ہزار آدمی مارے گئے -

بہادر خاں وہاں آیا جہاں خسرو گھوڑے سے اُتر کر ایک سنگھاسن میں اسلیے بیٹھا تھا کہ اسطرح کے ہنگامہ میں کوئی اُسے پہچانے گا نہیں یوں قید سے بچ جائے گا - بہادر خاں نے اسے پہچانکر گھیر لیا اور شیخ فرید بھی یہاں آگیا - اب خسرو نے یہہ سمجھکر کہ کوئی بھاگنے کی راہ نہیں ہے تو وہ سنگھاسن سے باہر آیا اور اُس نے شیخ فرید سے کہا کہ اب زبردستی کی ضرورت نہیں ہے میں خود ہی باپ کے قدموں میں گرنے جاتا ہوں - خدا کی قسم کھائی -

میں گوبندوال کے پل کے سرے پر اندیشہ کر رہا تھا کہ دیکھئے کیا نتیجہ ہوتا ہے میر جمال الدین مجھ سے کہہ رہا تھا کہ میں نے خود خسرو کے لشکر میں ... ہزار سپاہ دیکھی ہے اور مجھے شبہ ہے کہ شیخ فرید اُنکو مغلوب کرسکے اُس کی سپاہ اور بہادر خاں اوزبک کی سپاہ ملکر چودہ ہزار سوار سے زیادہ نہیں ہے - میری یہہ گفتگو ہو رہی تھی کہ شیخ فرید کی فتح اور خسرو کی گرفتاری کی خبر آئی - میر جمال الدین نے گھوڑے سے اُتر کر میرے قدموں پر سر رکھا اور کہا کہ اقبال کے اصلی معنی یہی ہیں مگر مجھے ابتک اس خبر کے سچے ہونے میں تامل ہے - ابھی یہہ بات پوری کہنے نہ پایا تھا کہ خسرو اور اُسکے خواجہ سرا میرے روبرو لائے اور انہوں نے میرے سامنے اپنا سر زمین پر رکھا - یہہ دیکھکر میر کو تعجب ہوا اور اُس نے دوبارہ میرے قدموں پر

سرہ کہکر کہا کہ یہ اقبال ہی جو خدا نے حضور ہی کو دیا ہی۔ دونو شیخ فرید اور ابو القاسم اوزبک (بہادر خاں) نے بہت بڑی جوانمردی اور بہادری دکہائی تھی اسلیے دونو کو مینے پنجہزاری منصب دیا اور اس کے ساتھ نقارہ و علم اور اسپ مع ساز مرصع اور کمربند مرصع عنایت کیا۔ اور بہادر خاں کو قندہار کا حاکم مقرر کیا۔ شیخ فرید پہلے دوہزاری امیر تھا اب میں نے پنجہزاری امیر کر دیا سیف خاں پسر سید محمود عمدہ خدمات بجا لایا اور سترہ زخموں سے کم اُسکے نہیں لگے تھے اور سید جلال الدین کے ایک زخم ایسا لگا کہ وہ چند روز زندہ رہکر مر گیا۔

خسرو کے دو سپہ سالار سید جلول اور اُس کا بہائی نقارہ شاہی کی دہوں دہوں سنتے ہی لڑائی کے ابتدا میں بہاگے چار سو اویماق لڑائی میں مارے گئے اور سب جگہ سے سات سو آدمی قید ہو کر میرے روبرو آئے۔ خسرو کا صندوقچہ جس میں دو کروڑ مثقالی اشرفی کے جواہر تھے بعض آدمیوں کے ہاتھ میں آگیا مگر یہ آدمی نہ معلوم ہوئے کہ کون تھے۔ اس پنجشنبہ کو میں لاہور کے قلعہ میں داخل ہوا اور اُس گنبد میں بیٹھا جو میرے والد ماجد نے اسلیے بنایا تھا کہ ہاتھیوں کی کشتی کا تماشا دیکھا کریں یہاں بیٹھ کر میں نے حکم دیا کہ تیز چوبیں دریاے راوی میں گاڑی جائیں ان سات سو مفتریوں کو جو خسرو کے ساتھ بغاوت کی سازش میں شریک ہوئے تھے زندہ کہال کہچوائی اس سے زیادہ کوئی عذاب کی تعذیر مجرموں کے لیے نہیں ہی کہ وہ دیر تک تکلیف میں سسکتے رہیں اس سے ایسی عبرت لوگوں کو ہوتی ہی کہ وہ سرکشی کا خیال اپنے محسن سے نہیں رکہتے۔ میرا خزانہ آگرہ میں تھا صلاح دولت یہ نہ تھی کہ میں اپنی ابتداء سلطنت میں مدت تک لاہور میں ہوں۔ میں نے لاہور سے آگرہ کی طرف کوچ کیا اور خسرو کو دلاور خاں کے حوالہ کیا کہ وہ اُس کی نگرانی خوب رکھے ۲۶ صفر کو ؁۱۵ کو میں دار السلطنت آگرہ میں آیا۔ کم بخت خسرو نے اپنی بد افعالی کی ندامت کے سبب سے تین رات دن تک کہانا نہ کہایا اور روتا رہا غم و غصہ و بہوک پیاس میں گہلتا رہا اُسکو اپنے گناہ کی ندامت ایسی تھی جیسی کہ ولیعہد کو ہوتی ہی اُس نے آخر یہ چاہا کہ زندہ رہنے کے لیے کچھ کہانا ضرور ہی اگر وہ نہ کہاتا تو تین رات دن تک کہانا نہ کہانے سے پہلے تھے ورنہ وہ مر جاتا

مرجاتا - ان دونوں بیانوں کا مقابلہ کرکے دونو توزکوں کے اختلاف و اشتراک کو دیکھہ لو -
بادشاہ نہم محرم کو قلعہ لاہور میں آیا - دولت خواہوں کی جماعت نے عرض کیا کہ ان ایام میں
صوبہ گجرات و دکن و بنگالہ میں فی الجملہ خلل ہے آگرہ جانا مصلحت ہے - یہہ تجویز جہانگیر کو اسلیے
پسند نہ آئی کہ شاہ بیگ کی عرائض سے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ قندہار کی طرف قزلباش
فساد کرنے والے ہیں - چنانچہ حسین خاں حاکم ہرات کی کمک سے اس نواح کے جاگیردار

قندہار پر حاکم ہرات کی چڑھائی

قندہار پر چڑھ آئے اور اُس کا محاصرہ کرلیا - شاہ بیگ کی ہمت و مردانگی پر شاباش ہے
کہ مردانہ پاؤں کو جما کر قلعہ کو مضبوط اور مستحکم اور خود قلعہ مذکور کے ارک سوم پر اسطرح بیٹھا
کہ باہر والے علانیہ اُس کی مجلس دیکھتے - محاصرہ کے دنوں میں کمر نہ باندھی - سر و پا برہنہ
مجلس عیش و نشاط کو گرم رکہا اور کوئی روز ایسا نہوتا تھا کہ قلعہ سے باہر لشکر غنیم کی برابر وہ سپاہ نہ بھیجتا
اور مردانہ کوشش نہ کرتا لشکر قزلباش نے اُس کا تین طرف سے محاصرہ کر رکہا تھا - جب یہہ خبر
جہانگیر کو لاہور میں پہنچی تو ان حدود میں توقف مناسب سمجھا اور فوراً ایک فوج کہ اس کا سپہ داری
مرزا غازی پنجہزاری پہنچی اور اُس کے ہمراہ اور بڑے بڑے منصبدار اور امیر روانہ کیے اُسکے
ہمراہی بقراخاں کو سینتالیس ہزار روپیہ اور قلیج بیگ کو پندرہ ہزار روپیہ مددِ خرچ کے
لیے ملا - اس خدشہ کے رفع کرنے کے لیے اور کابل کی سیر کے لیے بادشاہ نے لاہور
میں توقف کیا -

خسرو کے مددگاروں کو سزا

گوبند وال میں دریا بیاہ کے کنارہ پر مصر ارجن رہتا تھا - اُس نے خسرو کے ماتھے پر
زعفران کا قشقہ نیک شگونی کے لیے لگایا اس قصور میں جہانگیر نے اُس کو قتل کیا اور مال
اور اسباب و مکان و منازل اُسکے ضبط کیے - خسرو جب لاہور میں تھا تو راجو اور ابنا نے
لوٹ مار مچائی تھی راجو کو دار پر کھینچا اور ابنا سے ایک لاکھہ پندرہ ہزار روپیہ ڈنڈ لیکر خیرات
میں صرف کیا - جب خسرو بھاگا تو میں نے یہہ قرار دیا تھا کہ جب تک خسرو کو نہیں پکڑ لونگا
کہیں توقف نہ کرونگا اور یہ احتمال تھا کہ خسرو ہندوستان کی جانب اپنا رخ پھیرے گا - ایسی
حالت میں دارالخلافہ آگرہ کا خالی چھوڑنا صلاح ملک داری سے بعید تھا وہ

پرویز و رانا

مرکز دولت اور محل سلطنت و مقام نزول سراپردگیان محل مقدس و گنجہائے عالم کا مدفن تھا اس لیے جب میں نے آگرہ سے خسرو کے تعاقب میں توجہ کی تو پرویز کو لکھا کہ تیرے اخلاص و خدمت نے یہ نتیجہ دیا کہ خسرو دولت سے بھاگا اور سعادت تیرے پاس آئی ۔ میں نے اُس کے تعاقب میں ایلغار کیا ہے مہمات رانا کو بمقتضائے اصلاح دولت کسی نوع سے تو فیصلہ کرکے خود جلد آگرہ میں آجا ۔ پائے تخت اور خزانہ تجکو حوالہ کیا اور تجکو خدا کے سپرد کیا پہلے اس سے کہ پرویز پاس یہ حکم پہنچے رانا نے عاجز ہوکر آصفخاں پاس آدمی بھیجا کہ میں اپنے کیے سے خجل و نادم ہوں ۔ امیدوار ہوں کہ تم میرے شفیع ہوکر شہزادہ کو کسی نوع سے اُس پر راضی کرو کہ میں اپنے بیٹے باگھ کو اس پاس بھیجدوں پرویز اس بات پر راضی نہوا اور اُس نے کہا کہ خود تو میرے پاس آیا کرن کو بھیج اسی وقت خسرو کی فتنہ انگیزی کی خبر پہنچی وقت کا ملاحظہ کرکے آصف خاں اور دولت خاں باگھ کے آنے پر راضی ہوگئے اور نواحی منڈل گڈہ میں شہزادہ کی خدمت میں باگھ آیا ۔ پرویز راجہ جگنتھ اور امرا تعینات کو لشکر میں چھوڑکر خود آصف خاں اور چند اور اہل خدمت کے ساتھ آگرہ کو روانہ ہوا ۔ اور باگھ کو درگاہ والا میں بھیجا جب وہ حوالی آگرہ میں آیا اور فتح اور گرفتاری خسرو کی خبر اُسنے سُنی تو دو روز مقام کیا اور اُس پاس میرا حکم پہنچا کہ میری خاطر سب طرف سے جمع ہے بہت جلد میرے پاس آ وہ نہایت شوق سے ایام برسات میں دور دراز مسافتیں طے کرکے میرے پاس آیا اور میں نے دس ہزاری منصب اور آفتاب گیر اس کو مرحمت کیا ۔

دانیال کی اولاد

دانیال کے فرزندوں کو مقرب خاں میرے پاس لایا تین بیٹے اور چار بیٹیاں تھیں ۔ بیٹوں کے نام طہمورث ۔ بایسنغر ہوشنگ تھے ۔ میں نے اُن پر ایسی مرحمت و شفقت کی کہ کسی کو اس کا گمان بھی نہ تھا ۔ سب سے بڑے بیٹے طہمورث کو حکم دیا کہ وہ ہمیشہ میرے ساتھ رہے اور باقی کو میں نے اپنی بہنوں کو سپرد کردیا کہ وہ اُنکی خبرگیری کریں ۔

زمینداروں کی سرکشی و سزایابی

پہلے میرے باپ کا ضابطہ تھا کہ عمدہ خدمات پر دو آدمیوں کو شریک کر کے مقرر کرتا تھا اس سبب سے نہیں کہ بے اعتمادی تھی بلکہ اس وجہ سے کہ بشریت ہے اور آدمی کو قت و بیماری سے خالی نہیں ہوتا۔ اگر ایک کو تشویش یا مانع پیش آئے تو دوسرا حاضر ہوتا کہ کاموں اور مہمات میں بندگانِ خدا معطل نہ رہیں۔ میں بھی اس ضابطہ کا پابند تھا۔ بندیل کھنڈ میں اجیندر پسر نند کوار کو جو مدت سے فتنہ انگیزی کرتا تھا عبداللہ خاں نے کالپی سے ایلغار کر کے گرفتار کیا اور کالپی میں لایا اور پھر میرے پاس بھیجا میں نے اس پر ایسی مہربانی کی جس کا خیال بھی اُس کو نہ تھا اور صوبہ بہار کے بڑے زمیندار سنگرام کو جو تین چار ہزار سواروں کی جمعیت رکھتا تھا اُس نے بڑا فساد مچایا تھا۔ جہانگیر قلی نے اُس کو تفنگ سے نابود کیا دلیپ سنگھ ولد رائے رائسنگھ کو نواحی ناگور میں کہ مضافات اجمیر سے ہے زاہد خاں پسر صادق خاں و عبدالرحمن بن شیخ ابوالفضل نے لڑکر شکست عظیم دی اور اُس کے بہت آدمی مارے وہ جنگل میں بھاگ گیا۔

بست و دوم ذیقعدہ ۱۰۱۵ھ مطابق ۱۰ مارچ ۱۶۰۷ء کو نوروز ہوا رسم معہود کے موافق جشن ہوا۔ اُس روز عرائض قندہار سے مجھے معلوم ہوا کہ لشکر بسر کردگی میرزا غازی ولد میرزا جانی کے شاہ بیگ کی کمک کے لیے تعین ہوا تھا وہ ۱۲ شوال سنہ مذکور کو بلدہ قندہار میں داخل ہوا۔ قزلباشوں نے جب قندہار سے ایک منزل پر اس لشکر شاہی کے آنے کی خبر سنی تو وہ سراسیمہ و پریشان کنارہ آب ہلمند تک ۵۰ کوس بھاگ گئے اب معلوم ہوا کہ حاکم فراہ اور اس نواح کی ایک جماعت حکام نے حضرت عرش آشیانی کے مرنے کے بعد یہ خیال کیا تھا کہ اس آشوب میں قندہار آسانی سے ہاتھ آجائے گا بغیر اسکے کہ شاہ عباس کا حکم اُن پاس پہنچے جمعیت کر کے اور ملک سیستان کو اپنے ساتھ متفق کر کے حسین خاں حاکم ہرات پاس آدمی بھیجکر اُس سے کمک طلب کی اُس نے بھی ایک جماعت بھیجی ان سب نے متفق ہو کر چڑھائی کی۔ یہاں کے حاکم شاہ بیگ نے اس خیال سے کہ جنگ میں سردار اگر شکست ہوگی تو قندہار ہاتھ سے جائیگا قلعگی ہونا جنگ سے بہتر جانا اور قلعہ داری کی ٹھیرائی

اور تیز رو قاصد میرے پاس بھیجے - میں لاہور میں تھا اس خبر کے سنتے ہی ایک فوج کلاں اور
امرا اور منصب داروں کو سرداری مرزا غازی روانہ کیا پہلے اس سے کہ مرزا قندہار میں پہنچے
شاہ ایران کو خبر ہوئی کہ حاکم فراہ نے مع اس نواح کے بعض جاگیرداروں کے ولایت قندہار
کا قصد کیا ہے - اس بات کو نامناسب سمجھکر حسین بیگ کے ہاتھ ایک فرمان اُن کے
نام بھیجا کہ قلعہ قندہار کو چھوڑ کر اپنے اپنے مقام پر اس سبب سے چلے جائیں کہ جہانگیر کے سلسلہ علیہ
سے محبت و سوالات قدیم سے ہے یہ جماعت پہلے اس سے کہ حسن بیگ اس پاس پہنچے اور حکم
شاہ پہنچائے لشکر شاہی کی خبر سنتے ہی چلے گئے تھے حسن بیگ ان آدمیوں کو ملامت کر کے
میرے پاس لاہور میں آیا اور بیان کیا کہ یہ جماعت قندہار پر شاہ عباس کے حکم بغیر چڑھ
آئی تھی - ایسا نہو کہ حضور کی خاطر پر گرانی ہو اسلیے میں حاضر ہوا ہوں - غرض جب قندہار
میں لشکر پہنچ گیا تو وہ سردار خاں کے سپرد ہوا - اور شاہ بیگ مع لشکر کمک لیکر عازم درگاہ
ہوا - میرے پیش نہاد ہمت تھا کہ اپنے آبا و اجداد کے ملک موروثی ولایت ماوراء النہر کو فتح
کروں اسلیے میں یہ چاہتا تھا کہ ہندوستان کو مفسدوں و متمردوں کے خس و خاشاک سے پاک
صاف کروں اور اس ملک کو کسی فرزند کو سپرد کر کے خود آراستہ لشکر جرار اور فیلان برق رفتار
اور خزانہ وافر ہمراہ لیکر ولایت موروث کی تسخیر پر متوجہ ہوں - اس ارادہ کی وجہ سے پرویز
کو رانا کی دفع کے لیے بھیجا اور خود ملک دکن کی عزیمت رکھتا تھا کہ اس اثنا میں خسرو نے
ایسی حرکت ناشائستہ کی کہ ضرور ہوا کہ اُس کا تعاقب کر کے اُس کے فتنہ کو دفع کروں
اسی سبب سے پرویز کی مہمات نے صورت پسندیدہ نہ پیدا کی اور مصلحت وقت پر نظر کر کے
رانا کو مہلت دی اور اُس کے ایک بیٹے کو ہمراہ لیکر وہ میرے پاس آنے کے لیے روانہ ہوا
اور لاہور میں ملا - جب خسرو کے فساد سے خاطر جمع ہوئی اور فرہ لیا شیوں نے جو قندہار
کا محاصرہ کر رکھا تھا اُنکی شورش بھی سہل طور پر رفع ہوئی تو دل میں آیا کہ کابل جا
جا کر سیر و شکار کیجیے کہ وہ بھی وطن مالوف کا حکم رکھتا ہے پھر ہندوستان آ کر اپنے
ارادوں کو قوت سے فعل میں لائے -

کابل کا سفر ۱۰۱۶

۲۔ ذیحجہ قلعہ لاہور سے باغ دل افروز میں کہ راوی کے کنارہ پر ہے منزل گزیں ہوا۔ اور
چار روز یہاں توقف کیا ۱۹۔ فروری روز یکشنبہ کو کہ آفتاب کا روز شرف ہے اس باغ
میں بسر کیا اور بعض اپنے بندوں کا اضافہ منصب کیا اور دس ہزار روپیہ حسن بیگ فرستادہ
دارائے ایران کو عنایت کیے قلیچ خاں میران صدر جہاں و میر شریف آملی کو لاہور میں
متعین کیا کہ اتفاق کے ساتھ وہ ان مہمات کا انصرام کریں جو پیش آئیں دوشنبہ کو باغ مذکور
سے موضع ہری پور میں آیا کہ شہر سے ساڑھے تین کوس ہے۔ سہ شنبہ کو جہانگیر پور میں
آیا یہ موضع میری مقرری شکارگاہوں میں ہے اس کے حوالی میں میرے حکم سے آہو کی
قبر پر جس کا نام ہنس راج تھا مزار بنایا گیا ہے۔ یہ آہو آہوان جنگی میں اور آہوان
صحرائی کے صید میں بے نظیر تھا۔ اور اس مینار پر ملا محمد حسین کشمیری نے کہ خوش نویسوں
میں سرآمد تھا یہ نثر ایک پتھر پر منقش کی ہے کہ دریں فضائے دلکش آہوئے بدام جہاندار
خدا آگاہ نورالدین جہانگیر بادشاہ آمدہ در عرض یک ماہ از وحشت صحرائیت برآمدہ سر
آمد آہوان خاصہ گشت بنابر ندرت مذکور حکم کردم کہ ہیچ کس قصد آہوان این صحرا نکند و
گوشت آنہا بر ہنود و مسلمان حکم گوشت گاو و گوشت خوک داشتہ باشد و سنگ قبر
او را بصورت آہو مرتب ساختہ نصب کنند اور سکندر معین کو کہ پرگنہ مذکور کا جاگیردار تھا حکم
دیا کہ جہانگیر پور میں مستحکم قلعہ بنایا جائے پنجشنبہ ۲۴ کو پرگنہ چندالہ میں منزل ہوئی روز
شنبہ ۲۶ کو ایک منزل درمیان حافظ آباد میں ان منازل میں منزل ہوئی کہ میر قوام الدین
نے وہاں کے کروڑی سے بنوائی تھیں۔ دو کوچ میں دریائے چناب کے کنارہ پر
پہنچا اور پنجشنبہ ۲۱ ذیحجہ کو اس دریا کے پل سے عبور کر کے پرگنہ گجرات کے حوالی
میں گیا۔ یہاں منزل ہوئی جب والد ماجد کشمیر کو جاتے تھے تو دریا کے کنارہ پر ایک قلعہ
تعمیر کیا تھا۔ گوجروں کا گروہ جو اس نواح میں دزدی اور راہزنی کرتا تھا اس کو اس قلعہ
میں لا کر آباد کیا اس سبب سے کہ وہ گوجروں کا مسکن بنا اس کا نام گجرات رکھ کر
علاحدہ پرگنہ مقرر کیا۔ گوجروں کی قوم کشت و کار کم تر کرتی ہے اور شیر و جغرات پر

اپنی اوقات بسر کرتی ہے روز جمعہ کو گجرات سے پانچ کوس پر خواص پورہ میں منزل ہوئی اُس کو
خواص خاں غلام شیر خاں نے آباد کیا تھا اور دو منزل درمیان کے بعد دریائے بہت پر مقام
ہوا۔ اُس دن شدت سے ہوا چلی اور کالی گھٹا آسمان پر آئی مینہ اس شدت سے برسا کہ بوڑھے
بوڑھے آدمی کہتے تھے کہ ہم کو ایسا مینہ برسنا یاد نہیں۔ پھر اولے مرغی کے انڈے کی برابر پڑے
پانی کی طغیانی اور بارش کی شدت سے پل ٹوٹ گیا۔ میں نے اپنے اہل حرم اور مقربوں
کے ساتھ کشتی میں عبور کیا کشتیاں کم تھیں۔ میں نے حکم دیا کہ آدمی پہلے کشتیاں لا کر از
سر نو پل باندھیں۔ ایک ہفتہ میں پھر پل بنا اور تمام لشکر بفراغت گذرا۔ کشمیر میں دریائے بہت کا
منبع ایک چشمہ ہے تریاک اس کا نام ہے اور ہندی زبان میں تریاک سانپ کو کہتے ہیں ظاہرا
اس مکان میں کوئی ماربزرگ ہوگا۔ اپنے باپ کی حیات میں دو مرتبہ اس سرچشمہ پر میں
گیا تھا۔ شہر کشمیر سے وہ بیس کوس پر ہے۔ وہ مثمن حوض کی شکل کا ہے تخمیناً بیس گز سے تیس
گز ہوگا۔ اس نواح میں ریاضت مندوں کی عبادت گاہ کے آثار سنگین حجرے اور غار
متعدد موجود ہیں۔ اس سرچشمہ کا پانی نہایت صاف ہے جس کے عمق کا قیاس نہیں
ہو سکتا اگر ایک خشخاش کا دانہ اس میں ڈالیں تو وہ زمین پر پہنچنے تک دکھائی دیگا۔ میں
نے سنا تھا کہ یہ چشمہ تھاہ نہیں رکھتا اسلیے میں نے رسی میں پتھر باندھ کے لٹکایا تو آدمی
کے ڈیڑھ قد کے موافق عمق نکلا۔ بعد از جلوس میرے حکم سے اطراف چشمہ کو پتھر سے
بستہ کر کے اُسکی اطراف میں باغچہ لگائے۔ جو سے کو اس کی جدول بنا دیا اور دور چشمہ پہ
ایوان اور خانے بنائے تھے اس مقام کو ایسا مرتب کر دیا کہ ربع مسکون کے سیر کرنے
والے کہتے ہیں کہ ایسی جگہ کم نشان ہے۔ شہر سے دو کروہ پر موضع پام یا پم پور میں چشمہ کا
پانی پہنچتا ہے تو زیادہ ہو جاتا ہے اور کشمیر کا زعفران یہیں حاصل ہوتا ہے معلوم نہیں کہ دنیا میں
کسی جگہ یہاں سے زیادہ زعفران ہوتا ہو۔ ہر سال ہندوستانی پانسو من زعفران پیدا ہوتا ہے
میں اس سرزمین میں اپنے باپ کے ساتھ موسم گل زعفران میں آیا تھا۔ تمام عالم کے پھولوں
میں اول شاخ بعد ازاں برگ پھر گل آتا ہے بخلاف اسکے گل زعفران ہے کہ خشک زمین سے

چار انگشت اُسکی ساق نکلتی ہی تو پہول سوسنی رنگ کا جس کی چار پتیاں ہوتی ہیں نکلتا ہی اور چار ریشہ نارنجی مثل گل معصفر اُسکے اندر ہوتے ہیں اور درازی میں ایک پور کی برابر زعفران یہی ہوتا ہی - وہ خشک زمین میں جسکو پانی نہیں دیا جاتا ٹیلوں میں پیدا ہوتا ہی بعض زعفران زار ایک کوس اور بعض آدہ کوس کے ہوتے ہیں دور سے بہت بڑے عمدہ نظر آتے ہیں اُس کی بو کی تیزی سے میرے متوسلوں کے سر میں درد ہونے لگا باوجودیکہ مجھے شراب کا نشہ تھا اور شراب کا پیالہ پیتا تھا مجھے بھی درد سر ہوا - حیوان صفت کشمیریوں سے جو زعفران چن رہے تھے میں نے پوچھا کہ تمہارا کیا حال ہی تو معلوم ہوا کہ کبھی عمر بھر درد سر اُن کے تصور میں بھی نہیں آیا - اس چشمہ ویرناک کے پانی کو کشمیر میں بہت کہتے ہیں اسکے داہیں باہیں طرف سے ندی نالے ملکر اُسکو دریا بنا دیتے ہیں اور وہ شہر کے عین وسط میں گزرتا ہی - عرض اس کا اکثر جا زیادہ نہیں ہوتا اسکے پانی کو بسبب کثافت کہاری پن کے کوئی نہیں پیتا - سارے کشمیری آب گیر سے جو شہر کے متصل ہی اور اُس کا نام ڈل ہی پانی پیتے ہیں اور آب بہت اس تالاب میں آنکر بارہ مولہ کی راہ سے پکلی اور دنتور سے پنجاب میں جاتا ہی - کشمیر میں رودخانے اور چشمے بہت ہیں - اور سب میں بہتر آب درہ لار ہی جو موضع شہاب الدین پور میں آب بہت ملتا ہی اور یہ موضع بھی کشمیر کے مشہور مقامات میں دریا بہت کے قریب ہی یہاں سو چنار خوش اندام ایک قطعہ زمین میں سرسبز و خورم ایک دوسرے کے ہاتھ میں ہاتھ دئے کہڑے ہیں اور اس سارے زمین کو اپنے سایہ سے گھیرے ہوئے ہیں - سطح زمین پہ سبزہ و سہ برگہ ہی اُس کے اوپر فرش بچھانا بیدردی اور بدسلیقگی ہی - اس دہ کو سلطان زین العابدین نے آباد کیا ہی جس نے اس ملک میں باون برس بڑے استقلال سے سلطنت کی ہی اس کو یہاں بادشاہ (بڑا بادشاہ) کہتے ہیں - اس کے خوارق عادات کی نقلیں بہت لوگ کرتے ہیں - کشمیر میں اُسکی عمارات و علامات و آثار بہت ہیں منجملہ اُس کے ایک آب گیر کے درمیان جس کا نام اولر ہی اور عرض و طول اسکا تین کوس سے زیادہ ہی ایک عمارت زین لنکا (یا زین

بنائی ہو اسس عمارات کی بنیاد رکھنے میں بڑی کوشش کی گئی ہو اس آب گہر کی تہ عمیق ہو
اوّل اس میں کشتیوں میں پتھر بھر بھر کر ڈالے مگر کچھہ فائدہ نہوا پھر کئی ہزار کشتیاں پتھروں سے
بھر کر اس میں ڈبوئیں اور بہت محنت و جانکاہی سے پانی سے باہر سو گز مربع ایک صفہ
بنایا اور صفہ کے چاروں طرف عمارات بنائیں - ایک عبادت کدہ اپنے پروردگار کی
پرستش کے واسطے ترتیب دیا - اکثر اوقات کشتی میں بیٹھکر وہ یہاں آتا اور بہت سے
چلے کھینچتا - ایک دن ایک ناخلف زادہ قتل کے قصد سے عبادت خانہ میں اُسکو تنہا سمجھکر شمشیر
کشیدہ آیا - مگر جب باپ پر اُسکی نظر پڑی تو صلابت پدری و شکوہ صلاح سے سراسیمہ و مضطر
ہو کر الٹا پھرا بعد ایک لحظہ کے سلطان عبادت خانہ سے نکلکر اُسی بیٹے کے ساتھ کشتی میں بیٹھکر
شہر کو روانہ ہوا اور اثناء راہ میں بیٹے سے کہا کہ عبادت خانہ میں میں اپنی تسبیح بھول آیا ہوں
کشتی میں سوار ہو کر میری تسبیح لے آ - بیٹا عبادت خانے میں آیا تو باپ کو بیٹے نے دیکھا یہہ
بے سعادت از روئے شرمندگی باپ کے قدموں پر گرا اور اپنی تقصیر کی عذرخواہی کی غرض اسطرح
کی اُسکی خوارق بہت مشہور ہیں اور کہتے ہیں کہ خلع بدن کا علم اُسکو خوب آتا تھا (اب ان
جھوٹی جھوٹی باتوں کو احمقوں کے سوا کون یقین کرتا ہی) چونکہ وہ اپنے بیٹوں کے اوضاع
و اطوار سے جانتا تھا کہ وہ حکومت و ریاست کی طلب میں تعجیل کرتے ہیں تو اُس نے اُن سے
کہا کہ مجھے ترک حکومت کیا بلکہ ترک حیات بہت آسان ہی مگر میرے بعد تم میں سے
کوئی کام نہوگا اور تمہاری دولت کو بقا نہوگی اور تھوڑے دنوں میں اپنے عمل اور نیت کی
جزا کو پہنچوگے - یہہ بات کہکر اُس نے کھانا اپنا چھوڑا اور ایک چلہ اسی طرح گذرا اور اپنی
آنکھوں کو خواب سے آشنا نہ کیا اور ارباب سلوک و ریاضت کے ساتھ عبادت الٰہی
میں مشغول ہوا - اور چالیسویں دن ودیعت حیات سپرد کرکے جوار حق سے پیوستہ ہوا
اُسکے تین بیٹے آدم خان - حاجی خان - بہرام خان - [illegible] اور سب
غارت ہوئے اور کشمیر کی حکومت جماعت چکان کو ہاتھ لگی جو اس ملک کے
عوام الناس میں سے تھے اور [illegible] بادشاہ ہو گئے تھے [illegible] بادشاہوں نے اپنی [illegible]

جادو

صفہ مذکور کے تین ضلعوں میں عمارتیں بنائیں لیکن کوئی عمارت زین العابدین کی عمارت کے استحکام کو نہیں پہنچتی تھی۔ کشمیر کی خزاں و بہار دونو دیکھنے کے قابل ہیں میں نے فصل خزاں دیکھی اُس کا حال جو سنا تھا اُس سے بہتر پایا۔ اُس کی فصل بہار نہیں دیکھی سو امید ہے کہ کسی دن دیکھوں گا۔

روز دوشنبہ ۶ محرم کو دریائے بہت کے کنارہ پر ایک روز درمیان قلعہ رہتاس میں آیا جس کو شیر خاں نے بنایا ہے۔ اس قلعہ کو ایسی سنگستگی زمین میں بنایا ہے کہ اس سے زیادہ مستحکم جگہ خیال میں نہیں آتی۔ یہ زمین گھکروں کی ولایت کے قریب ہے اور یہ ساری قوم سرکش و متمرد ہے۔ یہ قلعہ خاص اُس کی تنبیہ اور سرکوبی کے لیے بنایا گیا ہے۔ کچھ بنا تھا کہ شیر خاں مر گیا۔ اُس کے بیٹے سلیم خاں کو اُس کے پورا بنانے کی توفیق ہوئی۔ قلعہ کے دروازوں کے پتھروں پر قلعہ کی تعمیر کا خرچ کندہ کیا ہے۔ ۱۶ کروڑ دس لاکھ دام کسر کے [illegible] اس عمارت میں خرچ ہوا ہے جو ہندوستان کے حساب سے چالیس لاکھ پچیس ہزار روپیہ ہوتا ہے۔

سہ شنبہ ۷ کو پہلے پانچ کوس چل کر تلہ میں منزل کی تلہ گکھڑوں کی زبان میں ٹیلہ کو کہتے ہیں اور وہاں سے بکرا کی دہ میں آیا۔ اسی جماعت کی زبان میں بکرا ایک بیشہ ہے جس میں گل سفید بے بو کے ہوتے ہیں تلہ سے بکرا تک تمام راہ میں رود تہانہ کے درمیان آیا اُس میں پانی رواں تھا اور کنیر کے پھول کہ شگوفہ شفتالو کی کلیوں کا عالم دکھاتے تھے نہایت رنگین و شگفتہ تھے ہندوستان کی زمین میں یہ پھول ہمیشہ شگفتہ رہا کرتا ہے اس رود تہانہ کی اطراف میں وہ کثرت سے تھے کہ میں نے حکم دیا کہ جتنے سوار و پیادے میرے ہمراہ ہیں اُن پھول کے دستے سر پر لگائیں اور جس شخص کے سر پر پھول نہ ہوں اُس کی دستار اتاری جائے۔ یوں سمجھئے ایک عجیب گلزار ہو گیا تھا۔ روز پنجشنبہ ۹ کو ہیا میں میں نے منزل کی یہاں گل پلاس (ڈھاک) شگفتہ تھے۔ یہ پھول بھی ہندوستان کے جنگل سے مخصوص ہے اس میں بو نہیں ہوتی مگر اس کا رنگ نارنجی آتشیں ہوتا ہے

اور جڑ اُس کی کالی ہوتی ہی اور بوٹہ اسکا گل سرشف کے بوٹہ کی برابر ایسا دکھائی دیتا ہی کہ اُس پر
نظر اُٹھانے کو دل نہیں چاہتا ہوا نہایت لطیف تھی اور آفتاب کے نور کا حجاب سحاب تھا
اور پھوار پڑتی تھی تو میں نے شراب پی اور شگفتگی اور خوش حالی کے ساتھ راہ طے کی
اس محل کو ہتیا اس سبب سے کہتے ہیں کہ اُس کو گکھر ہاتی نے آباد کیا ہی اور اس ملک کو مارگلہ
سے ہتیا تک پوٹھوار (پٹھوار) کہتے ہیں۔ ان حدود میں زاغ بہت کم ہوتا ہی۔ رہتاس سے
ہتیا تک لوگ یاں کا ملک کہلاتا ہی لوگ یاں گکھروں کے ساتھ خویش و ہم جوار ہی۔ روز
جمعہ ہفتم کو پونے پانچ کوس کوچ کرکے پکہ میں منزل کی۔ پکہ اُس کو اس سبب سے کہتے ہیں
کہ اُس میں پکی اینٹ کی سرائے بنی ہوئی ہی؟ یہ بڑے پر گرد و تنگ منزل تھی۔ راہ
کے ناخوش ہونے کے سبب سے بڑی مشکل سے اراے منزل پر پہنچے۔ اس جگہ زلوچ (کھٹا
ساگ) کابل سے لائے تھے اکثر اس میں سے ضائع ہوگیا۔ روز شنبہ ہشتم ساڑھے چار
کوس کوچ کرکے موضع کوریں (کھر) منزل ہوئی۔ گکھروں کی زبان میں کھر جیرا و شکستگی کو
کہتے ہیں۔ اس ولایت میں درخت کم ہیں۔ روز یکشنبہ نہم کو راول پنڈی سے گزر کر منزل
نزول ہوئی اس موضع کو راول ایک ہندو نے آباد کیا تھا اور یہاں کی زبان میں پنڈی
دہ کو کہتے ہیں اس منزل کے قریب درہ کے درمیان پانی کی رو جاری تھی اس کے آگے
تال تھا جس میں رو کا پانی آنکر جمع ہوتا تھا۔ سر منزل صفائی سے خالی نہ تھا میں اُس جگہ
اُترا اور گکھروں سے پوچھا کہ اس تال کا عمق کس قدر ہی تو اُنہوں نے جواب مشخص نہ دیا
اور بیان کیا کہ باپ دادا سے سنتے چلے آئے ہیں کہ اس پانی میں نہنگ ہوتے ہیں
اور جو جانور پانی میں جاتے ہیں زخمی و مجروح باہر نکلتے ہیں اس سبب سے کسی کو اس پانی
میں جانے کی جرات نہیں ہوتی میں نے حکم دیا کہ ایک گوسفند اس تال میں چھوڑی جائے
وہ تمام حوض میں تیر کر باہر نکل آئی پھر میں نے ایک فراش کو تیرنے کا حکم دیا وہ بھی تیر کر سالم نکلا
اس سے معلوم ہوا کہ گکھروں نے جو کہا اُس کی کچھ اصل نہ تھی۔ اس تال کا عرض ایک تیر
انداز کی برابر ہوگا۔ دو شنبہ دہم موضع خربوزہ میں منزل ہوئی پہلے زمانہ میں یہاں گکھروں نے ایک

گنبد بنایا تھا اور وہاں آنے جانے والوں سے باج لیتے تھے اس گنبد کا اندام خربوزہ سے
مشابہت رکھتا تھا اسلیے اُس کا نام ہی مشہور ہو گیا ۔ سہ شنبہ یازدہم کو کالا پانی میں آیا
اس منزل میں ایک کوتل ہے جس کا نام مارگلہ ہے ہندی میں مار کے معنی زدن کے ہیں
اور گلہ کے معنی قافلہ کے یہاں قافلے مارے جاتے تھے اسلیے اُس کو مارگلہ کہتے تھے گکھروں
کی ولایت یہاں تک ہے ۔ یہ جماعت عجیب حیوان صفت ہے ہمیشہ آپس میں لڑتی رہتی ہے
ہر چند میں نے چاہا کہ اس میں رفع نزاع ہو مگر کچھہ فائدہ نہوا ۔

جان جاہل بسختی ارزانی (جاہل کی جان سختی کے زمانہ میں بڑی سستی ہوتی ہے)

روز چہارشنبہ دوازدہم حسن ابدال میں منزل ہوئی ۔ شرقی رویہ ایک کوس پر آبشار ہے
جس کا پانی بڑی تندی سے گرتا ہے ۔ کابل کی راہ میں اُس کی برابر کوئی آبشار نہیں ہے
کشمیر کی راہ میں اس قسم کے دو تین آبشار ہیں ۔ اس آبشار کا جو آب گیر منبع ہے اُسکے
درمیان راجہ مان سنگہ نے ایک مختصر عمارت بنائی تھی ۔ اس آب گیر میں آدہ اور پاؤ گز
لمبی مچھلیاں بہت سی ہیں اس دلکش مقام میں تین روز توقف ہوا اور اپنے مقربوں کے
ساتھہ شراب پی اور مچھلی کا شکار کھیلا ۔ اب تک میں نے سفرہ جال جس کو ہندی میں بہنور
جال کہتے ہیں دریا میں نہیں لگایا تھا اس کا لگانا مشکل سے خالی نہیں ہے سکو میں نے اپنے
ہاتھہ سے ڈالا اور دس بارہ مچھلیاں پکڑیں اور پھر اُنکی ناک میں موتی ڈالکر چھوڑ دیا ۔
یہاں کے متوطنوں اور مورخوں سے حسن ابدال کا حال کچھہ معلوم ہوا جس سے پوچھا اُس نے
مشخص جواب نہیں دیا ۔ یہاں سب سے زیادہ مشہور جگہ وہ ہے جہاں دامن کوہ سے
ایک چشمہ جاری ہے اس کا پانی نہایت صاف ہے اور حلاوت و لطافت ایسی رکھتا ہے کہ
حضرت امیر خسرو کا یہہ شعر اُس پر صادق آتا ہے ؎

ورنہ آتش از صفا ریگ خرد   کور تواند بدل شب شمرد

یہاں خواجہ شمس الدین محمد خافی نے جو والد بزرگوار کا وزیر مدتوں تک رہا ہے ایک صفہ بنایا
اور اس کے درمیان ایک حوض بنایا جس میں چشمہ کا پانی آتا ہے اور زراعت باغات

میں صرف ہوتا ہے۔ اس صفہ کے کنارہ پر ایک گنبد اپنے مدفن کے لیے بنایا تھا مگر حسب
اتفاق یہ جگہ اُس کو نصیب نہوئی۔ حکیم ابوالفتح گیلانی اور اُس کا بھائی حکیم ہمام جو میرے
باپ کے بڑے مقرب تھے یہاں مدفون ہیں۔ پانزدہم کو امردی میں منزل ہوئی یہاں
ایک عجیب سبزہ زار یک دستی دیکھا جس میں اصلا بلندی اور پستی نہیں۔ اس موضع میں
اور اُس کے حوالی میں سات آٹھ ہزار خانوار کھاترا اور دلازاک کے متوطن ہیں وطرح
طرح کے فساد و تعدی و رہزنی کرتے ہیں میں نے حکم دیا کہ ان حدود اور اٹک کی سرکار
ظفر خاں پسر زین خاں کو سپرد ہو اور جب تک کہ میں کابل سے مراجعت کروں تمام دلازاکوں
کو لاہور کی طرف وہ بھیجدے اور کھاتوروں کے سرداروں کو پکڑ کر محبوس و مقید
کرے روز دوشنبہ ہفتدہم یک منزل درمیان قلعہ اٹک میں دریاے نیلاب کے کنارہ پر
نزول ہوا۔ اس منزل میں مہابت خاں کو منصب دو ہزار پانصدی ملا۔ یہ قلعہ والد ماجد
نے بنوایا تھا اور خواجہ شمس الدین کے اہتمام سے اس کی تعمیر تمام ہوئی تھی یہ ایک مستحکم قلعہ ہے
دریاے نیلاب طغیانی پر تھا۔ اٹھارہ کشتیوں کا پل بندھا تو لشکر نے سہولت سے عبور کیا امیرالامرا
ایسا ضعیف اور بیمار تھا کہ میں نے اٹک میں اُس کو چھوڑا اور بخشیوں کو حکم دیا کہ کابل کی
ولایت لشکر عظیم کی برداشت نہیں کر سکتی سواے نزدیکوں اور مقربوں کے کوئی دریا سے
عبور نہ کرے وہ میری معاودت تک اٹک ہی میں ہیں اور چہارشنبہ نوزدہم شاہزادوں اور تھوڑے
خاصوں کو ساتھ لیکر جالہ پر سوار ہو کر آب نیلاب سے سلامت گزرا (نیلاب ایک قصبہ تھا
جس کے سبب سے اس دریا کا نام بدل گیا نیلاب اٹک مشہور ہوا) شمال مشرق سے نیچے کی طرف
اسکو اباسین کہتے ہیں اور کالاباغ سے اٹک تک اُسکو اٹک کہتے ہیں اور اُس کے ہمسایہ
کے ہندو سندھ کہتے ہیں اسلیے کہ انہوں نے اپنے دھرم شاستر میں یہی نام پڑھا ہے) اور
دریاے کامہ کے کنارہ پر فروکش ہوا۔ یہ دریا جلال آباد کے نیچے بہتا ہے (دریاے کامہ کی
وجہ تسمیہ یہ ہے کہ جلال آباد کے محاذی ایک قلعہ کا نام ہے۔ وہاں دریاے کابل سے
دریاے کونر ملتا ہے) کونر کو بھی کامہ کہتے ہیں جس کے نیچے کے حصہ کو بابر نے کامہ لکھا ہے

اسکو اب اکثر لنڈی بالنڈہ کہتے ہیں۔ پنجکورہ کے ملک سے لنڈی نکلتی ہے اور تقریباً جنوب میں
بہکر پشاور کے سامنے دریاے کابل میں ملتی ہے۔ جلال آباد سے پشاور تک اسکو کامہ کہتے ہیں
اجالہ کو بانس و خس سے ترتیب دیتے ہیں اور اس کی تہ میں ہوا سے بھری مشکیں باندھتے
ہیں اس ولایت میں اسکو شال کہتے ہیں جن دریاؤں اور پانیوں میں پتھر ہوتے ان میں
وہ کشتیوں سے زیادہ اچھا ہوتی ہیں۔ بارہ ہزار روپیہ شریف آملی اور اس جماعت
کو جو لاہور میں متعین تھے دے گئے کہ فقرا میں تقسیم کریں اور عبد الرزاق معموری اور
بہاریداس بخشی احدیان کو حکم ہوا کہ جو جماعت ظفر خاں کے ساتھ چھوڑی گئی ہے اسکے لیے
سامان تیار کرکے روانہ کریں یہاں سے ایک منزل درمیان سراے بارہ میں منزل ہوئی
سراے بارہ کے مقابل میں آب کامہ کے اس طرف ایک قلعہ زین خاں کوکہ نے ہوتی
بنایا تھا کہ وہ یوسف زئی افغانوں کے استیصال کے واسطے گیا تھا اور اس کو نوشہرہ سے موسوم
کیا تھا اور اسمیں پچاس ہزار روپیہ کے قریب خرچ ہوا تھا۔ کہتے ہیں حضرت ہمایوں
نے اس سرزمین میں گورخر کا شکار کھیلا تھا اور میں نے اپنے باپ سے سنا کہ اُس نے
اپنے باپ کے ساتھ دو تین مرتبہ اس شکار کا تماشا دیکھا تھا روز پنجشنبہ بست و پنجم
سراے دولت آباد میں فرود ہوا۔ احمد بیگ کابلی جاگیردار پشاور یوسف زئی
اور غوریہ خیل کے ملکوں کو ساتھ لیکر میری ملازمت میں آیا۔ احمد بیگ کی خدمت مستحسن
نہیں معلوم ہوئی اسکو بدل دیا اور شیر خاں افغان کو یہ ولایت عنایت کی چہارشنبہ
بست و ششم باغ سردار خاں میں کہ والی پشاور میں ہے منزل ہوئی اس نواح میں جوگیوں کے مشہور معبد
گورکھتری کی سیر اس خیال سے کی کہ شاید کوئی فقیر نظر آئے کہ اس کی صحبت سے
فیضیاب ہوں مگر فقیر تو کم عنقا اور کیمیا کا سا ہوتا ہے۔ ایک [illegible] نظر آیا
جس کے دیکھنے سے تیرگی کے سوا کچھ نہیں حاصل ہوا۔ روز پنجشنبہ بست و ہشتم کو
جمرود میں نزول ہوا۔ روز جمعہ بست و [illegible] کو [illegible] آیا اور علی مسجد میں منزل
ہوئی۔ شنبہ بست و نہم کو [illegible] سے گذر کر غریب خانہ میں اترا [illegible]

پیا ول میں کہ دریا کے کنارہ پر واقع ہے منزل ہوئی دریا کے اس طرف ایک پہاڑ ہے کہ
پھل اور درخت و سبزہ وہاں نہیں ہوتا اس لیے اُس کو کوہ بے دولت کہتے ہیں والد ماجد
میں نے سنا کہ ایسے پہاڑوں میں معدن طلا ہوتی ہے امیر الامرا کو مالی اور ملکی خدمات پیش
کی تھیں اُسکی بیماری کو امتداد ہوا اور اُس کی طبیعت پر نسیان ایسا غالب ہوا کہ جو ایک
ساعت مقرر میں مذکور ہوتا وہ دوسری ساعت میں بھول جاتا اور روز بروز نسیان
زیادہ ہوتا جاتا تھا۔ وزارت کی خدمت آصف خاں کو عنایت ہوئی رود خانہ میں ایک
سنگ سفید تھا میں نے حکم دیا کہ اُسکو فیل کی صورت میں تراش کر اُسکی سینہ میں یہ مصرع
جو تاریخ ہجری کے مطابق ہے نقش کیا جائے شد فیل سنگی سفید جہانگیر بادشاہ۔ ۲۳ صفر کو
کلیان پسر راجہ بکرماجیت گجرات سے آیا اور اس حرامزادہ مفسد کے مقدمات غیر مکرر سُنے
تھے ایک اُن میں سے یہ تھا کہ کسی مسلمان لولی عورت کو اُس نے اپنے گھر میں ڈال لیا تھا
اور اس لیے کہ اس مقدمہ کی شہرت نہو اُسکے ماں باپوں کو مار کر اُنکو اپنے گھر میں گور میں
دفن کر دیا تھا اوّل اس کو قید کیا اور تحقیق کے بعد حکم دیا کہ اول اُس کی زبان کاٹی جائے
اور دائم الحبس ہے اور سگ بانوں اور حلال خوروں کے ساتھ کھانا کھلایا جائے۔ پھر سہرخاب میں
بعد اُسکے جلدلک میں منزل ہوئی۔ یہاں چوب بلوط دیکھیں جس سے بہتر کوئی لکڑی جلانے
کے لیے نہیں ہوتی۔ آب باریک میں پہر لوریت بادشاہ میں منزلیں ہوئیں اور پھر بگرام میں اس
منزل میں ایک ابلق جانور بشکل موش پران جس کو ہندی میں گلہیری کہتے ہیں مجھے دکھایا گیا
اور لوگوں نے کہا کہ جس گھر میں یہ جانور ہوتا ہے اُسکے پاس چوہا نہیں پھٹکتا اسلیے اُس کو میر
موشاں کہتے ہیں میں نے اب تک اپنی عمر میں ایسے دیکھا نہ تھا مصوروں کو حکم دیا کہ اُسکی شبیہ
کھینچیں۔ وہ راسو سے بہت بڑا ہوتا ہے اور اُسکی صورت بلّی سے مشابہت رکھتی ہے۔
احمد بیگ خاں افغان کو بنگش کی تنبیہ و تادیب کے لیے تعین کیا اور عبد الرزاق معموری
کو جو اُسکے ساتھ تھا حکم دیا کہ وہ منصب پسر راجہ بکرماجیت کی تحویلداری میں ہے اُسکو ہمراہ
لے کہ لشکر مذکور کی کومکیوں میں تقسیم کرے اور ہزار بندوقچی اس لشکر کی ہمراہی کے لیے

امیر الامرا

[illegible]

موش پران

مقرر ہوئے۔ شیخ عبدالرحمن ولد شیخ ابوالفضل کو منصب دو ہزاری ذات اور ہزار و پانصد سوار
اور افضل خانی کا خطاب مرحمت ہوا اور پندرہ ہزار روپیہ عرب خاں کو دیا گیا اور قلعہ پیش بلاغ
کی مرمت کے واسطے بیس ہزار اور اُس کی تحویل میں دیا گیا اور دلاور خاں افغان کو سرکار
خانپور مرحمت ہوئی۔ سہ شنبہ ہیژدہم پل مستان سے باغ شہر آرا تک جہاں میر لشکر اُترا دو رویہ
فقرا اور محتاجوں پر روپے اُٹھنیاں چونیاں بکھیرے گئے اور میں باغ مذکور میں داخل ہوا
اس باغ کے درمیان ایک چار گز کے قریب عریض جوئے تھی میں نے اپنے ہم سالوں
اور ہم سنوں سے کہا کہ اس ندی پر سے پھلانگیں اکثر نہ پھلانگ سکے اُس کے اندر یا کنارہ پہ
گر پڑے میں بھی پھلانگا مگر جس چستی و چالاکی سے کہ بیس سال کی عمر میں اپنے باپ کے سامنے
پھلانگا تھا۔ اب چالیس برس کی عمر میں نہ پھلانگ سکا۔ اسی دن کابل کے سات باغوں
میں جو مشہور ہیں پیادہ پا پھرا۔ ایک قطعہ زمین اُس کے مالکوں سے خرید کر کے ایک باغ
لگوایا اور اُس کا نام جہاں آرا رکھا اور بارہ آدمیوں کو حکم دیا کہ جب تک میں کابل میں ہوں
ہر پنجشنبہ کو ایک ہزار روپیہ فقرا میں تقسیم کیا کریں اور یہ بھی حکم دیا کہ کنار جوئے پر جو دو چنار
وسط باغ میں واقع ہیں ایک کو فرح بخش اور دوسرے کو سایہ بخش کہا کریں اور سفید سنگ
کے پارچہ کو کہ ایک گز طول میں اور پون گز عرض میں ہو نصب کریں اور ایک طرف میرا
نام اور صاحب قرانی کا نام اُس پہ نقش کریں اور دوسری طرف یہ لکھیں کہ زکات و
خراجات کابل را بالتمام بخشیدم ہر کس از اولاد و اعقاب ما خلاف این عمل نماید بغضب
و سخط الٰہی گرفتار آید۔ میرے جلوس تک یہ اخراجات معمول و مستمر تھے ہر سال اس وجہ سے
بندگان خدا سے بہت روپیہ لیا جاتا تھا۔ میری سلطنت کے زمانہ میں یہ بدعت رفع
ہوئی اور میرے آنے سے کابل میں یہ تخفیف اور رفاہیت رعایا کے حال میں ہوئی اور
تومین کے رئیسوں و ملکوں کو خلعت ملے اور اُن کے مطالب و مقاصد حسب دلخواہ برآمد
ہوئے۔ میں نے حکم دیا کہ سنگ مذکور پہ روز پنجشنبہ ہیژدہم صفر کندہ کیا جائے کہ یہ
شہر کابل میں میرے آنے کی تاریخ تھی اور تاریخ ہجری کے مطابق تھی کابل کے جنوب سے

اس کوہ میں ایک تخت تھا جو تخت شاہ مشہور تھا اُس کے قریب ایک صفہ پتھر میں سے تراش کر بنایا تھا جس پر حضرت فردوس مکانی بیٹھکر شراب نوشیجان کرتے تھے اس سنگ کے ایک کونہ میں ایک حوض بنایا تھا جس میں دو من ہندوستانی شراب آتی تھی اور دیوار صفہ پر یہ عبارت کندہ کرائی تھی کہ تخت گاہ پادشاہ عالم پناہ ظہیر الدین محمد بابر ابن عمر شیخ گورگان خلد اللہ ملکہ نے سنہ ۹۱۴ھ میں بنوایا میں نے حکم دیا کہ اس صفہ کے برابر ایک اور تخت بنایا جائے حوضچہ اُسکے کنارہ پر پہلے حوضچہ کی وضع پر بنایا جائے اور میرا نام صاحبقرانی کے نام کے ساتھ کندہ ہو میں اس تخت پر بیٹھا اور دونوں حوضچوں کو شراب سے بھردیا اور جتنے ملازم میرے ساتھ گئے سب کو شراب پلائی - ایک شاعر نے یہ تاریخ کہی - پادشاہ بلاد ہفت اقلیم - اسکو بھی کندہ کرانے کا حکم دیا -

کابل کے احوال دریافت کرنے کیلیے واقعات بابری میرے مطالعہ میں رہتی تھی وہ ساری سوا ساڑھے چار جزکے حضرت بابر کے دست مبارک کی لکھی ہوئی تھی - سو میں نے اپنے ہاتھ سے ان چاروں جزوں کو لکھا اور ان اجزا کے آخر میں ایسی ترکی عبارت لکھی جس سے معلوم ہو کہ میں نے یہ اجزا لکھے ہیں باوجودیکہ میں ہندوستان میں بڑا ہوا ہوں لیکن ترکی بات کے بولنے اور لکھنے سے عاری نہیں ہوں -

سوم ربیع الاول کو خیابان میں گھوڑوں پر امیروں اور شاہزادوں کو سوار کرکے گھوڑ دوڑ کرائی اسپ کرنگ عربی کہ عادل خان والی بیجاپور نے بھیجا تھا وہ سب گھوڑوں پر سبقت لے گیا

- ارادہ ہوا کہ شاہ بیگ خان کو کابل سپرد کرکے ہندوستان کو روانہ ہوں - راجہ نرسنگہ دیو کی عرضداشت آئی کہ میں نے اپنے برادرزادہ کو کہ فتنہ انگیزی کرتا تھا پکڑ لیا اور اُسکے آدمیوں کو قتل کیا - قلعہ گوالیار میں اُس کے قید کرنے کا حکم بھیج دیا -

۱۰ صفر کو میں نے خسرو کو بلا کر [illegible] سے بیڑیاں [illegible] اور شہر آرا باغ کی سیر کی اجازت دی - مہر پدری نے نہ مانا کہ میں اُسکو باغ کی سیر سے محروم کروں - خسرو سے اعمال ناشائستہ کثیر ظہور میں آئے تھے [illegible] کی [illegible] کا [illegible] وہ مستحق تھا مگر مہر پدری

واقعات بابری

شہزادہ خسرو

اجازت نہیں دی کہ میں اُسکی جان کا قصد کروں باوجودیکہ قانون سلطنت اور طریقہ جہانداری میں ایسے امور میں مراعات کرنی ناپسندیدہ ہے اُس کی تقصیرات سے چشم پوشی کی اور اُسکو نہایت آسودگی اور رفاہیت میں نگہبانی کی معلوم ہوا کہ اُسنے بعض اوباش ناعاقبت اندیشوں کے پاس آدمی بھیجے اور اُنکو فساد کی اور میرے مارنے کی ترغیب دی اور وعدوں کا امیدوار کیا۔ ایک جماعت تیرہ روزگار کوتاہ فکر نے آپس میں اتفاق کرکے یہ چاہا کہ جب میں کابل میں اور اُسکی اطراف میں شکار کرنے جاؤں تو وہ میرا شکار کریں۔ مگر اللہ تعالیٰ کا کرم و حفظ بادشاہوں کا حافظ و پاسبان ہوتا ہے اسلیے وہ اس بات کو نہ کرسکے۔ جس دن کہ میں خاب میں اُترا تھا۔ اس جماعت میں سے ایک آدمی سرکھولے ہوئے خواجہ ویسی دیوان شاہزادہ خرم پاس آیا اور اُس نے کہا کہ خسرو کے فساد پیدا کرنے سے فتح اللہ پسر حکیم ابوالفتح و نورالدین پسر غیاث الدین علی آصف خاں و شریف پسر اعتماد الدولہ پانسو آدمیوں کے قریب بادشاہ کے قتل کرنے کے لیے فرصت طلب و قابو جو ہیں خواجہ ویسی نے اس بات کو سنتے ہی شاہزادہ خرم سے کہا خرم بیتاب ہوکر میرے پاس دوڑا آیا اور یہ ماجرا سنایا میں نے خرم کو دعائے برخورداری دی اور اس کے درپے ہوا کہ ان سب کوتاہ اندیشوں کو گرفتار کرکے طرح طرح کی عقوبت دوں اور سیاست کروں پھر میرے دل میں آیا کہ میں بسر سفر ہوں اور اس گرفتاری سے لشکر کی شورش اور برہم خوردگی ہوگی اسلیئے میں نے فساد و فتنے کے سرداروں کو حکم دیا کہ گرفتار کیے جائیں فتح اللہ کو مقید و محبوس کرکے معتمدوں کے حوالہ کیا اور نامی بے سعادتوں کو مع تین چار بڑے سیاہ رویوں کے قتل کرایا۔

جہانگیر پاس آگرہ سے اسلام خاں کی عرضداشت آئی جس میں جہانگیر قلی خاں کا خط ملفوف تھا۔ اُس میں لکھا تھا کہ سوم صفر کو بعد ایک پہر کے قطب الدین خاں کو بردوان علاقہ بنگالہ میں علی قلی خاں استاجلو نے زخمی کیا اور وہ آدھی رات کو مرگیا اور اُسکے ہمراہیوں نے قاتل کو مار ڈالا۔ اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ علی قلی مذکور شاہ اسمٰعیل ثانی ایران پسر شاہ طہماسپ کا سفرہ چی تھا وہ قندہار کی راہ سے ہندوستان میں آیا اور ملتان میں خانخاناں سے ملا۔ جو ٹھٹھہ کی طرف جاتا تھا۔ خانخانہ نے اُس کو غائبانہ

بندہ ہائے درگاہ کی سلک میں منتظم کیا اور اُس نے ٹھٹھہ کی مہم میں خدمات پسندیدہ کیں۔ خانخاناں نے مہم سے مراجعت کرکے بادشاہ سے اُس کی حسن خدمات کا ذکر کرکے ایک مناسب منصب اُس کو دلوایا اور اُسی زمانہ میں میرزا غیاث الدین بیگ کی بیٹی مہرالنسا کا نکاح اُس سے ہوگیا۔ جب شہنشاہ اکبر دکن کی طرف متوجہ ہوا اور شاہزادہ سلیم رانا کی استیصال کے لیے بھیجا گیا تو علی قلی بیگ اُس کی کمک کے لیے مقرر ہوا۔ سلیم نے اُس کے حال پر التفات کرکے شیر افگن کا خطاب دیا۔ جب بادشاہ ہوا تو اس کو صوبہ بنگال میں جاگیر دی۔ جب جہانگیر کو معلوم ہوا کہ اُس کی طبیعت فتنہ جوئی اور شورش طلبی پر مائل ہے تو قطب الدین خاں کو جب بنگال کا صاحب صوبہ بناکے رخصت کیا اشارہ کردیا کہ اگر شیر افگن خیر خواہ و دولت خواہ ہو تو اس کو بحال خود رہنے دینا ورنہ اسکو درگاہ والا میں روانہ کرتا اور اگر آنے میں وہ تعلل کرے تو اُس کو سزا دینا۔ اتفاقاً قطب الدین خاں اُس کے طرز سلوک و معاش سے بدمظنہ ہوا ہرچند اس کو بلوایا مگر وہ نہ آیا۔ دور از کار عذر کرتا رہا۔ اور نادرست اندیشے کرنے لگا۔ قطب الدین خاں نے حقیقت حال کو بادشاہ سے عرض کیا تو فرمان صادر ہوا کہ شیر افگن کو ہمارے پاس وہ بھیجدے اگر اس کے اطوار اور خیالات باطل معلوم ہوں تو اسکو کردار ناہنجار کی سزا دے۔ اس فرمان کے آتے ہی قطب الدین خاں بے توقف و تامل جریدہ ایلغار کرکے بردوان میں جو شیر افگن کے تیول میں مقرر تھی پہنچا۔ جب اسکو قطب الدین خاں کے آنے کی اطلاع ہوئی تو وہ اس کے استقبال کے لیے جریدہ دو نوکروں کے ساتھ آیا ملاقات کے وقت آدمیوں نے ہجوم کرکے اسکو گھیر لیا۔ تو اُس نے کہا کہ یہ کیا طرز توزک اور سلوک کی ہے۔ قطب خاں نے آدمیوں کو منع کردیا اور تنہا اُس سے باتیں کرنے لگا۔ شیر افگن خاں اُس کے تیوروں سے پہچان گیا کہ غدر کا ارادہ ہے۔ اسلیے اُس نے اُس سے پہلے کہ کوئی اس پر وار کرے قطب خاں کے پیٹ میں ایسا تلوار کا زخم کاری لگایا کہ ساری آنتیں اُس کی نکل پڑیں قطب الدین خاں نے تو

ہاتھوں سے پیٹ پکڑ کر چلایا کہ حرام خور کو جانے نہ دینا - پیر خاں کشمیری نے کہ اُس کے غلاموں میں تھا اور شجاعت و جلادت رکھتا تھا گھوڑا دوڑا کر شیر افگن کے سر پر تلوار لگائی شیر افگن خاں نے اُس کے ایک تلوار ماری جس سے اُس کا کام تمام ہوا - پھر قطب الدین خاں کے آدمیوں نے گھیر کر اُس کو مار ڈالا - اقبال نامہ جہانگیری اور تزوک جہانگیری میں تو یہ حال لکھا ہے - مگر اور مورخ جو اس واقعہ کا سبب بتلاتے ہیں وہ آگے ہم لکھیں گے گو وہ پایہ اعتبار سے ساقط ہے -

نوروز سنہ ۱۰۱۶

۲ - ذی الحجہ سنہ ۱۰۱۶ مطابق غرہ ماہ فروری کو نوروز ہوا - اور آگرہ سے پانچ کوس پر موضع رنکتہ میں مجلس نوروز منعقد ہوئی - میرے والد کا مقبرہ برسر راہ واقع تھا میں نے یہ خیال کر کے کہ اگر ابھی اُس کی زیارت کو جاتا ہوں تو کوتہ اندیش یہ خیال کرینگے کہ میں باپ کی قبر کی زیارت کو اس سبب سے گیا کہ وہ راہ میں تھا - اسیلئے میں نے یہ قرار دیا کہ اس دفعہ میں آگرہ میں جا کر وہاں سے زیارت کی نیت کر کے پیادہ پا مقبرہ پر آؤں جو شہر سے ڈھائی کوس ہے

سفید چیتا

۵ - ذی الحجہ کو میں آگرہ میں اپنی دولت سرائے میں کہ قلعہ کے اندر ہے داخل ہوا - راہ میں پانچہزار روپیہ اُن فقیروں میں تقسیم کیا جو راہ میں دورویہ کھڑے تھے - اُس دن راجہ نرسنگھ دیو نے ایک سفید چیتا لا کر پیش کیا اگرچہ چرند و پرند کی انواع حیوانات میں جنس سفید پیدا ہوتی ہے جس کو طوقان کہتے ہیں لیکن ابتک سفید چیتا نظر نہ آیا تھا - اس کے خال کہ سیاہ ہوتے ہیں نیلہ رنگ تھے اور اُس کی سفیدی بدن بھی کچھ نلاہٹ رکھتی تھی -

جلال الدین مسعود کی ماں کی محبت اپنے بیٹے سے

۸ - محرم سنہ ۱۰۱۷ جلال الدین مسعود کہ منصب چار صدی ذات کا رکھتا اور مردانگی سے خالی نہ تھا - چند معرکوں میں بڑے کام دکھا چکا تھا مگر خبط سے خالی نہ تھا پچاس یا ساٹھ برس کی عمر میں مرض اسہال سے مرگیا - اُس کی ماں پنیر کی طرح افیوں کو ریزہ ریزہ کر کے اُسکو کھلایا کرتی تھی - جب اُس کے مرض نے قوت پکڑی اور مرنے کے آثار ظاہر ہوئے تو اُسکی ماں نے نہایت محبت سے اس افیوں کو جو وہ بیٹے کو کھلاتی اندازہ سے زیادہ کھلا دی جس کے ایک دو ساعت کے بعد بیٹا مرگیا - اسقدر محبت کسی ماں کی بیٹے کے ساتھ

سننے میں نہیں آئی - ہندوؤں میں رسم ہی کہ خاوندوں کے مرنے کے بعد عورتیں ستی ہوتی ہیں وہ خواہ محبت کے سبب سے خواہ باپ کی حفظِ ناموس اور خویشوں کی شرم کے سبب سے اپنے تئیں جلاتی ہیں مگر مسلمانوں اور ہندوؤں کی ماؤں سے ایسے کام ظہور میں نہیں آتے پانزدہم ماہ مذکور کو ایک گھوڑا جو سب گھوڑوں میں اچھا تھا ازروے عنایت راجہ مان سنگھ کو بادشاہ نے مرحمت کیا وہ اس گھوڑے کے لینے سے ایسا خوش ہوا کہ اگر اسکو بادشاہ ایک مملکت دیتا تو وہ ایسا خوش نہوتا - شانزدہم کو راجہ مانسنگہ کے پسر کلاں جگت سنگہ کی بیٹی کی جہانگیر نے درخواست کی تھی اُسکی ساچق میں اسی ہزار روپیہ بھیجا - مقرب خاں نے بندر کھنبایت سے پردہ فرنگی ارسال کیا ایک جہانگیر نے اُس کی برابر فرنگی مصوروں کا کام نہیں دیکھا تھا - چہارم ربیع الاول کو دختر جگت سنگہ داخل محل ہوئی اور حضرت مریم زمانی کے محل میں مجلس عقد نکاح منعقد ہوئی اور راجہ مانسنگہ نے ساٹھ زنجیر فیل جہیز میں سوا اور چیزوں کے دیئے چونکہ جہانگیر کو رانا کا رفع دفع کرنا پیش نہاد ہمت تھا تو اُس نے مہابت خاں کو بھیجا - بارہ ہزار سوار مکمل کار دیدہ افسروں کے ساتھ اُس کے ہمراہ کیے سوا اُن کے پانسو نفر احدی اور دو ہزار برقنداز پیادہ مع توپخانہ کے جس میں ستر توپ گجنال و شترنال و ساٹھ زنجیر فیل تھے اس خدمت کے لیے مقرر کیے اور خزانہ سے بیس لاکھ روپیہ ملنے کا حکم دیا کہ وہ ہمیشہ اُس کے ساتھ رہے -

خانخاناں کہ بادشاہ کا اتالیق تھا وہ یہ نہیں جانتا کہ پاؤں آیا ہوں یا سر کے بل مضطربانہ وہ بادشاہ کے قدموں میں گرا - بادشاہ نے اسکا سر اپنے پاؤں پر سے اُٹھایا اور مرحمت و مہربانی سے اُس کو گلے لگایا اور اُس کے منہ پر بوسہ دیا اُس نے دو تسبیحیں موتیوں کی اور چند قطعہ لعل اور زمرد کے پیشکش میں گزرانے جواہر مذکور کی قیمت تین لاکھ روپیہ تھی اور سوا اس کے ہر جنس اور ہر متاع میں سے بہت کچھ اُس نے نذریں دیں - باپ سے بعد اس کے بیٹے آئے کہ اُنہوں نے پچیس ہزار روپیہ اور خانخاناں نے نوّے ہاتھی پیشکش میں دیئے - بست و دوم کو آصف خاں نے ایک لعل جو سات ٹانک کا

تحفۂ آصف خاں

وزن میں تھا۔ بادشاہ کی نذر میں دیا اُس کے بھائی ابوالقاسم خاں نے پچھتر ہزار روپیہ کو خرید اتھا نہایت خوش رنگ اور خوش اندام تھا لیکن بادشاہ کے نزدیک وہ ساٹھ ہزار روپیہ سے زیادہ قیمت کا نہ تھا۔

آہوئے شیردار

ایک مادہ آہوئے شیردار بادشاہ پاس لائے وہ چار سیر روز دودہ دیتی تھی ایسی ہرنی بادشاہ نے نہ کبھی دیکھی تھی نہ سُنی تھی ہرنی کے دودہ کے اور گائے بیش کے دودہ کے مزوں میں کچھ فرق نہ تھا ضیق النفس کے لیے ہرنی کا دودہ مفید ہی۔ راجہ مانسنگہ نے جو لشکر دکن کے سرانجام کرنے کی خدمت کے لیے متعین ہوا تھا اپنے وطن جانے کی رخصت طلب کی بادشاہ نے فیل خاصہ ہشیار مست نام اُسکو عنایت کیا خانخاناں متعہد ہوا کہ وہ دولت نظام الملکیہ کو جس میں شہنشاہ اکبر کی وفات کے سبب سے بعض فتور آ گئے صاف کردوں گا اور لکہہ دیا کہ اگر دو سال میں اس خدمت کو میں انصرام نہ دوں تو مجرم ٹہیروں مگر شرط یہ ہی کہ سوا اس لشکر کے جو اس صوبہ میں متعین ہی اور بارہ ہزار سوار اور خزانہ سے دس لاکھ روپیہ عنایت ہو۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ لشکر و خزانہ کا سامان بہت جلد کرکے وہ روانہ کیا جائے۔

خواجہ سرا بنانے کی قباحت کی ممانعت

ہندوستان میں خصوصًا ولایت سلہٹ میں کہ توابع بنگالہ سے ہی قدیم رسم چلی آتی تھی کہ رعایا اور آدمی وہاں بعض اپنے بیٹوں کو خواجہ سرا بنا کے مال واجبی کے عوض میں حکام کو دیتے تھے اور اس رسم نے رفتہ رفتہ اور ولایتوں میں بھی سرایت کی تھی۔ ہر سال بہت سے لڑکے ضائع اور منقطوع النسل ہوتے تھے اور اس عمل نے ایک عام رواج پایا تھا ان دنوں میں بادشاہ نے حکم دیا کہ کوئی اس امر قبیح پر قیام واقدام نکرے خرد سال خواجہ سراؤں کی خرید و فروخت بالکل موقوف کردیا۔ اسلام خاں اور اور حکام صوبہ بنگالہ کو فرمان صادر ہوئے کہ جو شخص اس کام کا مرتکب ہو اس کی تنبیہ و سیاست کریں جس شخص کے پاس خواجہ سرائے خرد سال ہو اس کو چہین لے اب تک کسی سلاطین سابق کو یہہ توفیق نہیں ہوئی تھی کہ خواجہ سرا کی خرید و فروخت منع ہو گی تو پھر کوئی اس ناخوش فعل کا مرتکب نہیں ہوگا اس سبب سے تہوڑے دنوں میں یہہ مردود رسم برطرف ہو جائے گی۔ اس جرم کے مجرم جب بادشاہ

پاس آئے تو اُس نے حبس دوام کی سزا دی۔

کشن سنگھ کی ترقی

کشن سنگھ کو مہابت خاں کے ساتھ مقرر کیا تھا وہ شاہزادہ خرم کا ماموں تھا اُس نے خدمات پسندیدہ کی تھیں۔ راناکی لڑائی میں اُسکے پانوں میں برچھہ کا زخم لگا تھا اُسنے بیس نامی آدمی قتل کیے تھے اور تین ہزار آدمی اسیر وہ دو ہزاری ذات کے منصب سے اور ہزار سوار کی افسری سے سرافراز ہوا۔

بادشاہ کا باپ کی قبر پر پیادہ جانا اور مقبرہ کی تعمیر کی اصلاح کرنا

جہانگیر پیادہ پا اپنے باپ کی قبر کی زیارت کو گیا اُس نے لکھا ہی کہ اگر ہو سکتا تو میں پلکوں سے اور سر کے بل زیارت کو جاتا میرے باپ نے میری ولادت کے لیے فتحپور سے اجمیر تک جو ایک سو بیس کوس ہی حضرت خواجہ معین الدین چشتی کے مزار کی زیارت کے لیے پیادہ پا سفر کیا اگر میں بسر و چشم اس راہ کو طے کردوں تو کیا بات ہی۔ میں اُس کی زیارت سے مشرف ہوا۔ مقبرہ کی عمارت جو تیار ہوئی تھی وہ میری خاطر خواہ نہ تھی مجھے اس عمارت کا ایسا ہونا منظور تھا کہ عالم کی سیر کرنے والے اُسکی برابر دنیا میں کسی عمارت کا نشان نہ دے سکیں جب اُس کی تعمیر ہو رہی تھی تو کمبخت خسرو کے سبب سے مجھے لاہور جانا پڑا۔ بدسلیقہ معماروں نے اُس کو اپنے طور پر بنا دیا۔ آخر الامر بعض تصرفات اس میں کیے گئے اور سارا روپیہ خرچ ہو گیا تین چار سال اس تعمیر میں صرف ہوئے میں نے حکم دیا کہ دوبارہ ماہر معمار صاحب وقوف اتفاق کرکے بعض جگہوں کو اس نوع پر کہ قرار پائی تھی گرا دیں رفتہ رفتہ ایک عمارت عالی سامان پذیر ہوئی اور مقبرہ کے گرد ایک باغ نہایت باصفا لگایا گیا۔........

دروازہ نہایت بلند بنایا گیا جس پر منارے سنگ سفید کے ساختہ و پرداختہ ہوئے مجملاً پندرہ لاکھ روپیہ اس عمارت میں صرف ہوا

عجیب حوض

حکیم علی کے گھر میں اس حوض کے تماشے کے لیے بادشاہ گیا کہ جس کی مثل ایک حوض لاہور میں شہنشاہ اکبر کے عہد میں بنایا گیا تھا حوض چھہ گز سے چھہ گز تھا اُسکے پہلو میں ایک خانہ بنایا تھا جو بہت روشن تھا اور اس خانہ کی راہ پانی میں سے تھی اور اس راہ سے پانی گھر میں نہیں جاتا تھا۔ دس بارہ آدمی اس حوض میں بیٹھ سکتے تھے نقد وجنس جو کچھ حکیم علی پاس موجود تھا بادشاہ کو پیشکش میں دیا۔ اس خانہ کو بادشاہ اور اُسکے مقربوں نے

ملاحظہ کیا اور حکیم دوہزاری منصب سے سرفراز کیا۔ مقرب خاں نے ایک تصویر بھیجی جو فرنگیوں کے عقیدہ میں تیمور صاحب قران کی شبیہ تھی جس وقت کہ ایلدرم بایزید صاحب قران کے لشکر کے ہاتھ میں گرفتار ہوا تو استنبول کے نصرانی حاکم نے ایلچی تحفے و ہدیے دیکر بھیجا اور اطاعت و بندگی کا اظہار کیا۔ اور ایلچی کے ہمراہ مصور بھی بھیجا تھا جس نے تیمور کی شبیہ کھینچی تھی۔ اگر اس دعوی کی کچھہ اصل ہوتی تو کوئی چیز اس سے بہتر میرے لیے تحفہ نہ ہوتی۔ مگر یہ تصویر تیمور کی اولاد اور فرزندوں میں سے کسی کی صورت و حلیہ سے مشابہت نہیں رکھتی۔ اس کی سچی تصویر ہونے پر میرا اطمینان خاطر نہیں ہوا۔

چہاردہم ذی الحجہ سنہ ۱۰۲۵ مطابق ۱۱ مارچ سنہ ۱۶۱۶ نوروز ہوا۔ جشن معمولی ہوا۔ مہم رانا کا انصرام جیسا کہ ہونا چاہیے تھا مہابت خاں سے نہو سکا اس لیے بادشاہ نے اُسکو اپنے پاس بلالیا اور اس کے بجائے عبداللہ خاں کو سردار لشکر مقرر فرمایا۔ اس سال میں شہزادہ پرویز کو صوبہ دکن میں بھیجا اور لشکر دکن کی مدد خرچ کے واسطے بیس لاکھہ روپیہ ساتھ کیا اور آصف خاں کو اسکا اتالیق مقرر کیا۔ اور امیر الامرا اور سرداران سپاہ شاہزادہ کی کومک کے لیے مقرر ہوئے بادشاہ سے مکرر عرض کیا گیا کہ شاہزادہ پرویز کے ساتھ جو سپاہ گئی تھی اس مہم دکن کا کام اچھی طرح نہیں چلتا۔ دکن کے دنیاداروں نے لشکر فراہم کیا ہے اور ملک عنبر کو اپنا سردار بنایا ہے اور اس سبب وہ بیباک پیش قدمی کرتے ہیں اور استقلال اور شکبار کا دم بھرتے ہیں۔ بادشاہ نے شاہزادہ کی کومک مدد کے لیے خانخاناں خانجہاں کو دوہزار سوار دیکر اور سیف خاں بارہہ و حاجی بے اوزبک و اسلام اللہ عرب کو دکن روانہ کیا اور معتمد خاں کو حکم دیا کہ عبداللہ خاں کے ساتھ جو بارہ ہزار سوار رانا سے لڑنے گئے ہیں اُن میں سے چار ہزار سواروں کو لیکر نواحی اجین و منڈو میں خانجہاں پاس پہنچا دے اور خود واپس چلا آئے۔

عبداللہ خاں کی عرضداشت بادشاہ پاس آئی کہ کوہستان میں قلب جاؤں میں رانا کا تعاقب کیا گیا اور چند ہاتھی اور اسباب اسکا چھینا گیا۔ رات ہوگئی تھی اس میں وہ اپنی جان

بچا کر بھاگ گیا اُسکو ہیں نے تنگ کر رکھا ہو عنقریب وہ گرفتار ہو جائے گا۔

جشن نوروز سنہ ۱۸ جلوس

روز شنبہ ۲۴ ذی الحجہ مطابق ۱۰ مارچ سنہ ۱۶۲۳ کو برج حمل میں آفتاب نے قدم رکھا اور پرگنہ باری میں مجلس نوروزی نے بطرز آبائی ترتیب پائی۔ غرائب اتفاقات سے ملا علی احمد مہر کن کی وفات ہو جس کی شرح یہ ہو کہ شب پنجشنبہ کو دہلی کے قوالوں کی ایک جماعت مجلس شاہی میں سرود گاتی تھی اور امیر خسرو کی اس بیت پر کہ ؎

هر قوم راست راهی دینی قبله گاهی — من قبله راست کردم بر سمت کج کلاهی

واقعۂ عجیب

سیدی خاں برسم تقلید سماع کرتا تھا۔ بادشاہ نے ملا علی احمد سے پوچھا کہ اس بیت کی حقیقت کیا ہو۔ اُس نے عرض کیا کہ میں نے اپنے باپ کی زبانی سنا ہو کہ حضرت شیخ نظام الدین اولیاء گوشۂ سر پر کلاہ کج رکھے ہوئے جمنا کے کنارہ پر کوٹھے پر بیٹھے ہوئے تھے ہندوؤں کی عبادت و پرستش کا تماشا دیکھ رہے تھے۔ حضرت امیر خسرو بھی حاضر تھے شیخ نے اُن سے فرمایا کہ اس جماعت کو دیکھتے ہو اور یہ مصرعہ پڑھا کہ هر قوم راست راهی دینی و قبله گاهی۔ امیر نے بے تامل مصرعہ ثانی پڑھا کہ من قبله راست کردم بر سمت کج کلاهی ملا مذکور کی زبان پر سمت کج کلاہ کے الفاظ جاری تھے کہ حال اُسکا متغیر ہوا۔ اور جان آفریں کو جان سپرد کی۔

ایک بیوہ کا انصاف

ایک بیوہ عورت نے مقرب خاں کی شکایت کی کہ میری لڑکی کو بندر کھنبایت میں اُسکے آدمی بزور پکڑ کے گھر میں لے گئے مدتوں تک اسکو اپنے گھر میں رکھا جب میں نے اپنی لڑکی کو مانگا تو کہہ دیا کہ وہ اپنی اجل معود سے مرگئی اسلیے بادشاہ نے مقدمہ کی تحقیقات کی اور بہت جستجو کے بعد یہ معلوم ہوا کہ مقرب خاں کے ملازموں میں سے ایک نے یہ تعدی کی تھی اُس کی سیاست بادشاہ نے کی اور مقرب خاں کا نصف منصب کم کیا اور اس ضعیفہ ستم رسیدہ کو مدد معاش اور خرچ راہ کے لیے مرحمت کیا۔

عجیب واقعہ

۱۹ ماہ اردی بہشت سنہ ۱۸ جلوس مطابق ۴ صفر ۱۰۳۲ کے پٹنہ میں کہ صوبہ بہار کا ملک ہو ایک امر غریب اور حادثہ عجیب واقع ہوا۔ یہاں کا حاکم صوبہ افضل خاں گورکھپور کو

کہ پٹنہ سے سات کوس پر ہی گیا ہوا تھا یہ پرگنہ اس کو جاگیر میں تازہ ملا تھا اور وہ قلعہ اور شہر
کو شیخ بنارسی اور غیاث زین خانی دیوان صوبہ کو اور منصبداروں کی ایک جماعت کو
سپرد کر گیا تھا۔ اس گمان سے کہ ان حدود میں غنیم نہیں ہے اپنے قلعہ اور شہر کی حفاظت جیسی
کرنی چاہئے تھی نہیں کی اتفاقاً اوجہ کے آدمیوں میں سے ایک مجہول شخص قطب درویشوں کے
لباس میں ولایت اوجینیہ میں آیا کہ نواحی پٹنہ میں واقع ہے اور یہاں کے آدمیوں سے جو
مفسد مشہور ہیں آشنائی پیدا کی اور ان سے کہا کہ میں خسرو ہوں اور بندی خانہ سے
بھاگ کر ان حدود میں آیا ہوں اگر تم ہمراہ ہو کر میری امداد کرو تو کام بننے کی صورت میں
میری ساری سلطنت کا مدار تمہارے ہی دم کے لیے ہوگا۔ غرض ایسی ابلہ فریب باتوں سے
ان احمقوں کو یقین دلا دیا کہ حقیقت میں وہ خسرو ہے۔ کسی وقت میں اس کی آنکھوں کی
اطراف پر داغ لگایا گیا تھا اور اس کے نشان باقی تھے وہ ان گمراہوں کو دکھاتا تھا کہ
بندی خانہ میں میری آنکھوں پر کٹوری باندھی گئی تھی۔ یہ نشان اس کے ہیں غرض
اس کی اس طرح دیا اور فریب سے سوار اور پیادوں کی جماعت اس پاس جمع ہو گئی اور یہ خبر سنکر
کہ پٹنہ میں افضل خاں نہیں ہے وہ اپنی فوج عظیم سمجھکر ایلغار کرنے لگے اور اتوار کو دو تین گھنٹے
دن رہے شہر میں لگئے اور قلعہ کے لینے کا ارادہ کیا۔ شیخ بنارسی کہ قلعہ میں تھا مضطربانہ قلعہ
کے دروازہ پر آیا۔ غنیم جلو ریز چلا آتا تھا اس نے قلعہ کے دروازہ بند کرنے کی فرصت نہ دی
وہ غیاث کو ساتھ لیکر ایک کھڑکی سے دریا کے کنارہ پر آیا اور کشتی لیکر افضل خاں پاس
جانے کا قصد کیا۔ مفسد قلعہ کے اندر آئے اور افضل خاں کے مال اسباب اور خزانہ شاہی پر
متصرف ہوئے اور دو آقع طلب آدمیوں کا مجمع ان کے پاس ہو گیا۔ گورکھپور میں افضل خاں
کو یہ خبر پہنچی اور شیخ بنارسی اور غیاث بھی اس پاس پہنچے اور شہر سے خطوط آئے کہ جو شخص
اپنے تئیں خسرو کہتا ہے وہ حقیقت میں خسرو نہیں ہے۔ افضل خاں پانچ روز میں حوالی
پٹنہ میں آیا جب مفسدوں کو افضل خاں کے آنے کی خبر پہنچی تو قلعہ کو کسی اپنے معتمد کو سپرد
کر کے سوار اور پیادے لیکر چار کوس پر افضل خاں سے لڑنے آئے اور دریائے پن پن پر لڑائی

ہوئی اور تھوڑی دیر لڑائی رہی کہ وہ سب پریشان ہو گئے۔ قطب چند آدمیوں کے ساتھ قلعہ
کی طرف آیا افضل خاں بھی اسطرح اُس کے پیچھے آیا کہ قلعہ کے دروازہ بند کرنے کی مہلت نہ دی تو وہ
افضل خاں کی حویلی میں آیا سہ پہر تک دو خورد ہوتی رہی اور تخمیناً تیس آدمی زخم تیر سے ضائع ہوئے
غرض جب ہمراہی مارے گئے تو قطب نے عاجز ہو کر امان طلب کی افضل خاں پاس آیا۔ افضل خاں
نے اس فساد کے مٹانے کے لیے اُسی دن اُسکو مار ڈالا اور جو ہمراہی اس کے زندہ گرفتار ہوئے
تھے اُنکو مقید کیا۔ یہ اخبار متواتر بادشاہ پاس جاتے تھے بادشاہ نے شیخ بنارسی و غیاث زین
خانی اور اور منصبداروں کو جنھوں نے قلعہ کی حفاظت و حراست میں تقصیر کی تھی آگرہ میں
طلب کیا اور سب کی داڑھی منڈوائی اور سر کے بال اُترا دیے اور چادر اُڑھائی اور گدھے پر
بٹھا کر سارے شہر میں آگرہ کے گرداگرد اور بازاروں میں پھرایا تاکہ اوروں کو عبرت تنبیہ اور عبرت
کا سبب ہو۔

ان دنوں میں پرویز کے اور امرا تعیناتِ دکن کی اور وہاں کے دولت خواہوں کی عرائض
متعاقب ایک دوسرے کے آئیں کہ عادل خاں بیجاپوری کی یہ التماس درست۔ چاہی کہ میر
جمال الدین حسین انجو کو اُس پاس بادشاہ بھیجدے جس کے قول و فعل پر دکن کے کل دنیادار
پورا اعتماد رکھتے ہیں تاکہ وہاں کی جماعت ملکر تفرقہ اور وحشت کو اُن کے دل سے دور کرے اور
وہاں کے معاملہ کو عادل خاں کے حسب الاستصواب صورت پذیر کرے۔ عادل خاں نے دولت
خواہی و بندگی کا طریقہ اختیار کیا تھا۔ بادشاہ نے میر مذکور کو بھیجدیا وہ برہانپور میں جا کر
وکلائے عادل خاں کے ہمراہ بیجاپور گیا اور ۲۲ شعبان کو عادل خاں کی خدمت میں پہنچ گیا۔

معاملات دکن

۱۱ آبان کو خانخاناں جہانگیر پاس آیا۔ اُس کے باب میں اکثر دولت خواہوں نے مقدمات
واقع اور غیر واقع اپنی فہمیدگی کے موافق عرض داشت کئے تھے اور بادشاہ کی خاطر اُس سے
منحرف ہوگئی تھی اس لیے جو التفات و عنایت کہ ہمیشہ بادشاہ اور اس کا باپ اُسپر کیا کرتا
تھا وہ اس بار عمل میں نہ آئی اور یہ لکھا ہے کہ خانخاناں نے یہ تعہد کیا تھا کہ صوبہ دکن کی خدمات
میں ایک مدت معین میں انصرام کر دونگا تو وہ دکن کی مہم عظیم میں سلطان پرویز کی خدمت

میں بھیجا گیا تھا۔ جب خانخاناں برہان پور میں آیا تو اُس نے ملاحظہ وقت نکیا اور اس وقت میں
کہ حرکت نہیں کرنی چاہیئے تھی سلطان پرویز کے لشکر کی رسد اور ضروریات کا سرانجام نہیں کیا
اور سلطان پرویز کو اور اُس کے لشکروں کو بالاگھاٹ دکن میں لایا اور رفتہ رفتہ سرداروں
کے نفاق اور ناصواب رایوں کے اختلاف سے نوبت یہانتک پہنچی کہ غلہ بدشواری
میسر ہوتا اور ایک من غلہ روپیوں کو بھی ہاتھ نہ آتا۔ سپاہ کا سارا کام مختل و درہم ہو گیا اور
کوئی آگے نہ چل سکا اور گھوڑے اور اونٹ اور چارپائے ضائع ہوئے مصلحت وقت کے
سبب ایک طرح کی صلح مخالفوں سے کی گئی سلطان پرویز لشکر کو برہان پور میں الٹا لایا
جب معاملہ خوب نہوا تو یہ تفرقہ اور پریشانی دولت خواہوں کے مجموع میں خانخاناں کے نفاق
اور بے سرانجامی سے سمجھی گئی۔ اس باب میں جہانگیر پاس عرائض آئیں اگرچہ اس بات کا بادشاہ
کو مطلق باور نہوتا تھا مگر پھر بھی اس کے دل میں خدشہ تھا کہ خانجہاں کی عرضداشت پہنچی کہ
خانخاناں کے نفاق کے سبب یہ ساری پریشانی وقوع میں آئی یا تو بادشاہ اس خدمت کو
باستقلال اس کو سپرد کر دے یا اُس کو اپنے پاس بلالے اور مجھ نواختہ و پرداختہ کو اس
خدمت پر متعین کرے اور تیس ہزار سوار بندہ کی کمک کے لیے متعین و مشخص کیے جائیں تاکہ
دو سال میں تمام ولایت شاہی کو کہ غنیم کے تصرف میں ہے مستخلص کروں اور قلعہ قندھار اور
سرحد کے اور قلعے تصرف میں لاؤں اور ولایت بیجاپور کو ممالک محروسہ کا ضمیمہ بناؤں اور اگر
اس خدمت کو مدت مذکور میں انصرام کو نہ پہنچاؤں تو سعادت کورنش سے محروم کیا جاؤں
اور اپنا منہ بندگان حضور کو نہ دکھلاؤں۔ چونکہ خانخاناں اور سرداروں کے درمیان یہ
حالت ہو گئی تھی اس لیے خانخاناں کا وہاں رکھنا بادشاہ نے مناسب نہ جانا۔ خانجہاں
کو سرداری تفویض کی اور خانخاناں کو بلالیا۔ بالفعل خانخاناں پر بادشاہ کی بے توجہی
اور بے التفاتی کرنے کی یہ وجہ تھی۔ آئندہ جو بادشاہ کی توجہ اور بے توجہی خانخاناں پر
ہوئی وہ اپنے محل پر بیان ہوگی۔

بادشاہ نے کیشوداس کو سلطان پرویز کے پاس سے بلالیا تو شہزادہ نے کیشوداس سے کہا

تو میری طرف سے بادشاہ سے عرض کرتا کہ میں اس خدائے مجازی کی خدمت میں اپنی جان و حیات کے فدا کرنے کا خواہاں ہوں کیشود اس کا عدم و وجود کیا ہے کہ اُس کے بھیجنے میں ایستادگی کروں۔ حضور جو ہر تقریب میں میری اعتباری اور اعتمادی خدمت گاروں کو طلب کرتے ہیں وہ اوروں کی ناامیدی اور شکستِ خاطر کا سبب ہوتا ہے اور جناب قبلہ کی بے عنایتی پر محمول ہوتا ہے۔

جب قلعہ احمد نگر جہانگیر کے بھائی دانیال مرحوم کی سعی سے بادشاہی تصرف میں آیا تھا اور یہاں کا والی جب سے احمد نگر فتح ہوا تھا نظام الملک قلعہ گوالیار میں مقید تھا تو ملک عنبر نے نظام الملک کے سلسلہ سے ایک لڑکے کی قرابت کی نسبت قرار دیکر اس کو نظام الملک بنایا تاکہ لوگ اس کی حکومت دل و جان سے قبول کریں اور خود اپنے تئیں پیشوا بنایا اُسنے مغلوں کو کئی دفعہ شکست دی اور کوہستان دولت آباد کے نیچے کھڑکی کو نظام کا دارالسلطنت بنایا۔

تا ایں حال تک احمد نگر کی حفظ و حراست خواجہ بیگ مرزا صفوی کو سپرد تھی جو شاہ طہماسپ کے خویشوں میں تھا جب دکنیوں نے بہت شورش برپا کی اور انہوں نے قلعہ مذکور کا محاصرہ کیا اُسنے لوازم جانسپاری اور قلعہ داری میں تقصیر نہیں کی باوجودیکہ برہانپور میں خانخاں و امرا و سردار جمع ہوئے تھے اور پرویز کی ملازمت میں دکنیوں کی رفع دفع میں مصروف تھے لیکن رایوں کے اختلاف اور امرا کے نفاق سے اور رسد و غلہ کی بے سرانجامی سے لشکر گراں کو جس میں بڑے بڑے کاموں کی صلاحیت تھی نامناسب راہوں اور پہاڑوں اور صعب گھاٹیوں میں لے گئے اور تھوڑے دنوں میں پریشان و بے سامان کر دیا جب نوبت یہانتک پہنچی کہ غلہ کی تنگی سے جان کو نان کے عوض میں دینے لگے تو بے علاج مقصد نہ حاصل کرکے پھر آئے قلعہ احمد نگر کا لشکر جسکو اس لشکر کے امداد کی امید تھی اس خبر کو سنکر بے دل اور بے پا ہوا اور ایکبارگی جوش میں بھرا اور چاہنے لگا کہ قلعہ سے نکل آئے خواجہ بیگ مرزا کو جب اس امر کی اطلاع ہوئی تو اس نے اُنکے دلاسا دینے میں ہرچند کوشش کی مگر کچھ نتیجہ نہوا آخر الامر قول و قرار کرکے وہ اپنے آدمیوں کو

ساتھ لیکر قلعہ سے باہر آیا اور برہانپور میں آنکے شہزادہ کی ملازمت کی جب اس کے آنے کی عرائض بادشاہ پاس آئیں تو معلوم ہوا کہ اُس نے تردد اور نمک حلالی میں تقصیر نہیں کی بادشاہ نے اسکو پنجہزاری ذات کے منصب پر جاگیر و تنخواہ کا اضافہ کیا۔

ملک دکن کی تسخیر کے لیے جو لشکر پرویز کی سرداری و سرکردگی میں اور خانخاناں کی سربراہی میں امرائے کلاں مثل راجہ مانسنگھ و خانجہاں و آصف خاں و امیر الامرا کی ہمراہی میں بھیجا گیا تھا اس کی مہمات کا حال یہہ ہوا کہ آدھی راہ سے پھر کر وہ برہانپور میں آگیا اور سب بندگان معتمد اور راست گفتار واقعہ نویسوں نے درگاہ میں عرائض بادشاہ پاس بھیجیں کہ اگرچہ اس لشکر کی برہم خوردگی اور خرابی کے بہت سے سبب وجہیں ہیں لیکن بڑے اسباب اُس کے یہہ ہیں امرا کی بے اتفاقی اور بالتخصیص خانخاناں کا نفاق اس سبب سے بادشاہ کے دل میں آیا کہ خان اعظم کو تازہ زور لشکر کے ساتھ بھیجنا چاہیئے تاکہ بعض نالائق امور و ناشائستگیوں کی تلافی و تدارک کیا جائے جو امرا کے نفاق سے وقوع میں آئی ہیں خانعالم اور فرید خاں برلاس و یوسف خاں ولد حسین خاں تکریہہ اور علی خاں نیازی و باز بہادر قلماق اور منصبدار اور دس ہزار سوار اس کی ہمراہی کے لیے متعین ہوئے اور سوا ان احدیوں کے جو لشکر میں تھے دو ہزار احدی اور ہمراہ گئے کل بارہ ہزار سوار اور تیس لاکھ روپیہ کا خزانہ اور چند حلقہ فیل ہمراہ ہوئے غرض خان اعظم اس لشکر کے ساتھ روانہ ہوا اور اس کو پانچ لاکھ روپیہ اور مدد خرچ کے لیے روانہ ہوا۔ مہابت خاں کو کہ چار ہزاری ذات کا منصب اور تین ہزار سوار رکھتا تھا پانسو سوار اور دیکر اس کو حکم شاہی ہوا کہ اس لشکر اور خان اعظم کو برہانپور پہنچا دے اور لشکر کی برہم خوردگی کی حقیقت دریافت کرے اور خان اعظم کی سرداری کا حکم اس حدود کے امرا کو پہنچا دے اور سب کو اُس کے ساتھ متفق و یکجہت کرا دے اور وہاں کے لشکر کا سامان دیکھے اور مہمات مرجوعہ کے نظام اور انتظام کے بعد خانخاناں کو ہمراہ لیکر بادشاہ پاس آئے۔

۲۰ محرم سنہ ۱۰۲۲ کو نوروز ہوا اور حسب دستور اس کا جشن ہوا

آئین جہانگیری

جہانگیر نے بار بار سُنا تھا کہ سرحد کے امرا بعض مقدمات کہ اُن سے مناسبت نہیں رکھتے قوۃ سے فعل میں لاتے ہیں اور تورہ اور ضوابط کا ملاحظہ نہیں کرتے اُسنے بخشیوں کو حکم دیا کہ امرائے سرحد کے نام فرمان صادر ہو کہ آیندہ وہ ان امور کے مرتکب نہوں جو بادشاہوں کے ساتھ مخصوص ہیں اوّل جھروکہ میں نہ بیٹھیں دوم جو امیر و سردار اُنکے کمکی ہیں اُن کو تکلیف چوکی اور تسلیم کی نہ دیں سوم ہاتھی نہ لڑائیں - چہارم سیاست میں اندہا نہ کریں اور ناک کان نہ کاٹیں - پنجم کسی کو زبردستی مسلمان نکریں - ششم نوکروں کو خطاب نہ دیں ہفتم نوکران شاہی سے کورنش و تسلیم نکرائیں ہشتم اہل نغمہ کی چوکیاں جو دربار کے لیے معمول ہیں نہ مقرر کریں - نہم باہر جانے کے وقت نقارہ نہ بجوائیں - دہم جب وہ نوکران شاہی اور اپنے نوکروں کو گھوڑا ہاتھی دیں تو باگ اور کجک اُن کے کندہے پر رکھکر وہ تسلیم نہ کرائیں - یازدہم سواری میں ملازمان بادشاہی کو اپنی جلو میں پیادہ نہ لے جائیں - دوازدہم - اگر نوکران شاہی کو کوئی سند دیں یا حکم لکہیں تو کاغذ کے اوپر مہر نہ کریں - یہ ضوابط آئین جہانگیری مشہور ہوے اور اُن پر عمل ہوا -

نورجہاں کا نکاح جہانگیر کے ساتھ

اسی سال کے وقایع عظیم میں سے جہانگیر اور نورجہاں کا نکاح ہی جس کو ایک کارنامہ آسمانی اور نیرنگ فلکی ثبا کے یادگار روزگار بتاتے ہیں - خافی خاں لکہتا ہی - اس واقعہ کو مولف جہانگیر نامہ نے پاس ادب کرکے کوتاہ قلمی کی اور اس ترانہ کو مختلف پردوں میں اور قانون سے بچایا ہی مستند کتابوں سے جو اس کی تحقیق قریب بصدق ہی لکھی جاتی ہی - محمد خاں تکلو حاکم خراسان کا وزیر خواجہ محمد شریف طہرانی تھا - وہ محمد خاں کے مرنے کے بعد طہماسپ شاہ ایران پاس چلا گیا شاہ ایران نے اسکو مرو کی وزارت تفویض کی یہ خواجہ شریف وہ امیر ہی کہ جب ہمایوں ایران کو گیا ہی تو اس کی مہمانداری اور تواضع و تکریم کے احکام اسی کے نام شاہ ایران نے صادر کیے تھے اس کے دو بیٹے آقا طاہر اور مرزا غیاث بیگ تھے - مرزا غیاث بیگ کا نکاح ایک امیر کبیر عماد الدولہ کی بیٹی سے ہوا تھا وہ شاہ طہماسپ کے عہد میں خراسان کی حکومت رکہتا تھا - وہ سرکار شاہ کا باقی دار رہوا -

اور صدمات اور حوادث روزگار سے ایسا تنگ ہوا کہ وطن سے دل برداشتہ ہو امعاش کی تلاش
میں وطن سے نکلا۔ دو لڑکیاں اور ایک لڑکا ساتھ تھے کہ وہ قافلہ ہند کے ہمراہ اکبر کے عہد میں
ہندوستان کا عازم ہوا۔ راہ میں ایک اور حادثہ اُسپر واقع ہوا کہ جو کچھ اُس پاس تھا یا نہ تھا
راہ کے درمیان لٹ گیا اور ایسا پریشان حال ہوا کہ پانچ چھہ آدمیوں کے درمیان باربرداری
اور سواری کے لیے دو اونٹ اس پاس تھے کہ اُن پر باری باری سے سوار ہوتے تھے بیوی
حاملہ تھی زیادہ تر اُس کی سواری میں رعایت کی جاتی تھی جب قندھار کے قریب وہ آیا تو
لڑکی پیدا ہوئی اس بے سامانی میں جنگل میں اُن ماں باپوں کے ہاں بچہ کا ہونا جو ہمیشہ
محلوں میں پانوں پھیلا کے سوئے ہوں کیسی سخت آفت و مصیبت تھی۔ بچہ کا ساتھ لے چلنا
پہاڑ تھا اور سامان تو در کنار زچہ کے لیے کھانے پینے کا سامان ہونا بھی دشوار تھا۔ کمال عسرت
و تعب و مشقت راہ سے ماں کی چھاتیوں میں دودھ اسقدر نہ تھا کہ وہ بچہ کی غذا کے لیے کفایت
کرتا۔ رات بھر ماں باپ روتے رہے باپ نے اپنی حالت کو سوچا اور وہ بولا کہ خدا پر توکل کر کے
اس بچہ کو یہیں چھوڑ دو ہر چند ماں کی مامتا بچہ کے چھوڑنے سے پھڑکتی تھی مگر کچھ بن نہ آئی
تو کلیجہ پر پتھر رکھا اور اپنے کلیجہ کے ٹکڑے کو ایک پارچہ میں لپیٹ کر حافظ برحق کو سپرد کیا
اور رات کے وقت قافلہ میں ڈالدیا یہ ایک رات کی جان جنگل میں پڑی روتی تھی اور انگلیاں
چوستی تھی۔ جب قافلہ چلا اور ملک مسعود قافلہ سالار کے ایک نوکر کے کان میں بچہ کے
رونے کی آواز آئی تو وہ اس بچہ کو اُٹھا کر قافلہ سالار پاس لایا فوراً اس چاند کے ٹکڑے
کو دیکھتے ہی قافلہ سالار کے دل میں خدا نے ایسی محبت پیدا کر دی کہ اس کی پرورش پر
وہ متوجہ ہوا۔ کوئی اُس کی اولاد نہ تھی اس کو اپنا فرزند بنایا اور اس سبب سے کہ قافلہ ہندوستان
کے برخلاف قافلۂ ایران میں عورتیں کمتر ہوتی ہیں اس جنگل میں وہ حیران تھا کہ اس کے
لیے کہاں سے دودھ پلانے والی پیدا کروں اس کی تلاش ہوئی سوا اس بچہ کی ماں کے
کوئی اور عورت دودھ پلانے والی نہ ملی اس کو اعزاز کے ساتھ قافلہ سالار نے طلب کیا
اُس کے گھر کے ہر ایک آدمی کے واسطے سواری اور اسباب کی مدد اور اُن کے احترام

کوشش کی اور نیک انجام وعدوں سے اُنکو خوش کیا اور بڑے آدمیوں کے گہروں کے
دستور کے موافق بچہ کو دایہ کے حوالہ کیا۔ اور اس کے مناسب حال کھانے پینے کا سامان مہیا
کر دیا خدا نے اس مصیبت میں یہ دستگیری کی کہ لڑکی کی لڑکی ہاتھ آئی اور روٹی کا بھی سہرا
ہوا۔ سواری بھی ملی۔ غرض اس نیک اختر کے پیدا ہونے سے نحوست ٹلی ملک مسعود نے
مرزا غیاث بیگ کے حسب نسب کا حال دریافت کیا اور اُس کی لیاقت پر مطلع ہوا
تو بہت افسوس کیا اور اپنے کارخانہ میں اُسکو دخل دیا۔ جب ملک مسعود فتحپور میں شہنشاہ
اکبر کی خدمت میں آیا اور اس نے اپنے ارمغان پیش کیے تو شہنشاہ اکبر نے فرمایا کہ اب کی
دفعہ کیا ہی کہ ہماری سرکار کے قابل کوئی تحفہ تو نہیں لایا ملک مسعود نے عرض کیا کہ ہم
کرپاس فروشوں پاس کونسا تحفہ ایسا ہو سکتا ہی کہ حضور کی درگاہ کے لائق ہو مگر میں اس
سفر میں قیمتی جواہر جاندار بے بہا لایا ہوں اگر نظر تربیت سے حضور اُنکو ملاحظہ فرمائیں
تو اتبک ایران اور توران سے بادشاہان سلف کے لیے کوئی تحفہ ایسا نہیں آیا۔ بعد ازان
اُسنے غیاث بیگ کو مع اُسکے بیٹے ابو الحسن کے بادشاہ کی خدمت میں بہیجا وہ بادشاہ کے
ملازموں کے زمرہ میں داخل ہوا بادشاہ سے مرزا نے اپنے دادا جان خواجہ محمد شریف کی
خدمات کا استحقاق جتایا جو اس نے ہمایوں کی ہرات میں کیں تھیں خود بھی صاحب لیاقت
تھا شکستہ خط کا خوش نویس خوش بیان شاعر و منشی تھا۔ بیوتات کا دیوان مقرر ہوا خدمات
شاہی سے جو وقت بچتا اُسکو شعر و سخن میں صرف کرتا اہل خدمت و حاجت کے ساتھ اُسکا
سلوک اس نہج پر تھا کہ جو صاحب غرض اُسکے گھر آتا آزردہ خاطر نہ جاتا مگر رشوت ستانی میں
دلیر و بیباک تھا غرض اپنے جوہر ذاتی کے سبب مراتب و منصب عزت و جاہ میں بڑہتا
گیا۔ قافلہ سالار کی بیوی کو محل میں جانے کی اجازت تھی اُس کے ہمراہ مرزا غیاث
کی بی بی کو محل میں آمد و رفت کرتی تھی جشن کے دنوں اور نوروزوں میں بیگموں اور محل
کی عورت خادموں کا مجرا ہوتا تھا اور اُن کی عزت آبرو بڑہائی جاتی تھی نقد و جنس
زیور اُن کو دیئے جاتے تھے۔ مرزا غیاث کی بی بی کو بھی یہ شرف حاصل تھا

محل میں ایک شہزادی سے اس کا بہناپا ہو گیا اُس کی لڑکی جس کا نام مہرالنسا (نورجہاں)
تھا سیانی ہو گئی تھی ادہر حسن خداداد قیامت کا پھر اس پر ادا و انداز غضب کا سب محل
کی عورتیں دیکھکر کہتی ہیں کہ معلوم نہیں یہ آفت روزگار کس کو اپنے دام میں گرفتار کریگی
گاہ گاہ شاہزادہ سلیم کی نگاہ بھی پڑ جاتی تھی اور میل خاطر اُس کی طرف زیادہ ہوتا جاتا
تھا اُس نے چھیڑ چھاڑ کرنی شروع کی۔ ایک دن کا ذکر ہے کہ شاہزادہ نشہ کے عالم میں مینا بازار
میں ادہر سے جاتا تھا اُدہر سے مہرالنسا (نورجہاں) اپنی البیلی چال سے چلی جاتی تھی شاہزادہ
کے ہاتھ میں دو کبوتر تھے اُس نے مہرالنسا سے کہا کہ بی لڑکی ذرا ہمارے کبوتر لے لو میں پھول
توڑونگا اُس نے کبوتر ہاتھ سے لیے شہزادہ پھول توڑنے لگا۔ اتفاقاً ایک کبوتر پھڑک کر
ہاتھ سے اُڑ گیا۔ جب شہزادہ نے کبوتر مانگے تو ایک کبوتر نذارد تھا اُسنے پوچھا کہ میرا کبوتر کیا
ہوا اُسنے کہا کہ صاحب عالم کبوتر اُڑ گیا شاہزادہ نے کہا کہ کسطرح اڑا اُسنے دوسرا کبوتر
اُڑا کر دکھا دیا کہ اس طرح۔ اس بھولے پن کی ادا نے عشق کے زخم پر اور نمک چھڑکا۔ جب
ماں کو ان چھیڑ چھاڑوں کی خبر ہوئی تو اس نے بیٹی کا محل میں لیجانا چھوڑ دیا۔ اور جس بیگم
سے بہناپا تھا شکایت کی۔ اس بیگم نے بادشاہ کے روبرو اس کی شکایت کی۔ بادشاہ نے
بیٹے کو بلا کر بہت سمجھایا کہ شہزادوں کو بھلے مانسوں کی بہو بیٹیوں سے چھیڑ چھاڑ کرنی نہایت
نامناسب ہے اور مہرالنسا کے ولیوں کو کہلا بھیجا کہ اپنی لڑکی کی شادی کسی سے کر دیں۔
اور شاہزادہ سے اُسکو الگ تھلگ رکھیں مرزا غیاث نے عرض کیا کہ ہم بندوں کو
خانہ زادوں کے باب میں کیا اختیار ہے۔ علی قلی بیگ استجلو شاہ ایران اسمعیل ثانی کا تربیت
یافتہ تھا اور نعمت خانہ شاہ ایران کا داروغہ وہ بادشاہ کے مرنے کے بعد انقلاب سلطنت
سے ملتان میں خانخاناں کی خدمت میں پہنچ گیا جوان سپاہی کا رطلب صاحب جوہر تھا خانخاناں
اُس کے حال پر متوجہ ہوا۔ اور غائبانہ ملازمان شاہی کے زمرہ میں داخل کیا۔ اُسنے خانخاناں
کے ساتھ ٹھٹھہ کی لڑائی میں کارہائے نمایاں کیے خانخاناں نے اُس کو بادشاہ کے روبرو
کیا۔ بادشاہ نے اُس کی وجاہت دیکھکر ایک عمدہ عہدہ دیدیا اور مہرالنسا کی شادی

اُس سے کردی اور بنگال میں بردوان اُس کی جاگیر میں عطا فرمایا۔ اب آگے قصہ طرازوں کی جھوٹی داستان یوں شروع ہوتی ہے کہ اگرچہ شہنشاہ اکبر نے اس حکمت سے عشق کی چنگاری پر خاک ڈالی مگر وہ اندر ہی اندر سلگا کی مہم رانا میں شاہزادہ کی خدمت میں چندروز علی قلی بیگ رہا اور پھر اپنی جاگیر میں چلا گیا۔ جب شاہزادہ سلیم بادشاہ جہانگیر ہوا تو پھر عشق کا زخم ہرا ہوا علی قلی کو کسی بہانہ سے بلا بھیجا اور اس کی جان لینے کا ارادہ یوں کیا کہ کوئی الزام اُس کے ذمہ نہ آئے۔ ایک دن مست ہاتھی سے لڑا دیا۔ اس کو اس شیر نے ہٹا کر بھگا دیا پھر ایک شیر سے تنہا لڑا دیا اُسکو اس نے مار ڈالا۔ تو اسکو شیر افگن خاں کا خطاب دیا۔ جب یہ وار نہ چلے تو ایک ازدار کی زبانی اپنا مطلب کہلایا مگر اس غیرتمند کی غیرت نے گوارا نہ کیا۔ نوکری اور حضوری بادشاہی کو طلاق دی اور اپنی جاگیر بردوان میں جا بیٹھا۔ خافی خاں لکھتا ہے بادشاہ نے اپنے کوکہ قطب الدین خاں کو جس کو وہ اپنے بھائی سے زیادہ عزیز جانتا تھا بنگالہ کا صوبہ مقرر کیا رخصت کے وقت میں شیر افگن خاں کے باب میں چند کلمے کہے شیر افگن خاں کو اپنے وکیل کے نوشتے سے ازروے قیاس کہ بوئے عشق و مشک پنہاں نہیں ماند اطلاع ہوئی اُسی دن سے غیرت کے مارے نے واقعہ نگار سے کہا کہ میں آج سے بادشاہ کا نوکر نہیں ہوں اور حسب ظاہر یراق باندھنا بھی چھوڑ دیا۔ جب قطب الدین خاں بنگالہ میں پہنچا تو شیر افگن خاں کی طلب میں مکرر آدمی اور نوشتے بھیجے مگر اس نے اپنے آنے میں تعلل و تجاہل کیا یہانتک کہ قطب الدین خاں کسی ضرورت کی تقریب بنا کے شیر افگن خاں کی جاگیر میں آیا اور ملاقات کا پیغام بھیجا۔ شیر افگن جریدہ و نیم آستین کے نیچے خنجر و شمشیر حمائل کرکے چند معدود آدمیوں کے ساتھ قطب الدین خاں کے نزدیک آیا ملاقات اور احوال پرسی کے بعد قطب الدین خاں نے ملائم زبان سے وہ پیغام جو شیر افگن خاں کی طبیعت کو ناملائم ہوتے تھے ادا کیے مگر اسکو وہ ملائم خاطر نہ معلوم ہوئے پھر گفت و شنید کنایہ آمیز اور پند و نصائح فساد انگیز بادشاہ کے حکم اطاعت کے باب میں ہوئیں جنکی توضیح میں قلم کو رنج نہ دینا اولیٰ ہے۔ یہ بہادر شیردل ان باتوں کی [illegible] ہوا اپنے جی میں ٹھان لیا کہ سوا مرنے اور مارنے کے اسکے ساتھ جان بچانا محال ہے پیچھے کو نیم آستین

حائل تھا کھینچکر قطب الدین خاں کے پیٹ میں مارا کہ تمام انتڑیاں گھوڑے سے نیچے گر پڑیں
چاہتا تھا کہ وہ باہر بھاگے کہ مقتول کے ہمراہیوں میں سے ایک کشمیری نے اُس پر شمشیر کا زخم
لگایا۔ شیر افگن نے زخم کاری کھا کر اس کشمیری کو مارڈالا تو قطب الدین خاں کے ملازم یہ دیکھتے
ہی اُس پر ٹوٹ پڑے اور اس تن تنہا جوانمرد کو اُنہوں نے ٹکڑے ٹکڑے کرڈالا۔ ایک
روایت یہہ بھی ہر کہ اگرچہ شیر افگن خاں کے زخمہائے کاری جاں ستاں لگے تھے مگر یہہ شیر نیستاں
غیرت کی تقویت سے زن وخوشدامن کے مارنے کیلئے گھوڑا دوڑا کر انبوہ سے نکلا اور گھر کے
دروازہ تک زندہ پہنچا مہرالنساء کی ماں عاقل وہشیار تھی اُس نے یہہ دیکھکر کہ شیر افگن خاں
تو مرتا ہی ہر وہ ناحق خون زن و مادرزن اپنی گردن پر کیوں لے دروازہ بند کردیا اور دہاڑ ادہاڑ
روئی پیٹی کہ مہرالنسا اپنے شوہر کے مرنے کی خبر سنکر کنوے میں ڈوب مری۔ اب شیر افگن خاں
کے گھر میں آنے سے فائدہ کیا ہر۔ باہر اپنے زخموں کا علاج کرنا چاہیئے شیر افگن یہہ بیوی کا حال
سنکر دنیا سے چل بسا۔ اگر یہہ روایت سچ ہو تو اچھا ہوا یہہ مظلوم مرا بیوی کو مار کر ظالم نہ مرا۔
شیر افگن خاں کا ایک قصور یہہ تھا کہ وہ بادشاہ کا رقیب تھا۔ اب اس سے بڑھکر یہہ ہوا کہ
اُسنے بادشاہ کے اس کوکہ کو مارڈالا جو اسکو نہایت عزیز تھا اسلیئے وہ بادشاہی مجرم ٹھہرا۔ سارا
گھر بار ضبط ہوا۔ مہرالنسا بھی قید ہوکر بادشاہ پاس پہنچی گئی۔ اب تو حجاب بھی درمیان نہ رہا اور
کھلم کھلا بادشاہ نے نکاح کا پیغام دیا تو مہرالنساء کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے اُسنے جوانمردی
اور استقلال سے یہہ جواب دیا کہ شیر افگن خاں جیسے خاوند کو کھوکر دوسرے خاوند کا منہ دیکھنا
وفاداری سے دور ہی اس بدنصیب کی تقدیر میں جو لکھا تھا سو ہوگذرا۔ اس بیکس بیوہ پر رحم فرمائیے
اور اُس مردہ کی روح کو تکلیف نہ پہنچائیے اس جواب کو سنکر بادشاہ کا دل بھی اُس سے اُچاٹ
ہوگیا۔ غضب سے محبت بدل گئی اور کنیزان مغضوبہ میں داخل کرکے اس کو سلطان سلیمہ
بیگم مادر بہشتی کے سپرد کیا۔ ایک وسال عاشق ومعشوق کے ناخوشی وناکامی میں گذرے
پھر عشق کی دبی آگ سلگی۔ مہرالنسا بھی آخر کو پسیج گئی اور سمجھہ گئی کہ مسند شاہی پر
کیوں خاک ڈالوں (یہہ باتیں سب غلط ہیں ہم نے آخر میں خصائل جہانگیر کے

باب میں اُن کو عقلاً و نقلاً غلط ثابت کر دیا ہی) حکم شرع کے موافق دونو کا آپس میں نکاح ہوا اور جشن ملوکانہ ہوا اول مہرالنسا کو بادشاہ نے نور محل کا اور پھر نورجہاں بادشاہ بیگم کا خطاب دیا اگرچہ بادشاہ کی بیبیاں بڑے بڑے راجاؤں کی بیٹیاں تھیں مگر نورجہاں کے آگے سب کا چراغ گل تھا رفتہ رفتہ تمام مہام سلطنت کی زمام اُس کے ہاتھ اور اختیار میں آگئی خلوت و جلوت میں اُنہی کا جلوہ تھا۔ امورات سلطنت میں جو اختیارات اُس کو حاصل ہوئے وہ پہلے کسی بادشاہ کی بیگم کو نصیب نہیں ہوئے۔ اُس کے نام کا سکا لگا ؎

بحکم شاہ جہانگیر یافت صد زیور
بنام نورجہاں بادشاہ بیگم زر

اُس کی مہر میں یہ سجع کھدا۔

درجہاں گشت بفضل الہ
ہمدم و ہمراز جہانگیر شاہ

خطبہ میں اُس کا نام نہیں پڑھا گیا اور احکام شرعی اور عدالت کے سوا سارے کاروبار امور ملکی و مالی میں بادشاہ کی جگہ وہ کارفرما ہوئی بادشاہ کسی لحظہ و دم اس کو جدا نہ کرتا تھا جس وقت دربار میں بیٹھتا تو پردہ کے پیچھے بادشاہ کی پیٹھ پر ہاتھ رکھکر ملکہ بیٹھتی تھی جب ہاتھی پر بادشاہ سوار ہوتا تو پس پردہ وہ بھی سوار ہوتی۔ نورجہاں عجیب سلیقہ کی عورت تھی عقل کی پتلی زیور حسن سے آراستہ تھی اُس نے چند روز میں بادشاہ کو ایسا غلام بنا لیا کہ وہ کہنے لگا کہ میں سلطنت کو نورجہاں کے ہاتھ دو شراب کی پیالیوں اور ایک سیخ کباب پر بیچ چکا ہوں اس عاقلہ او فیض رساں عورت نے زنان ہند کے اقسام زیور و لباس وضع کیے جو محل بادشاہی اور امرا مغلیہ میں ابتک رواج رکھتے ہیں زیور و پیرایہ سابق کہ بہت بدنما تھے منسوخ ہوگئے مگر بعض بلاد دوردست میں شیخ زادوں اور افاغنہ میں باقی رہے۔ چاندنی کہ نفس الامر میں عجب فرش عیب پوش نامردوں کے گھر کا اور فرش گرد پوش دولتمندوں کا ہے اور چاندنی راتوں میں ایک خاص نمود رکھتا ہی اس کا وضع کیا ہوا ہی غرض وہ زیور و پوشاک بناؤ سنگھار۔ گھر کی آرائشوں میں نئی نئی ایجاد کرتی لباس کو اُسنے نیا لباس پہنایا۔ زیور کو ایک پیرایہ میں پیراستہ کیا۔ توزک جہانگیری میں گلاب کا عطر (عطر جہانگیری)

اُسکی ماں کا ایجاد لکہا ہی مگر معلوم نہیں کہ مورخوں کو کیوں نورجہاں کے ایجاد کا شبہ اُس پر ہوا ہی- بہاری بادلہ کہ بادشاہ اور کارخانہ کے نام سے موسوم ہی اور ہلکہ بادلہ کہ جس سے مفلسوں کے ہاں دولہا اور دلہن کے خلعت پندرہ بیس روپیہ میں تیار ہو جاتے ہیں اُس نے اپنی دانائی سے اپنے نام پر نور محلی وضع کیا ہی غرض اس کے تصرفات جو شاہ و گدا کے کام میں آتے ہیں اور زیادہ لکھنے فضول معلوم ہوتے ہیں کہ شہر ہندوستان کے انداز کو اُسنے نمو دی ہی- اس قدر فیض رساں تھی کہ ہر سال بے سروساماں مغلوں کی جماعت کثیر کو اُن کی ولایت میں اور مکہ و مدینہ و کربلا و نجف اشرف میں روپیہ بہیجتی تھی اور کئی ہزار بے پدر دختروں اور بیکسوں و بے نواؤں کو جہیز کا سامان اور اور خرچ اپنی سرکار سے دیتی تھی اور کدخدا کرتی تھی اس کو گہر کے کاموں میں ایسا سلیقہ تھا کہ عرائض کے زربفت کے خریطے جو آتے تھے اُن کو جوڑ کر ہاتہیوں کی جہولیں بناتی گہوڑے پر سوار خوب ہوتی تھی شکار ایسا کہیلتی تھی کہ ایک دفعہ شیر کو مارا تو ایک ظریف نے یہ شعر کہا کہ ؎

نورجہاں گرچہ بظاہر زن است — درصف مرداں زن شیر افگن است

کہتے ہیں کہ اُس کی طبیعت موزوں تھی اور مخفی تخلص کرتی تھی اور لطائف و ظرائف میں بلبل ہزار داستان تھی حاضر جوابی میں اُس کا جواب نہ تھا شرفا کی مجلسوں میں اُس کی حاضر جوابی کی آج تک نقلیں ہوا کرتی ہیں- ایک دن بادشاہ نے چاند دیکہا اور نورجہاں کی طرف مخاطب ہو کر یہ مصرعہ پڑہا ع ہلال عید بر اوج فلک ہویدا شد* تو نورجہاں نے بدیہہ یہ مصرعہ پڑہا کہ- کلید میکدہ گم گشتہ بود پیدا شد* وہ شاعروں کی قدر شناس تھی ایک دن طالب آملی سے جو جہانگیر کے زمانہ میں ملک الشعرا تھا یہ کہا کہ ہماری مدح میں آپ نے کچھ نہ فرمایا آملی نے جواب دیا کہ جس کسی کو دیکہا نہو اس کی مدح کوئی کیا کرے تو اس کے جواب میں یہ شعر پڑہے ؎

بلبل از چمن بگذرد گر در چمن بیند مرا — بت پرستی کے کند گر برہمن بیند مرا
در سخن پنہاں شدم چوں بوئے گل در برگ گل — میل دیدن ہر کہ دارد در سخن بیند مرا

ایک بادشاہ کے جامہ کے تکمہ پر یہ شعر بدیہہ کہا ؎

ترا نہ تکمہ لعل است بر قبائے حریر | شدہ است قطرہ خون منت گریباں گیر

یہ اشعار بھی بیگم کی تصنیف سے ہیں ؎

دل بصورت ندہم تا نشدہ سیرت معلوم | بندۂ عشقم و ہفتاد و دو ملت معلوم

زاہدا ہول قیامت مفگن در دل ما | ہول ہجران گذرا ندیم قیامت معلوم

اِس نورجہاں کے سبب سے جہانگیر کو اس کا باپ مرزا غیاث معتمد الدولہ جیسا عاقل فرزانہ اور اس کا بڑا بھائی ابوالحسن جیسا جوانمرد فرزانہ ہاتھ آیا اُسنے جہانگیر کے مزاج کی اصلاح بہت کر دی اُس نے اپنی فہم و فراست سے ساری اُس کی خودپسندی و ستم شعاری اور خودپرستی خدا ناترسی دور کر دی۔ شراب کا نام رام رنگی رکھکر جو دن رات بادشاہ رنگ لیاں کرتا تھا وہ سب موقوف کرا دیں فقط رات کو بادشاہ شراب پیتا اور دن کو اپنا کام ہوشیاری اور عدالت سے کرتا۔ کوئی ہلکی بات نہ کہتا۔ غرض نورجہاں گو علامہ زماں گذری ہے مگر اس کے بس میں جو بادشاہ آگیا تھا اُس کے بعض بُرے نتیجے پیدا ہوئے اُس نے اپنی بیٹی کو جو شیر افگن خاں سے پیدا ہوئی تھی شہریار پسر خورد جہانگیر بادشاہ سے بیاہا تھا عورتوں کو اپنی لڑکیوں کے سبب سے جو محبت داماد کے ساتھ ہوتی ہے اور اُن کی غرض آلود حسد سے جس سے شیر مردوں کو لغزش ہوتی ہے شہریار کی برتری کے لیے شاہزادہ خرم جیسے لائق فرزند کو بے اعتبار کرنا چاہا جس کا بیان آگے آئیگا۔ باوجود دانائی اور عقل کے اس فرہم اندازی میں اس نے مآل کار پر نظر نہ کی کہ اُس سے سلطنت اور ملک و مال و بادشاہ و رعایا کے حال میں کیا خلل پیدا ہوتے ہیں وہ ہندوستان کے زنبور خانہ کو شورش میں لائی اور مہابت خاں کو جو اُس کے بھائی سے دینی و ملکی نزاع رکھتا تھا قوی کیا ان سب باتوں کا بیان آگے آئیگا۔

دوم ماہ صفر سنہ ۲ کو سردار احمد نے سُنا کہ خانِ دوراں خاں کابل سے چلا گیا ہے کوئی سردار صاحب وقار وہاں نہیں ہے اور معز الملک چند ملازموں کے ساتھ کابل میں ہے تو اُسنے اس فرصت کو غنیمت گنا بہت سے سوار اور پیادے لیکر بے خبر کابل میں آیا معز الملک نے اپنی قوت و

فرار ہونا سردار احمد کا

وحالت کے اندازہ کے موافق تردد کیا اور کابلیوں اور متوطنوں و سکنہ شہر نے خصوصاً کل قزلباشوں کی جماعت نے کوچوں کو کوچہ بند کیا اپنے گھروں کو مضبوط و مستحکم کیا ۔ افغانوں نے اپنے کوٹھوں اور گھروں پر سے تیر و تفنگ چلا کر روشنائیوں کی جمع کثیر کو قتل کیا ۔ بار کی جو اُن کا معتبر سردار تھا کشتہ ہوا اس حادثہ کے واقع ہونے سے اُنھوں نے سوچا کہ مبادا اطراف و جوانب سے آدمی جمع ہو کر باہر جانے کی راہ اُن پر نہ بند کر دیں وہ پریشان و ہراساں ہو کر باہر چلے گئے ۔ قریب آٹھ نفر کے اُن میں مارے گئے دو سو گھوڑے اُن کے پکڑے گئے اور وہ اس مہلکہ جان سے باہر چلے گئے ۔ نادعلی میدانی لہوگرہ میں اُسی دن اس خبر کو سنکر شہر میں سہ پہر کو آگیا اور دشمنوں کے تعاقب میں دوڑا مگر فاصلہ بہت ہو گیا تھا اس لیے کچھ کام نہ کر سکا واپس چلا آیا ۔ اس جلدی آنے کے سبب اور معز الملک کی حسن کارگزاری کی وجہ سے اضافہ منصب اُن کا کیا گیا ۔ اور قلیج خاں کابل بھیجا گیا کہ وہ احداد کے فساد کو رفع دفع کرے ۔

نوروز ہفتم نوروز ہفتم ۱۷ محرم سنہ ۱۰۲۰ (۲۱ ۔ مارچ سنہ ۱۶۱۱ء) کو واقع ہوا حسب دستور جشن نوروزی ہوا ۔

احوال بنگالہ ۲۹ ۔ محرم کو اسلام خاں حاکم بنگالہ کی عرضداشت اس مضمون کی آئی کہ عثمان افغان کے فساد سے بنگالہ پاک ہوا جہانگیر لکھتا ہے کہ پہلے اس سے کہ حقیقت جنگ مرقوم کروں خصوصیات بنگالہ کی چند سطریں لکھتا ہوں اقلیم دوم میں بنگالہ کا ملک نہایت وسیع ہے طول اس کا بندر چاٹگام سے گڈہی تک چار سو پچاس کوس ہے اور اس کا عرض کوہسار شمالی سے سرکار مدارن تک دو سو بیس کوس ہے جمع اُس کی تخمیناً ساٹھ کروڑ دام (ڈیڑھ کروڑ روپیہ) ہے یہاں کے حکام سابق ہمیشہ بیس ہزار سوار اور ایک لاکھ پیادے اور ایک ہزار ہاتھی اور چار پانچ ہزار کشتیاں نوارہ جنگی وغیرہ کی رکھتے تھے یہ ملک میرے باپ کے عہد میں فتح ہو گیا تھا جب میں بادشاہ ہوا تو سال اوّل میں میں نے راجہ مان سنگھ کو جو اس ملک میں حکومت و داوری کرتا تھا اپنے پاس بلا لیا اور اُس کی جگہ اپنے کوکہ قطب الدین خاں کو بھیجدیا جسکو ابتدا ہی میں شیر افگن خاں نے مار ڈالا اور خود مارا گیا ۔ تو جہانگیر قلی خاں کہ بہار کا صاحب صوبہ جاگیردار تھا

بسبب قرب جوار کے پنجہزاری ذات و سوار کا منصب دیکر بھیجا کہ بنگالہ میں جاکر اس کا متصرف ہو اور اسلام خاں کو کہ دار الخلافہ آگرہ میں تھا فرمان بھیجا کہ صوبہ بہار پر متوجہ ہو اور اس ولایت کو اپنی جاگیر سمجھے۔ جب جہانگیر قلی کی حکومت داری پر تھوڑی مدت گذری تو بیمار رہ کر وہ مرگیا تو میں نے اسلام خاں کو حکم دیا کہ صوبہ بہار کو افضل خاں کے سپرد کرکے خود بہت جلد بنگالہ جائے۔ اس خدمت بزرگ پر مقرر کرنے پر اکثر بندگان درگاہ یہ اعتراض کرتے تھے کہ وہ خرد سال اور کم تجربہ ہے لیکن جوہر ذاتی اور استعداد فطری اُس کی منظور نظر حق میں تھی اس کو میں نے اس خدمت کے لیے اختیار کیا۔ بسبب اتفاق اس ولایت کی مہمات کو اس روش سے انجام دیا کہ جب سے یہ ملک تصرف میں آیا تھا اب تک کسی کو اسطرح کا کام انجام دینا میسر نہیں ہوا تھا۔ اس کے کارہائے نمایاں میں ایک کام عثمان افغان کا رفع کرنا تھا کہ وہ کئی دفعہ میرے والد کی افواج سے مقابلہ و مقاتلہ کر چکا تھا اور وہ دفع نہ ہوا تھا ان دنوں میں اسلام خاں نے ڈہاکہ کو اپنا محل نزول بنایا اور اس نواح کے زمینداروں کے رفع دفع کو پیش نہاد ہمت کیا اُس کے دل میں آیا کہ عثمان خاں کے سر پر فوج کو بھیجنا چاہیئے اگر وہ دولت خواہی اور بندگی کو اختیار کرے اس سے بہتر کیا ہے ورنہ دوسرے طریقہ سے اُسکے متمردوں کو سزا دیکر نیست و نابود کرے ابھی اسلام خاں پاس شجاعت خاں آیا تھا اسکو سردار کیا اور کشور خاں اور افتخار خاں و سید آدم بارہ و شیخ اچھے برادر زادہ مقرب خاں و معتمد خاں و پسران معظم خاں و اہتمام خاں اور امیروں کو اُس کے ہمراہ کیا اور ایک اپنی جماعت کو بھی ساتھ کیا نیک ساعت میں ان سب کو روانہ کیا۔ میر قاسم پسر مرزا مراد کو میر بخشی اور واقعہ نویس مقرر کیا اور چند زمیندار بھی رہنمونی کے لیے ساتھ کیے جب یہ لشکر عثمان کے قلعہ و زمین کے حوالی کے نزدیک آیا تو مردم زبان داں اس کی نصیحت کے لیے بھیجے گئے کہ وہ دولت خواہی کو اختیار کرے۔ یعنی طغیان کے طریقے سے راہ صواب پر آئے۔ وہ غرور کے سبب سے اس تمام ملک کی تسخیر کا داعیہ رکھتا تھا اُس نے ان باتوں کو نہ سُنا جدال و قتال کے لیے مستعد ہوا

اور نالہ کی زمین جو بالکل ہموار وچہلہ تھی جنگ کی جگہ قرار دی روز یکشنبہ ۹ محرم کو شجاعت خاں
نے جنگ کی ساعت مقرر کی اور فوجوں کو اپنے اپنے مقام و جا پر بہیجدیا کہ آمادۂ جنگ رہیں
عثمان کا ارادہ اس روز لڑنے کا نہ تھا مگر جب اُس نے دیکھا کہ لشکر شاہی آگیا تو سخت لڑائی
ہوئی۔ عثمان زخمی ہوا اور اسکے زخمی ہونے پر دوپہر تک اس نے ہنگامۂ جنگ گرم رکھا
ولی برادر عثمان و عزیز اس کا بیٹا اور اُن کے خویش و نزدیک عثمان کے زخمی ہونے پر مطلع ہوے
تو اُن کے دل میں آیا کہ عثمان اس زخم سے زندہ نہیں رہیگا اگر ہم شکستہ و ریختہ اپنے قلعہ میں جائیں
تو ایک آدمی زندہ نہیں پہنچ سکیگا اسی جگہ رہیں اور خبر شب کو فرصت میں قلعہ میں اپنے
تئیں پہنچائیں۔ آدھی رات گئے عثمان مرگیا۔ تیسری پہر رات کو اُس کی جسم بے جان کو اٹھاکر
وہ لے گئے اور اُس کے ساتھ کا اسباب چہوڑ گئے اور قلعہ میں چلے گئے۔ شجاعت خاں کو اسکی
اطلاع ہوئی۔ صبح کو صلاح کی گئی کہ تعاقب کرنا چاہیئے اور دشمنوں میں سے کسی کو نہیں چھوڑنا
چاہیئے مگر سپاہیوں کی ماندگی اور مردوں کے کفن و دفن اور مجروحوں اور زخمیوں کی غمخواری کے
سبب سے آگے جانے یا پیچھے ہٹنے میں متردد تھے۔ اس حالت میں عبدالسلام خاں تین سو سوار اور
چارسو توپچی لیکر آگیا۔ اب اس تازہ زور سپاہ کے آنے سے تعاقب کا ارادہ مصمم ہوا اور
آگے بڑہے عثمان کے بعد ولی اس کا قائم مقام ہوا تھا۔ جب اس کو یہ خبر ہوئی کہ شجاعت خاں
ایک فوج تازہ زور کے ساتھ چلا آتا ہے تو اُس نے شجاعت خاں سے رجوع کی اور آدمی بہیجکر
پیغام دیا کہ جو شخص فتنہ و فساد کا باعث تہا وہ دنیا سے چلا گیا اور جو ہماری جماعت باقی رہی ہے
اس میں اور آپ میں نسبت بندگی اور مسلمانی کے درمیان ہے اگر قول دو تو آپ پاس
آنکر بندگی اختیار کریں۔ شجاعت خاں نے بمقتضائے وقت و مصلحت دولت قول دیا

دوسرے روز ولی اور عثمان کے بیٹے اور بہائی اور خویش سب شجاعت خاں
پاس گئے اور ۴۹ ہاتھی پیش کیے۔ شجاعت خاں ولی اور سب کو جہانگیر نگر میں ۵ صفر کو
اسلام خاں پاس لایا اس نیکو خدمتی کے عوض میں منصب شش ہزاری ذات سے سرفراز
ہوا۔ اور شجاعت خاں رستم زماں کا خطاب ملا۔

۱۴ - ماہ فروری کو مقرب خاں کہ محرم قدیم الخدمت تھا بندر کھمبایت سے چند عجیب وغریب جانور لایا کہ بادشاہ نے ابتک نہ دیکھے تھے بلکہ اُن کا نام تک بھی کوئی نہیں جانتا تھا بابر بادشاہ نے اپنے واقعات میں بعض جانوروں کی صورت و شکلیں لکھی ہیں لیکن مصوروں کو حکم نہیں دیا کہ اُن کی صورت کی تصویر کھینچیں یہ جانور بادشاہ کو عجیب معلوم ہوئے اس لیئے انکا حال بھی لکھا اور جہانگیر نامہ میں ان کی تصویریں بھی مصوروں سے کھچوائیں تاکہ حیرت جو سننے سے ہوتی ہے وہ دیکھنے سے اور زیادہ ہو دلیپ کا باپ لے رائے سنگھ مرگیا تھا اس کے ماتھے پر بادشاہ نے ٹیکہ اپنے ہاتھ سے لگایا اور جاگیر باپ کے وطن میں عنایت کی لکھی جند راجہ کمایوں کو کوہستان کے راجاؤں میں سب سے بڑا تھا وہ بادشاہ کی خدمت میں آیا اُس نے اسپان کوہی اور جانوران شکاری اور نافہ مشک اور آہوے مشک کے پوست جن میں نافہ بند تھا اور کھانڈے اور کٹاریں نذریں دیں - کہتے ہیں کہ اس راجہ کے ملک میں معدن طلا ہے -

کمبایت سے جانوروں کا آنا

راجہ کمایوں

سنہ ۲۲ میں عثمان کے شکست پانے اور مارے جانے سے بنگالہ کا ہنگامہ خاتمہ پر پہنچا اس کامیابی سے اتنی خوشی نہیں ہوئی جتنی دکن کی شکست سے ناخوشی ہوئی - جہانگیر نے یہ قرار دیا تھا کہ وہ تمام شاہی صوبے جو دکن کے ہمسایہ میں ہیں ایک ہی دفعہ متفق ہو کر دکن پر حملہ کریں تاکہ اس مہم میں جو نقصانات سرداروں کے نفاق اور بے پروائی سے ہوتے ہیں اُن کی مکافات ہو جائے اُس نے یہ تجویز کی تھی کہ عبداللہ خاں حاکم گجرات ناسک و ترمبک کی راہ سے مع لشکر گجرات اور امرا کے جو اس کے ساتھ معین کئے گئے ہیں روانہ ہوا اور یہ فوج سرداران معتبر و امرا کارطلب مثل راجہ رامداس و خان عالم و سیف خاں و علی مردان بہادر و ظفر خاں سے آراستہ تھی اور اس کی تعداد دس ہزار سے گذر کر چودہ ہزار ہو گئی تھی اور جانب برار سے یہ مقرر تھا کہ راجہ مانسنگھ و خانجہاں و امیر الامرا اور بہت سے سردار متوجہ ہوں اور یہ دونوں فوجیں اپنے کوچ و مقام سے ایک دوسرے کو خبردار کرتی رہیں تاکہ تاریخ معین پر دونوں جانب سے غنیم کو گھیر لیں - اگر یہ ضابطہ منظور رہتا اور دل متفق ہوتے اور غرضیں دامنگیر نہ ہوتیں تو

دکن میں فوج شاہی کی شکست

ظن غالب یہ تھا کہ فتح ہوتی۔ عبد اللہ خاں جب گھاٹیوں سے گزرا اور غنیم کی ولایت میں آیا
تو اس کا مقید نہوا کہ قاصدوں کو بھیجکر دوسری فوج کو اپنی خبر کرتا۔ اور قرارداد کے بموجب اپنی حرکت
کا موازنہ دوسری فوج کی حرکت سے ایسا کرتا کہ روز اور وقت معین پر غنیم کو گھیرتا۔ بلکہ اپنی قوت
اور قدرت پر تکیہ کرکے اس بات کو خاطر میں لایا کہ خانجہاں کی رفاقت بغیر اس مہم میں اسکے
ہی نام پر فتح ہو۔ اس نے بادشاہ کے حکم و تدبیر کے خلاف نہ برہانپور کے سرداروں و سپاہ کو طلب
کیا نہ ان کو اپنی خبر بھیجی یہ قصد کیا کہ نظام الملکی ملک کی تسخیر کا نقارہ اس کے نام پر بلند آوازہ ہو
گیارہ ہزار سوار جن میں اکثر بہادر رزم آزما تھے اور ہر ایک مقابلہ دار اپنے کو شیر سمجھتا تھا اُن کے
پاس تھے وہ ایسے لشکر سے ملک عنبر کے استیصال کے درپے ہوا۔ ملک عنبر کو عبد اللہ خاں کی
خبر پہنچی کہ فی الواقع وہ سپہ سالار فتح نصیب نامدار کہا جاتا ہے اس کی قوت گوجانچکر لشکر جیساب
بھیجدیا۔ اور توپخانہ عظیم اس کے ساتھ کیا۔ اس دیار میں بہ نسبت ہندوستان کے کلہ پوشان
فرنگ کے قرب جوار کے سبب مصالح توپ و تفنگ نے زیادہ رواج پایا تھا۔ اس لیے ملک عنبر کا
توپخانہ بادشاہ کے توپخانہ سے بہتر تھا اور کئی ہزار بان آتش فشان عبد اللہ خاں کے مقابلہ میں تعین
کیے۔ قزاق پیشہ دکنی (مرہٹے) یکہ تاز خوش اسپہ بادشاہی فوج سے لڑنے کو آگے بڑہے اور اُس سے
چار پانچ کوس کے فاصلہ پر بے خبری مارنے لگے اور عبد اللہ خاں کی فوج کے اطراف کے لوٹنے
میں مصروف ہوئے اور دکنیوں کے قواعد کے موافق جنگ صف نہیں کرتے اور جنگ بگریز
اور قزاقی کرتے تھے اکثر اوقات لشکر شاہی کے داہنے بائیں طرف بے خبر آنکر دست برد نمایاں
کرتے چارپائے کہیں جہاں ہاتھ لگتے چھین کرلے جاتے اور بہت آدمی قتل کرجاتے اور کوچ
کے وقت شتر بار قطار قطار اُن کے ہاتھ آتے۔ لشکر شاہی کے زن و مرد کے ناک کان کاٹکر
لے جاتے روز بروز ملک عنبر کے لشکر کا غلبہ ہوتا جاتا اور مور و ملخ کی طرح جمع ہوکر قوت پکڑتے جاتے
تھے۔ یہاں تک اس لوٹ مار میں نوبت پہنچی کہ عبد اللہ خاں کا نصف لشکر تلف ہوگیا
اور کوئی جنگ صف نہوئی۔ زیادہ تر آدمیوں نے گوشہ و کنارے سے فرار اختیار کیا۔ کوئی
دن نہوتا تھا کہ ملک عنبر کی کمک نہ پہنچتی ہو اور وہ فوج شاہی کو ایک زخم تازہ

نہ پہنچا تی ہو۔ عبداللہ خاں نے عاجز ہو کر ہمراہیوں سے صلاح کار پوچھی ہوا خواہوں نے مصلحت
بتلائی کہ احمدآباد کی طرف سے مراجعت کرکے دوبارہ لشکر مستعد اور توپخانہ سنگین اور فیلان
جنگی کے ساتھ آئیں اور تلافی کریں اسلیئے ناچار مراجعت کو قرار دیا اور لشکر ہراول جو دولت آباد
کے قریب پہنچ گیا تھا وہ پھر آیا۔ دکنیوں کے تعاقب کرنے کا خیال لشکر شاہی نے دلوں میں
تھا اسلیئے علی مردان کہ مشہور صف آرا تھا شائستہ فوج کے ساتھ چنداول بنایا گیا۔ دکہنی ہر طرف
سے فوج فوج آنکر زور کرتے تھے مگر جب علی مردان خاں کی فوج ان کے مقابل آتی تو وہ فرار کرتے پھر
بے خبر دوسری طرف سے نمودار ہوتے اور گاہ وبیگاہ تعاقب و ناگاہ بہیر پر تاخت کرکے غارت کرتے
اور مقابلہ میں لشکر پر کار تنگ کرتے۔ اور اندہیری راتوں میں دائیں بائیں طرف سے بے شمار
بان مارتے۔ آخر کار دس بارہ ہزار سواروں نے علی مردان خاں کو چاروں طرف سے گھیر لیا
علی مردان خاں نے تردد نمایاں کیا اُس کے زخم کاری لگے اور زندہ دستگیر ہوا۔ مرہٹے
ملک عنبر پاس اُس کو لے گئے ملک عنبر نے اس کو دولت آباد کے قلعہ میں مقید کیا اور جراح
اسکے علاج کے واسطے معین کیے مگر زخم اچھے نہوئے چندروز میں وہ مرگیا کہتے ہیں اُس کے
سامنے ایک شخص نے کہا کہ فتح آسمانی است تو اُس بہادر نے جواب دیا کہ فتح آسمانی است
مگر میدان از ماست۔ مخالفوں نے سرحد بگلانہ تک لشکر شاہی کا تعاقب کیا اور بہت شوخیاں
کرکے پھر گئے۔ اگرچہ بموجب حکم کے سرداران برہانپور عبداللہ خاں کے روانہ ہونے کی خبر
برابر سے سنکر دولت آباد کے عازم ہوے تھے مگر حسد کے مارے وہ بھی عبداللہ خاں کی
رفاقت سے راضی نہ تھے اور عبداللہ خاں نے بھی اُن کو خبر نہ کی تھی تو وہ کوچ مقام کرتے
ہوئے آہستہ آہستہ جاتے تھے اُنہوں نے یہ خبر سنکر مراجعت کی اور عادل پور میں شاہزادہ
پرویز پاس چلے گئے۔ عبداللہ خاں گجرات کو چلا گیا۔
بادشاہ کی رائے صائب معلوم ہوتی ہو اگر دونوں طرف کے سردار اتفاق سے نفاق
کو کار فرما ہوتے تو اغلب تھا کہ کام دکھنواہ ہوجاتا۔ لیکن نوکروں کے رشک اور عدم اتفاق
نتیجہ برعکس ظہور میں آیا جب بادشاہ پاس یہ خبر آگرہ میں آئی تو اس کی طبیعت میں ایک شورش

پیدا ہوئی اور ارادہ کیا کہ خود دکن جاکر دشمنوں کی بیخ کنی کرے مگر اس کے ملازم اس ارادہ کے مانع ہوئے اور ابوالحسن نے عرض کیا کہ اس دکن کی مہمات کو جیسا کہ خانخاناں سمجھا ہے ایسا کوئی نہیں سمجھا اُسکو بھیجنا چاہیئے کہ اس بگڑے ہوئے کام کو سنوارے اور دولت خواہوں نے بھی یہ رائے دی۔ غرض خانخاناں کو اور خواجہ ابوالحسن کو مہم دکن پر تعین و مقرر کیا دکھنیوں نے امرا دولتخواہ سے صلح کی باتیں کرنی شروع کیں عادل خاں والی بیجاپور نے دولت خواہی کا طریقہ اختیار کرکے کہا کہ اگر مہم دکن کا اہتمام میرے سپرد ہو تو بادشاہ کا گیا ہوا ملک پھر دلا دوں۔ جہانگیر نے اس امر کا فیصلہ خود نہیں کیا بلکہ خانخاں کو اُسے سپرد کر دیا۔

آٹھواں نوروز ۲۶۔ محرم ۱۰۲۲ھ مطابق ۸ مارچ ۱۶۱۳ء کو واقع ہوا جشن بڑی دھوم دھام سے ہوا۔ جہانگیر لکھتا ہے کہ میں ۲۔ شعبان ۱۰۲۲ھ کو آگرہ سے اس نیت سے چلا کہ اول اجمیر میں خواجہ معین الدین چشتی کے روضہ کی زیارت کروں جو جلوس کے بعد مجھے میسر نہیں ہوئی اور رانا امر سنگھ کو رفع دفع کروں۔ پہلے لکھا گیا ہے کہ مہم رانا ناتمام رہی تھی میرے دل میں آیا کہ آگرہ میں مجھے کچھ کام نہیں ہے اور مجھے یقین تھا کہ جب تک میں خود اس مہم پر متوجہ نہوں گا کوئی صورت نہوگی ساعت مقرر میں قلعہ آگرہ سے باہر آکر باغ دہرہ میں آیا دوسرے روز دسہرہ کا جشن کیا۔ دستور معمول کے موافق ہاتھی گھوڑے آراستہ پیراستہ ہوکر میری نظر سے گزرے۔ پانچویں شوال کو اجمیر میں داخل ہونے کا ارادہ کیا۔ صبح کو قلعہ و عمارات روضہ کی نظر آئیں تو ایک کوس کے قریب پیدل چلا۔ شہر میں داخل ہوکر روضہ کی زیارت کی میرے دل میں آیا کہ اجمیر میں توقف کرکے اپنے بیٹے بابا خرم کو آگے مہم رانا کے لیے بھیجوں اور دی اسکو رخصت کیا۔ خان اعظم کو اُس کے ساتھ تعین کیا۔ بارہ ہزار سوار اس کے ہمراہ کیے۔ فدائی خاں کو بخشیگری کی خدمت دی۔ خان اعظم نے خود درخواست کی تھی کہ شاہزادہ خرم اس خدمت پر مامور ہو۔ باوجودیکہ شاہزادہ نے ہر طرح سے اُس کی دلجوئی کی مگر اُس کے ساتھ اُسنے موافقت نہ کی شیوہ ناستودہ پر عمل کیا۔ جب یہ مقدمہ میں نے سنا تو ابراہیم حسین اپنے معتمد خدمت گار کو اس کے پاس بھیجا کہ وہ لطف آمیز مہرانگیز

پیغام اُس کو دے کر جس وقت تو برہانپور میں تھا تو آرزوئیں کرکے اس خدمت کے لیے مجھ سے التماس کرتا تھا اور اس خدمت کو تو سعادت دارین جانتا تھا اور مجالس و محافل میں مذکور کرتا تھا کہ اس عزیمت میں اگر کشتہ ہونگا تو شہید ہوں گا اگر غالب آونگا تو غازی ہوں گا تو تجھے یہ خدمت تفویض ہوئی تھی توپخانہ کی جو مدد اور کمک چاہی تھی اس کا سرانجام کیا گیا بعد ازاں تو نے لکھا کہ جب تک میں ان حدود میں نہیں آونگا اس مہم کا فیصلہ ہونا اشکال سے خالی نہیں۔ تیری ہی صلاح سے میں اجمیر میں آیا اب تو نے مراتب میں معقول وجہ بیان کرکے شاہزادہ کی استدعا کی۔ غرض تمام مقدمات تیری رائے اور تدبیر کے موافق عمل میں آئے۔ اب باعث کیا ہی کہ یکبارگی معرکہ سے اپنے پاؤں کو باہر نکالتا ہی اور ناسازگاری کرتا ہی اس مدت میں بابا خرم کو کبھی اپنے سے جدا نہیں کیا تھا۔ محض تیری کا روانی کے اعتماد پر اُس کو بھیجا ہی تو تجھے چاہیئے کہ نیک خواہی اور نیک اندیشی کا طریقہ منظور و مرعی رکھے۔ رات دن فرزند سعادتمند کی خدمت سے غافل نہ ہوے اگر ان باتوں کے خلاف امر کرے گا اور اپنی قرارداد سے باہر قدم رکھے گا۔ تو سمجھ لے کہ اپنا نقصان کرے گا۔ ابراہیم حسین نے جاکر یہ باتیں خان اعظم کو سمجھائیں مگر اسکا نتیجہ بھلا کچھ نہ ہوا۔ اور اپنے فعل و قرارداد سے باز نہ آیا۔ جب بابا خرم نے دیکھا کہ اس کا یہاں ہونا کام میں مخل ہوتا ہی۔ اس کی نگہداشت کرکے عرضداشت کی۔ کہ یہاں اسکا ہونا کسی طرح لائق نہیں ہی اور محض اس سبب سے کہ وہ خسرو سے نسبت و رشتہ رکھتا ہی۔ کارشکنی میں کوشش کرتا ہی۔ میں نے مہابت خاں کو بھیجا کہ جاکر اس کو اودیپور سے لے آئے۔ محمد تقی دیوان بیوتات کو تعین کیا کہ مندسور میں جاکر اس کے فرزندوں اور متعلقین کو اجمیر میں پہنچا دے ۱۶۔ کو فرزند بابا خرم کی عرضداشت آئی کہ فیل عالم گمان جس پر رانا کو نازش تھی اور سترہ فیلوں کے ساتھ ہمارے ہاتھ آیا ہی اور عنقریب انکا صاحب بھی گرفتار ہوگا۔

۹ صفر ۲۳ سنہ کو نوروز ہوا اور جشن رسم مقررہ کے موافق کیا گیا۔ اس مہینے کی ۱۵ کو

مہابت خاں جو خان آعظم اور اس کے بیٹے عبداللہ خاں کو لینے گیا تھا اُن کو لایا خان اعظم
کو آصف خاں کے حوالہ کیا کہ اس کو قلعہ گوالیار میں نگاہ رکھے۔ اس قلعہ میں بھیجنے سے غرض
یہ تھی کہ مبادا باہم رانا میں بہ سبب خسرو کے رشتہ مندی کے وہ نفاق و فساد نہ پیدا کرے
اسلیے میں نے حکم دیا کہ اس کو قلعہ میں بطریق قیدیوں کے نہ رکھیں بلکہ اسباب رخت و آسودگی
اور کھانے پینے کا سامان اس کے واسطے مہیا رکھیں بہمن کے مہینے میں خوشخبریاں متواتر آئیں
اوّل خبر یہ تھی کہ رانا امر سنگہ نے اطاعت و بندگی درگاہ والا کی اختیار کی اس مقدمہ کی
کیفیت یہ ہو کہ عبداللہ خاں صوبہ دار احمد آباد کے نام فرمان بتاکید صادر ہوا کہ خود اپنے تئیں
شاہزادہ خرم پاس پہنچائے اور دکہن کے بعض کومکیوں کو حکم صادر ہوا کہ شائستہ فوج کے
ساتھ شاہزادہ کے لشکر سے ملیں کل بیس ہزار سوار شاہزادہ کی ہمراہی کے واسطے تعین ہوئے
شاہزادہ خرم جب رانا کے تعلقہ میں داخل ہوا تو اُس نے اپنے بخشی محمد تقی جس کا اسکو
خطاب شاہ قلی خاں ہوا پانچ ہزار سواروں کے ساتھ بطریق ہراول رخصت کیا اور
حکم دیا کہ جس جگہ ملک رانا کا کوئی قصبہ و معمورہ ہو اس کو تاخت و تاراج کرے اور بتخانوں
کو جہاں پائے مسمار کرے۔ اور خود سب جگہ رانا کے منصوبوں کے استیصال میں کوشش
کرے اُن کی جگہ اپنے آدمی مقرر کرے اور پہاڑوں پر جو مخالفوں کا ملجا ہو لشکر کو لے جائے
رانا کی جائے حاکم نشین اودے پور تھا۔ اس شہر کا رانا سانگا کے بیٹے اودے سنگہ نے
ایک قلب مکان میں آباد کیا تھا جس کے تین طرف پہاڑ واقع تھے اور دو تالاب اُس کے
متصل بنائے تھے اور جب سے چیتوڑ کو چھوڑا تھا اب تک رانا یہیں سکونت رکھتا تھا اب وہ
اُسے چھوڑ کر دشوار گذار پر اشتجار کوہستان میں بطریق فرار چلا گیا تھا۔ شاہزادہ خود اودے پور
میں آیا اور اطراف ملک میں چار فوجیں متعین کیں اور ملک کے بندوبست و رسد کے بھیجنے
کے لیے چھ تھانے مقرر کیے۔ رانا کے سرداروں کے ساتھ محمد تقی بخشی کی سخت کارزار ہوئی
خصوصاً بتخانوں کے مسمار کرنے میں جن کی حفاظت میں راجپوت ایسے جان توڑ کر جم کر
لڑے کہ دونوں طرف کے آدمی کشتہ ہوئے۔ رانا کے پسر ارشد نے ایک رات کو فوج

کوہ نورد ساتھ لے کر ہراول کی فوج شاہی پر شب خون مارا۔ اس شب کو بھی محمد تقی اور اُس کے ہمراہیوں نے راجپوتوں کا خوب دلیری سے مقابلہ کیا بہت راجپوت کشتہ اور زخمی ہوگئے اس ہنگامہ میں عبداللہ خاں فیروز جنگ اور دلاور خاں کاکر کو مکی احمد آباد سے بھی پہنچ گئے اور لشکر اسلام کو تقویت ہوئی۔ اب ہوا کی ناموافقت سے لشکر کے بہت سے آدمی اور نامی نوکر تلف و بیمار ہوگئے۔ باوجود اس کے شاہزادہ خرم نے رانا اور اُس کے کارپردازاں اور سرداروں کو ایسا تنگ کیا کہ رانا نے عجز کا پیغام دیا اور امان کی التماس کی اور سوپ کرن اپنے خالو کو ہیچکر شفیع جرائم بنایا اور بعدہ رانا برخلاف اپنے آبا و اجداد کے طریقہ کے کہ ہرگز بادشاہ و بادشاہزادہ کی ملازمت نہیں کرتے تھے خود آیا اور سات ہاتھی پیشکش کے ساتھ نذر دیے شاہزادہ نے خلعت و شمشیر مرصع و دو فیل اور پچاس گھوڑے اُس کو دیئے اور ایک سو بیس خلعت اُس کے ہمراہیوں کو عنائت کیے اور اس کو اپنے گھر رخصت کیا۔ پھر رانا نے اپنے بیٹے رانا کرن صاحب ٹیکہ کو شاہزادہ کے ہمرکاب بادشاہ کے پاس روانہ کیا۔ بادشاہ پاس جب شہزادہ آیا تو اُس کے منصب دوازدہ ہزاری پر شش ہزاری و چار ہزار سوار کا اضافہ ہوا۔ اور بادشاہ نے کرن پر کہ وحشی طبیعت و مجلس نادیدہ تھا کوہستان میں اُس کی زندگی بسر ہوئی تھی روز بروز زیادہ عنائت کی اور اُس کو نور جہاں نے بھی خلعت دیا۔ اوپر کے بیان کا خلاصہ یہ ہے کہ بادشاہی فوج کو اودے پور کی لڑائی بھڑائی میں دکن کی نسبت زیادہ کامیابی ہوئی اور بادشاہ کو اس کامیابی سے بڑی خرمی اسلیے ہوئی کہ وہ اُس کے لاڈلے بیٹے خرم کے سبب سے حاصل ہوئی۔ یہ کامیابی صرف اسی کی سعی سے ہوئی۔ خان اعظم تو اس پاس سے چلا آیا تھا اس سبب سے خرم کی قدر و منزلت میں بڑی ترقی ہوئی۔ وہ اپنے دادا جان کی تدبیر ملکی بھولا نہیں جب رانا اطاعت کے لیے آیا تو اس کو گلے لگایا اور اپنی برابر بٹھایا اور شہنشاہ اکبر کے عہد سے جو ملک فتح ہوا تھا وہ اُس کو دیدیا اور جہانگیر بھی اپنے باپ کی تدبیر ملکی نہیں بھولا تھا کہ جہانتک ممکن ہو قدیم خانوادے خراب نہوں پہلی خوشخبری تو یہ تھی

جو اوپر بیان ہوئی اور دوسری خوشخبری یہ تھی کہ بہادر کے مرنے کی خبر آئی جو ولایت گجرات کا حاکم زادہ تھا اور فتنہ و فساد کا مایہ تھا وہ اجل طبعی سے مرگیا۔

سوم خوشخبری پرتگیزوں کی شکست تھی اس کی تفصیل یہ ہے کہ گوا کے فرنگیوں (پرتگیزوں) نے بے قولی کرکے چار جہاز اجنبی کہ بندر سورت کے جہازات مقررہ میں سے تھی حوالی بندر میں تاراج کیے اور مسلمانوں کی جماعت کثیر کو اسیر کرکے اس کا مال متاع سب چھین لیا۔ بادشاہ کو یہ امر ناگوار خاطر ہوا۔ یہ بندر مقرب خاں کے سپرد تھا اس کو تدارک اور تلافی کے لیے رخصت کیا۔ اب پرتگیزوں (وآرزی نے) قلعہ و بندر سورت کی تسخیر کا سامان بہم پہنچایا تھا اور اس کے فتح کرنے کو آئے تھے بندر نارکور میں پرتگیزوں اور انگیزوں کے درمیان لڑائی ہوئی۔ اس بندر میں انگریز پناہ کے لیے آئے تھے انگریزوں نے اپنی آتشبازی سے پرتگیزوں کے اکثر جہاز جلا دیے۔ ناچار تاب مقاومت پرتگیز نہ لائے اور گریزاں ہوئے اور شاہ گجرات کے حاکم مقرب خاں پاس آدمی بھیجکر صلح کے خواہاں ہوئے اور اظہار کیا کہ ہم صلح کے لیے آئے تھے نہ جنگ کے قصد سے انگریزوں نے یہ لڑائی کھڑی کردی۔ یہ خبر آئی کہ چند راجپوتوں نے عنبر کے مارنے کا قصد کیا تھا وہ گھات لگاکے عنبر تک پہنچ گئے ایک راجپوت نے اس کے ایک ناقص زخم لگایا۔ عنبر کے گرد کے آدمیوں نے اُسے مار ڈالا اور عنبر کو اس کے گھر لے گئے۔ اس کے مرنے میں کچھ نہ رہا تھا افسوس ہے کہ ایک آنچ کی کسر باقی رہی۔ بادشاہ اس سال میں درد سر و تپ میں مبتلا ہوا تھا۔ نورجہاں نے مسیحائی کی کہ ان امراض کا علاج شراب کی کمی اور غذا کی سادگی سے کردیا جب بادشاہ کو صحت کامل ہوئی تو جیسا وہ باطن میں معتقد اور حلقہ بگوش خواجہ بزرگوار تھا اور اُن کو اپنی ہستی کا سبب سمجھتا تھا ایسے ہی ظاہر میں اُسنے اپنے دونو کان چھدوا کے ہر کان میں ایک دانہ مروارید ڈالا۔ اسکے بندگان مخلص نے بھی اُسکی تقلید کی اُن کو ۲۳۷ دانے مروارید قیمتی چھتیس ہزار روپیے کے عنایت کیے اس سال کے غرائب اتفاقات سے شاہزادہ خرم کے خالو کشن سنگھ کا مارا جانا ہے اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ راجہ سورج سنگھ کا وکیل گوبند داس تھا اُسنے راجہ کے برادر زادہ کو بسبب نزاع دنیوی مار ڈالا

[illegible]

[illegible]

کشن سنگھ برادرزادہ اُسکا چاہتا تھا کہ مقتول کے عوض میں کیل سے قصاص لیا جائے وکیل سے
سورج سنگھ بہت محبت رکھتا تھا۔ اس قتل کے مقدمہ کو یوں ہی ٹالنا چاہتا تھا کشن سنگھ مع اُ
برادرزادہ کرن کے راجپوتوں کی ایک جماعت لیکر گوبنداس کے گھر پر چڑھ گیا۔ وہ سورج سنگھ
پناہ میں رہتا تھا ایک شور اور ہنگامہ برپا ہوا۔ گوبنداس کی جستجو میں کشن سنگھ تھا کہ وہ اس غلبہ
ہجوم میں غیر معلوم کشتہ ہوا۔ سورج سنگھ اس غوغا سے خبردار ہوا اور ننگی تلوار لیکر باہر آیا اور اپنے
کی جماعت ساتھ لیکر کشن سنگھ اور کرن اور ایک جم کثیر کو مار ڈالا کشن سنگھ کے آدمی جو بچے
تھے وہ لڑتے ہوئے مکان سے باہر آئے اور استغاثہ کرتے ہوئے بارگاہ شاہی کو روانہ ہوئے اُس
جماعت کا تعاقب راجہ سورج سنگھ نے کیا اور دولتخانہ کے دروازہ پر آیا اور جھروکہ کے نیچے ایک
فتنہ و غوغائے عظیم برپا ہوا اور اس میدان میں بادشاہ کے روبرو چند راجپوت کشتہ ہوئے اور
بہت کوشش سے یہ فساد دور ہوا۔

۲۸ صفر ۱۰۲۳ھ حضرت نیر اعظم نے برج حوت سے شرف خانہ حمل میں نزول فرمایا جشن نوروز آ
آئین بندی نے بدستور سابق ترتیب پائی۔ رانا کرن منصب پنجہزاری ذات و سوار سے سرفراز
ہوا۔ ایک تسبیح خرد مروارید و زمرد کی جس کے بیچ میں لعل تھا اور ہندو اس کو سمرن کہتے ہیں اُس کو
عنایت کی۔ جہانگیر لکھتا ہے کہ

۲۵ دی کو شاہزادہ خرم کے تلادان کا دن تھا۔ اُس کی عمر اس سن میں ۲۴ سال کی تھی
بیاہ شادیاں بھی ہو چکیں تھیں اور صاحب اولاد تھا۔ اس نے کبھی شراب نہ پی تھی۔ آج اسکے وزن
کی مجلس تھی میں نے کہا کہ بابا تو صاحب اولاد ہوا ہے۔ بادشاہ اور بادشاہزادے شراب پیتے
ہیں آج تیرے وزن کا جشن ہے تجھکو شراب پلاتا ہوں اور اجازت دیتا ہوں کہ جشن کے دنوں
میں ایام نوروز میں و بزرگ مجلسوں میں شراب پیا کر مگر اعتدال کے ساتھ۔ اتنی شراب پینا
کہ عقل کو زائل کرے دانشمندوں نے روا نہیں رکھی اُس کے پینے سے غرض فقط نفع و
ہو۔ بوعلی کہ طبقہ حکما اور اطبا کا بزرگ ہے اُس نے یہ رباعی لکھی ہے۔

می دشمن مست و دوست ہشیار است | اندک تریاق و بیش زہر مار است

جشن وزن اور ... شاہزادہ خرم کو شراب پلانا اور جہانگیر کی ... شراب ...

دربسیارش مضرت اندک نیست   دراندک او منفعت بسیار است

بہت مبالغہ کرکے شاہزادہ خرم کو شراب پلائی میں نے پندرہ برس کی عمر تک شراب نہیں پی تھی لیکن ایام طفولیت میں دو تین مرتبہ والدہ اور اناؤں نے اور اطفال کے علاج کی تقریب کرکے میرے والد بزرگوار سے عرق طلب کرکے بقدر ایک تولہ کے گلاب آب میں ملاکر کھانسی کے دور کرنے کے لیے مجھے پلایا تھا۔ اُن دنوں میں کہ والد بزرگوار کا لشکر افغان یوسف زئی کے دفع کرنے کے لیے گیا تھا۔ تو قلعہ اٹک میں کہ آب نیلاب کے کنارہ پر واقع ہے میں ٹھیرا ایک دن شکار کھیلنے سے بہت تھک گیا تو اُستاد شاہ قلی توپچی نادری نے کہ میرے عم بزرگوار مرزا حکیم کے ہاں وہ شراب دار توپچیان تھا کہا کہ شراب کا ایک پیالہ نوشجان فرمائیے تو ماندگی اور کسالت سب دور ہوجائے گی۔ چونکہ ایام جوانی تھے ایسے امور کی طرف طبیعت مائل تھی محمود آبدار کو حکم دیا کہ حکیم علی کے گھر میں جاکر شربت کیفیت ناک لائے حکیم نے میٹھی شراب زرد بقدر ایک پیالہ کے چھوٹے شیشے میں بھیجی اسکو میں نے پیا اُس کی کیفیت خوش معلوم ہوئی اُس کے بعد شراب پینی شروع کی روز بروز بڑھائی یہانتک کہ پھر شراب انگوری نشہ کی کیفیت نہیں پیدا کرتی تھی عرق پینا شروع کیا رفتہ رفتہ نو برس کی مدت میں عرق دو آتشہ کے بیس پیالے پینے لگا چودہ پیالے دن کو پیتا اور باقی رات کو اس شراب کا وزن چھ سیر ہندوستانی ہوتا تھا اور میری خوراک نان تریب کے ساتھ ایک مرغ تھی اس حال میں کسی کی قدرت نہ تھی کہ مجھے منع کرتا یہانتک نوبت پہنچی کہ اُس کے خمار میں مجھے بہت رعشہ ہوتا اور ہاتھ کے لرزنے سے اپنا پیالہ آپ نہیں تھام سکتا تھا اور لوگ اُسکو پلاتے تھے جب یہ حال ہوا تو میں نے حکیم ہمام برادر حکیم ابوالفتح کو جو والد بزرگوار کا مقرب تھا طلب کیا اور اپنے حال سے اطلاع دی اُسنے کمال اخلاص اور نہایت دلسوزی سے بیباکانہ کہا کہ صاحب عالم اگر اس وضع سے عرق کو نوشجان فرمائیں گے تو چھ مہینے بعد وہ حال ہوجائیگا کہ علاج پذیر نہیں ہوگا اس کی بات خیراندیشی سے خالی نہ تھی جان شیریں عزیز ہوتی ہے اُسکی بات نے مجھ میں اثر کیا اور میں نے اُس تاریخ سے شراب کم کرنی شروع کی فلونیا (افیون و بھنگ) زیادہ کی جتنی شراب کم کرتا فلونیا زیادہ کرتا۔ میں نے حکم دیا کہ عرق

شراب انگوری سے ممزوج کریں چنانچہ دو حصہ شراب انگوری اور ایک حصہ عرق ہوتا تھا۔ ہر روز کم کرتا جاتا تھا سات سال ہوے کہ چھ پیالہ پیتا تھا اور ہر پیالہ کا وزن سوا اٹھارہ مثقال ہوتا تھا اب پندرہ برس ہوے کہ اتنی شراب پیتا ہوں اُس سے نہ زیادہ ہو نہ کم۔ اور رات کو پیتا ہوں روز پنجشنبہ جو میرے جلوس کا دن ہی اور شب جمعہ کہ ایام ہفتہ میں شبہا متبرک سے ہی اور روز متبرک اُس کے آگے آتا ہی ان دونوں کا لحاظ کرکے جب دن ختم ہوتا تو شراب پیتا۔ مجھے یہ خوش نہیں معلوم ہوتا کہ اس شب کو غفلت میں گذاروں اور منعم حقیقی کے شکر میں تقصیر کروں اور روز پنجشنبہ و روز یکشنبہ کو گوشت نہیں کھاتا پنجشنبہ میرے جلوس کا دن اور روز یکشنبہ پدر بزرگوار کی ولادت کا دن ہی وہ اس دن کی بڑی تعظیم کرتا تھا اور اس کو عزیز رکھتا تھا کچھ دنوں کے بعد فلونیا کو افیون سے بدل لیا۔ اب میری عمر چھیالیس سال چار ماہ شمسی کی اور ۴۷ سال نو ماہ قمری کی ہی۔ آٹھ رتی افیون پانچ گھڑی دن چڑھے اور چھ رتی پھر رات گئے کھاتا ہوں۔

اس سال میں ممالک محروسہ کی اطراف سے فتح فیروزی اور ظفر بہروزی کی خبریں آئیں اوّل احداد افغان کا قضیہ ہی کہ مدت دراز سے کوہستان کابل میں سرکشی و فتنہ انگیزی کرتا تھا اور اس سرحد کے بہت افغان اس پاس جمع ہوگئے تھے والد بزرگوار کے زمانہ سے حال تک کہ میرے جلوس کا دسواں سال ہی ہمیشہ افواج اس کے سر پر پہنچی جاتی تھی رفتہ رفتہ وہ شکستیں کھاتا اور پریشانیاں اُٹھاتا اُس کی فوج کا ایک حصہ کشتہ ہوتا۔ دوسرا حصہ متفرق ہوتا چرخی میں کہ اُس کے اعتماد کا محل تھا ایک مدت تک پناہ میں رہا اُس کے اطراف کو خاندوران خاں نے محاصرہ کیا اور درآمد و برآمد کی راہیں بند کیں۔ جب اُس کے پاس حیوانات کے لیے گھاس اور خوراک نہ رہی تو راتوں کو اپنے مواشی کو پہاڑ کی ترائی میں چراتا تھا اور خود بھی اس لیے آتا تھا کہ اور آدمی اُس کی ہمراہی کریں خاں دوراں خاں کو یہ خبر پہنچی تو سرداروں کی ایک جماعت کو اور تجربہ کار آدمیوں کو ایک معین شب میں تعین کیا کہ حوالی چرخی میں جاکر کمین میں بیٹھیں یہ جماعت جاکر رات کو پناہ گاہوں میں پنہاں ہی

اور دن کو خاندوراں خاں نے اس طرف سواری کی جب مخالف اپنے حیوانات کو چرانے لائے اور احداد اپنی جماعت کے ساتھ کمین گاہوں سے نکلا کہ یکبارگی ایک گرد آگے سے ظاہر ہوئی جب اُس کی خبر اُس نے لگائی تو معلوم ہوا کہ خاندوراں خاں ہے تو اُسنے متلاشی و مضطرب ہوکر بازگشت کا ارادہ کیا۔ خان مذکور کے قراولوں نے بھی خبر کی کہ یہاں احداد ہے تو خان احداد کے پاس گیا اور جو آدمی کمین گاہ میں تھے اُن کو بھی سر راہ لیکر حملہ آور ہوا۔ دوپہر تک بسبب قلبی و شکستگی جا اور بسیاری جنگل معرکہ جنگ قائم رہا۔ آخر الامر افغانوں کو شکست ہوئی۔ پہاڑوں میں وہ گھسے اُن کے تین سو کے قریب کام کے آدمی مارے گئے اور سو آدمی قید ہوئے احداد دوبارہ اس اپنے محکم جا میں نہ جاسکا بالضرورت قندہار کی جانب گیا افواج شاہی نے چرخی میں افغانوں کے مقاموں میں جاکر اُن سب کو جلا دیا اور بیخ و بنیاد سے اکھیڑ کر پھینک دیا۔

تال کا کریہ کے کنارہ پر ایک سنیاسی فقیرانہ مکان میں رہتا تھا۔ طائفہ ہنود کے فرقۂ صوفیوں میں سے تھا۔ بادشاہ ہمیشہ درویشوں کی صحبت کی طرف راغب تھا وہ بے تکلف اُس کی ملاقات کو گیا اور بہت دیر تک اُس پاس بیٹھا رہا۔ بادشاہ لکھتا ہے کہ مجھے یہ معلوم ہوا کہ وہ آگاہی و معقولیت سے خالی نہیں ہے اور اپنے آئین کے موافق مقامات صوفیہ سے خوب واقف ہے اور ظاہر اپنا اہل فقر و تجرید کے موافق بنا رکھا ہے اور طلب و خواہش سے ہاتھ کھینچ لیا ہے۔ اس سنیاسی سے بہتر کوئی اب تک اس طائفہ میں میں نے نہیں دیکھا۔

بادشاہ نے سید محمد نبیرہ شاہ عالم سے فرمایا کہ جو تو چاہے مانگ میں تجھے دونگا اور اس کو قرآن کی قسم دی کہ تو مجھ سے مانگ اُس نے عرض کیا کہ حضور نے مصحف کی قسم دی ہے تو یہی مجھے عنایت کیجئے اُس کی تلاوت کا ثواب حضرت کو پہنچیگا۔ بادشاہ نے مصحف جو بابا فرشتہ کا لکھا ہوا جو نفائس روزگار سے تھا سید مذکور کو عنایت کیا۔ اور اس کی پشت پر خط اپنے سے رقم کیا کہ فلاں تاریخ فلاں مقام میں سید محمد مذکور کو یہ قرآن مرحمت کیا اور سب کو حکم دیا کہ مصحف کو سلیس عبارت میں کہ تکلف و تصنع سے خالی ہو واقعات تحریر کریں ان کا اتقوا ابلیغ فارسی میں

ترجمہ کرے اور تحت اللفظ معنی پر ایک حرف زیادہ نہ کرے اور اصلاح شرح و بسط و شان نزول
کا مقید نہ ہو اور جب تمام ہو جائے تو اپنے فرزند کے پاس بھیجدے۔

شہنواز خاں کی فتح ملک عنبر پر

دوسری خبر خانخاناں کے بیٹے شہنواز خاں کی فتح اور عنبر کی شکست عظیم کی ہے جس کا مجمل بیان یہ ہے کہ جن دنوں میں خانخاناں کی طرف سے شہنواز خاں بالاپور برار میں سردار فوج تھا تو یاقوت خاں آدم خاں اور ایک جماعت امرا دکن کی اور جادو راے اور بابو کانٹیہ ملک عنبر سے رنجیدہ اور برگشتہ ہو کر شہنواز خاں پاس آئے شہنواز خاں اُنکے آنے سے نہایت خوش ہوا اور ان بے ہمتوں کے مزید اعتبار کے لیے اور دور و نزدیک کے فدویوں کے کان میں مژدہ تقویت کے پہنچانے کے لیے اُس نے شادیانے بجوانے کا حکم دیا عنبر سے لڑنے کے لیے لشکر و توپخانہ لیکر سوار ہوا۔ محل دار خاں و یاقوت خاں و آتش خاں ولد دلاور خاں کو امرائے نظام الملکی کی ایک جماعت کے ساتھ اور خانہ زادان رزم افروز اور توپخانہ دشمن سوز کو بطریق ہراول عنبر کی اُس فوج کے مقابلہ کے لیے بھیجا جو محالات میں مور و ملخ کی طرح پراگندہ تھی۔ اور پرگنات بادشاہی سے تحصیل زر کرتی تھی۔ دکنی سب طرف سے فراہم ہو کر بادشاہی لشکر سے لڑنے میں مصروف ہوئے اور مقابلہ و مقاتلہ کرتے ہی دکن کی فوج کو شکست ہوئی۔ اس خبر کے سننے سے عنبر کے سینہ و جگر میں غیرت کی انگر روشن ہوئی۔ وہ خود بڑی شان و دبدبہ سے لشکر آراستہ اور فیلان جنگی اور توپخانہ آتش بار اور پیادے بیشمار لیکر دولت آباد سے شہنواز خاں کی فوج سے مقابلہ کرنے کے قصد سے آیا ان دونوں لشکروں میں چھ کروہ کا فاصلہ تھا اور ایک نالہ اُن کے درمیان حائل تھا دکنیوں کے پیکار کے اطوار سے یاقوت خاں خوب آگاہ تھا اُس نے پیش آہستگی کر کے میدان جنگ کی جائے سر راہ نالہ پر گل اور لائے کم عرض کی قرار دی اور بندوقانداز و تیرانداز و بہادر دلاور نالہ کے روبرو و اطراف پر مقرر کیے اور اُن کے عقب میں جا بجا فوج کوکی کی جماعت مقرر کی کہ وہ گولہائے سوزاں اور بانہائے آتش فشاں اور شمشیرہائے جاں ستاں سے اپنے لشکر کی پشت گرمی اور دشمن کے لشکر کی برہم زدگی کریں۔ دکھنیوں نے کبھی

دو روز میں اپنی فوج و توپخانہ کی آزمائش کی اور فیلان مست اور جوانان جنگ پرست کو آراستہ کیا۔ تیسرے روز نالہ پر لڑائی شروع ہوئی۔ ضرب گولہ و تفنگ و صدمۂ بان اور تیر سے دکھنیوں کے بہت سے سردار بے سر و پا ہوئے نشیب و فراز اور تنگی راہ سے اُن کے اہل فیل کو کام ایسا تنگ ہوا کہ بہت سے سوار اور پیادے ایک دوسرے پر قطار پر قطار گرتے تھے جو پانی میں پھنس جاتے تھے اُن کی اجل کے سوا کوئی دستگیری نہ کرتا تھا جو گھوڑا دلدل میں پھنستا تھا اُس کا راکب خلاصی کو عطیہ الٰہی جانتا تھا۔ جو تیر کبھی اور تازی گھوڑوں کے لگتا تھا وہ چکر کھاکر چارپا ہوتا تھا اور اپنے سوار دوپا کو نیچے ملتا تھا۔ جو فوج دکھنیوں کی کمک کو عقب سے آتی تھی وہ آگے کی فوج کی ناکامی کو ملاحظہ کرکے پھر جاتی تھی بادشاہی فوج مردوں و نیم جاں زندوں کو روندتی ہوئی نالہ پر آئی۔ عنبر اپنے دلاوروں کو لیکر بادشاہی لشکر کے مقابلہ کے لیے کھڑا ہوا اور ایسا لڑا کہ ایک دفعہ لشکر شاہی میں زلزلہ اُس نے ڈالدیا اور قریب تھا کہ بادشاہی لشکر کی فتح نمایاں ہزیمت بنجائے۔ مگر شاہنواز خاں اور یاقوت خاں سیل رواں کی طرح عنبر کے مقابلہ میں آئے۔ وہ رستمانہ کام کئے کہ عنبر کو ناچار فرار دولت آباد تک اختیار کرنا پڑا۔ بہت ہاتھی و گھوڑے اور تین سو اونٹ بان اور کارخانجات کے بار سے لدے ہوئے بادشاہی لشکر کو ہاتھ آئے۔ بادشاہی لشکر نے کھڑکی تک جو اب اورنگ آباد کہلاتا ہے تعاقب کیا۔ تین روز تک اُس کو خوب لوٹا اور غارت کیا اور پھر امان دیا۔ بعض سببوں سے بادشاہی لشکر نے مراجعت کی شاہنواز خاں و یاقوت خاں مع کل امیروں کے عنایت شاہی کے مورد ہوئے۔

ولایت کوکھرہ کی فتح اور الماسوں کا ہاتھ آنا

تیسری خبر ولایت کوکھرہ کی فتح اور کان الماس ہاتھ آنے کی تھی۔ ابراہیم خاں کی حسن سعی سے یہ فتح حاصل ہوئی تھی۔ یہ کوکھرہ صوبہ بہار و پٹنہ کے توابع سے ہے۔ اس میں ایک رودخانہ جاری ہے جس میں ایک وضع خاص سے الماس نکالتے ہیں اور نکالنے کا طریقہ یہ ہے کہ ایک جماعت نے جو اس کام میں مشغول رہتی ہے۔ تجربہ سے دریافت کیا ہے کہ جن دنوں میں گورایوں و آب کندوں میں پانی کم ہوتا ہے تو جس گرداب میں

الماس ہوتا ہے اُس پر بہت ریزہ پرند جانور پشہ کی قسم کے جس کو ہندی میں جھینگا کہتے ہیں
ڈھیروں جمع ہوجاتے ہیں رودخانہ کے طول میں جہانتک جاسکتے ہیں دیکھ بھال کر
وہ لوگ گوراہوں (جن سوراخوں میں پانی ہو) کے اطراف کو سنگ چین (اُنکے گرد پتھر لگاتے
ہیں) کرتے ہیں پھر بیل (کدال) اور کلنداں (پھاوڑے) سے گوراہوں کو گز ڈیڑہ گز نیچے
لیجا کر اُن کے گرد کھودتے ہیں جو سنگ ریگ ریزہ نکلتے ہیں اُن میں تلاش کرکے چھوٹے بڑے
الماس نکال لیتے ہیں کبھی ایسا ہوتا ہے کہ پارچہ الماس ایسا ہاتھ لگ جاتا ہے کہ ایک لاکھ روپیہ
اس کی قیمت ہوتی ہے۔ اس ولایت اور اس رودخانہ پر ایک ہندو زمیندار درجن سال
متصرف تھا ہر چند صوبہ بہار کے حکام اُس پر فوج کشی کرتے تھے مگر بسبب راہوں کے استحکام
اور جنگلوں کی کثرت کے دو تین الماس لے کر قناعت کرتے تھے اور اسکو اپنے حال پر
چھوڑ دیتے تھے جب صوبہ مذکور میں ظفر خاں کی جگہ ابراہیم خاں مقرر ہوا تو جہانگیر نے رخصت کے
وقت اُس سے کہا کہ اس مہم کو درجن سال کے تصرف سے نکالنا چاہئے۔ ابراہیم خان بمجرد
اس ولایت میں آنے کے جمعیت کے ساتھ زمینداروں کے سر پر چڑھا انھوں نے بدستور سابق آدمی
بھیجکر چند الماس کے دانوں اور چند ہاتھیوں کے دینے پر عہد و پیمان کرنا چاہا مگر خان مذکور اُس پر
راضی نہوا تیز و تند اُس کی ولایت میں آیا پہلے اس سے کہ درجن سال اپنی جمعیت جمع
کرے راہبروں کو پیدا کیا اور ایلغار کرکے یکبار کوہ درہ کو کہ اُس کا مسکن تھا محاصرہ کر لیا
اور درجن سال کے تفحص میں آدمیوں کو بھیجا تو اُس کو ایک غار میں چند عورتوں کے ساتھ
پایا جن میں سے ایک اُسکی ماں تھی اور دوسری اُسکے باپ کی بیویوں میں سے تھی اُن کو اُسکے
بھائیوں میں سے ایک بھائی کو پکڑ لیا۔ اور تلاشی لیکر ہیرے جو اُس کے پاس تھے
لے لیے اور تیئیس ہاتھی بھی ہاتھ لگے اس خدمت کی جلدو میں ابراہیم خاں کا منصب چار ہزاری
ذات و سوار مرحمت ہوا اس زمانہ سے یہ ملک اور رودخانہ بادشاہی تصرف میں
ہے اور اس رودخانہ میں لوگ کام کرکے جتنے الماس نکالتے ہیں بادشاہ پاس بھیجدیتے
ہیں۔ ایک الماس کلاں ایسا بھیجا گیا جس کی قیمت پچاس ہزار روپیہ تھی اس سے احتمال ہوتا ہے کہ

کہ اگر اسی طرح یہ کار جاری رہا تو جواہر خانہ خاصہ میں الماس نہایت عمدہ جمع ہو جائینگے

گیارہویں نوروز اول ربیع الاول ۱۰۲۵ مطابق ۱۰ مارچ ۱۶۱۶ء حسب معمول جشن ہو

پادشاہ پاس احمدنگر کے واقعہ نگار کی عرضداشت آئی کہ عبداللہ خاں صوبہ دار

نے روید اد واقعی لکھنے پر خانہ زاد کو گھر سے پیادہ پا نہایت خفت کے ساتھ بلایا اور نہایت

اہانت کی پادشاہ کا حکم ہوا کہ دیانت خاں جاکر عبداللہ خاں کو پیدل شہر سے نکالے اور پھر

گھوڑے پر سوار کرکے لائے عبداللہ خاں کو یہ خبر پہلے معلوم ہوئی تو احمد آباد سے وہ پیادہ پا

خود روانہ ہوا۔ دیانت خاں سے رستہ میں ملا وہ یزدراہس کو گھوڑے پر سوار کرکے پادشاہ

کے روبرو لایا۔ پادشاہ نے اسکو بے منصب کیا اور مجرا ممنوع فرمایا پھر مرزا خورم کی سفارش

سے قصور معاف ہوگیا۔

وبا اس سال میں بلکہ پہلے سال سے ہندوستان کے بعض مقام میں وبائے عظیم پھیلی۔ پرگنات

پنجاب سے اس کا ظہور ہوا رفتہ رفتہ شہر لاہور میں سرایت کی۔ اس وبا سے بہت ہندو مسلمان تلف

ہوئے پھر وہ سرہند میں آئی اور میان دوآب میں دہلی اور اوسکے اطراف تک پہونچی بہت

سے دیہات اور قریات کو اس نے معدوم کیا۔ ابتدا میں گھر میں ایک چوہا نکلتا۔ وہ سوراخ

سے مدہوشانہ نکلکر در و دیوار سے سر پٹک پٹک کر مرجاتا۔ اگر اس چوہے کے مرتے ہی اہلخانہ

اپنا گھر بار چھوڑ کر صحرا و جنگل میں چلے جاتے تو اون کی جان سلامت رہتی اور نہیں تھوڑے

عرصہ میں تمام آدمی اس دیہہ کے صحرائے عدم میں چلے جاتے۔ اگر کوئی میت یا اوس کے مال کو

ہاتھ لگاتا تو جاں بر نہ ہوتا۔ اس وبا کا اثر ہنود پر زیادہ تھا۔ لاہور کے گھروں میں دس دس

بیس بیس آدمی مرجاتے اون کی بدبو سے ہمسایہ ناچار آبادی کو چھوڑ دیتے۔ گھر کے گھر

میتوں سے بھرے پڑے مقفل رہتے۔ جان کے خوف سے کوئی اون کے گرد نہ جاتا کفن دفن

کی فرصت نہ تھی مرگ انبوہ جشنے دارد پر عمل تھا۔ پرسہ و ماتم کی رسم متروک تھی۔ کشمیر میں

اس وبا کی شدت عظیم ہوئی یہانتک نوبت آئی کہ ایک عزیز مرگیا تھا اوس کو ایک درویش نے

گھاٹ پہ غسل دیا تھا۔ دوسرے روز درویش مرگیا جس گھاٹ پہ غسل دیا تھا اسکو جس گائے نے

کھایا وہ مرگئی - اور جن کتوں نے اس گائے کا گوشت کھایا وہ وہیں ڈھیر ہوئے - غرض ہندستان کا کوئی ملک اس وبا سے خالی نہیں رہا - جہانگیر لکھتا ہے کہ بڑی بڑی عمر کے آدمیوں کی زبانی اور تواریخ سے معلوم ہوا کہ اس مرض نے کبھی اس ولایت میں اپنا رخ نہیں دکھایا - اس کا سبب دانا حکیموں سے جو دریافت کیا تو بعض نے یہ سبب بتایا کہ دو سال سے خشکی ہے اور برسات کی بارش میں کمی ہوئی ہے - بعض نے یہ کہا کہ خشکی و کمی بارش کے سبب سے ہوا میں عفونت پیدا ہوئی اس سبب سے یہ حادثہ پیدا ہوا ہے بعض نے اور امور پر حوالہ کیا العلم عند اللہ تقدیرات الٰہی پر گردن رکھنی چاہیے ؎ چہ کند بندہ کہ گردن نہ نہد فرماں را۔

خزانۂ شاہی میں چوری اور چوروں کی گرفتاری

کوتوالی کے چبوترہ کے حوالی میں خزانہ شاہی تھا اس میں سے چوروں نے روپیہ چرایا چند روز کے بعد سات چور پکڑے آئے - ان چوروں کا سرغنہ نول تھا وہ بھی گرفتار ہوا - اور کچھ مسروقہ روپیہ بھی ہاتھ آیا - بادشاہ کے دل میں آیا کہ چوروں نے چوری میں بڑی دلیری کی ہے ان کو بڑی سزا دینی چاہیے - ہر ایک کی سیاست خاص کی گئی - نول کو ہاتھی کے پانوں تلے ڈالنے کا حکم ہوا - نول نے عرض کیا کہ اگر حکم ہو تو میں فیل سے جنگ کروں - بادشاہ نے حکم دیا کہ اچھا - ایک فیل بدمست آیا - بادشاہ نے نول کو خنجر دیکر اوسکے روبرو کیا چند مرتبہ فیل نے اوسکو گرایا مگر ہر مرتبہ اس متہور بیباک نے باوجودیکہ وہ اپنے رفیقوں کی سیاست دیکھ چکا اپنے پانوں جما کر سونڈ میں ایسے مردانہ خنجر لگائے کہ ہاتھی نے اُس پر حملہ کرنے سے منہ پھیر لیا جب بادشاہ نے اوسکی دلیری و مردانگی مشاہدہ کی تو حکم دیا کہ اوسکے احوال سے خبردار رہیں تھوڑے دنوں بعد وہ اپنی بدذاتی اور دون طبعی کے سبب سے اپنی جگہ پر بھاگ گیا۔ یہ بات بادشاہ کو ناگوار ہوئی اوسکو گرفتار کرا کے پھانسی دیدی سعدی نے یہ سچ کہا ہے کہ ؎

عاقبت گرگ زادہ گرگ شود گرچہ با آدمی بزرگ شود

بادشاہ کا فرنگی رتھ میں سوار ہونا اور اجمیر کا بیان

روز سہ شنبہ غرہ ذیقعدہ کو اجمیر میں بادشاہ فرنگی رتھ میں سوار ہوکر نکلا جسمیں چار گھوڑے جتے ہوئے تھے اوسنے حکم دیا کہ اکثر امرا رتھ پر سوار ہوکر میرے ہمراہ ہوں - شام کو موضع دیورائی میں پونے دو کوس چلکر آیا - اہل ہند نے یہ مقرر کر رکھا ہے کہ بادشاہ اور بزرگ ملک گیری کے

قصدسے شرق کو جائیں تو فیل دندان دار پر سوار ہوں اور اگر مغرب کی جانب تو اسپ یک رنگ پر۔ اور اگر شمال کی جانب تو پالکی اور سنگاسن ہیں۔ اور اگر جانب جنوب میں تو رتھ میں سوار ہوں۔ جہانگیر ۵ دن کم تین سال اجمیر میں رہا۔ جہانگیر لکھتا ہے کہ اجمیر اقلیم دوم میں ہے ہوا اس کی قریب بہ اعتدال ہے۔ شرق میں دار الخلافہ آگرہ و شمال میں قصبات دہلی جنوب میں صوبہ گجرات مغرب میں صوبہ ملتان و دیبال پور۔ یہ ولایت ساری ریگستان ہے۔ اس زمین میں بدشواری پانی نکلتا ہے۔ کشت کار کا مدار بارش اور تر زمین پر ہے۔ اوسکے زمستان میں اعتدال ہوتا ہے اوسکا تابستان آگرہ سے ملائم ہے۔ اس صوبہ سے ۸۶ ہزار سوار اور تین لاکھ چار ہزار پیادے راجپوت کارزار کے وقت نکلتے ہیں۔

بادشاہ اجمیر سے منزل بمنزل مالوہ کو چلا۔ راہ میں شکار کھیلتا۔ کشتیاں اس کے ساتھ چھکڑوں میں لدکر چلتی تھیں۔ جہاں کہیں تال جھیل دریا آتا تو ان کشتیوں میں بیٹھ کر آبی جانوروں کا شکار کھیلتا۔ جب راہ میں دہ اودے پور کی منزل میں آیا تو رانا اسکی ملازمت میں آیا۔ نذر دی خلعت پایا۔ قلعہ رنتھنبور میں بادشاہ نے قیدیوں کو جو مدت سے مقید تھے رہا کیا۔ بادشاہ مالوہ کا حال یہ لکھتا ہے کہ مالوہ اقلیم دوم سے ہے اس صوبہ کی درازی ولایت گرہ کی انتہا سے ولایت بانسوالہ تک ۲۴۵ کوس اور عرض اس کا پرگنہ چندیری سے پرگنہ ندربار تک ۲۳۰ کوس اوس کے مشرق میں ولایت مانڈو و شمال میں قلعہ ترور جنوب میں ولایت بگلانہ غرب میں صوبہ گجرات و اجمیر۔ یہ ولایت نہایت پر آب و خوش ہوا ہے پانچ دریا سوا نہروں و ندیوں و چشموں کے اسمیں جاری ہیں۔ دریا یہ ہیں۔ گوداوری بھیما۔ کالی سند۔ نیرا۔ نربدا۔ ہوا اس کی اعتدال کے قریب ہے۔ اس ولایت کی زمین اپنی اطراف کی نسبت بلند ہے۔ قصبہ دہار میں کہ اس ملک کا مشہور مقام ہے تاک میں دو دفعہ انگور لگتے ہیں اس کی کشاورز و محترفہ بے صلاح نہیں رہتے۔ اس ولایت کی جمع ۲۴ کروڑ ستر لاکھ دام ہے اور اس ولایت میں کام کے وقت نو ہزار تین سو کئی سوار اور چار لاکھ ستر ہزار تین سو پیادے ایک سو ز نجیر فیل کے ساتھ نکلتے ہیں۔

اجمیر سے مانڈو ۱۵۹ کوس ہے اس فاصلہ کو بادشاہ نے چار ماہ دو دن میں طے کیا ۸۹ کوچ اور ۷۰ مقام۔ ان ۸۹ کوچوں میں بحسب اتفاق ایسی دلکش جگہوں میں منازل ہوئیں جو تالابوں اور ندیوں اور نہروں کے کنارہ پر واقع ہوتیں۔ ان میں درخت و سبزہ کثرت سے ہوتے خشخاش زار کھلے ہوتے۔ کوئی دن ایسا نہ ہوتا کہ کوچ و مقام میں شکار نہ ہوتا مجھے اس سفر میں ذرا تکان نہ ہوا یہ معلوم ہوتا تھا کہ ایک باغ سے دوسرے باغ میں گیا۔ مانڈو کا حال بادشاہ لکھتا ہے کہ مالوہ کی سرکاروں میں مانڈو مشہور سرکار ہے اوسکی جمع ایک کروڑ اوتیس لاکھ دام ہے۔ مدتوں تک سلاطین کا تخت گاہ وہ رہا ہے۔ سلاطین قدیم کی بہت سی عمارتیں برپا وہر جا ہیں اون میں ابتک کچھ نقصان نہیں ہوا۔ ۲۳ کو میں ان عمارتوں کی سیر کو گیا اول جامع مسجد میں گیا۔ سلطان ہوشنگ غوری نے اوس کو تعمیر کیا تھا تو اوس کی تعمیر پر ایک سو اسی سال گذر گئے ہیں لیکن یہ معلوم ہوتا ہے کہ آج ہی راج اوسکو بنا کے اُٹھے ہیں۔ یہ عمارت بڑی عالیشان ہے۔ ساری تراشیدہ سنگوں سے بنی ہے۔ پھر حکام خلجیہ کے مقبرہ میں گیا وہاں روسیاہ ابدالآباد نصیر الدین ابن غیاث الدین کی قبر بھی تھی یہ مشہور ہے کہ اس بے سعادت نے اپنے باپ غیاث الدین کو جو اسی سال کا بوڑھا تھا مارنے کے لئے دو دفعہ زہر دیا۔ باپ پاس زہر مہرہ تھا اُس سے اوس نے دفع کیا۔ تیسری مرتبہ شربت کا پیالہ زہر سے ملا ہوا اپنے ہاتھ سے باپ کو دیا اور کہا کہ اس کو آپ پیجئے۔ جب باپ نے دیکھا کہ بیٹا میرا مرنا ہی چاہتا ہے تو اول زہر مہرہ کو اپنے بازو سے کھول کر اُس کے آگے ڈالدیا اور خالق بے نیاز کی درگاہ میں عجز و نیاز کے ساتھ یہ زبان پر لایا کہ اے خدا میری عمر اب اسی سال کی ہوئی اور اس مدت کو میں نے دولت و عشرت و کامرانی سے گذارا کہ کسی بادشاہ نے ایسی زندگی نہ بسر کی ہوگی اب میرا بازپسیں کا زمانہ ہے امیدوار ہوں کہ نصیر سے میرے خون کا مواخذہ تو نہ کرے اور میری موت کو اجل مقدر پر حساب کرے اس سے بازخواست نہ کرے۔ یہ کلمات کہکر اس شربت کے پیالہ کو بالکل پی گیا اور جان آفرین کو جان سپرد کی۔

مشہور ہے کہ جب شیر خاں افغان اپنے ایام حکومت سلطنت میں یہاں آیا باوجود

[illegible]

جیوان طبعی سے اوس نے اپنے ہمراہیوں کی جماعت کو حکم دیا کہ نصیر کی قبر پر لکڑیاں ماریں
میں بھی جب اُس کی قبر پر گیا تو کئی لاتیں اوس کی قبر پر ماریں - اور اپنے ہمراہیوں سے کہا کہ وہ
بھی اس قبر پر لاتیں لگائیں مگر میری خاطر کو اوس سے تسکین نہیں ہوئی تو میں نے حکم دیا کہ اوس
کی قبر کو پھاڑ کر اُس کے ناپاک اجزا کو آگ میں ڈال دیں - لیکن پھر مجھے یہ خیال آیا کہ آتش تو
انوار الٰہی میں سے ایک نور ہے حیف ہے کہ اس کا جسم کثیف اس جوہر لطیف کے ساتھ آلودہ ہو
مبادا اس جلانے سے اُس کے عذاب میں تخفیف ہو اس لئے میں نے حکم دیا کہ اس کے فرسودہ
استخوانوں کو مع اجزاء خاک شدہ کے دریاء نربدا میں بہا دیں - ایام حیات میں طبیعت میں
حرارت غالب تھی ہمیشہ پانی میں پڑا رہتا تھا - اب ایک سو بیس برس بعد یہ واقعہ پیش آیا کہ
اوس کے اجزاء فرسودہ بھی پانی میں مل گئے۔

کہتے ہیں کہ شکارگاہ قدیم میں بادشاہ کے ہمراہ نورمحل ہمراہ تھی - قراول احاطہ بارہ میں ایک بڑا
قوی ہیکل شیر گھیر کر لائے تھے - بادشاہ پر خواب معتاد کا غلبہ تھا وہ استراحت میں تھا - بندوق
خاصہ فتیلہ روشن کے ساتھ مسند خاص پاس رکھی ہوئی تھی - نورمحل مع دو تین خواص کے برسم
پرستاروں کے بادشاہ کے اطراف میں بیٹھی ہوئی تھیں اس اثنا میں بارہ سے شیر دہاڑتا ہوا
باہر آیا - زمانہ قدیم میں اس بات کی بڑی تقید رہتی تھی کہ سلاطین ہندوستان کی پردگیان حرم
اور پرستاران خاص سواری اسپ و تیر و تفنگ اندازی میں مشق کیا کریں - نورجہاں اس فن
سے ماہر تھی - جونہیں شیر دور سے محل کلاں کی نظر میں آیا تو اُس نے بندوق جھکا کے
شیر کی پیشانی پر گولی ماری کہ شیر گونج کر ایک نیزہ اوچھل پڑا اور زمین پر لوٹنے لگا - بادشاہ
شیر کے دہاڑنے اور بندوق کی آواز سے جاگا اور شیر کو پڑا ہوا دیکھا اور رانی کو دیکھا کہ خوشی
خوشی بندوق ہاتھ میں لئے ہوئے ہے اور نورمحل لرزاں و ترساں گریزاں ہے بادشاہ نے رانی
کلاں کو آفریں کر کے گلے لگایا - اور اوس پر مہربانی زیادہ کرنی شروع کی اور نورجہاں کو
تشنیع کی اور اوس پر توجہ کم کی - والدہ نورجہاں فراست و عقل میں عورتوں میں ممتاز تھی
اوس - نے تدبیر دانشمندی سے ایک تقریب میں کہا کہ حضرت امیر المومنین مرتضیٰ علی سے روایت ہے کہ

بعض صفات حمیدہ ایسی ہیں کہ وہ مردوں کے لئے نیک شمار کی جاتی ہیں اور اُن میں اُن کی تعریف ہوتی ہے۔ لیکن عورتوں کے باب میں عیب گنتے ہیں۔ یہ صفات شجاعت و سخاوت کی ہیں۔ غرض یہ بات جہانگیر کی خاطر نشان کی تو وہ بدستور سابق نورجہاں پر مہربان ہوا۔ اور اوس روز سے نورجہاں نے غیرت کے سبب سے بندوق کا استعمال کیا اور تھوڑے دنوں میں اوسکی مشق کرلی۔ آگے اس کے شیرافگنی کا بیان آئیگا۔

جہانگیر لکھتا ہے کہ میرے دل میں آیا کہ ابتداء سن تمیز سے ابتک جو شکار کئے ہیں اون کا شمار کیا جائے اس لئے واقعہ نویسوں و مشرفان شکار و قراولان عملہ و فعلہ کو یہ خدمت سپرد کی کہ وہ تحقیق کرکے ہر جنس کے جانور جتنے شکار ہوئے ہیں اُن کے مجموعہ کا حال مجھے سنائیں تو اونھوں نے مجھے بتلایا کہ میری بارہ برس کی عمر ۹۸۸ھ میں تھی اس سال ۱۰۲۷ھ میں پچاس برس کی عمر ہے اس مدت میں میرے روبرو ۲۸۵۲۳ شکار ہوئے ہیں اور اُن میں سے ۱۷۱۶۷ شکار خود بندوق وغیرہ سے میں نے مارے ہیں جنکی تفصیل یہ ہے۔

شیر	۸۶	ریچھ۔ چیتہ۔ لومڑی۔ اودبلاؤ کفتار	۸۸۹
مہاگوزن	۳۵	سیاہ ہرن چیکارہ چیتل۔ بزکوہی وغیرہ	۱۶۷۰
نیل گائے	۹	قوچ و آہوے سرخ	۲۱۵
بھیڑیے	۶۴	گاؤمیش صحرائی	۳۶
سوُر	۹۰	رنگ	۲۶
قوچ کوہی	۲۲	ارغلی	۳۲
گورخر	۶/۳۱۴	خرگوش	۲۳/۲۸۹۱

کل میزان چوپایوں کے شکار کی ۳۲۰۳

کبوتر	۱۰۳۴۸	لگڑ	۳	جگڑ	۲	غلیواز چغد قوطان موش جوز		۶۹
ابابیل	۴۱	کنجشک	۲۵/۳۸	الو	۳۹/۳۴	مرغابی		۱۵۰/۲۲۹
زاغ	۳۲۷۶/۱۳۹۶۵	میزان کل	۱۳۹۵۴	گرچھ	۱۰	میزان کل		۱۷۱۶۷

جہانگیر ہاتھی کا شکار کبھی نہیں کھیلا تھا اوس کو آبی جانوروں کے مارنے کا شوق ہوا۔

جب بادشاہ کے حسب دلخواہ پرویز سے لشکر دکن کی سرکردگی نہ ہوسکی تو اوس کو الہ آباد کا صوبہ کیا شاہزادہ خرم کو اوس کی جگہ مقرر کیا اور اوس کی پشت گری کے لئے خود مالوہ کا قصد کیا۔ جسکا اوپر بیان ہوا۔ شاہزادہ خرم نے آب نربدا پر پہنچنے سے پہلے علامی افضل خاں و راجہ بکرماجیت کو نظام الملکی و عادل خانی وکلا کے ساتھ جو اوس پاس حاضر تھے ملک عنبر و عادل خاں پاس بطریق سفارت بھیجا اور اون کو فرمان لکھا جسمیں تہدید و وعدہ وعید کے اور یہ اشعار لکھے کہ

دو شعلہ زیک شمع دارم بچنگ — یکے نور صبح و یکے نار جنگ

بود نور صبح شبستان فروز — و لے نار جنگم بود خانہ سوز

اور حکم دیا کہ اول عادل خاں پاس دونو جائیں۔ عادل خاں نے جب وہ آئے اطاعت قبول کی اور بعض محال جو بادشاہی لشکر سے اوس کے ملازموں نے چھین لئے تھے واپس حوالہ کرنے کا وعدہ کیا اور عنبر کو بھی حکم کی انقیاد کی باب میں جیسا کہ لکھنا چاہئے تھا اوس نے لکھا

اسی سال میں یہ خبر بھی آئی تھی کہ قدم پنگانہ بنگاہ افریدی افغان جو دولت خواہ و فرمانبردار تھا اور کتل خیبر کی راہداری اس سے تعلق رکھتی تھی تھوڑے توہم سے اس نے اطاعت کے دائرہ سے باہر قدم رکھا اور فساد کے لئے سر اوٹھایا اور ہر تھانے میں اپنی جماعت کو بھیجا۔ جہاں وہ خود اور اوس کے آدمی گئے۔ وہاں کے آدمیوں کو غفلت کے بیچ قتل و غارت کیا ایک خلق کثیر کو اوس نے ضائع کیا۔ اس بے عقل افغان کے سبب سے کوہستان۔ افغان کے درمیان ایک ڈنڈ مچ گیا۔ اس افغان کا بھائی ہارون اور بیٹا جلالہ دونو بادشاہ کے پاس تھے اون کو بادشاہ نے قلعہ گوالیار میں محبوس کیا اور افغانان پنگانہ بنگاہ نے عبد السبحان برادر خان عالم کو ایک تھانہ میں مار ڈالا۔ خان عالم کو اس قضیہ کے چکانے کا حکم ہوا۔

۱۲۔ ربیع الاول [illegible] مطابق ۱۰۔ مارچ [illegible] کو نوروز کا معمولی جشن ہوا۔ شاہزادہ خرم نے باپ کو لکھا کہ سفر کے سبب نذر کا سامان نہ ہوسکا اس لئے نذر معاف کیجائے۔ اسلئے

شاہزادہ پرویز شاہزادہ خرم و دکن۔

کوہستان و افغانستان کا فساد

نوروز دوازدہمین [illegible] ۱۲

بادشاہ نے جشن کی نہولی نذریں خرم کو اور اور امرا کو معاف کردیں۔

تمباکو

جہانگیر لکھتا ہے کہ اکثر طبیعتوں اور مزاجوں میں تنباکو کا استعمال فساد پیدا کرتا تھا اس لئے میں نے حکم دیدیا کہ کوئی شخص تنباکو کا استعمال نہ کرے اور میرے بھائی شاہ عباس نے بھی تنباکو کے ضرر سے اس پر مطلع ہوکر ایران میں حکم دیدیا کہ کوئی شخص تنباکو کا استعمال نہ کرے۔ خان عالم جو میرا ایلچی شاہ ایران پاس موجود تھا وہ تنباکو کے استعمال کا بہت درپے اختیار تھا علی سلطان ایلچی شاہ ایران نے اپنے بادشاہ پاس عرض داشت بھیجی کہ خان عالم تنباکو کے بدون ایک دم نہیں رہ سکتا تو اوسکی عرضداشت پر بادشاہ نے یہ لکھا ہے

دوست یار میخواہد کند اظہار تنباکو ... ز شمع وفا روشن کنم بازار تنباکو

اس بیت کے جواب میں خان عالم نے یہ شعر لکھ کر بھیجا۔

من بیچارہ عاجز بودم از اظہار تنباکو ... ز لطف شاہ عادل گرم شد بازار تنباکو

ہندوستان میں امریکہ سے تنباکو آیا تھا۔ اطبا نے اوس کے احوال کی تشخیص تجویز کرکے اوس کی دود کشی بطور معمول بعض امراض کے لئے مناسب جانی۔ رفتہ رفتہ وہ سب کی طبائع کا مرغوب ہوا اور اوس کا تخم جو ملک ہند میں بویا گیا تو اس قدر پیدا ہوا کہ اوس کی محاصلات کو اور اہتمام پر تفوق ہوا۔ عہد جہانگیری میں اوس کا زیادہ رواج ہوا۔ اوس کی دود کشی کے آرزومند بہت آدمی ہوئے۔ اور سب ماکولات ومشروبات پر اوس کو تقدم ہوا اور مہمانوں کے لئے احضار اور اخلاص مندوں کا بہترین تحفہ بنا۔ اور اوس کی لوگوں کو ایسی عادت ہوگئی کہ اوس کا طالب کھانے کو ترک کردے مگر تنباکو چھوڑنا اوس کو بہت دشوار ہو۔ جتنا وہ تلخ زیادہ ہو اتنا ہی وہ طالبوں کے مذاق میں گوارا تر ہو اور نرخ اوس کا گراں تر ہو

بیمار کیسکہ ہو ادہش از دل و جان ... کیا سبب کہ یو کہ اور اکم نمود حسنت

اوس کے نفع وضرر اپنے مشورہ میں کہ بیان کی حاجت نہیں۔ وہ انسان کی دولت کو آگ سے کم کو آگ لگاتا ہے۔ میرا ملتا خرم نے یہ غلط لکھا ہے اس جگہ کہ یہ جو تصویر جہانگیر کا برشتہ کرا تا

یا کچھ اور سزا دیتا۔

نورجہاں کا شیروں کا شکار کرنا۔

قراولوں نے چار شیروں کو گھیرا تھا۔ میں اپنے محل کے ساتھ شکار پر متوجہ ہوا جب شیر نظر آئے تو نورجہاں نے التماس کی کہ اگر حکم ہو تو میں شیروں کو بندوقوں سے ماروں میں نے کہا کہ اچھا اُس نے دو شیروں کو بندوق سے مارا اور باقی دو میں سے ہر ایک کو دو دو تیر مار کر نیچے گرا دیا۔ ایک ایک مارنے میں ان چاروں شیروں کا قالب جان سے خالی کیا۔ ایسی تفنگ اندازی اب تک دیکھنے میں نہیں آئی تھی کہ ہاتھی کے اوپر سے عماری کے اندر سے چھ تیر پھینکے جن میں سے ایک خطا نہ کرے۔ چار درندوں کو ہلنے اور لوٹنے کی فرصت نہ دی۔ اس کمانداری کے جلدو میں ایک ہزار اشرفی نثار کی اور ایک جوڑی پہنچی الماس قیمتی ایک لاکھ روپیہ کی نورجہاں کو مرحمت کی۔

دکن کے باب میں عرضداشت شاہزادہ خرم و عادل خاں حاکم بیجاپور۔

شروع سال میں سید عبداللہ خاں بارہ شاہزادہ خرم کی عرضداشت لیکر بادشاہ کی خدمت میں آیا اس میں لکھا تھا کہ عادل خاں وعنبر اور دکن کے اور سرکشوں نے اطاعت و عبودیت اختیار کی اور اپنی تقصیرات کے عذر قبول کرنے کی استدعا کی اور احمدنگر اور اور قلعوں کی کنجیاں جن پر عنبر متصرف تھا ملازمان شاہی کو حوالہ کیں۔ اور جو ولایت کہ ہاتھ تلے سے نکل گئی تھی وہ اولیائے دولت کے تصرف میں آئی۔ مفسدین جو استکبار کا دم بھرتے تھے عجز و نیاز سے انکسار اظہار کرکے باج سپار اور خراج گزار ہوئے۔ جہانگیر یہ مژدہ سنکر نہایت خوش ہوا اور شادیانے کے نقارے بجوائے۔ سید عبداللہ خاں کو سیف خاں کا خطاب دیا اور شہزادہ کے لئے ایک لعل بے بہا بھجوایا۔ اور عادل خاں کے نام فرمان جاری کیا جس میں یہ شعر جہانگیر نے اپنا طبع زاد لکھا تھا ؎

شدی از التماس شاہ خرم ... بفرزندی ما مشہور عالم

اس فرمان کے آنے پر عادل شاہ نے افضل خاں اور بکرماجیت کے ہاتھ ڈیڑھ لاکھ ہن اور دو لاکھ روپیہ کے جواہر اور پچاس ہاتھی اور پچاس گھوڑے عراقی و عربی کل نقد و جنس پندرہ لاکھ روپیہ کے پیشکش بھیجی۔ اور سفیروں کو دو لاکھ روپے دئے۔ قطب الملک نے بھی اسی قدر روپیہ کی

پیش کش بھیجی۔ غرض جہانگیر کے پاس دکن سے ایسی پیش کشیں آئیں کہ کبھی پہلے اب تک کسی بادشاہ پاس نہیں آئی تھیں۔

جب صوبہ دکن کی مہمات سے شاہزادہ خرم کی بالکل خاطر جمع ہوئی تو برار و خاندیس و احمدنگر کی صاحب صوبگی سپہ سالار خانخاناں کو سپرد ہوئی۔ اور اوس کے بیٹے شہنواز خاں جو حقیقت میں جوان خانخاناں تھا بارہ ہزار سواروں کے ساتھ ولایت مقبوضہ بالاگھاٹ نظام الملکی کے انتظام وضبط کے لئے مقرر ہوا۔ اور ہر جا وہر محل میں جاگیر پر معتبر آدمی مقرر کئے گئے غرض یہاں کا بندوبست جیسا کہ لائق اور مناسب تھا کیا گیا۔ جس قدر لشکر شاہزادہ خرم پاس تھا اوس سے تیس ہزار سوار و سات ہزار پیادے برق انداز یہاں انتظام کے لیے متعین کئے گئے اور باقی سپاہ پچیس ہزار سوار دو ہزار توپچی ہمراہ لیکر شہزادہ بادشاہ سے ملنے گیا۔

۱۱۔ شوال ۱۰۲۶ھ کو بادشاہ کی خدمت میں وہ حاضر ہوا۔ آداب کورنش و زمین بوس کے بعد اس کو بادشاہ نے جھروکہ پر طلب کیا اور غایت محبت و شوق سے بے اختیار اپنی جگہ سے اُٹھ کر اوس کو گلے لگایا۔ جس قدر ادب اور فروتنی میں وہ زیادہ مبالغہ کرتا تھا بادشاہ اتنا ہی زیادہ اس پر عنایت و شفقت کرتا تھا۔ باپ نے بیٹے کو اپنے پاس بیٹھنے کا حکم دیا۔ شہزادے نے ہزار اشرفی و ہزار روپیہ بطور نذر کے اور ہزار روپیہ برسم تصدق کے پیش کیا۔ چونکہ وقت اس کا مقتضی نہ تھا کہ وہ اپنی ساری پیش کش روبرو کرتا۔ صرف فیل سرناک کو کہ عادل خاں کے فیلوں کی پیش کش کا سر حلقہ تھا اور صندوقچہ جواہر نفیس کو اوس وقت نذر میں گذرانا۔ بعد اس کے بخشیوں کو حکم ہوا کہ امرا جو شاہزادہ کے ساتھ آئے ہیں بہ ترتیب منصب ملازمت میں آئیں۔ اول خان جہاں نے سعادت ملازمت سے سرافرازی پائی اوس کو بادشاہ نے اوپر بلا کر قدمبوسی کی دولت سے ممتاز کیا ہزار مہر و ہزار روپیہ و صندوقچہ جواہر اور مرصع آلات سے بھرا ہوا پیش کش میں دیا۔ اس کی پیش کش سے بادشاہ نے پینتالیس ہزار روپیہ کی قیمت کی چیزیں پسند کیں۔ بعد ازاں عبداللہ خاں آستان بوس ہوا سو مہر نذر دیں پھر مہابت خاں زمین بوس ہوا۔ سو مہر و ہزار روپیہ نذر کیا۔ اور ایک گرہ جواہر و مرصع آلات کی پیشکش میں دی۔

جس کی قیمت ایک لاکھ تیس ہزار روپیہ تھے از انجملہ ایک لعل گیارہ مثقال کا تھا وہ ایک فرنگی اجمیر میں بیچنے لایا تھا۔ دو لاکھ روپیہ قیمت مانگتا تھا۔ اور جوہری اوس کی اسی ہزار قیمت آنکتے تھے اس واسطے اوس کا سودا نہ بنا۔ اولٹا لے گیا۔ جب وہ برہان پور میں آیا تو مہابت خاں نے اوسے ایک لاکھ روپیہ کو خریدا۔ بعد ازاں راجہ بہار سنگھ نے ملازمت کی ہزار روپیہ اور قدرے جواہر مرصع آلات پیش کش میں گذرانے ایسے ہی داراب خاں پسر خانخاناں و سردار خاں برادر عبد اللہ خاں وشجاعت خاں عرب و دیانت خاں و شہباز خاں و معتمد خاں بخشی و اودا رام کہ نظام الملکی سرداروں میں معتمد تھا اور شاہزادہ خرم کے قول پر آیا تھا اور دولت خواہوں کی سلک میں منتظم ہوا تھا اور اور الفیہ ترتیب منصب ملازمت کی بعد ازاں عادل خاں کے وکلا زمیں بوس ہوئے پہلے اس سے شاہزادہ خرم کو فتح رانا کی جلدو میں منصب بست ہزاری وہ ہزار سوار مرحمت ہوا تھا اور جب دکن کی تسخیر کے لئے روانہ ہوا تھا خطاب شاہی سے مخصوص ہوا۔ اب اس شائستہ خدمت کے جلدو میں منصب سی ہزاری و بیس ہزار سوار اور خطاب شاہجہاں عنایت ہوا۔ اور حکم ہوا کہ تخت کے نزدیک ایک صندلی بچھائی جایا کرے اوس پر وہ بیٹھا کرے۔ اسی شہزادہ کے حال پر یہ خاص عنایت ہوئی۔ خاندان تیموریہ میں یہ رسم پہلے نہ ہوئی تھی۔ اور پچاس ہزار کا خلعت عنایت ہوا۔ نور جہاں نے بھی شاہجہاں کی فتح کا جشن کیا اور تین لاکھ روپیہ خرچ کیا شاہجہاں نے دو لاکھ روپیہ کی پیش کش اپنی والدہ نور جہاں کو دی اور ساٹھ ہزار روپیہ اور اوس ماؤں کو نذر کیا اور اوس کی نذروں میں سے بیس لاکھ روپیہ کی نذریں قبول ہوئیں۔ غرض بائیس لاکھ ساٹھ ہزار روپیہ اوسکا نذروں میں خرچ ہوا۔

کبوتروں کی نامہ بری

جہانگیر نے سنا تھا کہ خلفاء بنی عباس بغدادی کبوتروں کو نامہ بری سکھاتے تھے بادشاہ نے بھی کبوتر بازوں کو حکم دیا کہ کبوتروں کو یہ کام سکھائیں۔ ان کبوتر بازوں نے چند جوڑے ایسے آموختہ کئے کہ اول روز میں مانڈو سے وہ پرواز کرتے۔ اگر بارش کی کثرت ہوتی تو دو پہر میں اور نہیں ڈیڑھ پہر میں اور اگر ہوا صاف ہوتی تو اکثر ایک پہر میں اور بعض کبوتر

چار گھڑی میں برہان پور میں پہنچ جاتے۔

امراءِ دکن کا عنبر سے جدا ہونا

جب شہنواز خاں ملک عنبر سے لڑنے گیا ہے تو آدم خاں حبشی و جادو راے و بابو راے کانیٹھ و داد ارام اور چند اور امرا نظام الملکی ملک عنبر سے جدا ہو کر شہنواز خاں پاس آئے تھے عنبر کی شکست کے بعد عادل خاں کی ملائمتوں سے اور ملک عنبر کے فریب سے اونہوں نے بادشاہ کی دولت خواہی ترک کی۔ عنبر نے آدم خاں سے قرآن کی قسم کھا کر اوس کو دہوکا دیا اور فریب سے پکڑ کر قلعہ دولت آباد میں محبوس کیا۔ اور پھر مار ڈالا۔ بابو راے کانیٹھ اور اودا رام عادل خاں کی سرحد میں گئے۔ عادل خاں نے ان کو اپنے ملک میں راہ نہ دی۔ چند روز بعد بابو راے کانیٹھ کو ایک دوست نے فریب دیکر مار ڈالا۔ عنبر نے اودا رام سے لڑنے کے لئے لشکر بھیجا اودا رام نے اوسکو شکست دی۔ اور وہ مع اہل عیال شاہجہاں پاس چلا آیا۔ بڑا منصب پایا۔

جہانگیر کا سفر گجرات

جہانگیر نے اپنی مدت عمر میں فیل کا شکار نہیں کیا تھا اور اوس کو ولایت گجرات کے دیکھنے اور دریاے شور کے تماشے کا بڑا شوق تھا اور قراولوں نے جا کر فیل ہاے صحرائی کو دیکھ کر شکار کی جگہ قرار دی تھی تو اوس کے دل میں آیا کہ احمد آباد کی سیر اور سمندر کا تماشا دیکھے اور مراجعت کے وقت کہ ہوا گرم ہوگی اور فیل کے شکار کا موسم ہوگا۔ اس شکار کو کر کے دار الخلافہ میں آئے۔ وہ مانڈو سے ماہ آبان میں صوبہ گجرات کو چلا۔ منزل بہ منزل طے کر کے یکم دی کو تال جسود (جہنود) میں پہنچا۔ اس منزل میں راے مان سردار پیادہ ہاے خدمتی روہو مچھلی کا شکار کر کے لایا۔ بادشاہ کو مچھلی کا گوشت بہت پسند تھا خصوصاً روہو مچھلی کا کہ ہندوستان میں سب قسم کی مچھلیوں میں بہتر ہے۔ اور گیارہ مہینے سے باوجود تلاش کے اوس کو یہ مچھلی بھی ہاتھ نہ آئی تھی اوسے کھا کر وہ بہت خوش ہوا۔ اور راے مان کو ایک گھوڑا انعام دیا اگرچہ گجرات کی حد وا باد (دابادا صل میں دوحد ہے وہاں سے مالوہ و گجرات کی راہیں جدا ہوتی ہیں) سے شروع ہوتی ہے مگر کل چیزوں میں صریح اختلافات ظاہر ہوتا ہے۔ صحرا اور ہے زمین اور ہے آدمیوں کی وضع ہی نرالی ہے زبانیں ہی کچھ اور ہیں۔ جو راہ میں جنگل نظر آتے ہیں ان میں درخت میوہ دار مثل انبہ و کھرنی و تمر ہندی کے لگے ہیں

زراعت کی محافظت کا مدار زقوم کی خاربست پر ہے۔ مزارعین اپنے مزرعہ کے گرد زقوم لگاتے ہیں اور ہر قطعہ زمین کو جدا کرتے ہیں اور درمیان میں آمد و رفت کا راستہ چھوڑ دیتے ہیں۔ یہ سارا ملک ریگستان ہے۔ تھوڑی آمد و رفت و ازدحام سے اس قدر گرد و غبار اُڑتا ہے کہ آدمی کا چہرہ مشکل سے نظر آتا ہے۔ اس لئے بادشاہ نے کہا کہ احمد آباد کا نام اب سے گرد آباد رکھنا چاہئے

کھنبایت کی وجہ تسمیہ

جہانگیر لکھتا ہے کہ ساحل دریائے شور پر میں آیا۔ کھنبایت بڑا پرانا بندرگاہ ہے برہمن کہتے ہیں کہ کئی ہزار سال اس کی بنا پر گذر گئے ہیں ابتدا میں اس کا نام تربناوتی تھا اس میں راجہ تربنگ کنوار حکومت کرتا تھا۔ اگر راجہ کے باب میں جو برہمن کتھا بکھانتے ہیں وہ لکھی جائے تو طول ہو اس لئے مجملاً یہ بیان ہے کہ جب اس کے پوتے پڑوتے راجہ ابھے مان پر ریاست کی نوبت آئی تو قضاء آسمانی سے اس شہر پر ایک بلا نازل ہوئی اس قدر گرد اور خاک کا طوفان اُٹھا کہ تمام عمارات اور منازل شہر خاک کے نیچے چھپ گئیں اور آدمیوں کی حیات کی بنیاد زیر و زبر ہوئی اس بلا کے نازل ہونے سے پہلے ایک بت نے جس کی پرستش راجہ کرتا تھا راجہ کو اس حادثہ کے آنے کی اطلاع دی تھی راجہ مع اپنے اہل و عیال کے جہاز میں چلا آیا تھا اور اس بت کو مع ستون کے ساتھ لایا تھا۔ اتفاقاً جہاز بھی طوفان بلا سے شکستہ ہوا۔ مگر راجہ کی زندگی باقی تھی اس ستون کے ذریعہ سے اس کی کشتی وجود ساحل سلامت پر پہونچی۔ اوس نے پھر اس شہر کی تعمیر کا ارادہ کیا اور اس ستون کو آبادانی کی علامت کے لئے اور آدمیوں کے جمع ہونے کے لئے کھڑا کیا۔ ہندی زبان میں ستون کو کھنبہ و استنبہ کہتے ہیں۔ اس نسبت سے تھنبت نگری اور کھنباوتی اوس کو کہنے لگے۔ یا راجہ کے نام کی مناسبت سے تربناوتی کہتے ہوں۔ کھنباوتی کثرت استعمال سے کھنبایت ہو گیا۔ ہندوستان کے بڑے بندروں میں سے وہ ہے اور دریائے عمان کے جوروں میں سے ایک جور میں واقع ہے۔ اس جور کا عرض سات کوس اور طول قریب چالیس کوس کے تخمیناً ہے جور میں جہاز نہیں آتا۔ بندر گوگہ میں کہ کھنبایت کے توابع سے ہے اور سمندر کے قریب ہے۔ جہاز لنگر ڈالتے ہیں اور وہاں سے اسباب کو غرابوں میں بھر کر بندر کھنبایت میں

لاتے ہیں اور اس طرح جہازوں میں اسباب لادنے کے لئے غرابوں میں اسباب لے جاتے ہیں بادشاہ کے آنے سے چند غراب بنادر فرنگ سے کھنبایت میں آئے تھے اور خرید فروخت کرتے تھے اور مراجعت کا ارادہ رکھتے تھے یکشنبہ کو وہ سب غرابوں کو آراستہ کرکے بادشاہ کے روبرو لائے اور رخصت لیکر اپنے مقصد پر متوجہ ہوئے۔ بادشاہ نے خود ایک غراب میں بیٹھ کر ایک کوس سمندر کی سیر کی۔

تمغا

سلاطین گجرات کے زمانہ میں اس بندر کا تمغا بہت تھا اور اب شاہ جہانگیر کا حکم تھا کہ چالیسویں حصہ سے زیادہ تمغا نہ لیا جائے اور بنادر میں دسواں اور آٹھواں حصہ لیتے تھے اور تجار اور آنے جانے والوں کو طرح طرح کی تکالیف دیتے تھے اور مراجعت کرتے تھے جدہ کہ بندر مکہ ہے چوتھائی لیتے تھے بلکہ اوس سے زیادہ اس پر قیاس کرنا چاہئے کہ حکام سابق کے زمانہ میں بنادر گجرات سے کس قدر روپیہ لیا جاتا تھا اب جہانگیر نے کل ممالک محروسہ سے تمغا کہ حساب سے باہر ہے معاف کردیا اور اس کی قلمرو میں تمغا کا نام مٹ گیا۔

کھنبایت میں سکہ

ان دنوں میں بادشاہ نے حکم دیا کہ مہر و روپیہ سے آدھا سکہ ٹنکہ طلا نقرہ جاری کیا جائے ٹنکہ طلائی کی ایک طرف لفظ جہانگیر شاہی سنہ ۱۰۲۷ اور دوسری جانب ضرب کھنبایت سنہ ۱۲ جلوس منقش ہوا اور سکہ ٹنکہ نقرہ میں ایک رخ پر ٹنکہ کے درمیان میں لفظ جہانگیر شاہی سنہ ۱۰۲۷ اور دور پر یہ مصرع ٭ بزر این سکہ زد شاہ جہانگیر ظفر پرتو ٭ اور دوسرے رخ پر ٹنکہ کے درمیان ضرب کھنبایت سنہ ۱۲ جلوس اور دور میں یہ مصرع دوم ٭ پس از فتح دکن آمد چو در گجرات از مانڈو ٭ کسی عہد میں ٹنکہ سوا تانبے کے سکہ نہ ہوا۔ طلا و نقرہ کا ٹنکہ جہانگیر کا اختراع تھا نام اوس کا ٹنکہ جہانگیری تھا۔ اب بادشاہ احمدآباد کی طرف چلا راہ میں بادشاہ نے دیکھا کہ اہل گجرات کا قاعدہ ہے کہ وہ دیواریں بنا دیتے ہیں کہ بوجھ اوٹھانے والے تھک جاتے ہیں تو اسپر اپنا بوجھ دوسرے کی مدد بغیر رکھ دیتے ہیں اور اوٹھا لیتے ہیں بادشاہ کو اہل گجرات کا اس طرح دیوار بنانا بہت خوش معلوم ہوا۔ اوس نے سارے مجھے

بوجھ رکھنے کے لیے دیوار بنانا

بڑے شہروں میں اس قسم کی دیواریں پادشاہ کی طرف سے بنانے کا حکم دے دیا چنانچہ ان میں سے بعض ابتک آگرہ میں موجود ہیں۔ وصلوں کو گاڑکر ایک بڑی سل رکھ دیتے ہیں۔ پادشاہ مانڈو سے کھنبایت جس راہ سے گیا وہ ۱۲۴ کوس تھی ۲۸ کوچ اور ۳۰ مقام کئے اور اور کھنبایت میں پادشاہ دس روز رہا اور کھنبایت سے احمدآباد ۲۱ کوس ہے پانچ کوچ دو مقام میں طے کئے مجملاً اس سفر کا بیان یہ ہے کہ مانڈو سے کھنبایت تک اور کھنبایت سے احمدآباد تک ۱۴۵ کوس دو مہینے پندرہ روز میں طے کئے ۳۳ کوچ ۴۲ مقام۔

جہانگیر لکھتا ہے کہ احمدآباد کی تعریف جیسی سنی تھی ویسا اوس کو نہ دیکھا اگرچہ بازاروں کے رستے عریض و وسیع ہیں لیکن دکانیں وسعت بازار کی مناسبت سے نہیں بنائیں عمارتیں اوس کی سب لکڑی کی ہیں دکانوں کے ستون پتلے۔ کوچہ و بازار پر گرد و غبار عمارات شاہی خراب و ویران۔

فتح خوردہ

مکرم خاں ولد معظم خاں صاحب صوبہ اڑیسہ کی عرضی آئی کہ اوس نے ولایت خوردہ کو فتح کیا اور وہاں کا راجہ راج چندر و بھاگ گیا۔ خانزادوں میں مکرم خاں لایق تربیت تھا۔ اوس کے منصب کا اضافہ ہوا اور سہ ہزاری ذات و دو ہزار سوار ہوا نقارہ و اسپ و خلعت سے سرفراز ہوا ولایت اڑیسہ اور گولکنڈہ کے درمیان دو زمیندار تھے۔ ایک راجہ خوردہ دوم راجہ مہندرہ۔ ولایت خوردہ تو خود پادشاہی ملازموں کے تصرف میں آئی امید ہے کہ راج مہندرہ بھی قبضہ شاہی میں آجائے۔

سیوڑوں کا اخراج

سیوڑوں کا گروہ اکثر بلاد ہند میں ہوتا ہے۔ خصوصاً ملک گجرات میں جہاں سونے کی خرید و فروخت کا مدار بنیوں پر ہے اور وہ ان سیوڑوں کے بڑے معتقد ہوتے ہیں اس لئے یہاں سیوڑے بہت رہتے ہیں۔ تھانوں کے سوا بنیوں نے مکان اونکے رہنے اور عبادت کرنے کے واسطے بنا دیئے ہیں۔ یہ مکان حقیقت میں دار الفساد ہیں سیوڑوں کے پاس اپنے زن و دختر کو بھیجتے ہیں اصلاً حیا و ناموس کا پاس نہیں کرتے پادشاہ نے طرادشاہی فرامین بھجواۓ کہ جہاں اوسکی قلمرو میں سیوڑہ ہو اوسکو خارج کردیں۔

جب دریا رہمی کے کنارہ پر بادشاہ کی منزل ہوئی تو زمیندار جام زمیں بوس ہوا اس کا نام جسا تھا اور اس کا لقب جام تھا جو شخص جانشین ہوتا ہے اوس کو جام کہتے ہیں ملک گجرات کے عمدہ زمینداروں میں سے ہے بلکہ ہندوستان کے نامی راجاؤں میں سے ہے اس کا ملک دریا رشور سے ملا ہوا ہے پانچ چھ ہزار سوار ہمیشہ اپنے پاس رکھتا ہے اور کار کے وقت دس بارہ ہزار سوار جمع کر لیتا ہے۔ اوس کی ولایت میں گھوڑے اچھے ہوتے ہیں اسپ کبھی دو ہزار روپیہ تک فروخت ہوتا ہے۔ بادشاہ نے جو جہانگیر نامہ لکھا تھا اوس کی نسبت حکم ہوا کہ ایک جلد اوسکی بنا لیجائے کہ وہ بندہ ہائے خاص کو مرحمت ہو۔

جام زمیندار گجرات

جہانگیر لکھتا ہے کہ اتوار کی رات ۲۲۔ ربیع الاول ۱۰۲۵ کو مطابق ۱۰۔ مارچ ۱۶۱۶ کو حضرت نیر اعظم جو عالم کا عطیہ بخش ہے برج حمل میں آیا۔ اور نیاز مند درگاہ الہی کا تیرہواں سال سنہ جلوس اور اکیاواں سال عمر کا شروع ہوا۔

نوروز یازدہم جلوس سنہ ۱۰۲۵

میر جملہ عرف میر محمد امین اول دفعہ عراق سے آیا تھا تو قطب الملک گلکنڈہ کا ملازم ہوا تھا اعتبار پیدا کر کے صاحب مدار سلطنت ہو گیا تھا۔ مگر جب اوس کے بعد اسکا برادر زادہ سلطان محمد بادشاہ ہوا۔ میر جملہ کی اوس سے موافقت نہ ہوئی وہ عادل خاں بیجاپور پاس گیا تو وہاں بھی حسب مراد صحبت گرم نہ ہوئی۔ ایران چلا گیا۔ باوجودیکہ جواہر اور اور تحائف ہندوستان سے قیمتی ایک لاکھ روپیہ کے شاہ عباس کی نذر میں دئے مگر بادشاہ کی طرف سے کوئی نفع ایسا نہیں حاصل ہوا کہ اسے آبرو حاصل ہوتی اسلئے وہ جہانگیر کے پاس چلا آیا۔ پچاس ہزار روپیہ کی قیمتی پیشکش دی بادشاہ نے اوس پر بہت عنایت کی۔

بادشاہ موضع سلجا رامیں آیا جہاں سے شکارگاہ ڈیڑھ کوس ہے دوسرے روز اپنے بندہائے خاص کے ساتھ شکار فیل پر متوجہ ہوا۔ ہاتھیوں کی چراگاہ کوہستان میں واقع ہے اور اس میں فراز و نشیب بہت ہیں۔ اس میں پیادہ چلنا مشکل ہے پہلے سواروں اور پیادوں نے جنگل کو گھیرا اور جنگل کے باہر ایک درخت پہ بادشاہ کے

ہاتھی کا شکار

بیٹھنے کے لئے ایک تخت چوبی بچھایا۔ اور اوس کے اطراف میں چند درختوں پر اور امیروں
کے لئے نشیمن بنائے۔ دو سو فیل نر و مادہ مستحکم کمندوں کے ساتھ رکھے گئے اور بہت سی مادہ فیل آمادہ
رکھی گئیں۔ اور ہر فیل پر دو نفر فیل بان قوم جرگہ کے مقرر تھے۔ قوم جرگہ کے ساتھ ہاتھی کا شکار
مخصوص ہے۔ یہ مقرر ہوا تھا کہ فیلہائے صحرائی کو جنگل کے اطراف سے بادشاہ کے روبرو
لائیں تاکہ وہ شکار کا تماشا دیکھے۔ اتفاق سے جس وقت اطراف سے جنگل میں آئے درختوں کی انبوہی اور
زمین کی بلندی و پستی کی کثرت سے سلسلہ نظام ٹوٹ گیا اور قرقہ کی ترتیب برپا نہ رہی۔ جنگلی ہاتھی سراسیمہ
ہر طرف دوڑتے اور اس جانب میں دس بارہ نر مادہ آئے۔ خوف یہ تھا کہ جنگل سے باہر نہ نکل جائیں۔ خانگی
ہاتھیوں نے آگے جا کر اونکو باندھ لیا۔ مگر بہت ہاتھی ہاتھ نہ آئے۔ صرف دو نفیس ہاتھی بندی میں آئے
وہ بہت خوبصورت اور اصیل تھے۔ جس کوہ میں یہ ہاتھی رہتے تھے اوسکو راشس پہاڑی یعنی دیو کوہ کہتے
ہیں اس سبب سے ان ہاتھیوں کے نام بادشاہ نے راون سربادن رکھے جو دیوؤں کے نام ہیں۔

بادشاہ شکارگاہ سے احمد آباد میں پھر آیا۔ گرمی کی شدت اور ہوا کی عفونت سے
اوس نے محنت بہت اوٹھائی تھی اور آگرہ تک جانے میں بھی مسافت بعید طے کرنی پڑتی
تھی۔ اوس نے اس لئے ارادہ کیا کہ موسم گرما میں آگرہ نہ جاؤں۔ اوس نے ملک گجرات کی
برسات کی بہت تعریف سُنی تھی اور احمد آباد کی برشگال بڑی شہرت رکھتی تھی اور آگرہ میں
وبا پھیلی ہوئی تھی اور بہت آدمی مرتے تھے اس لئے وہ احمد آباد میں آیا۔ یہاں ان دنوں
میں گرمی کی شدت اور ہوا کی عفونت سے آدمیوں میں بیماری پھیل رہی تھی اور
اہل شہر و لشکر میں بہت تھوڑے آدمی تھے جو دو تین روز اس بلا میں مبتلا نہ ہوئے
ہوں۔ تپ محرق ہوتی تھی یا اعضا میں درد ہوتا تھا اور دو تین دن یہ مرض بہت آزار
دیتا تھا۔ صحت کے بعد ضعف و سستی کا اثر باقی رہتا تھا۔ مگر جانوں کی خیر تھی بہت
کم آدمی مرتے تھے۔ گجرات کی آب و ہوا کا قوام بگڑا ہوا تھا۔ اس لئے بادشاہ یہاں آنے
سے پشیمان تھا۔ بادشاہ بیمار ہوا تو اوس نے کہا کہ میں حیرت میں ہوں کہ بانی شہر نے کیا
خوبی اور لطافت اس سرزمین سے فیض میں دیکھی تھی کہ یہاں شہر آباد کیا۔ ہوا اس کی

مسموم زمین اوس کی کم آب۔ ریگ بوم اور گرد و غبار۔ اس حد پر جس کا بیان پہلے ہوا۔ پانی نہایت ناگوار۔ رودخانہ کہ کنار شہر پر واقع ہے برسات کے سوا ہمیشہ خشک رہتا ہے۔ کنوئیں اکثر کھاری و تلخ۔ سواد شہر میں جو تالاب ہیں وہ دھوبیوں کے صابن سے چھاچھ بنے ہوئے ہیں۔ جو لوگ صاحب مقدور ہیں۔ اونھوں نے گھروں میں برکہ بنا رکھے ہیں۔ برسات کا پانی اس میں بھرتے ہیں اور اس کو سال بھر تک پیتے ہیں۔ ایسے پانی کی مضرتیں ظاہر ہیں کہ نہ جس کو ہوا لگے نہ بخارات نکلنے کی جگہ ملے۔ شہر کے باہر نہ جاسکے سبزہ و ریاحین کے گرد تمام زقوم زار ہے جو ہوا زقوم زار پر چلے اس کا فیض معلوم ع

اے مجموعۂ خوبی بچہ نامت خوانم ۔ پہلے میں نے اس کا نام گرد آباد رکھا تھا۔ اب میں نہیں جانتا کہ سمومستان نام رکھوں یا بیمارستان یا زقوم زار یا جہنم آباد۔ اس میں یہ سب صفات ہیں۔ اگر برسات کا موسم مانع نہ ہوتا تو اس محنت سرا میں ایک روز توقف نہ کرتا اور سلیمان کی طرح ہوا میں اڑ جاتا اور اپنے آدمیوں کو رنج و محنت سے خلاص دیتا۔ اس شہر کے آدمی نہایت ضعیف دل و عاجز ہیں اس احتیاط کے سبب سے کہ مبادا کہیں اہل ارد و تعدی و ستم کرکے خانہ ملکی میں اتر پڑیں اور فقرا اور مساکین کے احوال کے مزاحم ہوں اور قاضی اور میر عدل اون کی رو دیدگی کے سبب سے مداہنت کریں اور ان ستم پیشوں کو ستم سے باز نہ رکھ سکیں جس روز سے اس شہر میں بادشاہ آیا باوجود حدت و حرارت ہوا کے ہر روز دو پہر کی عبادت سے فارغ ہو کر جھروکہ میں کہ دریا کی طرف ہے دو تین گھنٹہ بیٹھتا۔ اس کے سامنے کوئی در و دیوار و یساول و چوبدار حائل و مانع نہ تھا۔ وہ بمقتضائے عدالت دادخواہوں کی فریاد سنتا۔ ستم پیشوں کو جرائم و تقصیرات کے موافق سزا دیتا ایام ضعف و درد و الم میں بھی ہر روز بدستور جھروکہ میں آکر تن آسانی کو اپنے اوپر حرام کرتا۔

بہر نگہبانیٔ خلق خدا — شب نکنم دیدہ بخواب آشنا
از پئے آسودگیٔ جملہ تن — رنج پسندم بہ تن خویشتن

جہانگیر لکھتا ہے کہ کرم الٰہی سے عادت ایسی ہو گئی ہے کہ رات میں دو تین گھنٹے سے زیادہ پہرے وقت کو خواب تاراج نہیں کرتا اس میں دو فائدے منظور تھے ایک یہ کہ ملک سے آگاہی ہو۔ دوم بیدار دلی یاد حق میں ہو۔ مصیبت ہے کہ یہ عمر چند روز غفلت میں گذرے ایک خواب گراں آگے آنے والا ہے جس میں بیداری خواب میں بھی نہیں دیکھونگا ایک لمحہ بھی یاد حق سے غافل ہونا نہیں چاہیئے۔ باش بیدار کہ خواب عجبے در پیش است

اسی دن شاہجہاں کو بھی تپ آئی دس روز تک اوس نے اوس کی کوفت اوٹھائی اس قدر ضعیف ہو گیا کہ ایک شیشے کا پیالہ معلوم ہونے لگا۔ خافی خاں لکھتا ہے کہ احمد آباد میں بادشاہ بیمار ہوا۔ اس لئے اوس نے اوس کی یہ خاک اوڑائی ورنہ احمد آباد ایسا شہر ہے کہ صاحب طبع و باسلیقہ کے نزدیک ہندوستان کے تمام ممالک محروسہ میں شاہجہاں آباد کے بعد ہی اور کوئی دوسرا اوس کے مقابل کا نہیں ہے خصوصاً فوارزانی سے اکثر اشیاے کولات وفواکہ ہم پہونچتے ہیں۔ بلاد ایران و توران و امصار جہاں پر یہاں کے انواع اقسام اقمشہ نفیسہ و تحفہ غریبہ فخر کرتے ہیں۔ یہاں ہر سال تجار لاکھوں روپیوں کی ہر ایک جنس ادنی و اعلیٰ خرید کرتے ہیں اور ہفت اقلیم کی اطراف و اکناف سے آجاتے ہیں۔ یہاں خربوزہ سات مہینے بکتا ہے۔

تبت

احمد بیگ خاں کابلی کو کشمیر کی حکومت پر سرافرازی رکھتا تھا اوس نے تعہد کیا تھا کہ دو سال کے عرصہ میں ولایت تبت و کشتوار کو میں فتح کر دوں گا یہ وعدہ اس کا منقضی ہوا اور اس خدمت کا انصرام نہ ہوا اس لئے اوس کو بادشاہ نے بدل دیا اور دلاور خاں کاکر کو کشمیر کا صاحب صوبہ بنایا اوس نے خط تعہد لکھ دیا کہ دو سال میں تبت و کشتوار فتح کر دوں گا۔

سکوں پر بروج

جہانگیر لکھتا ہے کہ پہلے سکوں میں ایک طرف میرا نام اور دوسری طرف ٹکسال کا مقام و ماہ و سنہ جلوس نقش ہوتا تھا۔ ان دنوں میں مجھے یہ سوجھی کہ پہلے کسی کو نہ سوجھی تھی کہ بجائے ماہ کے اس ماہ کے برج آسمانی کی صورت منقش ہو کہ جو جس ماہ میں سکہ مسکوک ہو اس ماہ کی برج کی

میں جو سکہ تیار ہوا وسکے اوپر برہ کی شکل اور جو آردی بہشت میں تیار ہوا وسپر ثور کی شکل اور اسطرح جس ماہ میں جو سکہ تیار ہو سطرح کی صورت اوسپر منقش ہو جسمیں نیر اعظم طالع ہو۔

بادشاہ کی علالت

جہانگیر لکھتا ہے کہ میرے سر میں درد ہوا اور آخر کو تپ آنے لگی شراب معتاد بھی نہ پی آدھی رات کو خمار کا آزار تپ کی تکلیف پر اور زیادہ ہوا۔ صبح تک بستر پر تڑپتا رہا دوسرے دن آخر روز میں تپ میں تخفیف ہوئی۔ حکیموں سے پوچھ کر دو ثلث معتاد شراب پی۔ اطبا نے مونگ کا پانی اور چیچ پینے کی تاکید کی مگر پینے نہیں پی۔ اور میں نے کہا کہ جب سے مجھے شعور ہوا ہے مجھے یاد نہیں کہ میں نے ایسے شوربے پیئے ہوں امید ہے کہ اس کے بعد بھی اُس کے پینے کی حاجت نہ ہو کھانا میرے روبرو لاتے طبیعت سے رغبت نہ کی مجملاً تین روز و شب فاقہ ہوا۔ اگرچہ تپ ایک رات دن آئی تھی مگر ضعف ویسے طاقتی اس حد پر تھی گویا میں مدتوں سے صاحب فراش تھا۔ اشتہا مطلق نہیں رہی تھی اور طعام پر رغبت نہ ہوتی تھی۔

شاعری

سپہ سالار اتالیق خانخاناں نے اس مشہور مصرع پر غزل کہی۔ ہر یک گل زحمت صد خار مے باید کشید * اور بادشاہ نے یہ مطلع بدیہہ کہا ؎

ساغرِ مے بر رخِ گلزار مے باید کشید　　　ابر بسیار است مے بسیار مے باید کشید

یہ اتفاق کی بات ہے کہ یہ اوپر کا مصرعہ جامی کا بطور ضرب المثل کے زبان زد خلائق ہے۔

مصوری

ابوالحسن مصور نے جس کا خطاب نادر الزماں تھا جہانگیر کی مجلس جلوس کی تصویر جہانگیر نامہ کے دیباچہ میں کھینچکر پیش کی۔ بادشاہ نے اوس کی بڑی تحسین و آفرین کی۔ جہانگیر لکھتا ہے کہ ذوق تصویر و مہارت تمیز اس درجہ پر میرے پہنچی تھی کہ گذشتہ و حال کے مصور استادوں کے کام جو میرے سامنے آتے تھے بغیر اس کے کہ مصور کا نام مذکور ہو میں فوراً دیکھتے ہی بتا دیتا تھا کہ یہ کام فلاں مصور کا ہے۔ بلکہ اگر کوئی مجلس ہوتی جسمیں چند چہرے ہوتے اور ہر ایک چہرہ ایک اُستاد کا کھینچا ہوا ہوتا تو میں بتا دیتا کہ ہر چہرہ کس مصور کا بنایا ہوا ہے اور اگر ایک صورت میں چشم و ابرو کوئی دوسرا مصور بنا دیتا تو میں سمجھ جاتا کہ اصل چہرہ کس نے بنایا ہے اور چشم و ابرو کس نے بنائے ہیں۔

خانخاناں نے ایک فوج بسرکردگی اپنے بیٹے امیر اللہ کے گونڈوانہ میں اس غرض سے بھیجی کہ خاندیس کے زمیندار بچھ پاس جو ایک کان الماس ہے اوس پر تصرف کرے۔ زمیندار نے لشکر شاہی کا مقابلہ اپنی طاقت سے باہر دیکھا کان الماس حوالہ کی داروغہ بادشاہی وہاں مقرر ہوا یہاں کا الماس اصالت و نفاست میں ساری قسم کے الماسوں میں امتیاز رکھتا ہے اور جوہریوں کے نزدیک وہ نہایت معتبر اور نیک اندام و بہتر و برتر ہوتا ہے۔ دوسری کان کوکرہ میں ملک بہار کے اندر ہے جس کا بیان پہلے ہو چکا ہے کہ وہاں ندی میں سے ہیرا نکلتا ہے۔ سوم کرناٹک کی ولایت میں قطب الملک کی سرحد سے پچاس کوس پر الماس کی چار کانیں زمینداروں کے تصرف میں ہیں الماس وہاں کا اکثر پختہ ہوتا ہے۔

جہانگیر لکھتا ہے کہ جہانگیر نامہ میں وقائع دوازدہ سالہ لکھے گئے ہیں تو میں نے کتاب خانہ کے متصدیوں کو حکم دیا کہ ان دوازدہ سالہ احوال کو یک جلد میں کرکے نسخہ متعدد ترتیب کرو کہ بندہ ہائے خاص کو میں عنایت کروں اور کل بلاد میں بھیجوں کہ ارباب دولت و اصحاب سعادت دستور العمل روزگار بنائیں۔ ایک واقعہ نویس جہانگیر نامہ تمام لکھ کر اور جلد بند ہوا کر میرے روبرو لایا۔ وہ اول نسخہ تھا جو ترتیب ہوا تھا اوس کو میں نے اپنے بیٹے شاہجہاں کو دیا میں اس کو ساری چیزوں کے لئے تمام بیٹوں میں مقدم جانتا تھا۔ اور پشت کتاب پر خط خاص سے مرقوم کیا کہ فلاں تاریخ فلاں مقام میں اپنے فرزند کو یہ جہانگیر نامہ عنایت کیا امید ہے کہ اوس کے مطالب کے دریافت کی توفیق اسکو ہوگی جس سے رضا جوئی خلائق اور دعاگوئی خلق اوس کو نصیب ہو۔ بعد اس کے جو دو جہانگیر نامہ مرتب ہوئے ان میں سے ایک مدار الملکی اعتماد خاں کو اور دوسرا آصف خاں کے فرزند کو عنایت ہوئے۔

[illegible] خان قلی قرادل پسر [illegible] چال بلوچ کا تھا کہ وہ اکبر بادشاہ کے عہد قراولوں میں تھا شہنشاہ اکبر کی [illegible] اسلام خاں کا نوکر ہو گیا اس نے عثمان افغان کے بھگانے میں اسلام خاں نے قتل کی سازش [illegible]

اس نمک حرام کو ڈھونڈھ و مقید کر کے بادشاہ پاس بھیج دیا۔ اس کے [illegible] نے [illegible]
اون کی سفارش سے اور بلوچ خاں قراول کی ضمانت سے وہ قراولوں میں بھرتی ہو گیا تھا [illegible]
سے بسبب بھاگ گیا۔ بڑی مشکل سے وہ مقید مسلسل ہو کر بادشاہ پاس آیا اوس [illegible]
قتل کا حکم دیا۔ میں غضب میں قدر جلد ممکن تھا اوس کو سیاست گاہ میں لے گیا اور قتل کیا کچھ
دیر کے بعد مقربین کی سفارش سے بادشاہ نے جان بخشی کی اور حضور یاولوں کا [illegible]
مجرم حکم پہنچنے سے پہلے قتل ہو چکا تھا۔ اگرچہ یہ خون ناحق تھا [illegible]
مارے جانے سے بڑی ندامت ہوئی اور یہ مقرر کیا کہ آئندہ اگر کسی شخص کے قتل کا حکم دیا جائے
اوس کو باوجود تاکید اور مبالغہ کے آفتاب کے ڈوبنے تک نگاہ رکھیں اور [illegible] اگر
اوس وقت تک حکم نجات نہ پہونچے تو ضرور اوس کو قتل کریں۔

دولت خانہ خاص میں بازار لگتا تھا اس کا دستور یہ تھا کہ [illegible]
شہر کے اہل بازار و اہل حرفہ دکانیں آراستہ کرتے [illegible]
اقمشہ اور اقسام امتعہ جو کچھ بازاروں میں فروخت ہوتا تھا بادشاہ کے روبرو [illegible]
جہانگیر نے حکم دیا کہ یہ بازار رات کو لگا کرے [illegible]
رکھی جایا کریں جس سے خوب غور ہو اور بادشاہ [illegible] اور جو چاہے
خرید لائے۔ یہ بھی جہانگیر کا ایجاد تھا۔ جہانگیر [illegible] دوم رمضان ۱۰۲۴ھ کو احمد آباد
سے آگرہ کو روانہ ہوا۔ اوسی روز جشن وزن شمسی [illegible] شمسی کے حساب سے
میری عمر کا پچاسواں سال شروع ہوا۔ حسب ضابطہ مقررہ [illegible] طلا اور اجناس سے
وزن ہوا۔ موتی اور سونے کے پھول نثار کئے۔ روز [illegible] رمضان کو حکم دیا کہ کل
مشائخ و ارباب سعادت کو [illegible] حاضر [illegible] کہ میرے ساتھ روزہ
افطار کریں [illegible] اس [illegible] کہ آخر ظہیر [illegible]
حال سے میں کہتا تھا۔

[illegible] تو نادر و پیش پرور توئی

بازار کو آراستہ کرنا
روزہ افطاری

نہ کشور کشا م نہ فرمان دہم | یکے از گدایان این درگہم
تو ہر چیز دیکی دہم دسترس | وگرنہ چہ چیز آید از من بکس
منم بندگان را خدا وندگار | خدا وند را بندہ حق گذار

جو فقیر نہیں آسے تھے وہ مدد معاش کے خواستگار تھے میں نے اون کے استحقاق کے موافق ہر ایک کو زمین اور خرچ مرحمت کیا۔

پیمانہ شراب

جہانگیر لکھتا ہے کہ اس ملک گجرات کی آب وہوا مجھے ناسازگار تھی حکماء نے یہ صلاح بتائی کہ معتاد پیالہ میں کچھ کم کرنا چاہئے اونکی صوابدید سے میں نے شراب کا پیالہ کم کیا۔ ایک ہفتہ میں بقدر ایک پیالہ کے شراب کم کی اول ہر شب کو چھ پیالے پیتا تھا اور ہر پیالہ میں ساڑھے سات تولہ شراب ہوتی تھی کل شراب ۴۵ تولہ ہوئی یہ معتاد شراب ممزوج کی تھی۔ اب چھ پیالے پیتا ہوں اور ہر پیالہ میں چھ تولہ تین ماشہ شراب ہوتی ہے کل شراب ساڑھے سینتیس تولہ ہوئی۔

عہد ترک شکار

جہانگیر لکھتا ہے کہ بدایع وقایع میں سے ہے کہ اب سے سولہ سترہ برس پہلے الہ آباد میں میں نے اپنے خدا سے عہد کیا تھا کہ جب میری عمر کے سالوں کی تعداد پچاس ہوگی تو میں شکار اور تیر و بندوق کو ترک کر کے کسی جاندار کو اپنے ہاتھ سے آزردہ نہ کروں گا۔ مقرب خاں جو میرا منظور نظر تھا اس میری نیت پر آگاہ تھا۔ القصہ اس تاریخ میں میری عمر سن مذکور میں پہنچی۔ پچاسویں سال کا آغاز ہے۔ ایک دن کثرت درد و بخار سے میرا دم گھٹا بہت تکلیف ہوئی اس حال میں الہام غیبی سے مجھے اپنا عہد جو خدا سے کیا تھا یاد آیا اور عزیمت سابق نے میرے دل میں پائی اور میں نے یہ قرار دیا کہ جب پچاسواں سال اور مدت وعدہ آخر ہو تو خدا تعالیٰ کی توفیق سے اپنے والد بزرگوار عرش آشیانی کی زیارت سے مشرف ہوں۔ اور اونکی باطن قدسی سے استمداد ہمت کر کے اس شغل سے باز آؤں۔ اس خیال کے آنے سے کلفت اور آزردگی جو تھی رفع ہوئی اپنے تئیں خوشوقت اور تازہ پایا اور خدا کا شکر ادا کیا۔

چہ خوش گفت است فردوسی پاک زاد | کہ رحمت بر آں تربت پاک باد

میازار مورے کہ دانہ کش است — کہ جاں دارد و جاں شیریں خوش است

شبیہ خاص جہانگیر و عادل خاں والی بیجاپور

جہانگیر نے لکھا ہے جب شاہجہاں کے بیٹے شجاع کو ام الصبیاں ہوئی اور کسی علاج سے آرام نہ ہوا تو میں نے اوس کی سلامتی کے لئے نیت کی کہ آیندہ کسی جاندار کو آزار نہ پہونچاؤں گا تو شجاع اچھا ہو گیا۔ عادل خاں نے شاہجہاں کے ذریعہ سے جہانگیر کی شبیہ کی درخواست کی تھی۔ جہانگیر نے ایک لعل گراں بہا و لعل خاصہ کے ساتھ مشار الیہ کو اپنی شبیہ عنایت کی اور فرمان جاری کیا کہ نظام الملک اور قطب الملک کے ملک میں سے جو جگہ تصرف میں آئی وہ اوس کو انعام دی جائے اور جب وہ کمک اور مدد چاہے شہنواز خاں اوسکی کمک کیواسطے فوج بھیجے۔ پہلے زمانہ میں نظام الملک حکام دکن میں کلان ترین تھا اور سب اوس کی کلانی کو قبول کرتے تھے اور برادر مہین جانتے تھے ان دنوں میں عادل خاں خدمات شائستہ کا مصدر ہوا اور اوس کو خطاب والا فرزندی ملا ہے اوس کو تمام ملک دکن کی سرداری دیدی گئی اور اس شبیہ کے لئے یہ رباعی خاص اپنے خط سے بادشاہ نے لکھی۔

اے سوے تو دایم نظرِ رحمتِ ما — آسودہ نشیں بسایۂ دولتِ ما
سوئے تو شبیہ خویش کردیم رواں — تا معنی بہ بینی از صورتِ ما

دریائے ماہی کا پل

بادشاہ کے عبور کرنے کے لئے دریا ماہی پر خواجہ ابوالحسن میر بخشی کے اہتمام سے ایسا مضبوط پل بنایا گیا کہ بادشاہ نے ایک بڑا ہاتھی اور تین ہتنیاں اوس کے استحکام کے امتحان کے لئے بھیجیں ان سب نے اوسکے اوپر سے عبور کیا اور وہ پل اپنی جگہ سے نہ ہلا۔

ظہور ستارہ دمدار

۱۷ ذیقعد کو بادشاہ کی منزل رام گڑھ تھی۔ اس سے چند شب پہلے طلوع آفتاب سے تین گھڑی پہلے کرہ ہوا میں مادہ بخار دخانی عمود کی شکل میں پیدا ہوا۔ ہر شب کو ایک گھڑی پہلے بہ نسبت پہلی شب کے وہ ظاہر ہوتا تھا۔ اوس نے اپنی شکل بالکل حربہ کی دکھائی اُس کے دو نو سرے باریک تھے اور کمر اوس کی موٹی اور خمدار مانند وہرہ پشت بجانب جنوب و روے بسوے شمال اور پھر طلوع آفتاب سے ایک پہر پہلے نمودار ہوتا تھا۔

منجموں اور اختر شناسوں نے اسکا قد و قامت اسطرلاب سے ناپا تو باختلاف منظر آلہ ۲۴ درجہ فلکی ہو

اور فلک اعظم کے ساتھ متحرک ہے اور اپنی حرکت خاصہ بھی فلک اعظم کی سمت حرکت میں رکھتا ہے
چنانچہ اول وہ برج عقرب میں ظاہر ہوا تھا پھر وہ میزان میں پہنچا۔ عرض کی جنوب کی جانب میں
زیادہ حرکت رکھتا ہے فن نجوم کے جاننے والوں نے اپنی کتابوں میں اس قسم کے
اجرام فلکی کا نام حربہ رکھا ہے اور لکھا ہے کہ اس کا ظہور ضعف ملوک عرب و استیلاء دشمنان ملوک
عرب پر دلالت کرتا ہے والعلم عند اللہ تاریخ مذکور سے سولہ راتوں کے بعد جہاں وہ
ظاہر ہوا تھا اسی سمت میں ایک ستارہ نمودار ہوا کہ اوس کا سر روشن تھا اور دو تین گز
اوس کی دم دراز معلوم ہوتی تھی مگر اوس کی دم میں اصلا روشنی اور درخشندگی نہ تھی
اقبال نامہ میں تو اوس کی تاثیرات یہ گھڑ دیں کہ یہ اسی کی نحوست تھی کہ تمام ہندوستان کے
ملک میں ایسی وبا پھیلی کہ کبھی پہلے زمانہ میں نہ پھیلی تھی۔ ہندوؤں کی معتبر کتابوں میں کبھی ایسی وبا
کا بیان نہیں ہے اس کے طلوع سے ایک سال پہلے یہ وبا آئی تھی اور آٹھ برس تک ملک میں
پھیلی رہی اس دمدار ستارہ کے ظہور ہی کا نتیجہ یہ تھا کہ جہانگیر اور شاہجہاں کے درمیان آٹھ
سات برس تک نااتفاقی رہی کیسی خونریزی اور خاندانوں کی بربادی ہوئی۔ اسی زمانہ میں
بہادر خاں حاکم قندھار کی عرضداشت سے معلوم ہوا کہ قندھار اور اوسکی نواح میں چوہوں کی
ایسی کثرت ہوئی کہ اس ولایت کے کل محصولات و غلات مزروعی و سردرختی کو انہوں
نے ضائع کر دیا چنانچہ چوتھائی محصول شاید وصول ہوا ہو ایسے ہی فالیزوں اور باغات
کا نشان نہیں چھوڑا۔ چند مدت کے بعد وہ آوارہ اور معدوم ہو گئے۔ اب شائستہ
ملکوں میں ایسی تاثیرات کواکب کو مطلق نہیں مانتے اور ماننے والوں پر ہنستے ہیں۔

جہانگیر لکھتا ہے کہ اثناء راہ میں جوار کے کھیت پر میرا گذر ہوا ہر تنہ میں ایک خوشہ
لگا ہوا تھا مگر ایک درخت ایسا نظر آیا کہ بارہ خوشے لگے ہوئے تھے کہ اس
حال میں مجھے بادشاہ اور باغبان کی حکایت یاد آئی کہ سلاطین میں سے ایک گرم ہوا
میں ایک باغ کے دروازہ پر پہنچا۔ وہاں ایک بڈھا باغبان دیکھا کہ دروازہ پر کھڑا ہے
اس سے پوچھا کہ اس باغ میں انار ہے اوس نے کہا کہ ہے سلطان نے فرمایا کہ آب انار

کا ایک قدح لاؤ۔ باغبان نے اپنی لڑکی کو اشارہ کیا وہ جمال صورت و حسن سیرت رکھتی
تھی وہ فی الحال ایک قدح آب انار سے بھرا ہوا لے آئی اور چند پتے اوس کے
اوپر ڈال لائی سلطان نے اوس کے ہاتھ سے قدح لیا اور لڑکی سے پوچھا کہ ان پتوں
کے اوپر ڈالنے سے کیا تیرا مطلب ہے دختر نے زبان فصیح اور ادائے ملیح سے معروض
کیا کہ ایسی گرم ہوا میں کہ حضور چلنے سے پسینے میں غرق ہو رہے ہیں پانی ایک دم پینا حکمت
کے منافی ہے اس لئے احتیاطاً پانی کے اوپر پتے ڈال دیے تاکہ آپ آہستگی سے
اوس کو نوش جان فرمائیں سلطان کو یہ حسن ادا اوس کی نہایت خوش آئی اور اوس کے
دل میں آیا کہ اپنے محل کے خادموں میں داخل کروں پھر اوس نے باغبان سے پوچھا
کہ اس باغ کا حاصل تجھے کیا ملتا ہے اوس نے کہا کہ تین سو دینار۔ بادشاہ نے کہا کہ
دیوان کو کیا دیتا ہے اوس نے جواب دیا کہ سلطان سر درختی کا محصول کچھ نہیں لیتا ہے
بلکہ زراعت کا دسواں حصہ لیتا ہے سلطان کے دل میں آیا کہ میری مملکت میں باغ بہت
اور درخت بیشمار ہیں۔ اگر باغ کا محصول بھی دسواں حصہ لوں تو بہت روپیہ مجھے ملے اور
رعیت کا نقصان بھی کچھ نہ ہوگا۔ اب میں حکم دوں گا کہ باغات سے محصول لیا جائے۔ پھر
اوس نے کہا کہ آب انار اور لاؤ دختر گئی اور بہت دیر کے بعد آئی اور آب انار کا قدح لائی
سلطان نے کہا کہ اوس دفعہ تو جو گئی تھی جلدی آئی تھی اور زیادہ آب انار لائی تھی۔ اس دفعہ
بہت انتظار دکھایا۔ اور کمتر لائی۔ دختر نے کہا کہ اوس دفعہ تو ایک انار کے پانی سے قدح
بھر گیا تھا اب کی دفعہ پانچ چھ انار میں نے نچوڑے تو بھی اس قدر آب انار نہ نکلا سلطان کو
حیرت ہوئی تو باغبان نے یہی کہا کہ محصول کی برکت بادشاہ کی نیک نیت پر موقوف
ہوتی ہے میں ایسا جانتا ہوں کہ آپ بادشاہ ہیں جس وقت باغ کے حاصل کو مجھ سے پوچھا
تو آپ کی نیت کچھ اور ہو گئی میوہ سے برکت دور ہوئی۔ سلطان متاثر ہوا۔ اور اپنے فکر
کو دل سے نکال ڈالا اور دختر سے کہا کہ ایک دفعہ اور آب انار کا قدح لاؤ وہ پھر گئی اور جلدی
سے قدح لبالب بھرا لے آئی۔ اور خنداں و شاداں بادشاہ کے ہاتھ میں دیا بادشاہ نے

باغباں کی فراست پر صورت حال بیان کرکے آفریں کی اور اس دختر کی خواستگاری کی یہ داستان صفحۂ روزگار پر اس سلطان کی یادگار رہی القصہ ان امور معنی آثار کا ظہور عدالت کے ثمرات اور نیک نیت کے آثار ہیں جس وقت سلاطین معدلت آئین کی ہمت و نیت آسودگی خلق و رفاہیت رعایا پر ہوتی ہے تو خیرات و محصول زراعت و باغات کا ظہور مستبعد نہیں ہے الحمد للہ کہ میرے زمانہ میں سرورختی کا محصول ایک حبہ و ایک دام خزانہ عامرہ میں داخل اور دیوان اعلیٰ میں واصل نہیں ہوتا بلکہ حکم ہے کہ جو شخص زمین مزروعی میں باغ لگائے تو حاصل اسکا معاف کیا جائے۔ خدا میری نیت خیر کو ہمیشہ برقرار رکھے

چو نیت بخیر است و خیر م دہی

راجہ باسو کے چند بیٹے تھے۔ اگرچہ سورج مل بڑا بیٹا تھا اوس کی بداندیشی و فتنہ جوئی کے سبب سے باپ اس کو ہمیشہ محبوس رکھتا تھا اس سے ناراض اور آزردہ خاطر ہی وہ مرگیا جہانگیر نے راجہ باسو کی خدمات پر نظر کرکے اور کسی اور فرزند کے رشید اور قابل نہ ہونے کے سبب سے سورج مل کو راجگی کے خطاب سے اور منصب دو ہزاری سے سرافراز کرکے باپ کی جگہ مقرر کردیا جب ۱۱ جلوس میں مرتضیٰ خاں فتح کانگڑہ کی خدمت پر مامور ہوا۔ تو راجہ سورج مل جو اس کوہستان میں عمدہ زمیندار تھا اوس کی کمک کے لئے مقرر ہوا تو اوس نے بظاہر خدمات و دولت خواہی کا تعہد کیا۔ جب مرتضیٰ خاں نے محاصرہ کرکے اہل قلعہ کو تنگ کیا۔ تو سورجمل نے صورت حال دریافت کرکے جانا کہ قلعہ عنقریب مفتوح ہوگا تو مرتضیٰ خاں کے آدمیوں سے اوس نے بگاڑی اور امداد اور اعانت کی جگہ مخالفت و مخاصمت کرنے لگا مرتضیٰ خاں نے اوس کی شکایت کی عرضیاں بادشاہ پاس بھیجیں۔ راجہ نے شاہجہاں سے فریاد شروع کی کہ مرتضیٰ خاں ارباب غرض کی تحریک سے میرے برباد کرنے کے درپے ہوا اور عصیاں اور بغی سے متہم کیا۔ اب میری نجات کا سبب اور حیات کا باعث ہوجئے اور اپنے پاس بلا لیجئے شاہجہاں نے باپ سے یہ حال عرض کیا اوس نے مرتضیٰ خاں کو بلا لیا۔ انہیں دنوں میں مرتضیٰ خاں مرگیا۔ اور قلعہ کانگڑہ کی فتح میں جب تک التوا رہا کہ دوسرا سردار بھیجا جائے سورجمل کو بلاکر

شاہجہاں کی خدمت میں دکن بھیجا۔ جب مہم دکن سے انفراغ ہوا تو اوس نے شاہجہاں سے
عرض کیا کہ میں کانگڑہ کی فتح کا ذمہ دار ہوتا ہوں۔ شاہجہاں نے اوس کو اور اوس کے ساتھ
ماتقی کو ایک شائستہ فوج کے ساتھ روانہ کیا۔ جب سورج ل کا مقصد حاصل ہوا تو اُس نے
ماتقی کے ساتھ بھی خصومت اور بہانہ جوئی اختیار کی اور مکرر اوس کی شکایت کی عرضداشتیں
بھیجیں اور صاف لکھ دیا کہ میری اس کے ساتھ نہیں نبھیگی۔ اور اس خدمت کا اُس سے انصرام نہ
ہوگا۔ دوسرا سردار مقرر کیا جائے کہ یہ قلعہ جلدی فتح ہو جائے۔ ماتقی کو بھی بادشاہ نے بُلا لیا
راجہ بکرماجیت ایک تازہ رور فوج کے ساتھ بھیجا۔ راجہ نے جب جانا کہ بکرماجیت کے آگے
حیلہ وتزویر سے کام نہیں چلے گا تو اوس نے یہ شرارت کی کہ ملازمان شاہی کو اس بہانہ سے
رخصت دیدی کہ وہ مدت سے اس مہم میں لگے ہوئے ہیں اور بے سامان ہیں اب وہ اپنی
جاگیر میں جاکر بکرماجیت کے آنے تک اپنا سامان درست کرلیں اس سبب سے وہ تنخواہوں کی
جمیعت میں تفرقہ پڑگیا اور اکثر آدمی محال جاگیر میں چلے گئے اور بڑے آدمی جب تھوڑے
رہ گئے تو بغاوت وفساد کے آثار ظاہر کئے صفی خاں بارہ اپنے بھائیوں سمیت اس سے لڑا
اور جان دیدی بعضوں کے زخم کاری لگے اونکو سورجمل میدان جنگ سے پکڑ کر اپنے گھر لیگیا
ایک جماعت نے بھاگ کر جان بچائی۔ راجہ نے دامن کوہ کے پرگنات پر تعدی اور تصرف کیا
جب راجہ بکرماجیت لشکر کے ساتھ ان حدود میں آگیا تو سورجمل نے کچھ دنوں یا وہ درائی
سے بسر کرنی چاہی مگر بکرماجیت اوس کی باتوں میں نہ آیا سا اوس نے جرأت اور ہمت ایسی کی کہ
سورج ل ستی بھولا نہ وہ جنگ صف لڑا نہ قلعہ داری کی تھوڑی سی رد وخورد میں بہت آدمیوں
کو مروا کے آوارہ ہوگیا اور قلعہ مو اور شہر جو اوس کے اعتضاد قوی تھے بے محنت وتعب مفتوح
ہوگئے اور اس کا ملک جس میں اوس کے باپ دادا حکومت کرتے تھے پامال لشکر شاہی ہوا اور وہ
خود گریو نوردہ ہوا۔ بکرماجیت اوس کے پیچھے پڑا۔ بادشاہ کو جب اس فتح کا حال معلوم ہوا تو حکم بھیجا
کہ قلعہ اور عمارت جو اوس کی اور اوس کے باپ کی ساختہ وپرداختہ ہوں جڑ پیڑ سے اُکھاڑی جائیں
اور کوئی نشان ان کا باقی نہ رہے۔ بادشاہ نے اُس کے بھائی جگت سنگھ کو جو بنگال میں ادنیٰ

خدمت پر تھا بلا کر سورج مل کی جگہ مقرر کر دیا۔

دوشنبہ ۳۔ دی کو بادشاہ قلعہ رنتھنبور کی سیر کو گیا۔ دو کوہ ایک دوسرے کی برابر ہیں ایک کو رن کہتے ہیں دوسرے کو تھنبور۔ تھنبور پر قلعہ بنا ہوا ہے۔ ان دونوں اسموں کو ترکیب دے کر رن تھنبور اس کا نام رکھا گیا ہے اگرچہ قلعہ نہایت مستحکم ہے اور اس میں پانی بہت ہے لیکن کوہ رن بھی بڑا مستحکم ہے اور ایسے موقع پر واقع ہے کہ اوسکی طرف سے قلعہ فتح ہو سکتا ہے۔ چنانچہ اکبر نے اسی طرف سے اس کو فتح کیا تھا۔ اس حصار میں ہندوؤں کی روش کے مکان بیے ہوا اور کم فضا تھے وہ بادشاہ کے دلنشین نہ ہوے اس لئے ایں ٹھیرا نہیں۔ اس قلعہ میں جو مجرم قیدی تھے اون کو بادشاہ نے بلا یا ہر ایک کی جمیت حال اور حقیقت احوال دریافت کر کے بمقتضائے عدالت حکم فرمایا کہ سوا خونی قیدیوں کے اور اُن قیدیوں کے جن کی خلاصی سے ملک میں فساد اور آشوب ہو سب چھوڑ دئے جائیں اور ہر قیدی کو اوسکے حسب حال خرچ اور خلعت عنایت کیا۔

بادشاہ جب سے کہ اپنی دار الخلافہ آگرہ سے فتح رانا اور تسخیر ملک دکن کے لئے گیا تھا پانچ سال اور چار ماہ بعد فتحپور میں آیا۔ اور ۸۔ دی کی تاریخ منجموں نے آگرہ میں داخل ہونے کے لئے تجویز کی۔

دو تنخواہوں کی عرائض سے مکرر یہ معلوم ہوا کہ شہر آگرہ میں مرض طاعون شائع ہے۔ چنانچہ ہر روز سو آدمیوں سے کچھ کم و بیش یوں مر جاتے ہیں کہ اون کی بغل کے نیچے یا کش ران میں یا تہ گلو میں دانہ نکلتا ہے۔ اس وبا کو یہ تیسرا سال ہے کہ موسم زمستان میں اوس کا طغیان ہوتا ہے اور تابستان کے شروع میں معدوم ہوتی ہے۔ اور عجیب بات یہ ہے کہ ان تین سال میں کل قصبات و قریات نواحی آگرہ میں اس وبا نے سرایت کی ہے مگر فتحپور میں اصلا اس کا اثر ظاہر نہیں ہوا۔ فتحپور سے امان آباد ڈھائی کوس ہے۔ وہاں کے آدمیوں نے اس وبا کے خوف سے ترک وطن کیا ہے اور اور مواضع میں چلے گئے ہیں تاگزیر حزم و احتیاط کی مراعات کو ضروریات سے سمجھ کر مقرر ہوا کہ اس ساعت مسعود میں مبارکی اور فرخی کے ساتھ

فتح پور میں نزول ہوا اور بعد از تخفیف بیاری دار الخلافہ میں نیک ساعت میں داخل ہو۔

آصف خاں کی بیٹی نے جو عبد اللہ خاں پسر خاں اعظم کی اہل خانہ ہے وہ ایک نقل عجیب غریب بیان کرتی ہے جو بالکل سچ ہے۔ وہ کہتی ہے کہ ایک دن صحن خانہ میں ایک چوہا نظر آیا کہ افتاں خیزاں بطور مستان ہر طرف جاتا ہے اور نہیں جانتا تھا کہ کہاں جاتا ہوں۔ میں نے ایک لونڈی سے کہہ کر اس کی دم پکڑوا کے بلّی کے آگے ڈلوا دیا۔ بلّی نے شوق سے جا کر چوہے کو منہ میں لیا اور فی الفور اسے چھوڑ کر بھاگی اور مرنے کے قریب ہوگئی تریاق فاروق دینے کے لئے جو اوس کا منہ کھولا تو اسکے تالوا اور زبان دونو سیاہ نظر آئے تین روز تک اس کا حال تباہ رہا۔ چوتھے روز وہ ہوش میں آئی۔ پھر اس لونڈی کے دانہ طاعون ظاہر ہوا۔ اور سوزش اور درد کی شدت سے ایک دم آرام نہ لیتی تھی۔ رنگ اسکا متغیر ہوا۔ زردی سے سیاہی کی طرف مائل ہوا اور تپ محرق ہوئی دوسرے روز مر گئی۔ اور اس روش سے سات آٹھ آدمی وہاں ضائع ہوئے۔ اور کئی ایک بیمار ہوئے۔ اس گھر سے جدا ہو کر باغ میں گئے۔ جو بیمار تھے وہ یہاں مر گئے۔ پھر کسی کے دانہ نہیں نکلا۔ محض آٹھ نوروز میں ستره آدمی راہ عدم کے مسافر ہوئے۔ جن کے دانہ نکلا ہوا ہوتا اگر اوس کو کوئی پانی پینے کو یا کھانے کو دوسرا دیتا فوراً اوس میں یہ بیماری اثر کرتی آخر کو تو ہم انتہا کو پہنچا کہ کوئی شخص اوس کے گرد نہ پھرتا۔

چودہواں نوروز ربیع الاول ۱۰۲۹ھ مطابق ۱۰ مارچ ۱۶۱۹ء کو واقع ہوا۔ اس جشن کا انصرام شاہجہاں نے کیا۔ اور ایک لاکھ روپئے کے جواہر سوا نقد وجنس کے پیش کش میں دئے۔ ان دنوں میں شہنواز خاں کی بہار جوانی پر صرصر اجل آئی۔ داراب خاں اس کا بھائی اوس کے منصب پر مقرر ہوا۔ یہ دونو بیٹے خانخاناں کے ہیں۔ شاہزادہ پرویز بھی الہ آباد سے آنکر باپ کی ملازمت سے مشرف ہوا۔ خاندوران خاں نے کبر سن کے سبب استعفا دیا۔ چھہتر ہزار روپیہ کی جاگیر پرگنہ خوشاب میں اوسکو ملی۔ چودہواں نوروز جلوس ۱۰۲۹ھ

بادشاہ نے پہلے آگرہ سے دریا اٹک تک اور آگرہ سے بنگالہ تک دو طرفہ سڑک پر درخت

لگوائے تھے اور خیابان ترتیب دینے کا حکم دیا تھا۔ ان دنوں میں حکم صادر کیا کہ آگرہ سے لاہور تک ہر کوس پر ایک میل (منارہ) بناویں کہ وہ کوس کی علامت ہو اور ہر تین کوس پر ایک کنواں بنائیں کہ مسافروں کو آمد و رفت میں آرام ملے اور تشنگی اور تابش آفتاب سے محنت و صعوبت نہ کھینچیں اور اور درخت لگانے کا حکم زمینداروں کو دیا گیا۔ جہاں محال خالصہ تھے وہاں سرائے بنانے کا حکم دیا اور امرا کو حکم دیا کہ اون کے تعلقہ محال جاگیر میں مکان سرا بنانے کے قابل ہو وہاں سرائے پختہ و مسجد و چاہ بنائیں کہ مسافروں اور سپاہیوں کو آرام پہنچائیں۔ اکثر عمدہ جاگیرداروں نے بادشاہ کے اشارہ سے اور باہم ہم چشمی کے سبب چار پانچ کوس کے اندر ایک سرا بنادی۔ دیکھو کہ اس زمانہ میں نیت انام امور اخروی کے اجرا میں متصرف تھی جس سے خیر و برکت تھی۔ مگر پھر ایک زمانہ اوس کے خلاف آیا کہ ابنائے روزگار کا حال یہ ہو گیا کہ ساری بنائے دولت کے انہدام کرنے میں اور ایک دوسرے کی آبرو برباد کرنے میں ہمت لگانے لگے۔ ارباب مکنت و ثروت نے خیر و احسان کے ابواب کو ارباب حاجت کے منہ پر اس مرتبہ مسدود کیا کہ وہ کل نعمت ہائے الٰہی کو اپنی طرف کھینچتے ہیں اور محتاجوں کی دلخراشی کے لئے تیشہ بنتے ہیں تمام اشجار میوہ دار کے باغات اور راہ کے سایہ افگن درختوں کو جو پہلے نیک فرجام آدمیوں نے پرورش کئے تھے اور مسافروں کو آرام دیتے تھے اور قصبات و دہات اور آبادیوں کی حوالی کو زینت دیتے تھے حکام بد عاقبت کے ظلم کی شر سے اور لشکریوں کے ارہ ستم سے سب کے سب عمارت و مطبخ اور چارپائیوں کے کام میں آئے اکثر راہ کے اطراف پر ان درختوں کا نشان نہیں رہا ایسی ہی سرا و مقبروں و مساجد کو جو مرمت طلب تھیں اون کے سنگ و خشت کو اپنے حمام و عمارت جدید میں جو ظلم و رشوت لیکر بنائیں خرچ کیا۔

اسی سال میں بادشاہ نے کشمیر کی طرف سفر کیا اثناء راہ میں متھرا میں آیا۔ یہاں جاکر بندرابن کے بت خانوں کی سیر کی۔ ان کی نسبت وہ لکھتا ہے کہ اگرچہ والد ماجد کے عہد میں راجپوت امیروں نے عمارات اپنی طرز پر بنائیں اور بہت تکلفات کو خرچ کیا مگر اندر

اون کے چمگادڑوں اور ابابیلوں نے اس قدر گھر بنائے ہیں کہ اون کی بدبو سے ایک
دم نجات نہیں ہوتی ؎

از بروں چوں گور کافر پر حلل — در دروں قہر خدائے عزوجل

نورجہاں کا شیر کو مارنا

قراولوں نے خبر دی کہ یہاں شیر قریب ہے کہ رعایا کو آزار اور آسیب پہنچاتا ہے بادشاہ نے ہاتھیوں کو بھیجکر اوس کو گھروایا اہل محل کے ساتھ سوار ہوا چونکہ بادشاہ نے عہد کیا تھا کہ کسی جاندار کو اپنے ہاتھ سے آزار نہیں پہنچاؤں گا۔ نورجہاں بیگم سے کہا کہ بندوق لگاؤ۔ ہاتھی کو شیر کی بو سے قرار نہ تھا۔ مگر بیگم نے ایک ہی تیر میں شیر کا کام تمام کیا۔

گسائیں جدروپ

جب بادشاہ اوجین میں گیا تھا تو وہ گسائیں جدروپ سے جاکر ملا تھا جسکا حال وہ یہ لکھتا ہے کہ میں نے بہت دفعہ سنا تھا کہ ایک سنیاسی مرتاض جدروپ نام بہت برسوں سے شہر اوجین کے نزدیک گوشۂ صحرا میں آبادانی سے دور معبود حقیقی کی پرستش میں متوجہ و مشغول رہتا ہے۔ مجھے اس کے ملنے کا شوق تھا میں کشتی سے اترکر پون کوس پیادہ اوس کی ملاقات کو گیا وہاں میں نے دیکھا کہ وہ ایک بھٹ میں رہتا ہے جسکا طول ساڑھے پانچ گرہ اور عرض ساڑھے تین گرہ تھا وہ بہت ضعیف جثہ تھا نہایت تکلیف سے اس بھٹ میں وہ جاسکتا تھا۔ اس کا طول وعرض اتنا ہی تھا جس میں یہ سماسکتا تھا نہ اس میں بوریا تھا نہ فرش کا ہی تھا۔ اس سوراخ تنگ وتیرہ میں گذر کرتا تھا۔ ایام زمستاں اور ہوائے سرد میں باوجودیکہ محض برہنہ رہتا تھا اور صرف لنگوٹی باندہتا تھا مگر کبھی آگ نہیں جلاتا تھا جیسا کہ مولانا روم نے کسی درویش کی زبان سے یہ شعر کہا ہے ؎

پوشش باروز تاب آفتاب — شب نہالی ولحاف از ماہتاب

اس کے محل سکونت کے قریب ایک تال تھا ہر روز دو دفعہ جاکر غسل کرتا تھا اور شہر اوجین میں ایک دفعہ جاتا تھا۔ سات برہمنوں کے گھر اس نے چن لئے تھے اور وہ صاحب فرزند تھے اور اون کی درویشی وقناعت کا اعتقاد اوس کو تھا اون میں سے تین کے گھر جاتا بشرطیکہ اون کے گھروں میں کوئی آفت یا ولادت نہ واقع ہوتی اور زن حائض نہ ہوتی کھانے کے

پانچ لقمے وہ اُس کے لیے تیار رکھتے بطریق گدائی کف دست پر رکھ کر نگل جاتا۔ چباتا نہیں تاکہ ذائقہ سے ادراک لذت نہ ہو۔ اس کی زیست و زندگانی کا طریق یہ تھا وہ آدمیوں کی ملاقات کا خواہاں نہیں تھا بلکہ اس کی شہرت ایسی تھی کہ آدمی اُس کی زیارت کو جاتے تھے۔ وہ دانش سے خالی نہ تھا۔ علم بیدانت کو کہ علم تصوف ہے خوب جانتا تھا۔ چھ گھڑی اس کی صحبت میں رہا خوب باتیں کیں۔ گسائین جدروپ یہاں شہر اجین آیا ہوا تھا۔ بادشاہ لکھتا ہے کہ میں بے تکلف اُس کے گوشہ تنہائی میں گیا اور سخنان بلند درمیان میں آئیں۔ حق جل وعلیٰ نے اُس کو عجیب توفیق عنایت کی ہے۔ فہم عالی و فطرت بلند و مدرکہ تند کے ساتھ دانش خداداد جمع کی اور تعلقات سے اُس کا دل آزاد ہے عالم پر اور مافیہا پر لات مارتا ہے اور گوشہ تجرید میں مستغنی و بے نیاز بیٹھا ہے۔ اسباب دنیا میں سے اُس کے پاس آدھ گز کرپاس کی لنگوٹی ستر عورت کے لیے ہے اور ایک مٹی کا برتن ہے جس سے پانی پیتا ہے۔ زمستان اور تابستان و برسات میں عریاں و سر و پا برہنہ بسر کرتا ہے اور ایک بھٹ میں رہتا ہے جس کے اندر جانے کی راہ ایسی تنگ ہے کہ طفل شیرخوار بہ زحمت سے جا سکتا ہے۔ یہ حکیم سنائی کی دو تین بیتیں اُس کے حسب حال ہیں ؎

یافت لقمان یکے کریچے تنگ
چوں گلوگاہ نائے و سینہ چنگ

بوالفضولے سوال کرد از وے
چیست ایں خانہ شش بدست و سہ پے

با دم گرم و چشم گریاں پیر
گفت ہذا لمن یموت کثیر

اس کے پاس پھر ملاقات کو گیا اور رخصت ہوا۔ اس کی جدائی میرے دل کو ناگوار ہوئی۔

حضرت اکبر کے عہد میں سیر کا وزن ۳۰ دام تھا میں نے اس ضابطہ کے خلاف سیر کے وزن کو نہ بدلا اور ۳۰ دام ہی رہنے دیا۔ گسائین جدروپ نے کسی تقریب میں مجھ سے کہا کہ کتاب بید میں جس میں ہمارے احکام دین تحریر ہیں۔ سیر کا وزن ۳۶ دام لکھا ہے۔ چونکہ آپ کے احکام اتفاقات غیبی سے ہماری کتاب کے مطابق ہوتے ہیں اگر سیر کے وزن کے ۳۶ دام مقرر فرمائیں تو بہتر ہوگا۔ اس لئے میں نے حکم دیا کہ تمام میرے ممالک محروسہ میں سیر کا وزن

۳۶ دام مقرر ہو۔

یہ بھی ایک روایت ہے کہ خسرو کی آنکھوں میں سلائی باپ نے پھروائی تھی مگر پھر لطف پدری سے کسی عمدہ حکیم سے اُس کی آنکھوں کا علاج کرایا جس سے ایک آنکھ بالکل اچھی ہو گئی اور دوسری آنکھ میں کچھ نقص رہا جیلی خسرو جو افغانستان میں پیدا ہوا تھا اُس نے اپنی آنکھوں پر نشان کٹوریوں کے لگنے کے لوگوں کو دکھائے تھے۔ خسرو کی قید پر مدت گذر گئی تھی اس لئے باپ نے اُس کو محبوس کرنا اور سعادت خدمت سے محروم کرنا اپنی مرحمت سے بعید جانا اس کے جرائم معاف کر کے اُس کو بلایا اور کورنش کا حکم دیا۔

بادشاہ کا دہلی میں آنا

بادشاہ منزل بمنزل دہلی میں آیا اول اپنے فرزندوں اور محلوں کو لے کر حضرت ہمایوں کی قبر پر گیا اور پھر سلطان المشائخ نظام الدین کے روضہ پر آیا۔ پھر سلیم گڈہ میں اپنے دولت خانہ میں گیا پرگنہ پالم میں شکار کھیلنے گیا۔ چودہ روز میں ۳۲۶ ہرن شکار کئے حضرت اکبر کا ارشاد تھا کہ ہرن کو چیتے کے منہ سے چھڑائیں گو اُس پر کوئی چیتے کا آسیب زخم نہ پہنچا ہو مگر زندہ نہیں رہتا جہانگیر نے بھی اس کا تجربہ کیا تو یہ بات صحیح معلوم ہوئی۔

آغائی آغایاں ۳۳ سال سے میری خدمت گذار تھی اور اب بڑی بڑھیا ہو گئی تھی ساتھ رہنے میں اُسے تکلیف ہوتی تھی اس لئے اس نے دہلی رہنے کی درخواست کی بادشاہ نے منظور کی اس نے یہاں ایک باغ و سرائے و مقبرہ بنوایا۔ حاکم شہر کو حکم دیا کہ اس کی ایسی خدمت گذاری کرے کہ کسی طرح کی اس کو تکلیف نہ ہو۔

شیخ عبدالحق دہلوی

یہاں شیخ عبدالحق دہلوی کہ اہل فضل اور ارباب سعادت میں سے تھے بادشاہ کی خدمت میں آئے ایک کتاب اُنہوں نے بڑی محنت سے تصنیف کی تھی اس میں مشائخ ہند کا احوال لکھا تھا وہ کتاب مجھے دکھائی۔ مدت سے وہ دہلی میں توکل و تجرید میں زندگی بسر کرتے ہیں خلقت اُن کو بزرگ جانتی ہے ان کی صحبت بے ذوق نہیں ہے میں نے اُن پر طرح طرح کی مرحمت و دلنوازی کر کے رخصت کیا۔

دہلی سے پرگنہ کرانہ میں گیا یہاں مقرب خاں کا باغ دیکھا جس میں پستہ کا درخت سبز تھا

یہ میوہ اُس ملک میں نہیں ہوتا اور درخت گرم سیری و سرد سیری تھے اور تین سو سرو کے درخت تھے پنجم دی کو اکبر پور کے مقام میں کشتی سے اترا اور خشکی میں کوچ کیا آگرہ سے منزل مذکور تک کہ پرگنہ ٹوڈیہ سے دو کوس ہے ۱۲۳ کروہ براہ دریا کہ ۹۱ کروہ براہ خشکی ہے ۴۳ کوچ اور ۱۷ مقام میں طے کئے اُس کے سوائے ایک ہفتہ شہر دہلی میں رہا اور ۱۲ روز حویلی پالم میں شکار کھیلا کل ۷۰ روز ہوئے۔

بادشاہ نے ایران کو عالم خان کو سفیر بنا کے بھیجا تھا جب اُس کے نزدیک آنے کی خبر ہوئی تو اُس کو عطر جہانگیری بھیجا۔ اور یہ مطلع لکھا ؎

بسویت فرستادہ ام بوئے خویش
کہ آرم تراز ودتر سوئے خویش

باغ کلانور میں خان عالم آیا وہ نفایس و نوادر روزگار سے یہ تحفہ لایا کہ صاحبقران اور تقمش خاں کی مجلس صف جنگ کی تصویر تھی اُس میں امیر تیمور کی اور اس کی اولاد و اجداد و امراء عظام کی تصویریں تھیں جو اس جنگ میں اُسکے ہمراہ تھے اور ہر صورت پر یہ لکھا تھا کہ کسکی شبیہ ہے اُس میں ۲۴۰ تصویریں تھیں اور مصور نے اپنا نام خلیل مرزا شاہ رخی لکھا تھا اُس کا کام نہایت پختہ اور اعلیٰ درجہ کا تھا۔ اگر مصور کا نام نہ لکھا ہوتا تو یہ معلوم ہوتا بہزاد نے اس مجلس کی تصویر بنائی ہے

چونکہ وسعت کشمیر اس قدر نہیں ہے کہ اس کا محصول اس جماعت کے لئے کافی ہو جو موکب والا کے ہمراہ رہتی ہے اور میرے آنے کی خبر سے غلات و حبوبات کا نرخ بھی بڑھ جاتا ہے میں نے عامۂ خلایق کی رفاہیت کے لئے حکم دیا کہ جو ملازم ہمرکاب ہیں وہ اپنے آدمیوں کا سامان کریں اور چند ضروری آدمیوں کو ہمراہ لے چلیں اور باقی کو اپنی جاگیروں میں رخصت کریں اور ایسے ہی چارپایوں اور شاگرد پیشوں کی تخفیف کے لئے تاکید کی
شاہجہان بھی لاہور آکر باپ پاس آیا۔ طالب آملی کو خطاب ملک الشعراء کا ملا۔ اُس کے سخن کا رتبہ سب سے بڑھا ہوا تھا۔

پچ ہزارا کا گیہوں بھلا ہے۔ دہتی کی گائیں خوب ہیں۔ سکیسر کے کہسار کے گھوڑے بھلے ہیں اور ہشت نگر کے چاول اچھے ہیں۔

روز یکشنبہ نوزدہم کو پونے چار کوس چلکر موضع نوشہرہ میں منزل ہوئی جو دہنتور میں داخل ہے یہاں جہاں تک نظر کام کرتی تھی گل تہل کنول قطعہ گل سرشت سبزہ زاروں میں شگفتہ اور نہایت خوش نظر آتے تھے۔ روز دوشنبہ ساڑھے تین کوس چلکر موضع سلہر میں ورود ہوا۔ یہاں نیابت خاں نے پیش کش میں جواہر و مرصع آلات موازی ساٹھ ہزار روپیہ کا دیا۔ اس سرزمین میں ایک پھول دیکھا کہ سرخ آتشیں تھا اور گل خطمی کی برابر اندام میں تھا۔ مگر اس سے چھوٹے چند گل بہت پاس پاس ایک جگہہ کھلے ہوئے۔ دور سے یہ معلوم ہوتے تھے کہ ایک پھول ہی اس کا درخت زرد آلو کی برابر تھا۔ اس دامن کوہ میں خودرو بہت تھا اور نہایت خوشبودار رنگ اس کا بنفشہ سے کمتر تھا سہ شنبہ بست و یکم تین کوس طے کرکے موضع مالکلی میں آیا۔ آج مہابت خان کو بنگش رخصت کیا اور اسپ و فیل خاصہ و خلعت مع پوستین مرحمت ہوا۔ آج آخر منزل تک بارش ہی شب پنجشنبہ کو ۲۲ کو مینہ برسا سحر کے وقت برف پڑی اکثر راہ بند ہوگئی اور بارش کے سبب راہ میں پھسلن ہوگئی ڈبلا چارپایہ جہاں گرا وہاں سے پھر نہ اٹھا پچیس ہاتھی سرکار خاصہ کے تصدق ہوئے۔ بارش کے سبب سے دو روز مقام ہوا۔ روز پنجشنبہ بست سوم کو سلطان حسین زمیندار پکلی زمین بوس ہوا۔ یہ جگہ ملک پکلی میں داخل ہے۔ یہ عجب اتفاق ہے کہ جب والد ماجد کا یہاں گذر ہوا تھا تو برف برسی تھی اور اب بھی برسی۔ کئی سال ہی یہاں برف نہیں پڑی تھی بلکہ مینہ بھی کم برسا تھا روز جمعہ بست و چہارم چار کوس طے کرکے موضع سواد نگر محل نزول ہوا۔ اس راہ میں چپہ بہت تھا بہت زرد آلو اور شفتالو کے درختوں میں شگوفہ لگے ہوئے تھے صنوبر کے درخت مثل سرو کے دیدہ کو فریب دیتے تھے اور شنبہ بست و پنجم ساڑھے تین کوس کے قریب چلکر پکلی کے باہر لشکر نے آراستگی پائی۔ روز یکشنبہ بست و ششم کو کبک کے شکار کے لئے سوار ہوا۔ آخر دن کو سلطان حسین مرزا کی درخواست سے اس کے گھر گیا اور امثال و امیروں میں اسکا درجہ بڑھایا۔ والد ماجد بھی اس کے گھر گئے تھے۔ گھوڑے و جرہ باز و جرہ پیش کش میں دئے۔

اسپ وخنجر تو اسی کو دے دیئے۔ باز وجرہ کو حکم دیا کہ پٹیاں باندھ کر میرے روبرو لائیں۔
سرکار پکلی ۳۵ کوس طول میں ۲۵ کوس عرض میں ہے مشرق رویہ کوہستان کشمیر ہے اور مغرب
کی سمت میں اٹک بنارس ہے (یہاں قریب بنارس ایک چھوٹا سا گانوں اب بھی ہے) جانب
شمال میں گندر جانب جنوب میں گکھر واقع ہے۔ جب صاحبقران امیر تیمور ہندوستان کو فتح
کرکے ملک توران میں گیا تھا تو ایک طائفہ کو جو اس کے ہمراہ تھے ان حدود کو مرحمت کیا تھا۔
وہ کہتے ہیں کہ ہماری ذات قارلغ ہے لیکن وہ شخص نہیں جانتے کہ اس وقت میں اُن کے
بڑے کون تھے اور اُن کا نام کیا تھا بالفعل وہ لاہوری محض ہیں اور انہیں کی زبان بولتے ہیں۔
دہنتور کے آدمیوں پر بھی یہی قیاس کرنا چاہیئے۔ والد ماجد کے عہد میں دہنتور کا زمیندار شاہرخ
تھا اب اس کا بیٹا بہادر زمیندار ہے اگرچہ سب آپس میں خویشی و پیوند کی نسبت رکھتے ہیں لیکن ہمیشہ
سرحد پر حدود کی بابت نزاع کرنا اُن کو لازمی ہے وہ ہمیشہ میرے دولتخواہ رہے ہیں سلطان محمود
پدر سلطان حسین و شاہرخ دونوں میری شاہزادگی کے وقت میں میری ملازمت کے لیئے آئے
تھے سلطان حسین کی عمر ستر برس کی ہے اس کے قوائے ظاہری میں اصلا فتور نہیں آیا اور
سواری کی تاب و طاقت رکھتا ہے۔ اس ملک میں نان و برنج سے بوزہ بناتے ہیں اور اس
کو سیر کہتے ہیں وہ بوزہ سے بہت تیز ہوتا ہے یہاں کے آدمیوں کی خوراک کا مدار سیر پر ہے
جتنی وہ کہنہ ہوتی ہے اتنی بہتر ہوتی ہے۔ مٹکوں میں سیر کو بھرتے ہیں اور اُن کا منہ خوب محکم
باندھ کر دو تین سال تک گھر میں رکھتے ہیں بعد ازاں خم کے زلال کو نکال لیتے ہیں اُس کو اچھی
کہتے ہیں۔ اچھی وہ سالہ ہی ہوتی ہے اور اس سے پہلے کی ہی جس قدر پرانی ہو اوتنی ہی اچھی
ہوتی ہے۔ اقل مدت اُس کی ایک سال ہے سلطان محمود اس کے پیالے کے پیالے پیتا
تھا۔ سلطان حسین ہی پیتا تھا میرے لیئے وہ لایا میں نے بھی امتحانا اُسے پیا اس کا نشہ مشتہی
ہے مگر کرختی سے خالی نہیں ہے معلوم ہوا کہ اس میں تھوڑی سی بھنگ بھی لوگ ملاتے ہیں اس
کے خمار کا غلبہ ہوتا ہے۔ اگرچہ وہ شراب نہیں ہے مگر بالضرور شراب کا بدل ہو سکتی ہے۔ یہاں
بیو سے زردآلو و شفتالو و امرود بغیر پرورش کے خود رو ہوتے ہیں۔ یہاں کشمیر کی روش پر خانہ و

منازل چوب سے بناتے ہیں گھوڑے اونٹ گائے بھینس پالتے ہیں بز اور مرغ بہت ہیں اشتر یہان چھوٹی ہوتی ہے بارگران اس پر نہیں لا سکتا معلوم ہوا کہ آگے چند منزل تک ایسی بستی نہیں ہے کہ وہان غلہ ایسا ملے کہ لشکر کو کفایت کرے حکم ہوا پیش خانہ بقدر احتیاج مختصر اور کارخانجات ضروری ہمراہ ہوں ہاتھیوں کی تخفیف ہو اور تین چار روز کا اذوقہ ہمراہ ہو چند ملازم ساتھ ہوں باقی آدمی بسرکردگی خواجہ ابوالحسن بخشی کے چند منزل پیچھے آئیں۔ کمال تاکید و احتیاط سے سات سو زنجیر فیل پیش خانہ کے کارخانہ جات کے لیے ضرور تھے۔ بہادر و ہندوری لشکر بنگش کا کمکی مقرر ہوا۔ اور یکشنبہ سبت و نہم سوا پانچ کوس چلکر تین سکہ کے رودخانہ سے عبور کر کے منزل ہوئی۔ تین سکہ شمال سے جنوب کی جانب بہتی ہے اور یہ ندی کوہ دارو کے درمیان سے نکلتی ہے جو بدخشان و تبت کے درمیان ہے یہان ندی کی دو شاخیں ہوتی ہیں اس سبب سے لشکر کے عبور کرنے کے لئے لکڑی کے دو پل باندھے گئے ایک ۱۷ گز دوسرا ۱۴ گز طول میں تھا عرض میں ہر ایک پانچ گزہ تھا اور اس ملک میں پل بنانے کا طریق یہ ہے کہ بڑے درختوں کو جیسے کہ پڑا اور تاڑ ہیں پانی کے اوپر ڈالتے ہیں اور اس کے دونوں سروں کو چٹانوں سے باندھ کر استحکام دیتے ہیں اور ان پر لکڑیوں کے موٹے تختے بچھا کر میخ و طناب سے قوی اور مضبوط کرتے ہیں تھوڑی مرمت سے ایسا پل سالہا سال برقرار رہتا ہے۔ ہاتھیوں کو پایاب اتارا اور سوار و پیادے پل پر سے اترے سلطان محمود نے اس رودخانہ کا نام نین سکھ یعنی راحت چشم رکھا۔ روز پنجشنبہ سی ام کو ساڑھے تین کوس کے قریب چلکر کشن گنگا کے کنارہ پر منزل ہوئی اس راہ میں ایک کوتل واقع ہے اس کا ارتفاع نہایت بلند ڈیڑھ کوس اور سرنشیب ڈیڑھ کوس ہے اور اس کوتل کو پیم درنگ کہتے ہیں وجہ تسمیہ یہ ہے کہ کشمیری زبان میں روئی کو پیم کہتے ہیں حکام کشمیر نے داروغہ مقرر کیا تھا کہ روئی پر تمغا (محصول) لے یہاں تمغا لینے میں درنگ ہوئی تھی اس لئے اس کا نام پیم درنگ مشہور ہو گیا پل سے گذر کر ایک آبشار آتا ہے نہایت لطیف و صاف ہے میں نے لب آب و سایہ درخت میں پیالے متا دپیئے شام کو منزل پہنچا اس رودخانہ پر قدیمی پل تھا۔ اس کا طول ۵۴ درعہ اور عرض ڈیڑھ درعہ تھا کہ پیادوں کا گذر ہو سکتا تھا۔

اس پل کے محاذی دوسرا پل باندھا گیا۔ سو ذرعہ طول میں اور تین ذرعہ عرض میں۔ پانی عمیق اور تند تھا۔ ہاتھیوں کو تنگا اس دریا سے عبور کرایا اور پیادے اور سواروں کو پل پر سے میرے باپ کے حکم سے دریا کے مشرق میں پہاڑ پر ایک پختہ سرا پتھر و چونے کی نہایت مستحکم بنائی گئی تھی۔ رود خانہ کشن گنگا جنوب کی طرف سے آتا ہے شمال کی جانب بہتا ہے (غلط لکھا ہے وہ شمال سے جنوب کی طرف بہتا ہے) دریا بہت سمت مشرق سے آتا ہے اور کشن گنگا سے مل کر شمال میں جاری ہوتا ہے (آب بہت کچھ شمال کا رُخ لیتا ہے۔ لیکن جب کشن گنگا میں مل جاتا ہے تو وہ جنوب کو بہتا ہے)

۱۰۲۳ھ ۱۶۱۴ء اس سال کے واقعات یہ بھی ہیں کہ الہ داد خاں پسر جلال افغان باغی ہوا۔ مہابت خاں کو بنگش کے انتظام اور افغانوں کے استیصال کے لئے اجازت ملی تھی اس گمان سے کہ الہ داد پر بادشاہ نے مراحم و نوازش کی تھیں کہ اون کے عوض میں وہ کوئی خدمت کرے گا مہابت خاں نے اس کے ساتھ لے جانے کی درخواست کی۔ ان کافر نعمتوں حق ناشناسوں کی سرشت میں نفاق و بداندیشی داخل ہے اس لئے حزم و احتیاط کی وجہ سے یہ مقرر ہوا کہ اپنے فرزند و برادر درگاہ میں بطریق یرغمال بھیجدے کہ وہ بادشاہ کے حضور میں رہیں۔ جب اوس کے پسر و برادر درگاہ شاہی میں آئے تو اون کی تسلی و دلاسی کے واسطے ترحم اور نوازش اون پر کی گئی۔ لیکن

گلیم بخت کسے را کہ بافتند سیاہ ۔۔۔ بآب زمزم و کوثر سفید نتواں کرد

جس تاریخ سے کہ الہ داد اس سرزمین میں گیا بے دولتی اور حق ناشناسی اوس کے احوال سے ظاہر ہوئی مہابت خاں نے نظام کار کے لئے سررشتہ مدارا کو ہاتھ سے نہ دیا۔ اور اپنی فوج اپنے بیٹے کو سردار بنا کے افغانوں کے سر پر بھیجی اور الہ داد کو اوس کے ہمراہ کیا۔ مگر اوسکی بداندیشی اور نفاق کے سبب سے اس یورش نے خاطرخواہ سرانجام نہ پایا اور بے حصول مقصود مراجعت کرنی پڑی۔ الہ داد کے دل میں یہ توہم پیدا ہوا کہ کہیں مہابت خاں مجھ سے باز پرس کر کے پاداش کردار میں نہ گرفتار کرے اس لئے اوس نے تپہ وہ (آزرم) کو اٹھا کر

بغاوت وحرام تھی جو اینک وہ پوشیدہ رکھتا تھا بے اختیار ظاہر کیا جب بادشاہ کو اوس کی
خبر ہوئی تو اوس نے حکم دیا کہ اوس کے بھائی اور بیٹے کو قلعہ گوالیار میں مقید کریں۔ ایک
سال بعد الہ داد ندامت زدہ بادشاہ پاس حاضر ہوا۔ بادشاہ نے اوس کا قصور معاف کیا
اور بدستور سابق دو ہزار پانصدی اور بارہ سو سوار کا منصب دیا۔ بادشاہ نے سُنا کہ سہرند
(سرہند) میں شیخ ایک مکار نے مکر و فریب کا جال بچھا کر بہت ظاہر پرست بے معنی کو اپنا
شکار کیا ہے۔ ہر شہر و دیار میں اپنے مریدوں کو جو دکان آرائی کا آئین اور معرفت فروشی و
مردم فریبی میں اوروں سے زیادہ پختہ تھے خلیفہ نام رکھ کر بھیجا ہے اور اپنے مریدوں و معتقدوں
کے لئے مزخرفات لکھ کر ایک کتاب جمع کی ہے اور اُس کا نام مکتوبات رکھا ہے اور اسمیں مہملات
اور بہت مقدمات لاطائل مرقوم کئے ہیں کہ زندقہ و کفر پر منجر ہوتے ہیں ایک مکتوب میں وہ
لکھتا ہے کہ اثنا سلوک میں مقام ذی النورین پر میرا گذر ہوا وہ نہایت عالی و شوکت و مصفا
تھا وہاں سے گذر کر میں مقام فاروقی میں آیا۔ اور مقام فاروقی سے مقام صدیق پر عبور کیا
اور ہر مقام کی تعریف جو اوس کے لایق تھی لکھی۔ وہاں سے محبوبیت میں واصل ہوا
ایک ایسا مقام مشاہدہ کیا کہ نہایت منور و ملون تھا انواع انوار و الوان ایسے مجھ میں
منعکس ہوئے تھے یعنی (استغفر اللہ) مقام خلفا سے گذر کر عالی مرتبت پر پہنچا اور اور
گستاخیاں کیں جن کا لکھنا طول سے خالی نہیں اور ادب سے دور ہے۔ اسلئے بادشاہ نے حکم دیا
کہ عدالت میں وہ حاضر ہو حسب الحکم حاضر ہوا جو کچھ بادشاہ نے اوس سے پوچھا اسکا معقول
جواب نہ دے سکا۔ باوجود عدم خرد و دانش کے نہایت مغرور و خود پسند تھا اس لئے بادشاہ
نے اسکو زندان ادب میں قلعہ گوالیار میں محبوس کیا کہ اوس کی شوریدگی مزاج اور
آشفتگی دماغ قدرے تسکین پائے اور عوام کی شورش بھی فرو ہو۔ پھر بادشاہ نے اوس کو
ایک سال بعد چھوڑ دیا خلعت و ہزار روپیہ دیا اس نے عرض کیا کہ حضور کی یہ تنبیہ و تادیب
در حقیقت میرے لئے ایک ہدایت تھی۔ امان اللہ پسر مہابت خاں نے لڑکر احداد کی
فوج کو شکست دی اور بہت افغانوں کو مار ڈالا۔ بادشاہ نے شمشیر خاصہ اوسکی عنایت کی

[illegible]

جہانگیر لکھتا ہے کہ جب اجمیر میں مجھے کچھ تکسر و ضعف ہوا تو اس سے پہلے یہ خبر ناخوش ولایت بنگالہ میں پہنچی - ایک دن اسلام خاں خلوت میں بیٹھا تھا کہ عالم غیب سے اوس کو دکھائی دیا کہ میری طبیعت میں گرانی ہے جس کا علاج یہ ہے کہ وہ اپنی کسی نہایت عزیز چیز کو فدا کرے اول اوس نے اپنے فرزند ہوشنگ کے فدا کرنے کا قصد کیا مگر کم عمری اور رحم پدری کے سبب سے اوس کو چھوڑ کر خود اپنے تئیں فدا کیا - خدا نے اوس کی دعا قبول کی کہ میں اچھا ہو گیا وہ مرض سے آناً فاناً میں مر گیا -

۱۵ ربیع الاول سنہ ۱۰۲۹ مطابق ۱۰ مارچ سنہ ۱۶۲۰ کو نیر اعظم مرادبخش عالم برج حمل میں آیا جشن معمولی ہوا - روز یکشنبہ سوم فروردی کو ساڑھے چار کوس طے کرکے موسران میں نزول ہوا - شب جمعہ کو بارہ مولہ کے سوداگر بادشاہ کی خدمت میں آئے - بادشاہ نے ان سے بارہ مولہ کی وجہ تسمیہ پوچھی - اونھوں نے کہا کہ باراہ زبان سنسکرت میں خوک کو اور مولہ مقام کو کہتے ہیں یعنی جائے باراہ - ہندوؤں کے مذہب میں اوتاروں میں خوک بھی داخل ہے - باراہ مولہ کثرت استعمال سے بارہ مولہ ہو گیا - بادشاہ بھولباس سے آگے چلا تھا کہ برف و باران نے اوسے گھیر لیا وہ اون کے آسیب سے بچنے کے لئے معتمد خاں مصنف اقبال نامہ کے خیمہ میں گیا اور اوس میں مع اہل محل کے ایک رات دن رہا - معتمد خاں کہیں اور تھا وہ نہایت شوق و ذوق سے دو گھنٹہ میں ڈہائی کوس مسافت طے کرکے آیا اور زبان حال سے یہ شعر پڑھا ؎

آمد خیالم نیم شب جاں دادم و گشتم خجل خجلت بود درویش را تا گر چو مہمان در رسد

جو کچھ اوس کی بساط میں نقد و جنس ناطق و صامت تھا تفصیل کرکے برسم پا انداز پیش کیا بادشاہ نے سب اوس کو بخش دیا - اور فرمایا کہ متاع دنیا ہمارے چشم ہمت میں ہیچ معلوم ہوتی ہے ہم جوہر اخلاص کو گراں بہا سے خریدتے ہیں - اس اتفاق کو اصل اخلاص اور تائیدات طالع سے سمجھنا چاہئے کہ مجھ جیسا بادشاہ اہل حرم کے ساتھ شبان روز اوسکے گھر میں راحت و آرام سے رہا - کشمیر کی سرحد میں داخل ہوا - بادشاہ منزلیں طے کرتا ہوا حسب شہاب الدین پور

میں آیا تو دلاور خاں کا کر حاکم کشمیر کشتوار سے اس منزل سے بادشاہ پاس آیا۔ کشتوار کشمیر کی
جنوبی سمت میں ہے۔ معمورہ کشمیر سے منزل آنکہ تک حاکم نشین کشتوار ہے۔ اور کشمیر سے ساٹھ کوس
کی مسافت رکھتا ہے۔ دہم شہریور ۱۳؁ جلوس کو دلاور خاں دس ہزار جنگی سواروں اور پیادوں
کو لیکر فتح کشتوار کے ارادہ سے سوار ہوا اور اپنے بیٹے حسن کو گرد علی میر بحر کے ساتھ شہر کی
محافظت اور سرحدوں کی حراست کے لئے مقرر کیا۔ چونکہ گوہر چک اور ایبہ چک وراثت
کشمیر کا دعوی رکھتے تھے اور کشتوار اور اوس کی نواح میں پڑے پھرتے تھے۔
دلاور خاں نے اپنے بھائیوں میں سے حیبت کو ویسو کے مقام میں کہ کوتل پیر پنجال کے
متصل واقع ہے احتیاط کے لئے چھوڑا اور منزل مذکور سے افواج کو تقسیم کیا۔ خود سنگین پور کی
راہ پر فوج لیکر دوڑا اور اپنے بیٹے جلال کو نصراللہ عرب و علی ملک کشمیری اور ایک اور جماعت
بندہائے جہانگیری کو دوسری راہ پر تعین کیا اور اپنے بڑے بیٹے جمال کو جوانان کارطلب
کے ساتھ ہراول فوج بنایا۔ اور دو اور فوجیں دست چپ و دست راست کو مقرر رکیں۔
گھوڑوں کے جانے کی راہ نہ تھی اس لئے چند گھوڑے پاس رکھے باقی کشمیر واپس بھیجے
جوان کمربستہ پیادہ کوہ پر چڑھے اور مخالفوں سے لڑتے لڑتے نرکوٹہ تک پہونچے۔ یہ جگہ
غنیم کی محکم تھی۔ جلال و جمال کی فوجیں مختلف راہوں سے آنکر مل گئیں۔ مخالفوں میں تاب
مقاومت نہ رہی وہ بھاگ گئے اور بادشاہی بہادر جان نثار بہت نشیب و فراز طے کرکے دریائے
مرو تک گئے۔ آب مذکور کے کنارہ پر آتش قتال نے اشتعال پایا۔ اور ایبہ چک مارا گیا اسکے
مرنے سے راجہ بے دست و دل ہو کر بھاگ گیا اور بھندر کوٹ میں توقف کیا۔ اور لشکر
شاہی سے دریا کے پار اترنے پر بیس رات دن لڑائی رہی اور دشمنوں نے خوب مقابلہ و
مقاتلہ کیا۔ جب دلاور خاں گھاٹوں کا اور آذوقہ کا خاطر خواہ انتظام کرکے آیا تو راجہ نے
حیلہ بازی اور روباہ بازی سے دلاور خاں سے التماس کی کہ میں اپنے بھائی کو مع پیشکش
کے بادشاہ کی خدمت میں بھیجتا ہوں اور جب میرا گناہ معاف ہو جائیگا
اور بیم و ہراس میری خاطر سے زائل ہو جائیگا تو میں خود ہی بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہونگا

دلاور خاں نے اوس کی فریب آمیز باتوں پر کچھ خیال نہیں کیا۔ راجہ کے فرستادوں کو بے حصول مقصود واپس کیا اور دلاوری و شناوری سے دریائے ذخار سے پار ہوا اور مخالفوں سے سخت جنگ لڑا۔ مخالف پل توڑ کر بھاگ گئے۔ بادشاہی ملازموں نے پھر پل کو باندھا اور باقی لشکر نے عبور کیا اور بھندر کوٹ میں لشکر شاہی آراستہ ہوا اور آب مذکور سے دریائے چناب تک کہ مخالفوں کا اعتضاد و قوی تھا دو تیر انداز مسافت تھے۔ اور آب چناب کے کنارہ پر ایک اونچا پہاڑ تھا۔ اس آب سے عبور دشوار تھا پیادوں کی آمد و رفت کے لئے دو موٹے رسّے اس طرح لگائے کہ اون کا ایک سر اقلۂ کوہ سے مستحکم کیا اور دوسرا سرا دریا کے اس طرف مضبوط باندھا اور ان دو رسوں کے درمیان ایک ایک ہاتھ کے فاصلہ سے چوبیں لگائیں اور دو اور رسّے پہلے رسّوں سے ایک گز اونچے لگائے کہ پیادے ان چوبوں پہ پاؤں رکھیں اور دونوں ہاتھوں کو اوپر کے رسوں کو باندھیں تاکہ دریا سے گذر ہو۔ اس کو کوہستانیوں کی اصطلاح میں زم پہ کہتے ہیں جہاں زم پہ باندھنے کا مظنہ ہو سکتا تھا وہاں بندوقچی اور تیر انداز کام کے آدمیوں سے استحکام دیکر خاطر جمع کی۔ دلاور خاں جالے بنا کر اپنے آدمیوں کو اون پر بٹھا کے چاہتا تھا کہ دریا سے پار پہونچے لیکن پانی میں ایسی تندی و شورش تھی کہ جالہ سیل فنا میں آگیا اور [illegible] آدمی بحر عدم میں غرق ہوئے۔ اور دس آدمی شناوری کی یاوری سے سلامت آئے۔ اور دو آدمی دریا کے پار جا کر مخالفوں کے ہاتھ میں اسیر ہوئے۔ غرض دلاور خاں چار مہینے دس روز تک بھندر کوٹ میں سعی کرتا رہا مگر مقصد نہ حاصل ہوا۔ ایک زمیندار نے راہ بری کی اور ایک جگہ سے جہاں مخالفوں کو زم پہ باندھنے کا گمان بھی نہ تھا دو سو بادشاہی سپاہیوں کو لے گیا اور بے خبر راجہ کے سر پر جا پہنچے۔ مخالف خواب و بیداری کے درمیان سراسیمہ نکلے اور قتل ہوئے ایک پہاڑی راجہ کو مار ڈالنا چاہتا تھا کہ اوس نے فریاد کرکے کہا کہ میں راجہ ہوں مجھ کو دلاور خاں کے پاس لے چلو۔ اونھوں نے اوس کو اسیر کیا۔ کشتواڑ میں چند [illegible] بہت ہوئے [illegible] یہاں رسم نہیں کہ راجہ خراج [illegible] ہر خانہ سے سالانہ ایک [illegible] چار [illegible] کی برابر

ہوتی ہیں لیتا ہے۔ سات سو راجپوت تو پچی قدیم سے نوکر ہیں اون کی تنخواہ میں زعفران مقرر کر رکھا ہے جو ایک من یعنے دو سیر خریدار کے ہاتھ چار روپیہ کو بکتا ہے۔ راجہ کا کل حاصل ڈنڈ پر موقوف ہے۔ ذرا ہی تقصیر پر بہت روپیہ ڈنڈ میں لے لیتا ہے۔ جس کسی کو کہ متمول اور صاحب جمعیت دیکھتا ہے بہانہ بنا کے کل روپیہ اوس کا لے لیتا ہے۔ بہمہ جہت تخمیناً ایک لاکھ روپیہ حاصل ہوتا ہے۔

حسن ابدال سے کشمیر تک جس راہ سے بادشاہ آیا ۷۵ کوس کی مسافت تھی جسکو بادشاہ نے ۱۹ کوچ اور ۶ مقام کر کے ۲۵ روز میں طے کیا۔ دار الخلافہ آگرہ سے کشمیر تک تین سو چھتیس کوس مسافت ایک سو دو کوچ اور ترپیسٹھ مقام میں طے کی خشکی کی راہ جو متعارف ہے تین سو چار اور آدھ کوس ہے۔

سہ شنبہ دوازدہم کو دلاور خاں حسب الحکم راجہ کشتوار کو مسلسل حضور میں لایا راجہ کی شکل وجاہت سے خالی نہیں تھی پوشش اس کی اہل ہند کی روش پر تھی۔ برخلاف اور زمینداروں کے وہ دونوں زبانیں ہندی و کشمیری جانتا تھا۔ وہ شہری معلوم ہوتا تھا۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ باوجود گناہ و تقصیر کے اگر وہ اپنے فرزندوں کو بادشاہ کی درگاہ میں حاضر کرے تو حبس و قید سے نجات پائے۔ اور آسودہ و فارغ البال زندگی بسر کرے اور نہیں تو ہندوستان کے کسی قلعہ میں حبس دوام میں رہے گا۔ راجہ نے عرض کیا کہ میں اہل و عیال و فرزندوں کو بادشاہ کی ملازمت میں لاتا ہوں امیدوار مرحمت شاہی ہوں جو حکم ہوگا بجا لاؤنگا۔

جہانگیر لکھتا ہے کہ کشمیر اقلیم چہارم میں سے ہے عرض اس کا خط استوا سے ۳۵ درجہ اور طول اس کا جزائر سفید سے ۱۰۵ درجہ ہے۔ اس ملک میں قدیم سے راجہ حکومت کرتے تھے اونکی حکومت کی مدت چار ہزار سال ہے ان کا حال اور اسامی تاریخ راجہ ترنگ میں کہ والد ماجد کے حکم سے سنسکرت سے فارسی میں ترجمہ ہوئی ہے۔ بہ تفصیل مرقوم ہے سنہ ۷۱۲ھ میں اس ملک نے نور اسلام سے روشنی پائی ہے۔ ۳۲ مسلمان بادشاہوں نے ۲۸۲ برس اس ملک کی حکومت کی سنہ ۹۹۴ھ میں والد ماجد نے اوس کو فتح کیا اور اس تاریخ سے اب تک کہ ۲۳۵ سال ہوئے ہمارے قبضہ میں ہے ملک کشمیر

راجہ کشتوار کا بادشاہ کے پاس آنا

کوتل پھولباس سے نیچے تک ۱۰۵ کوس جہانگیری ہے۔ عرض میں ۲۷ کوس سے زیادہ نہیں ہے اور دس کوس سے کم نہیں ہے۔ شیخ ابوالفضل نے اکبرنامہ میں تخمیناً لکھا ہے کہ اس ملک کا طول دریائے کشن گنگا سے نیچے تک ۱۲۰ کوس ہے اور عرض دس کوس سے کم اور پچیس کوس سے زیادہ نہیں ہے۔ میں نے احتیاطاً اور اعتماد کے لئے ایک معتمد کارداں جماعت کو مقرر فرمایا کہ طول و عرض کی پیمایش کریں تاکہ قرار واقعی حقیقت لکھی جائے۔ شیخ نے ۱۲۰ کروہ جہاں لکھے تھے وہ پیمایش میں ۹۰ کروہ ہوئے۔ یہ امر مقرر ہے کہ ہر ملک کی حد اس جائے سے شروع ہوتی ہے کہ اس ملک کی زبان باشندے بولتے ہوں۔ اس لئے پھولباس سے کہ گیارہ کوس ہے کشن گنگا سے اسطرف ہے کشمیر کی سرحد مقرر ہوئی۔ اس حساب سے ۶۵ کروہ ہوتے ہیں اور عرض میں دو کروہ سے زیادہ فرق نہیں معلوم ہوا۔ اور بنیاد سند کے عہد میں ہر کوس پانچہزار ذرع ہے اور ہر ذرع دو شرعی ذرع کا ہے اور ہر ذرع میں ۲۴ انگشت ہوتے ہیں اور جہاں کوس یا گز کا ذکر ہوتا ہے اس سے مراد اسی معمولی گز اور کوس سے ہوتی ہے۔ شہر کا نام سری نگر ہے اور اوس کی آبادی کے اندر سے دریا بہت گذرتا ہے اور اوس کے سرچشمہ کو ویرناگ کہتے ہیں۔ وہ شہر سے چودہ کوس پر جنوب میں واقع ہے۔ میں نے اس چشمہ کے اوپر ایک عمارت اور باغ ترتیب دیا ہے۔ شہر میں چار پل سنگ و چوب کے نہایت مستحکم بنے ہوئے ہیں۔ آدمی اوس پر آتے جاتے ہیں۔ اس ملک کی اصطلاح میں پل کو کدل کہتے ہیں۔ شہر میں ۸۹۵ھ میں ایک مسجد نہایت عالی سلطان سکندر نے بنائی تھی ایک مدت کے بعد وہ جل گئی تو پھر اوس کو سلطان حسین نے بنایا۔ ابھی وہ تمام نہ ہوئی کہ وہ خود تمام ہوگیا ۹۰۹ھ میں ابراہیم ماکری وزیر سلطان حسین کے زمانہ میں تمام ہوئی۔ حکام کشمیر کی سب سے زیادہ عمدہ یادگاری مسجد ہے۔ آدمی کی آمد و رفت اور غلہ و ہیمہ کی نقل و تحویل کشتی پہ ہوتی ہے شہر و پرگنوں میں ۵۰۷۰ کشتیاں ہیں ۷۴۰۰ ملاح۔ کشمیر میں ۳۸ پرگنے ہیں اسکے دو حصے کئے ہیں۔ بالائے آب کو امراج کہتے ہیں اور پایان آب کو کامراج ضبط۔ و داد و ستد زر و سیم کی رسم جزوی سی ہے سائر جہات و نقد و جنس کا حساب خروار شالی سے ہوتا ہے خروار سمن ۵ سیر وزن حال ہے۔ کشمیری دو سیر کو ایک من کہتے ہیں۔ چار من یعنی آٹھ سیر کو ایک ترک کہتے ہیں

ولایت کشمیر کی جمع ۳۰ لاکھ ۶۳ ہزار و پچاس خروار و یازدہ ترک ہے کہ بحساب نقدی ۷ کروڑ و ۴۶ لاکھ ۷۰ ہزار دام ہوتے ہیں ضابطہ حال کے موافق وہ آٹھ ہزار و پانسو سوار کی جاگیر ہے کشمیر میں ورآمد کی راہ متعذر اگر کوئی شخص کشمیر کی بہار دیکھنی چاہے تو وہ مختصر راہ پگلی پر پڑا ورراہیں اس موسم میں برف سے بھری ہوتی ہیں بھمبر کی راہ نزدیک ہے۔ کشمیر کی تعریف و توصیف لکھنے کیلئے دفتر چاہیئے اس لئے اس کے اوضاع اور خصوصیات کا مجمل بیان ہوتا ہے کشمیر ایک باغ ہے ہمیشہ بہار یا قلعہ ہے آہنین حصار بادشاہوں کے لئے ایک گلشن عشرت افزا ہے درویشوں کے لئے ایک خلوت کدہ دلکشا۔ چمن خوش۔ آبشار دل کش۔ آبہائے رواں شرح بیان سے زیادہ اور چشمہ سار حساب و شمار سے باہر۔ جہاں تک نظر جاتی ہے آب رواں و سبزہ ہی نظر آتا ہے۔ گل سرخ و بنفشہ و نرگس خودرو و صحرا صحرا انواع گل اقسام ریاحین اس سے زیادہ ہیں کہ شمار میں آئیں۔ بہار میں کوہ و دشت اقسام شگوفہ سے مالا مال ہو دیوار اور صحن و بام گھروں کے مشعل لالہ سے بزم افروز اور جلگہائے مسطح و سہ برگہ کا کیا بیان ہو۔ کشمیر میں لکڑی کے مکانات یک منزلہ اور دو منزلہ و سہ منزلہ و چہار منزلہ بناتے ہیں اور کوٹھوں کو خاک پوش کر کے پیاز لالہ کو سال بسال لگاتے ہیں موسم بہار میں وہ کھلتا ہے نہایت خوشنما معلوم ہوتا ہے نادر العصر استاد منصور نے جو پھولوں کی تصویریں کھینچی ہیں وہ سو سے زیادہ ہیں۔

اقبال نامہ اور اور کتابوں میں لکھا ہے کہ اس ملک کا محصول برنج و زعفران ہے زیادہ تر آدمیوں کی غذا برنج گندہ یعنی بھات ہے۔ چنا وہاں اول سال خوب پیدا ہوتا ہے لیکن اگر اس کو دوسرے سال بوؤ تو چھوٹا اور کم حاصل ہوتا ہے اور پھر اگر تیسرے سال بوؤ تو مونگ کی برابر پیدا ہوتا ہے۔ پہلے زمانہ میں یہاں بڑا گھوڑا اور گاؤ و گاؤمیش کمیاب تھے تازہ طعام کھانے کا رواج بہت کم ہے جو صبح پکاتے ہیں وہ شام کو کھاتے ہیں۔ جو شام کو پکاتے ہیں وہ صبح کو کھاتے ہیں۔ طعام میں نمک ڈالنے کا رواج اس قدر کم ہے کہ عورتوں اور مردوں کے چہرہ میں نمک کا اثر نہیں ہے۔ عورت و مرد کا ملبوسات پشمینہ متعارف پٹو ہے۔ اس پٹو کو کشمیری کہتے ہیں کہ اگر ہم نہ پہنیں تو ہوا کا اثر جسم پر ایسا ہوتا ہے کہ کھانا نہیں ہضم ہوتا

اس پٹو کا ایک کرتہ عورتیں تین چار سال تک پہنتی ہیں اور کبھی اوسکو دہلاتی نہیں۔ سنے پٹو کا کرتہ جو وہ پہنتی ہیں بدن پر پھٹ پھٹ کر اُتر جاتا ہے مگر اس پر کوئی شوپ نہیں پڑتا غرض اس کرتہ کو برہمنوں کے زنار کی طرح کبھی جدا نہیں کرتیں باوجودیکہ پانی کی یہ کثرت ہے کہ ہر محلہ میں نہر جاری ہے مگر عورت مرد بہت کم ایسے ہوتے ہیں کہ غسل جنابت بھی کریں عورتوں کا لباس ایسا کثیف ہوتا ہے کہ جب اون کے وضیع و شریف کہیں جاتے ہوں اور کوئی آدمی تازہ وارد اون کے پہلو سے گذرے تو اوس کو بڑی نفرت ہوتی ہے اکثر جہانگیر کہا کرتا تھا کہ کشمیر میری قلمرو میں بہشت روئے زمین ہے اور اکثر ہر سال کشمیر کی سیر کو جایا کرتا تھا۔ ایک دن کشمیر کے بازار میں گذر ہوا۔ ہاتھی پر سوار تھا۔ ہاتھی کے دونو طرف کشمیرنیں کھڑی دعائیں دیتی تھیں۔ ان کے کپڑوں کی بو بادشاہ کے ناک میں گئی جس سے اوس کو بڑی نفرت ہوئی پوچھا کہ یہ کاہے کی بو آتی ہے تو ایک گستاخ امیر نے جو بادشاہ پر مورچھل جھل رہا تھا عرض کیا کہ حضور کے بہشت روئے زمین کی حوروں کی بو آتی ہے اگرچہ اس گل زمین کے آدمی جدت و فہم وذکا و جوہر رشادت سے آراستہ ہیں لیکن روز ازل سے ان کی سرشت کا خمیر شرارت سے تخمیر ہوا ہے کہ کشمیری بے پیری ضرب المثل خاص و عام ہے۔ جو تاریخیں ان کا حال پہلے زمانہ میں خاندان سلاطین کی نسبت اور آپس میں تھا کہ فساد و عناد کے شعلے اوٹھاتے تھے وہی زمانہ حال میں مشاہدہ میں آتا ہے اور جس کو اس طائفہ سے سروکار ہوتا ہے وہ جانتا ہے کہ اس گروہ میں شرارت و مروت وغیرت کس قدر ہے۔ مگر ہر قوم میں نیک و بد ہوتے ہیں بطریق ندرت ان میں بھی کوئی اچھا ہوتا ہے۔ ایک شخص نے کشمیر کی تعریف میں یہ ہجو ملیح کی ہے **رباعی**

کسانیکہ آفاق گردیدہ اند — بسے سال و مہ در سفر بودہ اند

بہ تعریف کشمیر و کشمیریاں — بہشتے پر از دوزخی دیدہ اند

کشمیری سر گھٹواتے ہیں اور گول پگڑی پہنتے ہیں۔ ازار پہننا عیب جانتے ہیں کرتہ دراز و فراخ سر سے پاتک پہنتے ہیں اور کمر باندھتے ہیں۔

اقبال نامہ میں لکھا ہے کہ شہنشاہ اکبر کے عہد میں کشمیر کا حاکم مرزا حیدر تھا اوس کے زمانہ میں اسپ کلاں کی سواری نے اور بنائے عمارات دل نشیں نے اور اکثر وضع معقول نے شہر میں رواج پایا اشجار میوہ دار کے پیوند لگانے کا رواج نہ کشمیر میں تھا نہ ہندوستان میں محمد قلی افشار داروغہ باغات کشمیر نے اکبر کے عہد میں اس کا رواج دیا اول کابل سے شاہ آلو کو منگا کر پیوند دیا تو یہاں کی آب وہوا کے موافق وہ ہوا۔ اس زمانہ سے اُس کا رواج پھیلا اور سال بسال کل بلاد ہندوستان میں اس پیوند سے میوؤں کی شادابی بڑہتی جاتی ہے لیکن اب تک آنب کے درخت میں پیوند نہیں لگا۔

نوربخشی

اس ملک کے آدمی سوداگر اور اہل حرفہ اکثر سُنی ہیں سپاہی شیعہ امامیہ ہیں ایک گروہ نوربخشی ہے جس کی نسبت مرزا حیدر نے کتاب رشیدی میں لکھا ہے کہ کشمیری تمام حنفی مذہب تھے فتح شاہ کے زمانہ میں ایک شخص شمس الدین طالش عراق سے آیا اور اُس نے اپنے تئیں میر محمد نوربخش سے منسوب کیا اور مذہب غیر معروف کو لایا۔ اس مذہب کا نام نوربخش رکھا اور طرح طرح کا کفر و زندقہ ظاہر کیا۔ اور ایک کتاب فقہ کی جس کا نام حوطہ تھا اسکا رواج دیا وہ اہل سنت وجماعت وشیعہ کے کسی مذہب کے موافق نہ تھی۔ جو آدمی یہ مذہب رکھتے وہ سب اصحاب ثلاثہ وحضرت عائشہ کو جو شعار روافض کا ہے تبرا بھیجنا لازم جانتے ہیں اور شیعہ کے عقیدہ کے برخلاف میر سید نوربخش کو صاحب الزماں ومہدی موعود جانتے ہیں اور شیعہ کے بالعکس وہ اکابر اولیا کے معتقد نہیں ہیں اور سب کو سُنی مذہب سمجھتے ہیں کل عبادات ومعاملات میں اس قبیل کے تصرفات کئے ہیں کہ تفرقہ عظیم ہوگیا ہے اور اپنے مذہب کو نوربخشی کہتے ہیں ان اوراق کے مسودے (مرزا حیدر) نے بدخشاں میں اوسکے مشائخین کی جماعت کو دیکھا ہے وہ درس علوم میں میرے ساتھ شریک تھے سب شریعت ظاہری سے آراستہ سنن نبوی سے پیراستہ تھے بالتمام اہل سنت وجماعت سے موافق ومتفق تھے۔ چنانچہ امیر سید نوربخش کے بیٹوں میں سے ایک نے مجھے ایک رسالہ اس کا دکھایا۔ ایک بات اسمیں خوب لکھی تھی کہ سلاطین وامرا وجہال گمان رکھتے ہیں کہ سلطنت صوری طہارت وتقویٰ

کے ساتھ جمع نہیں ہوتی اور یہ محض غلط ہے اس واسطے کہ اعظم انبیا و رسل با وجود نبوت کے سلطنت کرتے تھے اور اس میں اونہوں نے مساعی محمودہ کیں مثل یوسف و سلیمان و داؤد و موسیٰ و آنحضرت رسالت پناہ مقصود یہ ہے کہ کشمیر کے فرقہ مذہب نوربخشی کے برخلاف وہ بھی اور بعض اہل سنت وجماعت کے موافق فقیر نے کتاب حوطہ جو اسوقت کشمیر میں مشہور تھی ہندوستان کے علما پاس بھی بھیجی اونہوں نے اس کتاب کی پشت پر یہ فتویٰ لکھا۔

فتویٰ علمائے ہندوستان پر کتاب حوطہ نوربخشیہ

یہ ہے کہ اَللّٰھُمَّ اَرِنَا الْحَقَّ حَقًّا وَّ اَرِنَا الْبَاطِلَ بَاطِلًا وَ اَرِنَا الْاَشْیَاءَ کَمَا ھِیَ اس کتاب کو بہت تعمق سے مطالعہ کیا گیا تو اوس کے مسائل سے معلوم ہوا کہ صاحب اس کتاب کا مذہب باطل رکھتا تھا سنت مشہورہ سے اجتناب قبول کیا تھا وہ اہل سنت وجماعت کا مقید نہ تھا اور دعویٰ اِنَّ اللّٰہَ اَمَرَنِیْ اَنْ اَرْفَعَ الْاِخْتِلَافَ مِنْ بَیْنِ ھٰذِہِ الْاُمَّۃِ اَوَّلًا فِی الْفُرُوْعِ سُنَنِ الشَّرِیْعَۃِ الْمُحَمَّدِیَّۃِ کَمَا کَانَتْ فِیْ زَمَانِہٖ مِنْ غَیْرِ زِیَادَۃٍ وَّ نُقْصَانٍ وَ ثَانِیًا فِی الْاُصُوْلِ مِنْ بَیْنِ الْاُمَمِ وَکَافَّۃِ اَھْلِ الْعَالَمِ بِالْیَقِیْنِ۔ کا ذب تھا اور زندقہ و سفسطہ کے مذہب پر مائل۔ اس قسم کی کتاب کا مٹا دینا اور عالم سے اس کا معدوم کرنا ان آدمیوں پر جو اس پر قادر ہوں موجبات و فرائض سے ہے اور اس مذہب کا قلع قمع ضروریات دین سے اور اس دین کے عالموں کا اور اس مذہب کے معتقدوں کا اور اس کتاب کا قلع قمع فرض ہے جو اس مذہب کے مقر ہوں اور مذہب باطل سے نہ پھریں تو ان کے شر کا مسلمانوں کے سر سے دفع کرنا سیاست و قتل کے ساتھ واجب ہے اور اگر وہ تائب ہوں اور اس مذہب کو ترک کریں تو اون کو حکم دیں کہ مذہب حضرت ابی حنیفہ کہ جن کی شان میں حضرت رسالت پناہ نے سراج الہی فرمایا ہے قبول کریں۔ جب یہ نوشتہ میرے پاس پہنچا تو مردم کشمیر مذہب میں ارتداد کی طرف میل رکھتے تھے طوعاً و کرہاً مذہب حق میں اون کو لایا۔ اور بہت آدمیوں کو قتل کیا۔ ایک جماعت نے تصوف میں پناہ لی اور اپنا نام صوفی رکھا۔ لیکن نہ وہ صوفی صافی ہیں نہ زندیقی۔ چند ملحدی مذہب رکھتے ہیں چند آدمیوں کو

گمراہ کرتے ہیں۔ حرام وحلال کی مطلق خبر نہیں رکھتے۔ شب بیداری و کم خوری کو تقوے و
طہارت جانتے ہیں۔ جو کچھ ہاتھ لگے وہ کھا جاتے ہیں اور لے لینے اور شرہ و حرص
بہت رکھتے ہیں اور ہمیشہ خوابوں کی تعبیر دیتے ہیں اور اپنی کرامات کا اظہار اس طرح
کرتے ہیں کہ اس سال میں یہ ہوگا اور وہ ہوگا۔ مغیبات آیندہ و گذشتہ کے اخبار میں
مشغول رہتے ہیں اور ایک دوسرے کو سجدہ کرتے ہیں اور اس رسوائی سے چلے بیٹھے ہیں
اہل علوم کے علم کو نہایت مذموم و مکروہ جانتے ہیں اور بے شریعت راہ طریقت پر چلتے ہیں
اور کہتے ہیں کہ اہل طریقت کو شریعت سے کچھ کام نہیں۔ غرض اس طرح کے ملاحدہ و زندقہ
اور جگہ دیکھنے میں نہیں آتے۔ عیاذاً باللہ معاذ اللہ حق سبحانہٗ تعالیٰ کل اہل اسلام کو اس
نوع کی آفات و بلیات سے اپنی عصمت کی پناہ میں مصؤن و محفوظ رکھے۔ بحق محمد و آلہ اس سے
پہلے کشمیر میں کافروں کا فرقہ آفتاب پرست تھا جس کو شماسین کہتے ہیں ان کا مذہب یہ ہے
ہستی نور ہے۔ آفتاب ہمارے عقیدت کی صفائی کے سبب ہے۔ اور ہمارا وجود اوس کے
نورانیت کی وجہ سے ہے اگر ہم اپنے عقیدت کو مکدر کریں تو آفتاب کا وجود نہ رہے اور
اگر آفتاب اپنا فیض ہم سے اٹھالے تو پھر ہستی نہ رہے ہم اوس کے ساتھ موجود ہیں۔ اسکا
وجود ہمارے بغیر نہیں ہے اور ہمارا وجود اس کے بغیر نہیں ہے جس وقت وہ ہوتا ہے تو ہمارا
احوال اس پر ظاہر ہوتا ہے ہم کو سوا رنیک کام کے اور کار روا نہیں ہے جب رات ہوتی ہے وہ
ہم کو نہیں دیکھتا اور ہمارے حال سے واقف نہیں ہوتا جو چاہیں کریں اوس پر مواخذہ نہیں ہوتا
فرقہ شماسین نے بموجب القاب تنزل من السماء شمس الدین لقب رکھا ہے۔ مردم کشمیر نے
اوس کو غلط کر کے مخفف کیا ہے اور شمس الدین کا شماس بنایا ہے فقط صاحب فرشتہ کی
تحقیق یہ ہے کہ اس ملک کی کل رعایا حنفی مذہب ہے اور اوسکے اکثر سپاہی شیعہ ہیں اور یہاں کے علماء
کہتر نوربخشی ہیں اور تبت کو چک کے بادشاہ گو کہ کشمیر کے ہمسایہ میں ہے کشمیر کے سپاہیوں کی
محافظت و آمیزش سے تشیع میں ایسا غلو ہے کہ اگر کوئی بیگانہ وہاں شہر میں وارد ہو وہ جب
تبرا بھیجے تو شہر میں رہنے دیتے ہیں۔ ایک فقیروں کا طائفہ ہے اوس کو ریشی کہتے ہیں

اگرچہ علم ومعرفت نہیں رکھتے لیکن بے ساختگی وظاہر آرائی سے زندگی بسر کرتے ہیں وہ کسی کو برا نہیں کہتے۔ زبان خواہش وپائے طلب کو کوتاہ رکھتے ہیں گوشت نہیں کھاتے اور عورت نہیں کرتے اور جنگلوں میں میوہ دار درخت اس نیت سے لگاتے ہیں کہ آدمی اون سے بہرہ ور ہوں۔ اور خود اس سے متمتع نہیں ہوتے۔ قریب دو ہزار کے ایسے آدمی ہونگے برہمنوں کی ایک جماعت جو قدیم سے اس ملک میں رہتی تھی اور اب بھی رہتی ہے تمام کشمیریوں میں اُن کے اور مسلمانوں کے تکلم میں تمیز نہیں ہوسکتی۔ لیکن اون کی کتابیں زبان سنسکرت میں ہیں وہ اون کو پڑھتے ہیں اور جو بت پرستی کی شرائط ہیں اون کو ادا کرتے ہیں۔ بت خانے جو ظہور اسلام سے پہلے بنے ہوئے ہیں سب برپا ہیں اور اون کی عمارتیں سنگین ہیں بنیاد سے لیکر چھت تک تیس تیس چالیس چالیس من کے پتھر لگے ہوئے ہیں۔ شہر کے متصل ایک کوچہ ہے اُس کو کوہ ماران یا ہری پربت کہتے ہیں سمت شرقی میں کوہ ڈل ہے جہاں والد ماجد نے ایک قلعہ سنگ وآہک کا بنوایا تھا جو اب بن کر تیار ہو گیا ہے۔ میں نے یہاں ایک باغ لگایا جس کا نور افزا نام رکھا۔

شاہزادہ شجاع کھیلتے کھیلتے ایک دریچہ سے سر کے بل گرا۔ اتفاق کی بات ہے کہ پلاس نمدونکے فرش لپٹے ہوئے دیوار کے نیچے رکھے ہوئے تھے اور فراش اس کے متصل بیٹھا تھا شہزادہ کا سر پلاس پر لگا اور پانوں فرش کی پیٹھ اور کندھے پر زمین سے لگے۔ رسیدہ بود بلائے ولے بخیر گذشت جوتک رائے جوتشی نے پہلے لکھ دیا تھا کہ شہزادہ پر تین چار مہینے سخت ہیں وہ کسی مرتفع جاسے گرے مگر اوس کی حیات پر کوئی آسیب نہ پہونچے۔

جب محصول کی اوگاہی کا وقت آیا مہابت خاں نے لشکر متعین کیا کہ کوہستان میں جاکر افغانوں کی زراعت کو کھائیں اور تاخت وتاراج وار دہاڑ میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نکریں جب لشکر شاہی پائے کوتل میں آیا تو سر کوتل پر ہجوم کرکے اوس کو مستحکم کیا۔ جلال خاں جو مرد کار دیدہ وبہر محنت کشیدہ تھا اوس نے صلاح وقت اس میں دیکھی کہ دو تین روز توقف کیا جائے۔ افغان جو چند روز کا آذوقہ پیٹھ پر لاد کے لائے ہیں وہ ختم ہو جائیگا

لاچار خود بخود وہ ویران ہو جائینگے اس وقت سہولیت کے ساتھ ہمارے آدمی اس گروہ دشوار سے گذریں گے اور جب ہم اس کوتل سے گذر جائیں گے تو افغان کچھ نہیں کرسکیں گے اور اون کو خوب مالش دینگے۔ مگر عزت خاں ایک شعلہ تھا رزم افروز اور برق تھی دشمن سوز اس نے جلال خاں کی صوابدید پر کچھ خیال نہ کیا۔ برہنہ چند سادات بارہ کو لیکر چلا افغانوں نے جو کثرت سے تھے اوسے گھیر لیا اور اوس کو معہ رفقا کے ہلاک کیا۔ افغانوں نے پہاڑوں کی چوٹیوں پر سے پتھر اور تیر مارکے بادشاہی جوانوں کو مارا اور اس لڑائی میں جلال خاں و مسعود اور بعض اور سردار مارے گئے۔ سپاہ شاہی کو یہ صدمہ پہنچا۔ مہابت خاں نے تازہ فوج روانہ کی۔ تھانوں کو از سر نو مستحکم کیا اور افغانوں کو خوب مارا دھاڑا۔

۲۷۔ شہر یور روز جمعہ کو جہانگیر دیرناگ کے سرچشمہ دریائے بہت کی سیر کو سوار ہوا۔ پانچ کوس کشتی میں گیا۔ موضع پان پور کے باہر اترا اس روز بادشاہ پاس کشتوار سے یہ ناخوش خبر آئی کہ جب دلاور خاں کشتوار کو فتح کرکے پادشاہ پاس آیا تو اس نے نصر اللہ عرب کو اور چند منصب داروں کو وہاں کی محافظت کے لئے مقرر کیا تھا۔ اس عرب نے اپنی رائے میں دو خطائیں کیں ایک یہ کہ وہاں کے زمینداروں اور رعایا کو تنگ کیا اور نا ملائم سلوک کیا۔ دوم جو جماعت اُس کی کمک کے لئے مقرر تھی اوس نے اپنے اضافہ منصب کی طمع میں رخصت طلب کی کہ بادشاہ پاس جاکر اپنا مقصد حاصل کریں۔ اوس نے اکثر آدمیوں کو رخصت دیدی اس لئے جمعیت اس کی کم ہوگئی۔ زمیندار اس سے جلے ہوئے شورش کی گھات میں بیٹھے تھے اونھوں نے اطراف سے ہجوم کرکے پل کو جس پر کہ عبور لشکر و کمک منحصر تھی جلا یا اور فتنہ و فساد کی آگ کو بھڑکایا۔ نصر اللہ نے دو تین روز متحصن ہوکر ہزار جانفشانی سے اپنی حفاظت کی مگر آذوقہ پاس نہ تھا اور راہ بند تھی۔ اپنا مرنا ٹھان کر وہ مردانہ دشمنوں سے لڑا اور جان دیدی جب خبر بادشاہ کو ہوئی تو اوس نے جلال خاں پسر دلاور خاں کو سپاہ کے ساتھ روانہ کیا اور راجہ سنگ رام زمیندار جمو کو حکم دیا کہ وہ جمو کی راہ جائے امید ہے کہ دشمنوں کو جلد اپنے کام کی سزا ملے۔

دوشنبہ ۵ محرم کو فتح کانگڑہ کا مژدہ بادشاہ نے سنا جس کا حال بادشاہ یہ لکھتا ہے کہ کانگڑہ ایک قدیمی قلعہ شمال رویہ لاہور کے کوہستان میں واقع ہے ابتدا استحکام و دشوار کشائی ومتانت و محکمی میں معروف و مشہور ہے۔ ولایت پنجاب کے زمینداروں کا اعتقاد ہے کہ یہ قلعہ کسی غیر قوم کے ہاتھ میں نہیں گیا اور کسی بیگانہ نے اس پر غلبہ نہیں پایا اَلْعِلْمُ عِنْدَ اللّٰہِ جس زمانہ سے کہ ہندوستان میں صیت اسلام و آوازہ دین مستقیم محمدی بلند ہوا سلاطین والاشکوہ میں سے کسی کو فتح کرنا نصیب نہ ہوا۔ سلطان فیروزشاہ اس قلعہ کی تسخیر میں معروف ہوا اور مدتوں تک محاصرہ رکھا مگر جب اوس کو معلوم ہوا کہ قلعہ کا استحکام اس حد پر ہے کہ جب تک اہل قلعہ کے پاس قلعہ داری کا سامان اور آذوقہ ہے اوس کی تسخیر میں ظفر نہیں حاصل ہو سکتی۔ باوجود شوکت و استعداد کام و ناکام فقط راجہ کی ملازمت کرنے سے خوش ہو گیا اور محاصرہ سے ہاتھ اوٹھایا۔

جب میں تخت سلطنت پر بیٹھا تو تمام غزاؤں میں کہ اپنے ذمہ لازم جانتا تھا ان میں سے ایک یہ بھی تھی اول میں نے مرتضے کو ایک بہادر فوج کے ساتھ اس قلعہ کی تسخیر کے لئے روانہ کیا۔ ابھی یہ مہم ختم نہ ہوئی تھی کہ وہ مرگیا۔ بعد ازاں جوھدل (چوہڑل) پسر راجہ باسو نے اس خدمت کا تعہد کیا۔ اوس کو لشکر کا سردار بنا کے بھیجا مگر اوس نے بدی و بدبختی و کافر نعمتی کی جس سے تفرقہ عظیم نے لشکر میں راہ پائی اور تسخیر قلعہ میں توقف ہوا لیکن تھوڑی مدت میں وہ مرگیا جس کا ذکر پہلے ہو چکا ہے ان دنوں شاہزادہ خرم نے اس خدمت کا تعہد کیا اور اپنے ملازم سندر رائے رایان کو بہت سامان دیکر بھیجا اور بہت سے امرائے شاہی کو اوس کی کمک کے لئے اجازت ملی۔ سندر نے زمینداروں میں سے ایک فوج بھیجکر لڑائی شروع کی اور احتیاط کچھ نہیں کی یہ ارادہ کہ راہ برآمد کو استحکام دے اور سرکوبوں پر قبضہ کرے پہاڑوں کی تنگنائیوں میں آنکر بے صرفہ جنگ کی جس کے سبب سے بعض نامی بہادروں کی جان گئی۔ ۱۶۔ شوال ۱۰۲۹ کو لشکروں نے دور قلعہ کو گھیر لیا۔ مورچلوں کو قسمت کیا۔ مداخل مخارج قلعہ کو نظر احتیاط سے ملاحظہ کیا۔ آذوقہ کی آمد و شد کی راہ کو مسدود کیا۔ رفتہ رفتہ اہل قلعہ کو تنگ کیا۔ جب ان پاس وہ غلہ جو غذا بن سکے نہ رہا تو اونھوں نے اور خشک غلے نمک میں

جوش دیکر کھائے جس سے اون کی نوبت ہلاکت پر آئی اور کسی راہ سے اُمید نجات نہ رہی تو ناگریز امان مانگ کر قلعہ کو حوالہ کیا۔ دوشنبہ غرہ محرم ۱۰۲۹ھ میں یہ فتح ایسی حاصل ہوئی کہ پہلے کسی بادشاہ کو نہیں ہوئی۔

۲۷۔ مہرالہی، روز دوشنبہ کو بادشاہ ہندوستان کی طرف چلا۔ زعفران کے پھول کھل رہے تھے۔ بادشاہ سواد شہر سے کوچ کرکے موضع پنپر (پام پور) میں آیا۔ تمام ملک کشمیر میں سوا اس گانوں کے کہیں زعفران نہیں ہوتا۔ یہاں جہاں تک نظر جاتی تھی پھول کھلے ہوئے تھے اوس کی نسیم دماغوں کو معطر کرتی تھی۔ زعفران کا منہ زمین سے پیوستہ ہوتا ہے۔ اس کے پھول کی پانچ پتیاں بنفشہ رنگ کی ہوتی ہیں اور گل چنپہ کی برابر ہوتا ہی اسکے درمیان میں تین شاخیں زعفران کی ہوتی ہیں۔ یہ معمولی سالوں میں ۴۰۰ من یعنی ۳۲۰۰ خراسانی من پیدا ہوتا ہے۔ نصف حصہ خالصہ یعنی بادشاہ کا حصہ ہوتا ہے اور نصف حصہ رعایا کا۔ ایک سیر دس روپیہ کو خرید و فروخت ہوتا ہے۔ کبھی کبھی یہ نرخ کم و زیادہ ہوتا ہی یہ دستور ہے کہ گل زعفران کو تول کر کاریگر اپنے گھر لے جاتے ہیں اور زعفران اس میں سے نکالتے ہیں اس کا وزن پھولوں کی چوتھائی وزن کی برابر ہوتا ہے۔ وہ اسکو بادشاہی ملازموں کو دیتے ہیں اور اپنی اجرت میں اُن سے زعفران کے وزن کی برابر نمک لیتے ہیں کہ کشمیر میں نمک نہیں ہوتا۔ ہندوستان سے لیجاتے ہیں۔

بادشاہ نے حکم دیا تھا کہ کشمیر سے انتہا کوہستان تک ہر منزل میں بادشاہ اور اوس کے اہل حرم کے لئے ایک عمارت عالیشان تیار کیجائے کہ سرما اور برف میں خیموں میں گذارا نہیں ہو سکتا تھا۔ معماران چابک دست اور کارداران باقوت نے مصالح کی گردآوری اور اون کی تیاری میں سعی کی۔ یہ عمارات تھوڑے دنوں میں تیار ہوگئیں۔ بادشاہ نے ایک باغ بنوایا تھا اس میں ایک تصویر خانہ بنوایا جس میں سب سے اوپر بادشاہ کے دادا اور باپ کی تھی پھر خود شاہ کی اور اوس کے مقابل شاہ عباس کی پھر اوسکے بعد مرزا کامراں و مرزا محمد حکیم وشاہ مراد و سلطان دانیال۔ اور دوسرے درجہ میں امرا اور بندہائے خاص کی شبیہ اور شاہ

باہر اطراف میں منازل راہ کشمیر کی اس ترتیب سے کہ آمد و شد ہوئی اور اُس کی تاریخ مجلس شاہان سلیمان حشم تھی ہیرا پور سے کرم کلہ تک اوہ دو زمینداروں مہدی نایک و حسین نایک کے قبضہ میں ہے یہ دونو بھائی اگرچہ بظاہر مدارا رکھتے ہیں لیکن باطن میں نہایت عداوت۔

پنجشنبہ ہفتم کو موضع ٹھٹہ میں بادشاہ آیا۔ اس منزل سے آگے ہوا اور زبان و لباس و حیوانات اور مخصوصات ولایت گرم سیر میں بڑا تفاوت معلوم ہوتا ہے یہاں کے آدمی فارسی اور ہندی دونوں زبانیں بولتے ہیں اصل زبان اونکی ہندی ہے۔ قرب جوار کے سبب سے کشمیری زبان بھی سیکھ لی ہے۔ غرض یہاں سے ہند میں داخلہ شروع ہوتا ہے۔ یہاں کی عورتیں پشمینہ کا لباس نہیں پہنتیں۔ ہند کی عورتوں کی طرح لباس اور ناک میں نتھ پہنتی ہیں۔ روز جمعہ ہشتم راجور میں محل نزول ہوا۔ پہلے زمانہ میں یہاں کے باشندے ہندو تھے۔ یہاں کے زمینداروں کو راجہ کہتے تھے۔ سلطان فیروز نے اون کو مسلمان کیا۔ مگر باوجود اس کے وہ اپنے تئیں راجہ ہی کہتے تھے اور ہندو پنے کی رسمیں اُن میں جاری تھیں جیسے کہ ہندوؤں کی عورتیں اپنے مُردہ خاوندوں کے ساتھ ستی ہو جاتی تھیں یہاں عورتیں اپنے مُردہ خاوندوں کے ساتھ قبر میں زندہ دفن ہوتی تھیں۔ سوا اس کے بے بضاعت آدمی اپنی لڑکیوں کا دم گھوٹ کر مار ڈالتے تھے اور ہندوؤں سے پیوند خوشی کرتے تھے۔ لڑکی دیتے تھے اور لیتے تھے۔ لینا تو خوب تھا مگر دینا نعوذ باللہ۔ بادشاہ نے فرمان دیا کہ پھر یہ باتیں نہ ہونے پائیں اور جو کوئی ان کاموں کا مرتکب ہو اس کی سیاست کی جائے۔

سپہ سالار خان خاناں اور تمام دولت خواہوں کے عرائض سے معلوم ہوا عنبر نے پھر سر اوٹھایا اور اس سبب سے کہ بادشاہ ولایت دوردست میں چلا گیا ہے وہ عہد و پیمان جو بادشاہ سے کئے تھے توڑ ڈالے اور بادشاہی ملک پر دست درازی کی۔ خان خاناں نے خزانہ مانگا تھا اس لئے بادشاہ نے حکم دیا کہ بیس لاکھ روپیہ آگرہ سے متصدی بھیجدیں۔ اسکے سامنے یہ خبر بھی آئی کہ تھانوں کو امرا چھوڑ کر داراب خاں پاس جمع ہوئے ہیں اور برگی (مرہٹے) لشکر شاہی کے گرد صف بستہ پھرتے ہیں۔ خنجر خاں احمد نگر میں متحصن ہوا

دو تین دفعہ دکنیوں سے لڑا اور ہر بار دکنیوں کو شکست دی ۔ اور داراب خاں دکنیوں کی بنگالہ پر چھاپہ مار کر فتحیاب ہوا اور بنگالہ کو لوٹ کر اپنے لشکرگاہ میں آیا ۔ لشکر میں غلہ کی بڑی عسرت تھی اس لئے وہ گروہ ۔ دھنگڑہ سے پایان گھاٹ میں آئے کہ غلہ سہولیت سے حاصل ہو ناگزیر بالاپور میں لشکر آیا ۔ یہاں بھی دشمنوں نے پیچھا نہ چھوڑا ۔ راجہ نرسنگھ دیو نے غنیم پر حملہ کیا اور بہت آدمیوں کو قتل کیا حبشی منصور کو زندہ گرفتار کر کے قتل کیا ۔ بادشاہ کشمیر میں سیر و شکار میں مصروف تھا ۔

حالات دکن - شاہجہاں کا دکن بھیجا جانا ۔

متصدیان ممالک جنوبی کی متواتر عرائض آئیں کہ بادشاہ مرکز خلافت سے زیادہ دور ہو گیا ہے ۔ دکن کے دنیاداروں نے نقض عہد کیا اور فتنہ و فساد اوٹھایا اور اپنی حد سے پانوں باہر رکھ کر احمد نگر و برار کے مقامات پر متصرف ہوئے ہیں ۔ چنانچہ مکرر عرائض آئیں کہ ان دکنیوں کا مدار کار تاخت و تاراج و آگ لگانے اور زراعت کے ضائع کرنے پر ہے اول مرتبہ میں کہ حضور نے ممالک جنوبی کی تسخیر کے لئے سفر کیا تھا اور شاہزادہ خرم کو ہراولی لشکر پر سرافراز کیا تھا ۔ جب برہان پور میں وہ آیا تو گربزت و حیلہ سازی سے کہ اونکی ذات فتنہ سرشت کو لازم ہے اوس کو شفیع بنا کے ولایت بادشاہی کو چھوڑ دیا تھا اور پیشکش میں نقد و جنس بادشاہ پاس بھیجا تھا اور تعہد کیا تھا کہ بعد اس کے سر رشتہ بندگی کو ہاتھ سے نہ دیں گے اور حد ادب سے باہر نہ رکھیں گے اس کا بیان پہلے ہو چکا ہے ۔ شاہ کے کہنے سے قلعہ شادی آباد منڈو میں بادشاہ نے قیام کیا اور اوس کی استشفاع سے اون کی تضرع و زاری پر خیال کر کے اون کی بخشائش کی اب اونہوں نے نقض عہد کر کے شہرہ لبشتی کی اور شیوہ اطاعت و بندگی سے انحراف کیا اس لئے بادشاہ نے پھر شاہجہاں کو سپاہ کی سرکردگی پر تعین کیا ۔ لیکن مہم کانگڑہ اس کے سپرد تھی اور اکثر کار آمدنی آدمی اس خدمت میں بھیجے گئے تھے اس لئے اس کام میں چند روز التوا ہوا اب ان دنوں میں عرائض پے در پے آئیں کہ غنیم قوی ہو گیا ہے ساٹھ ہزار سوار اوس پاس جمع ہیں ۔ زیادہ تر ملک بادشاہی پر متصرف ہو گیا ہے اور ہر جگہ سے تھانہ کو اوٹھا کر مہکر میں ہم جمع ہوئے ہیں ۔ تین مہینے سے مخالفوں سے رزم و پیکار ہو رہا ہے

تین بڑی لڑائیاں ہوئیں۔ ہر دفعہ بادشاہی لشکر کو غلبہ رہا لیکن کسی راہ سے غلہ وآذوقہ لشکر میں نہ پہنچ سکا اور لشکرگاہ کے گرد تاخت وتاراج دشمن مصروف رہا عسرت غلہ کی کوئی انتہا باقی نہیں رہی۔ چارپائے مرگئے یا دبلے ہوگئے۔ ناگزیر بالاگھاٹ سے اتر کر بالاپور میں توقف کیا تو دشمن تعاقب میں اور دلیر ہوکر حوالی بالاپور میں آیا۔ قزاقی اور برگی گری میں مشغول ہوا بادشاہی چھ سات ہزار سوار تھے۔ جنگ عظیم ہوئی اور اون کا بنگاہ تاراج ہوا۔ بہت سے قتل واسیر ہوئے لیکن جب لشکر شاہی پھرا تو پھر دشمنوں نے اطراف سے لشکر شاہی پر ہجوم کیا اور لڑتے ہوئے لشکر شاہی پر آگئے۔ جانبین سے قریب ایک ہزار آدمیوں کے قتل ہوئے۔ اس حملہ کے بعد بالاپور میں چار مہینے توقف ہوا۔ جب عسرت غلہ نہایت کو پہنچی تو صلاح توقف میں نہ دیکھی۔ برہان پور میں لشکر شاہی آیا۔ لشکر کے پیچھے دشمن آئے۔ برہان پور کا اونہوں نے محاصرہ کیا۔ چھ مہینہ تک برہان پور کو وہ گھیرے رہے۔ اور برار اور خاندیس کے اکثر حصہ پر وہ متصرف ہوئے اور محصول کو تحصیل کیا۔ لشکر نے بہت محنت وتکلیف اوٹھائی تھی چوپایوں میں جان نہ تھی لشکر شاہی شہر سے باہر نکل کر دشمنوں کو تنبیہ نہیں کرسکتا۔ اور اس سبب سے دشمن کا غرور اور پندار بڑھتا جاتا تھا۔ اس حال میں بادشاہ آگرہ میں آگیا اور کانگڑہ فتح ہوگیا۔ چہارم دی مہینے کو شاہجہاں کو دکن رخصت کیا۔ بادشاہ نے حکم دیدیا کہ ملک دکن کی تسخیر کے بعد وہ دو کروڑ دام ولایت مفتوحہ سے اپنے انعام میں لے کر متصرف ہو۔ ۶۵۰ منصب دار۔ ایک ہزار احدی وایک ہزار برق انداز رومی اور ایک ہزار توپچی پیادے وتوپخانے وہاتھی سوا اڑتیس ہزار سواروں کے جو اطراف تھے اوس کی ہمراہی کے لئے مقرر ہوئے اور ایک کروڑ روپیہ مدد خرچ کے لئے مقرر ہوا۔ اس اثنا میں بادشاہ نے دارالخلافہ کی طرف کوچ کیا۔ بادشاہ نے یہ سفر دارالسلطنت لاہور سے دارالخلافہ آگرہ تک دو ماہ دس روز میں ۴۹ کوچوں اور ۲۱ مقاموں میں تمام کیا۔ ہر روز شکار کھیلا

روز دوشنبہ ۲۷ - ربیع الآخر ۱۰۳۰ھ مطابق ۱۱ - مارچ ۱۶۲۱ء کو نوروز ہوا۔

ایک عجیب واقعہ ہے کہ پرگنہ جالندہر کے ایک موضع میں صبح کے وقت مشرق کی جانب میں ایک غوغا عظیم ومہیب ایسا اوٹھا کہ قریب تھا لوگوں کی جان نکل جائے اس شور وشغب میں

آسمان پر سے ایک روشنی زمین پر آئی۔ خلقت کو یہ گمان ہوا کہ آسمان سے آگ برستی ہے بعد ایک لحظے کے یہ سورش موقوف ہوئی اور لوگوں کا ہول گیا۔ اس قطعہ زمین پر محمد سعید عامل پرگنہ گیا اور وہاں دیکھا کہ بارہ گز زمین طول اور عرض میں اس قدر جل گئی تھی کہ سبزہ و گیاہ کا نشان باقی نہیں رہا تھا مگر حرارت و تفسیدگی ہنوز باقی تھی۔ اس نے اس زمین کو کھدوایا جس قدر اوسکو زیادہ کھودتے تھے اوسی قدر حرارت اور تپش زیادہ ظاہر ہوتی تھی یہانتک کہ ایک پارچہ آہن تفتہ نمودار ہوا۔ وہ اتنا گرم تھا کہ یہ معلوم ہوتا تھا کہ ابھی آگ کی بھٹی سے نکالا ہے کچھ دیر کے بعد وہ ٹھنڈا ہوا وہ بادشاہ کی خدمت میں بھیجا گیا۔ بادشاہ نے اوسے تلوایا تو ۱۶۰ تولہ وزن میں ہوا اوستاد داؤد کو حکم ہوا کہ اسکی شمشیر و خنجر و کارد بنا کر لائے۔ اوسنے عرض کیا کہ وہ پتک (ہتوڑے) کے نیچے نہیں ٹھیرتا۔ ریزہ ریزہ ہو جاتا ہے تو بادشاہ نے اوسکو حکم دیا کہ اس میں اور قسم کا لوہا ملا کر عمل کر۔ اوس نے تین حصے آہن برق اور ایک حصہ اور لوہا ملایا اور دو شمشیریں اور ایک کارد اور ایک خنجر بنا کے لایا۔ شمشیر یمانی کی طرح یہ شمشیر خم ہوتی تھی اور اصل شمشیروں کی برابر کاٹ کرتی تھی شعلہ برق شاہی اوس کی تاریخ ہوئی۔ بعض آدمیوں کا گمان یہ ہے کہ داؤد نے کسی اور لوہے کی یہ چیزیں بنا دیں۔

خبر آئی کہ دکنیوں کی فوج نے دریا نربدا سے عبور کیا اور ملک مالوہ میں داخل ہوئی اور تاخت و تاراج کی خرابی پھیلائی۔ اونھوں نے سنا کہ شاہجہاں کی سپاہ قریب آ گئی ہے اور اوسنے خواجہ ابوالحسن کو پانچ ہزار سواروں کے ساتھ اونکی تنبیہ کے لئے بطریق ہراول بھیجا ہے تو وہ بھاگے ابوالحسن پاشنہ کوب ان کے تعاقب میں دریا نربدا سے پار گیا۔ اور بادشاہی آدمیوں کے ہاتھ غنیمت اور قیدی زیادہ ہاتھ لگے۔ جہانگیر نے شاہجہاں کو چوبیس برس کی عمر جشن وزن سال گرہ میں یہ تکلف شراب پلائی تھی جیسے کہ بابر بادشاہ نے رانا سانگا کی لڑائی میں شراب اور منہیات سے توبہ کی تھی اس طرح شاہجہاں نے اکتیسویں سال کی عمر میں دکن کی فتح کے لئے خدا سے عہد کیا کہ پھر وہ شراب سے لب آلودہ نہ ہوگا اور اوس نے شراب کے ظروف طلائی توڑ ڈالے اور انکو مستحقوں کو دیدیا اور آب چنبل میں جسکے کنارہ پر وہ اترا ہوا تھا شراب کو ڈلوا دیا۔

جہاں شاہے کہ در عہد شباب — شد ز توبہ ہمچو پیراں کامیاب

اگر سلاطین سلف کے حال دیکھئے تو تعجب ہوتا ہے کہ شاہجہاں نے باوجود نشہ جوانی و بادست کامرانی و دستگاہ عیش و خمار روز جزا کے اندیشہ سے سرمایہ نقد نشاط کو چھوڑ دیا۔

اب شاہجہاں کا خیمہ شادی آباد کے قلعہ مانڈو میں آیا۔ خانخاناں اور داراب خاں اور سپہ سالاران دکن کی عرضداشت آئی کہ دکن کی سپاہ ساٹھ ہزار سے زیادہ ہے اور اوس کے سردار عمدہ ہیں اور وہ برہان پور کے حوالی میں بطریق محاصرہ پھر رہی ہے۔ اس عرض داشت پر بعض مقربوں نے عرض کیا کہ اکثر کمکی اور جمعیت بادشاہی اور مردم سرکاری سرانجام سفر کے لئے پیچھے رہ گئے ہیں حوالی قلعہ میں چندروز دریا کے اس طرف توقف کرنا چاہئے لیکن شاہجہاں نے کچھ نہ سُنا اور سولہ ہزار سوار جو اس پاس حاضر تھے اون کو لے کر آب نربدا سے عبور کیا اور دریا کے کنارہ پر عبداللہ خاں جو عمدہ کمکی تھا دو ہزار سواروں کے ساتھ شاہجہاں سے آن ملا۔ شاہجہاں نے فوج بندی کی ترتیب دی عبداللہ خاں کو اور دلاوروں کے ساتھ ہراول بنایا اور راجہ بکرماجیت کو برنغار اور خواجہ ابوالحسن کو جرنغار قرار دیا۔ دریا کے کنارہ سے برہان پور تک کہ چار روز کی راہ ہے اور دکنیوں کی ایک تاخت سے زیادہ نہیں ہے شب خون کے لئے احتیاط کی گئی۔ جب لشکر شاہی برہان پور کے قریب آیا تو خانخاناں و داراب خاں اور اور متصدیان متعینان شاہجہاں کی خدمت میں آئے اور اونہوں نے عرض کیا کہ باوجود لشکر کے جانے کے دکنی پانچ چار کوس پر یہاں سے پھیلے ہوئے ہیں اور شوخیاں کرتے ہیں صلاح دولت یہ ہے کہ غنیم زیادہ قوی ہو گیا ہے اور اوس کی کومکی فوجیں آگئی ہیں۔ برسات میں دو مہینے باقی ہیں فی الحال فوج دکن کو آگے سے ہٹا کر اور آب پورنا سے پار ہو کر اطراف کی فوجوں کے جمع ہونے تک اور دو تین مہینے برسات کی شدت گذرنے تک آب پورنا پر کہ برہان پور سے چودہ پندرہ کوس ہے چھاونی ڈال کر توقف کرنا چاہیئے جب بارش کی تخفیف ہو تو مخالفوں کے ملک میں

داخل ہوکر ان کی تنبیہ کرنی چاہیے۔ شاہجہاں نے اس کا جواب یہ دیا کہ تمہارے نزدیک جو نیک صلاح تھی وہ تمنے عرض کی ہم جس بات کو نیک جانینگے اس پر عمل کرینگے۔ اسکے بعد بخشیوں اور دیوانوں کو حکم دیا کہ ان منصب داروں کو جن کی جاگیریں دکنیوں کے قبضہ میں چلی گئی ہیں اور وہ مستعین آدمی کہ وہ دست جاگیر رکھتے ہیں از روے سررشتہ دفتر بغیر اس کے کہ متصدیوں کی مطلوبہ اسناد تیار ہوں اور اون کی طرف رجوع کی جائے ان کو خزانہ سے جو ہمراہ ہے اور جہاں زر سرکار ہو وہاں مراقفت کا سزاول مقرر کرکے ارباب طلب کو شش ماہہ تنخواہ دیدیں اور محصلوں کو متعین کریں کہ اسپ و باربردار و یراق جس پاس نہ ہو وہ اس کو خرید کرکے موجود کرے۔ خود بدولت عشاء کی نماز تک سپاہ کی حال کی پرداخت میں متوجہ رہے تین روز میں چالیس لاکھ روپیہ سپاہ کو تقسیم کیا اور تیس ہزار سواروں کو پانچ نامدار تجربہ کار رزار دیدہ میں تقسیم کیا۔ تین فوجیں بسرکردگی عبداللہ خاں و داراب خاں و خواجہ ابوالحسن امراے بادشاہی کو اور دو فوجیں بسرداری راجہ بکرماجیت و راجہ بھیم اپنے عمدہ نوکروں کے سپرد کیں۔ شاہزادہ کی سرکار میں جو سات ہزار سوار تھے اون کا اور اپنی تمام فوج کا اہتمام راجہ بکرماجیت کے حوالہ کیا اور پھر سب کو داراب خاں کا محکوم کیا۔ جنگ دکن میں تمام شورش و یورش چنداول پر عقب میں ہوتی ہے اس لئے شاہجہاں نے حکم دیا کہ ان پانچ فوج کے سرداروں میں نوبت بہ نوبت ہر یک ایک دن چنداولی کیا کرے۔ سب سرداروں کو اسپ و فیل و جواہر و خلعت فاخرہ دیکر خوشدل کیا اور دکنیوں کی تنبیہ و تادیب کے لئے رخصت کیا۔ جب سپاہ نے برہان پور سے چار پانچ کوس آب تپتی سے عبور کیا تو دوسرے تیسرے کوچ میں یاقوت خاں حبشی نے جو عنبر کا نامدار سپہسالار تھا وہ بھاری فوج جنگی لیکر ناگہاں چنداول پر جھکا۔ اس دن چنداول میں خواجہ ابوالحسن کی باری تھی۔ دکنیوں نے ایسی جرأت کی کہ لشکر شاہی میں تزلزل آگیا۔ باوجودیکہ دکنیوں کا لشکر شاہی سے سہ چند تھا مگر خواجہ ابوالحسن نے ایسی استقامت سے رزم کی کہ پانچ سو دکنی مارے گئے اور بہت سے زخمی و اسیر ہوئے اور یاقوت خاں بھاگ گیا۔ بادشاہی آدمیوں کو غنیمت وافر ہاتھ آئی۔ خواجہ ابوالحسن کے ہمراہیوں میں لشکر شاہی سے اللہ وردی بیگ ترکمان

اور شیر بہادر زخمی ہوئے۔ دکنیوں کے تعاقب میں لشکر شاہی نے آب پورنا سے عبور کیا جو برہان پور سے چودہ پندرہ کوس عرفی دور ہے۔ اور بلکا پور کے نزدیک نزول کیا۔ ابھی لشکر کی بعض بہیر راہ میں تھی۔ اور داراب خاں اور راجہ بکرماجیت ترتیب فوج کے لئے اترنے کے واسطے اطراف لشکر میں پھرتے تھے کہ دلاور خاں و آتش خاں نظام الملکی چودہ پندرہ ہزار سواروں کے ساتھ بے خبر آن پہونچے ایک طرف سے بان مارنے اور دوسری طرف سے بہیر کے لوٹنے میں مصروف ہوئے اور اونھوں نے آشوب و غلغلہ عظیم ڈالدیا شاہی سپاہ نے تردد نمایاں کیا۔ زد و خورد میں طرفین سے بہت آدمی کشتہ و زخمی ہوئے اور دکنیوں کو اپنے سامنے سے ہٹا دیا مگر پھر اونھوں نے بہیر کے کمرگاہ پر دوبارہ حملہ کرکے ایک جماعت کو مار ڈالا اور دست اندازی کی اور بھاگ گئے۔ پھر لشکر شاہی گھاٹ دیو کی بلندی پر آیا اور ملک نظام الملک میں داخل ہوا۔ اور ملک کی تاخت و تاراج شروع کی۔ ملک عنبر کے سرداروں مثل یاقوت خاں دلاور خاں حبشی و آتش خاں و جادو راؤ اور بینک راؤ و ساہو جی بھوسلہ وغیرہ نے اتفاق کرکے ایک دو فوج کو بادشاہی سرفوجوں کے مقابل میں سیلاب بلا کی طرح بھیجا اور ایک اور فوج نے اطراف لشکر کو گھیر کر بان مارنے شروع کئے راجہ بکرماجیت نے استقامت مردانہ کی سید صلابت خاں سید علی و سید مظفر بارہ نے راجہ رنجیت کی مدد میں رستمانہ کارزار کی۔ یہ سب سادات بارہ میں سے تھے۔ دونو طرف سے بڑی مردانگی ظہور میں آئی اور جب بینک راؤ جو دکنی میں بڑا نامی تھا مجمع کثیر کے ساتھ کشتہ ہوا اور بادشاہ کی طرف سے سید مظفر بارہ جمشید خاں حبشی کام میں آئے سید مظفر بارہ نے جسکا آخر کو خان جہاں خطاب ہوا سادات بارہ میں سے علم شہرت بلند کیا اور اس کے دو بھتیجوں کے چار زخم کاری لگے اور وہ گھوڑے سے گرے اور تھوڑے عرصہ کارزار کو گلگوں کیا اور بہت سے آدمی قتل ہوئے اور زخمی ہوئے تو دکنی بھاگ گئے۔ دکنیوں کا دستور ہے کہ وہ فرار ہو کر پھر بازگشت کرکے دشمن سے لڑتے ہیں۔ یاقوت خاں نے عین فرار میں بازگشت کرکے دوسری طرف عقب فوج شاہی پر تاخت کی اور از سر نو فوج شاہی میں تزلزل پیدا کیا تردد نمایاں کے بعد پانچ عمدہ نوکر شاہی اور شاہزادہ کے آدمیوں کی ایک جماعت جان سوگئی

اور غنیم کی طرف سے فیروز خاں حبشی کہ ملک عنبر کا نامی سردار تھا مع سات سو نفر کے کشتہ ہوا اور خیمہ خرگاہ بہت سا غارت کیا۔ گو دکنیوں کو ہزیمت ہوئی مگر روز جدال وقتال رہتی یہاں تک کہ اواخر اُردی بہشت میں کھڑکی سے جس کو اورنگ آباد اب کہتے ہیں چھ کوس پر لشکر شاہی آیا۔ ساری رات لشکر کے گرد دکنی شوخیاں کرتے رہے۔ صبح کو ہر طرف سے کئی ہزار سواروں نے نامدار سرداروں کے ساتھ لشکر شاہی کی اطراف پر قزاقوں کی طرح حملہ کرنا شروع کیا اور دست برد کرکے فرار ہوئے اور پھر مقابل ہوئے۔ بادشاہی سردار بھی ہر جانب میں اُن پر تاخت کرتے تھے اور اون کے سر کو تن سے اور تن کو سر سے جدا کرتے تھے۔ ملک عنبر سراسیمہ وار نظام الملک کو جو اس کا آقا مجبور تھا اپنے ساتھ لیکر اور کار آمد اسباب اور اثقال کو اٹھا کر قلعہ دولت آباد کے نیچے پناہ میں لے گیا اور لشکر کو مقابلہ کے لئے مقرر کیا کہ وہ اطراف لشکر شاہی پر قزاقوں کے طور پر شوخی کرتے رہیں اور رسد اور گھاس کو کہیں نہ چھوڑیں لشکر شاہی نے کھڑکی پر تاخت کرکے اوس کی عمارات عالم نشین کو جو بیس برس میں بنی تھیں ایسا جلایا کہ پھر بیس برس میں آیندہ اون کے بننے کی امید نہیں تین روز بعد دولت آباد کے محاصرہ پر فوج شاہی متوجہ ہوئی۔ اس دن سرداران غنیم سے ایک جنگ عظیم ہوئی اور اوس میں عبد اللہ خاں نے سرداروں سے مقابلہ کیا اور تردد نمایاں کیا اور بہت دکنیوں کو تہ تیغ کیا۔ احمد نگر میں خنجر خاں قلعہ دار تھا۔ باوجودیکہ ایام محاصرہ کو امتداد ہوا۔ مگر اوس کی پامردی سے دکنیوں کے ہاتھ یہ قلعہ نہ آیا۔ ان دنوں میں ذخیرہ کے ختم ہونے سے اور دکنیوں کی زیادہ شوخیوں سے قلعہ دار کا حال تنگ ہو گیا تھا اس لئے مصلحت یہ قرار پائی کہ لشکر شاہی احمد نگر کی طرف متوجہ ہوا۔ اور جواہر حبشی داماد عنبر جو احمد نگر کے محاصرہ میں مشغول ہے اوس کو وہاں سے تنبیہ کرکے اور اس ضلع کے حوالی سے دفع کرکے اور ذخیرہ سے خاطر جمع کرکے ناسک اور سنگم نیر کی طرف جائے۔ یہ ملک سیر حاصل آباد ہے جب یہ فوجیں احمد نگر کو روانہ ہوئیں خنجر خاں قلعہ دار نے خبر پائی تقویت بہم پہنچا کر بتعداد تمام قلعہ سے نکلکر جوہر حبشی پر تاخت کی اور ڈھائی سو نفر کشتہ و زخمی کئے اور دکنیوں کو

ہزیمت دیکر قلعہ سے پرے ہٹا دیا۔ افواج بادشاہی نے مونگی پٹن کے نزدیک بان گنگا کے کنارہ پر نصرت ۔ ادمیں یہ خبر پہنچی۔ اس وقت غنیم کی سپاہیں بھی فراہم ہوگئی تھیں کہ ان میں جوہر مع فوج کے آن ملا اور راہ کے مابین کوچ کے وقت اور رات کو زیادہ شوخیاں کرنے لگا۔ بادشاہی سرداروں نے بھی اس جماعت کی تنبیہ کے لئے اتفاق کرکے تین فوجیں بنائیں۔ چار پانچ ہزار سپاہ بنگاہ میں چھوڑی اور باقی فوج سے دلاور خاں اور آتش خاں پر جن کے پاس پچیس ہزار سوار صف آرا تھے تاخت کی۔ دوسری طرف سے عبداللہ خاں اور راجہ بکرماجیت اور خواجہ ابوالحسن نے تاخت کی اور ایسی ہی باقی اور طرفوں سے لشکر شاہی نے دکنیوں پر حملہ کیا۔ دکن کے سرداروں نے بھی مردانہ وار استقلال کے ساتھ جنگ کی۔ ہر طرف سے ایک عجیب جدال وقتال اور غریب رستخیز نمودار ہوئی ہر طرف نے سعی وتلاش کی داد دی اور جلادت رستمانہ بروے کار لائے۔ اور دکنیوں کو ہٹا کر اون کی بنگاہ تک پہنچاتے تھے اور عنبر کی سپاہ ہزیمت پاکر پھر مستعد کارزار ہوئی تھی اور مقابلہ میں آئی تھی۔ بہت سوار پیادے کشتہ وزخمی ہوئے۔ تمام دن آتش جنگ مشتعل رہی۔ اس دار وگیر میں خواجہ ابوالحسن وراجہ بکرماجیت سے ترددات نمایاں ظہور میں آئے اور غنیم کے دو ہزار آدمیوں سے زیادہ اونھوں نے مارے اور بادشاہی آدمی بھی بہت مارے گئے اور زخمی ہوئے۔ بہت سی زد وخورد اور دستگیر ہونے کے بعد دکنیوں کے ایک دو سردار فرار ہوگئے۔ شاہزادہ شاہجہاں نے دو اور فوجیں خاندیس اور برار کے پرگنوں کے ضبط کے واسطے بسرداری محمد تقی متعین کیں۔ ان سے بہت سی لڑائیاں دکنیوں سے ہوئیں مگر آخر کو ان سب کی تادیب کی گئی اور اون کو مغلوب کیا اور ملک کا انتظام از سر نو ہوا۔ حاصل کلام یہ ہے کہ عنبر اپنے لشکر کی پے در پے شکستوں سے شکستہ بال ہوا اور جب اوس نے سنا کہ لشکر شاہی ناسک اور ترنبک کی جانب عزیمت رکھتا ہے تو اوس نے وکلاے معتبر شاہجہاں پاس بھیجے اور اپنے عجز وانکسار کا اظہار کیا اور خجالت وندامت زدہ ہوکر عذر کیا اور اس امر کا شکوہ کیا کہ اول دفعہ مہم دکن میں

جو حضرت تشریف لائے تھے تو عادل خاں کو مشمول عواطف و مورد عنایات کیا تھا اور اس غلام کو بے اعتبار کیا تھا اور بندہ خاکسار کو قابل جبہ سائی شکر عنایات بندہ پروری اور الطاف شاہانہ کے نہ جاتا تھا کہ اپنے جرائم کا شفیع بنا کر عفو و مرحمت کی طلب کرتا۔ اب میری یہ التماس ہے کہ اس غلام کے جرائم پر قلم عفو کھینچا جائے تو میں تعہد کرتا ہوں کہ من بعد اطاعت سے سر نہ پھیرونگا۔ اور جرمیہ گذشتہ اور پیشکش حال اور آیندہ سال بسال حضور میں بھیجتا رہونگا۔ پچاس لاکھ روپیہ ابھی دیتا ہوں اور یہ مقرر کرتا ہوں کہ چودہ پندرہ لاکھ روپیہ کی محال سوائے ملک مفتوحہ سابق متصل سرحد بادشاہی کے متصدیان سرکار کو حوالہ کرتا ہوں اور بدرقہ ہمراہ کر کے قلعہ احمد آباد میں ذخیرہ بھیجتا ہوں۔ شاہزادہ نے ملک کی خرابی اور غلہ کی گرانی اور کاہ کی آفت پر نظر کر کے عنبر کی التماسات کو قبول کر لیا۔ افضل خاں کو عرضداشت فتح و عرائض عنبر کے ساتھ جہانگیر پاس بھیجا جس سے بادشاہ بہت خوش ہوا بادشاہ نے جو اپنی علالت کا حال خود لکھا ہے اس کو مختصر کر کے میں لکھتا ہوں۔

جہانگیر کی علالت

کشمیر میں دسہرہ کے جشن میں گرفتگی نفس (ضیق النفس) دکوتاہی دم کا اثر مجھے محسوس ہوا۔ بارش و رطوبت ہوا کی کثرت سے دل کے نزدیک جانب چپ میں مجرائے نفس میں گرانی اور گرفتگی ظاہر ہوئی۔ رفتہ رفتہ اوس کا امتداد اور اشتداد ہوا۔ اطبا نے گرم دوائیوں سے ملایم تدبیرات کے ساتھ علاج کیا بظاہر کچھ تخفیف ہوئی۔ جب اس گریوہ سے باہر آیا تو پھر مرض کی شدت ہوئی۔ چند روز بکری کا دودہ اور پھر اونٹنی کا دودہ پیا کسی سے کچھ فائدہ نہ ہوا۔ مختلف طبیبوں کا علاج کیا مگر آرام نہ ہوا تدبیرات ظاہری سے دل برداشتہ ہو کر حکیم علی الاطلاق کو اپنے تئیں سونپ دیا۔ شراب کا نشہ کم ہوتا تھا اس لئے روز ضابطہ و معتاد کے برخلاف زیادہ شراب پیتا تھا رفتہ رفتہ اوسکی افراط ہوئی جب ہوا گرم چلنے لگی تو ضرر اس کا محسوس ہوا۔ ناتوانی کی تکلیف روز بروز زیادہ ہوئی نور جہاں بیگم نے جس کا تجربہ ان اطبا سے بڑھا ہوا تھا اور مہربانی اور دلسوزی تجربہ دتدبیر

کے ساتھ تھی اوس نے پیالہ کو کم کیا اور جو تدبیرات کہ مناسب وقت اور ملائم حال تھیں وہ کیں اگرچہ پہلے اس سے بھی اطبا علاج اس کی صوابدید وصلاح سے کرتے تھے لیکن اس وقت مینو اوسکی مہربانی پر مدار رکھا اور شراب کو بتدریج کم کیا اور نامناسب چیزوں اور ناموافق غذاؤں سے پرہیز کیا شروع سال میں چہرہ پر آثار صحت نمودار ہوئے جشن وزن میں بادشاہ کا وزن پہلے تین من سے ایک دو سیر زیادہ ہوتا تھا لیکن عدالت کے سبب سے ایسا لاغر ہوگیا تھا کہ من ۲۳ وزن ہوا۔ جب سے نورجہاں عقد ازدواج میں آئی ہے شمسی وقمری وزنوں کے تمام جشنوں میں اوسکے لوازم کو جیسا کہ اس دولت کے لائق ہیں وہ ترتیب کرتی تھی اور اپنی سعادت ونیک بختی کا سرمایہ جانتی تھی لیکن اس جشن میں بیش از پیش تکلفات زیادہ کئے اور اس مجلس اور ترتیب بزم میں نہایت توجہ کی۔ بادشاہ کا جشن صحت نورجہاں نے بڑی دھوم دھام سے کیا۔

جب بادشاہ کی بیماری کی خبر پرویز کو ہوئی تو فرمان طلب کا مقید نہ ہوا بلکہ بے تابانہ بادشاہ کی ملازمت میں آیا۔ تین دفعہ تخت کے صدقے پھرا۔ بادشاہ اوسکو منع کرتا اور قسمیں دیتا مگر وہ زاری اور تضرع زیادہ کرتا تھا۔ بادشاہ نے اوسکا ہاتھ پکڑ کر گلے لگایا۔

والدہ نورجہاں نے انتقال کیا۔ اس میں ساری خوبیاں جو عورت میں ہونی چاہئیں موجود تھیں۔ بادشاہ اوس کو اپنی مادر حقیقی کی برابر جانتا تھا۔ ایسی عورتیں خوش نصیب کم ہوتی ہیں کہ بیٹی نورجہاں۔ بیٹا آصف خاں۔ خاوند اعتماد الدولہ۔ یہ تینوں ایسی عمدہ صفات رکھتے تھے کہ کمتر ہوتی ہیں۔

آگرہ کی ہوا حرارت کی شدت کے سبب سے بادشاہ کے مزاج کے موافق نہ تھی۔ ۱۳ اروز دوشنبہ آبان سنہ ۱۶ جلوس میں کوہستان شمالی کی طرف بادشاہ نے کوچ کیا۔ اوس نے ارادہ کیا تھا کہ اگر کسی ناحیہ کی آب وہوا اعتدال کے قریب ہوگی تو آب گنگ کے کنارہ پر ایک خوش سرزمین پر ایک شہر آباد کرونگا کہ موسم تابستان میں محل اقامت ہو ورنہ کشمیر کی جانب جاؤں گا۔ ۱۴۔ ماہ صفر سنہ ۱۰۳۰ کو ہردوار میں مقام ہوا۔ اس دامن کوہ کی آب وہوا بادشاہ کو پسند نہ آئی اور کوئی سرزمین قابل اقامت نظر نہ پڑی تو بادشاہ نے کوہ جمود کانگڑہ کی طرف نہضت کی۔ ۲۱۔ کو موضع

بہلون میں بادشاہ آیا۔ یہاں لشکر کو چھوڑا۔ خاص ملازموں کو لیکر قلعہ مذکور کی سیر تماشے کے لیے روانہ ہوا۔ اعتماد الدولہ بیمار تھا اوسکو یہیں چھوڑا۔ صادق خاں میر بخشی کو اوسکی محافظت حال کے لیے اور لشکر کی محارست کے لیے متعین کیا۔ دوسرے روز بادشاہ پاس خبر آئی کہ اعتماد الدولہ کا حال متغیر ہوا۔ اور اوس کے چہرہ احوال سے علامت یاس نظر آتی ہی۔ نورجہاں کے اضطراب کے سبب سے اور اپنے التفات کی وجہ سے جو اوس کے ساتھ تھا۔ بادشاہ بیتاب ہوکر اپنے لشکر میں پھر اُلٹا چلا آیا۔ آخر دن کو بادشاہ اسے دیکھنے آیا۔ سکرات کا وقت تھا۔ کبھی ہوش ہوتا تھا کبھی ہوش میں آتا تھا۔ بادشاہ دو گھنٹے اوس کے سرہانے ٹھیر کر چلا آیا تو اعتماد الدولہ کی جان نکل گئی۔ بادشاہ لکھتا ہے کہ اس واقعہ وحشت افزا سے مجھ پر جو کچھ گذرا اُسے بیان نہیں کرسکتا وہ وزیر عاقل کامل تھا اور مصاحب بھی دانا مہربان۔

از شمار دو چشم یک تن کم در حساب خرد ہزاراں بیش

باوجودیکہ ایسی سلطنت کا بار اوس کے دوش اختیار پر تھا اور یہ ممکن و مقدور بشر نہیں ہی کہ دخل و تصرف میں سب کو اپنے سے راضی رکھ سکے۔ کوئی شخص اپنی غرض مطلب و مہم سازی کے واسطے اعتماد الدولہ کے نزدیک نہیں جاتا تھا کہ اوس سے اندوہ ہوکر آئے۔ وہ اپنے صاحب کی دولتخواہی اور کفایت کی مراعات کرتا تھا۔ ارباب حاجت کو خورسند و امیدوار رکھتا تھا۔ سچ یہ ہے کہ یہ شیوہ اسی کے ساتھ مخصوص تھا۔ دوسرے روز میں اوسکے فرزندان اور خویشوں کی پرسش کو گیا اکتالیس آدمی اوسکے فرزندوں اور قوم میں اور بارہ آدمی اُسکے ہمنشینوں میں تھے انکو خلعت عنایت کیا اور ماتم کا لباس اُتروایا۔ اعتماد الدولہ کا متروکہ خزانہ و اسباب تجمل یہانتک کہ نوبت کا بجانا نورجہاں کو مرحمت کیا۔ پھر بادشاہ چار منزلیں طے کرکے بان گنگا کے کنارہ پر آیا۔ راجہ چنبا کی پیشکش پیش ہوئی۔ اوس کا ملک کانگڑہ سے ۲۵ کروہ ہے۔ کوہستان میں کوئی اس سے زیادہ عمدہ زمیندار نہیں ہے۔ اس ملک میں زمینداروں کی گریزگاہ اوس کا ملک ہی۔ اس میں دشوار گذار گھاٹیاں ہیں ابتک اوس نے کسی بادشاہ کی اطاعت نہیں کی تھی اور نہ پیشکش بھیجی تھی ۲۴۔ ماہ دی کو قلعہ کانگڑہ میں سیر کو گیا اور حکم دیا کہ قاضی و میر عدل اور علماء اسلام ہمرکاب ہولیں

اعتماد الدولہ کا متروکہ خزانہ و اسباب تجمل

اور جو شعار اسلام اور شرائط دین محمدی ہوں۔ قلعہ مذکور میں عمل میں آئیں۔ اس قلعہ میں اذان دی گئی خطبہ پڑھا گیا گائے وغیرہ ذبح ہوئی غرض وہ باتیں ہوئیں جو بنائے قلعہ سے اب تک نہ ہوئی تھیں اور ایک مسجد عالی بنانے کا حکم دیا۔ قلعہ کانگڑہ ایک بلند پہاڑ پر واقع ہے اور استحکام و متانت اس حد پر ہے کہ اگر آذوقہ اور لوازم قلعہ داری پر برجا رہیں تو کسی کا ہاتھ اوسکے دامن تک نہیں پہنچ سکے۔ اور کمند تدبیر اوس کی تسخیر سے کوتاہ رہے اگرچہ بعض جگہ سرکوب رکھتا ہے اور وہاں توپ و تفنگ جا سکتی ہیں لیکن اس سے حصاریوں کو زیان نہیں پہنچا سکتیں۔ وہ نقل مکان دوسری جگہ کرکے اون کے آسیب سے محفوظ رہ سکتے ہیں۔ بادشاہ قلعہ کی سیر کرکے ڈرگا کے بتخانہ کی سیر کو گیا جو بھون مشہور ہے وہاں ہندوؤں کے سوا مسلمان بھی بہت دور دور سے آنکر نذریں چڑھاتے ہیں۔ بتخانہ کے نزدیک اس کوہ میں ظاہرا گوگرد کی کان معلوم ہوتی ہے اور اثر آتش و تابش سے ہمیشہ آتشی شعلے نکلتے رہتے ہیں اون کا نام جوالا مکھی رکھا ہے اور اوس کو ایک بت کی کرامات قرار دیا ہے۔ فی الواقع ہندوؤں نے اعتقاد درست و راست رکھ کر عوام الناس کو دھوکھا دیا ہے ہنود کہتے ہیں کہ زن مہادیو کی عمر ختم ہوئی تو مہادیو نے غایت محبت و تعلق کے سبب سے جو اوس کے ساتھ تھا اوس کی لاش کو کندھے پر رکھ کر جہان میں پھرا اور لاش کو اپنے ساتھ پھرایا جب ایک مدت اسپر گذر گئی تو لاش کی ترکیب پراگندہ ہو کر گر پڑی ہر عضو ایک گر پڑا اور ہر عضو کی شرافت اور کرامت کے موافق اس جگہ کی عزت و حرمت کی گئی چونکہ اور اعضا کی نسبت سینہ شریف تر ہے وہ اس مقام میں گرا تھا اس جگہ کو بہ نسبت اور جگہوں کے ہندو زیادہ تر گرامی رکھتے ہیں۔

انہیں دنوں میں خرم کی عرضداشت آئی کہ خسرو نے درد قولنج کے عارضہ میں ودیعت حیات خدا کو سپرد کی۔ عزت خاں مصنف جہانگیر نامہ تحریر کرتا ہے کہ خسرو دکن میں شاہجہاں کے ساتھ کیا گیا تھا وہاں وہ مسموم ہوا۔ بادشاہ نے کانگڑہ سے کشمیر جانے کا قصد کیا دوشنبہ شہر جمادی الاول سنہ ۱۰۳۱ کو نوروز ہوا۔ آصف خاں برادر حقیقی نورجہاں کو منصب شش ہزاری ذات و سوار کا مرحمت ہوا۔

معاملات قندہار

ششم ماہ مذکور کو بادشاہ راولپنڈی میں آیا۔ ان دنوں میں مکرر استماع ہوا کہ قندہار کی تسخیر کے قصد سے دارائے ایران وخراسان چلا آتا ہے۔ اگرچہ یہ بات جہانگیر کو نسبتہائے سابق وحال کے سبب سے بعید معلوم ہوتی تھی کہ اوس کے نوکرے جس پاس تین چار سو آدمی ہوں ایسا بڑا بادشاہ خود لڑنے آئے مگر اوس نے حزم واحتیاط سے زین العابدین بخشی احدیوں کے ہاتھ اس مضمون کا فرمان خرم پاس بھیجا کہ وہ معہ لشکر و توپخانہ و ہاتھیوں کے جس قدر جلد ممکن ہو ہمارے پاس آئے اگر شاہ ایران کی بات سچ ہو تو ہم بھی اوسکو ایسے لشکر کے ساتھ بھیجیں کہ حساب سے و شمار سے باہر ہو اور خزانہ اوس کے ساتھ حد سے زیادہ ہو تاکہ عہد شکنی اور حق ناشناسی کا نتیجہ شاہ ایران دیکھے۔ بادشاہ اول اردی بہشت میں کشمیر میں داخل ہوا فرزند خانجہاں کی عرضداشت آئی کہ عراق وخراسان کا لشکر شاہ عباس لیکر قندہار میں آیا اور اوس کا محاصرہ کیا۔ بادشاہ کشمیر سے روانہ ہو کر لاہور میں آیا۔ سپاہ کا بڑا سامان کیا اور چونکہ ملتان وقندہار کے درمیان میں آبادانی کمتر ہے۔ جب تک آذوقہ کا سامان نہ ہو لشکر گراں نہیں بھیجا جا سکتا اس لئے اوس نے بنجاروں کا انتظام کیا کہ ایک لاکھ بیل وہ غلہ کے سامان کے واسطے تیار کریں۔ حیدر بیگ وولی بیگ ایلچی شاہ ایران کا نامہ لائے اس نامہ اور اوس نامہ کے جو جہانگیر نے جواب میں لکھا ہے چند فقرے نقل کرتے ہیں جن سے معاملہ قندہار کا حال خوب کھل جائیگا۔ شاہ ایران لکھتا ہے کہ میں نے وہ تمام ممالک جو میرے خاندان کے قبضے سے اوروں کے تصرف میں آگئے تھے سب لے لئے۔ قندہار آپکے گماشتوں کے تصرف میں تھا۔ اوس کو میں نے اپنا جانا اور اوس کا متعرض نہیں ہوا اور اتحاد اور برادری کے سبب سے مجھے امید تھی کہ آپ اپنے آباؤ اجداد کے طریقے کے موافق قندہار کو مجھے خود ہی حوالہ کر دیں گے۔ مگر آپ نے تغافل کیا۔ مکرر نامہ وپیغام میں کنایۃً وصراحتاً طلب قندہار ہوئی کہ آپ کے نزدیک یہ محقر ملک قابل مضائقہ نہیں ہے آپ مقرر کریں کہ وہ میرے اولیائے دولت کے تصرف میں آئے تاکہ دشمنوں وبدگویوں کا رفع ظن اور حاسدوں وعیب جویوں کی قطع زبان درازی ہو۔ ایک جماعت نے اس امر کو تعویق میں ڈالا۔ اس مقدمہ کی حقیقت

دوست و دشمن میں مشتہر ہوئی آپ کی جانب سے رد و قبول کا جواب نہ پہنچا تو میرے دل میں آئی کہ قندہار میں جا کر سیر و شکار کیجئے کہ شاید اس وسیلہ سے برادر کے گماشتے استقبال کر کے میری خدمت میں آئیں۔ میں اس ارادہ سے بغیر قلعہ گیری کا سامان لئے چلا جب فراہ میں آیا تو قندہار کے حاکم و امراء کو پیغام دیا کہ ہمارے اور تمہارے درمیان میں جدائی نہیں ہے اور ہم یہاں سیر کے لئے آئے ہیں کوئی کام تم ایسا نہ کرنا کہ جس سے کلفت خاطر ہو انھوں نے حکم و پیغام مصلحت انجام پر کان نہ لگایا۔ اور مراسم الفت و اتحاد جانبین کو منظور نہ کیا اور تمرد و عصیان کو ظاہر کیا۔ جو والی قلعہ میں پہنچکر عزت آثار خواجہ باقی کرکراق کو بلایا اور جو کچھ لوازمہ نصیحت تھا اس سے کہا دس روز تک ہم نے اپنے لشکر کو حکم دیا کہ وہ حصار کے پاس نہ جائے۔ مگر جب نصائح سودمند نہ ہوئیں اور مخالفت پر اصرار ہوا تو اب آگے مصالح کی گنجائش نہ تھی لشکر قزلباش باوجود عدم اسباب قلعہ گیری تسخیر قلعہ میں مصروف ہوا اور تھوڑے دنوں میں برج و بارہ کو زمین کی برابر کر کے اہل قلعہ پر کار تنگ کیا اونھوں نے امان مانگی ہم نے برادری کا خیال کر کے اہل قلعہ کی تقصیرات کو معاف کیا اور یہ نامہ بھیجا۔ جہانگیر نے اوسکے جواب میں لکھا کہ اب تک آپ کا کوئی مرسلہ ایسا نہیں آیا کہ جس میں قندہار کی خواہش کا اظہار ہوتا ہاں زنبیل بیگ نے زبانی یہ کہا تھا تو اوس کے جواب میں ہم نے یہ فرمایا تھا کہ اس برادر کامگار سے کسی چیز میں مضائقہ نہیں ہے انشاء اللہ تعالیٰ بعد سرانجام مہم دکن کے جس طرح مناسب ہوگا تم کو رخصت دیجائیگی۔ ابھی تم دور سے آئے ہو لاہور میں آرام کرو۔ پھر میں کشمیر کی سیر کو گیا کہ اس اثنا میں خبر آئی کہ وہ برادر کامگار قندہار کی تسخیر کے لئے آئے ہیں مجھے کبھی اس کا خیال بھی نہیں آتا تھا اور حیرت ہوتی تھی کہ کوردہ کے واسطے آپ خود قدم رنجہ فرمائینگے اور ہماری دوستی و برادری و اتحاد سے چشم پوشی کریں گے باوجود مخبران راست قول و درست گفتار خبر دیتے تھے مجھے یقین نہیں آتا تھا بعد ازاں یہ خبر محقق ہوئی تو اوسی وقت میں نے عبد العزیز خاں کو حکم دیا کہ اس برادر کامگار کی رضا سے تجاوز نہ کرنا اتنک سر رشتہ برادری مستحکم ہے اس الفت و یکجہتی کی برابر ہم عالم کو کچھ نہیں سمجھتے اور کسی

عطیہ کو اوس کی برابر نہیں تولتے ۔لیکن برادری کے لائق و مناسب یہ تھا کہ ایلچی کے آنے تک صبر فرمائے کہ شاید وہ آپ کے مطلب و مدعا میں کامیاب ہو کر آپکی خدمت میں آتا ۔ ایلچی کے پہنچنے سے پہلے اس خدشہ کا مرتکب ہونا عہد و صداقت کے پیرایہ کی اور مروت و فتوت کے سرمایہ کی تقصیر کو اہل روزگار کس طرف رجوع کرینگے۔

غرض مہم قندھار میں تو التوا ہوا مگر یہاں اور گل کھلا۔

جہانگیر کا فرمان جو زین العابدین کے ہاتھ شاہجہاں پاس گیا تھا اوسکے جواب میں آپ نے یہ عرضداشت بھیجی کہ میں نیاز مند مطابق حکم و مرضی کے کشمیر سے برہان پور میں بطریق ایلغار قریب ہزار کروہ کے طے کر کے آیا اور راہ کو تھوڑے زمانہ میں طے کیا ۔ باوجود کمی جمعیت کے دکنیوں کی بڑی بڑی فوجوں سے مقابلہ کیا اور تھوڑی مدت میں مخالفوں کی گوشمالی دیکر ملک سوا کروڑ دام کا جو ہاتھ سے نکل گیا تھا ضرب تیغ جہاں ستان اور اقبال جہانگیری سے تصرف میں لایا اور پچاس لاکھ روپیہ نظام الملک سے سابق پیشکش کا وصول کیا اور دس لاکھ روپیہ اس ملک کے زمینداروں سے جرمانہ لیا ۔ تھوڑے دنوں میں مخالفوں کے خس و خاشاک کو جھاڑ کر پاک صاف کیا ۔ الحال اس مرید خیر خواہ کو مہم قندھار کے لئے طلب کیا ۔ آپ کی خاطر کی استرضا کے لئے بلا توقف برہان پور سے حضور کا عازم ہوا ۔ اس وجہ سے کہ لشکر کو ابھی دکن کی پیاپے یورش سے آسودگی نہیں ہوئی ہے اور برسات کا موسم آگیا ہے اور لشکر کا عبور کرنا مالوہ کی گل سے ان ایام میں خالی کسالہ سے نہیں ہے نواح مانڈو میں تا انقضا شدت بارش میں کرونگا اور جب سہیل برآمد ہوگا تو کوچ بکوچ حاضر ہونگا ۔ اور یہ بھی التماس کرتا ہوں کہ یہ ایک عمدہ مہم پیش آئی ہے شاہ عباس سے جو شجاع و یکہ تاز مشہور ہے سرو کار ہوگا بعض بلاد روم و توران اور اطراف میں جو کام اس سے ظہور میں آئے وہ حضور پر روشن ہیں ایسے نہنگ دریائے جرأت سے جس کے تمام قشون اور خان در رکاب اپنے ولی نعمت کی راہ میں فدا ہونے کو سرمایہ عبادت جانتے ہوں اس سے لڑنے کے لئے سامان لائق سرانجام شائستہ واستقلال و اختیار مطلوب ہیں امیدوار ہوں کہ صوبہ پنجاب کہ قندھار کی سرراہ واقع ہے

حضور سے شاہجہاں کو قندھار کی مہم کے لئے بلانا

نورجہاں کی جاگیر میں شاہجہاں کا دخل دینا۔

اور لشکر کے آذوقہ کا محتاج کے لئے اکیہم روانہ ہوگا۔ عقیدت کیش آدمیوں کا اس ضلع میں ہونا ضرور ہے اس لئے وہ نیازمند کی جاگیر میں عنایت ہو۔ جب یہ عرضداشت آئی تو بادشاہ نے حکم دیدیا کہ صوبہ پنجاب کی زیادہ تر محال شاہ ولیعہد کی جاگیر میں مقرر ہوں۔ لیکن اس زمانہ میں یہ فساد مچا کہ اس سے پہلے شاہجہاں نے اپنی جاگیر کے لئے پرگنہ دھول پور کی درخواست کی تھی اور اپنی حسن خدمت اور اختیار اور عنایات شاہ کے سبب سے پہلے اس سے کہ بادشاہ کی پذیرائی کی خبر آئی دریا خاں افغان کو اس محال کے انتظام کے لئے بھیجدیا۔ عرضداشت پہنچنے سے پہلے یہ پرگنہ نورجہاں بیگم کی تجویز سے شہریار کی تیول میں مقرر ہوا تھا (یہ بات یاد رکھو کہ جہانگیر کے پانچ بیٹے تھے سب سے بڑا بیٹا خسرو تھا اس کا حال پڑھ چکے ہو اس سے چھوٹا بیٹا پرویز تھا اور ان دونوں سے چھوٹا بیٹا خرم تھا جو دادا کا بھی لاڈلا تھا باپ کا بھی پیارا تھا اس سے چھوٹا بیٹا جہاندار تھا اور سب سے چھوٹا بیٹا شہریار تھا۔ نورجہاں کی ایک بیٹی شیر افگن خاں سے تھی اوس کا بیاہ شہریار سے ہوا تھا اور نورجہاں کے حقیقی بھائی آصف خاں نے اپنی بیٹی کا نکاح خرم کو سب سے زیادہ ہوشیار سمجھ کر کیا تھا) اور شہریار کی طرف سے اس دیار میں شریف الملک گیا تھا اور ملک کو اپنے تصرف میں لایا۔ جب دریا خاں آیا تو محال کے عمل پر ان میں گفتگو سے آگے بڑھ کر جدال اور قتال پر نوبت آئی اور شریف الملک کی آنکھ میں تیر لگا اس خبر کے پہنچنے سے زیادہ رنجش ہوگئی۔ اصل نزاع کا مادہ یہ تھا کہ حل وعقد امور خلافت بادشاہ کے حضور میں نورجہاں کے اختیار میں تھا۔

ریاست میں مردوں کا پاؤں جگہ سے ایسا پھسل جاتا ہے کہ پدر وپسر ایک دوسرے کی حیات کے شجر کو قطع کرنے میں سعی کرنے لگتے ہیں یہ تو عورت تھی روز بروز شاہزادہ خرم کا استقلال بڑھتا جاتا تھا۔ نورمحل کو یقین تھا کہ بادشاہ کے واقعہ ناگزیر کے بعد میرے اساس دولت میں اختلال کلی ہوگا۔ عورتوں کو داماد کے ساتھ ایک خاص محبت ہوتی ہے اوس کو یہ فکر فاسد ہوا کہ شہریار کو پیش کرکے اوس کی تربیت واستقلال میں کوشش کرے اور تامقدور ایسی سعی کرے کہ آخرکار تاج شہریاری شہریار کے سر پر رکھا جائے اور

میری دولت کامرانی کا دامن ہاتھ سے نہ چھوٹ جائے۔ اس باب میں اُس نے اپنے ہواخواہوں کی جماعت کو وعدے کر کے رفیق و معاون کر لیا تھا۔ بیگم صاحبہ ہی کی آج کل سلطنت تھی سار اور بار اوس کی چٹکی میں اور تمام انتظام اوس کی مٹھی میں تھا۔ اعتماد الدولہ نورجہاں کا باپ بڑا عاقل اور دانشمند تھا وہ ایسے فساد کی باتوں سے بیٹی کو روکتا رہتا تھا جب وہ مرگیا تو باپ کا سارا اختیار اور منصب بیٹی کو بادشاہ نے دیدیا۔ اب کوئی قید نورجہاں کے لئے نہیں رہی وہ اپنے اختیار کو جس کی کچھ انتہا باقی نہ تھی بادشاہ اور شاہجہاں کے دلوں میں فرق ڈالنے کے لئے ہر موقع میں کام میں لائی اوس نے مہم قندہار کے باب میں قسم کھا کر جہانگیر کے خاطر نشان کیا کہ اور فرزندوں کے موجود ہونے کے باوجود شاہجہاں کو دور کی راہ سے بلانا اور وہاں سے بلانا جہاں ہمیشہ فرور مہیں پیش رہتی ہیں اور اس خدمت قندہار پر مامور کرنا رائے صواب کے خلاف ہے۔ اس مہم پر شہریار کو مقرر کرنا چاہئے وہ جانتی تھی کہ جہانگیر بے اختیار شہریار کو اس کا کے قابل نہیں جانتا۔ اس لئے اوس نے یہ تجویز کی کہ مرزا رستم صفوی کہ مدت تک قندہار میں کامراں رہا ہے اور اس سرزمین سے واقف کار ہے وہ شہریار کا اتالیق اور صاحب اختیار اس مہم میں مقرر کیا جائے بیگم صاحب کا خزانہ بھی اور اعتماد الدولہ کا مال اوس کو ہاتھ لگا تھا تو وہ خود قندہار کی تسخیر و سامان یورش کی خرچ کی متکفل ہوئی۔ شاہجہاں کی جاگیر پنجاب و اقطاع سیر حاصل تبدیل ہو کر شہریار کی تنخواہ میں مقرر ہوئیں۔ بادشاہ نے شاہجہاں کے نام فرمان صادر کیا کہ جہاں تک تم آئے ہو وہیں توقف کرو اور جو کمکی تمہارے ہمراہ ہیں اون کو جلدی روانہ کرو کہ وہ شہریار کی ہمراہی کے لئے مقرر ہوئے ہیں۔ دکن سے متعینہ آدمیوں کے لانے کے لئے ہزاول مقرر ہوئے۔ شہریار کو منصب والا دہ ہزاری ہشت ہزار سوار سے سرافرازی ہوئی اور مرزا رستم صفوی اتالیقی اور ہراولی پر مامور ہوا۔ مرزا رستم بعض سامان کی تیاری کے لئے لاہور روانہ ہوا۔ بادشاہ بھی لاہور میں آگیا تھا کہ یہ فرمان اور احکام فساد افزا شاہجہاں پاس پہنچے جن سے وہ نہایت مکدر اور آشفتہ خاطر ہوا۔ افضل خاں اپنے دیوان کو یہ عرضداشت دیکر بھیجا کہ فرزند مرید کو کیا یارا ہے کہ اپنے قبلہ و مرشد کی خدمت میں دستور ادب کے خلاف اندرز لکھ کر خسرۃ الدنیا والآخرۃ بنے لیکن

مہم قندھار پر شہریار کا مقرر ہونا

بادشاہ جہانیاں اور کل عقلا و حکما پر ظاہر ہے کہ جب غرض و حسد کا پانوں درمیان میں آتا ہی تو مروان افلاطون کا پانوں پھسل جاتا ہے عورتوں کا ذکر کیا ہے کہ وہ حلیہ عقل سے معرے اور رشک و غرض کے زیور سے آراستہ ہوتی ہیں۔

چراغ کذب را کافروزد کش زن بجز اشک روغنش نیست روغن

ازاں روغن چراغے چوں فروزد بہ یک ساعت جہانے رابسوزد

خصوصاً مقدمات ملکی و مالی و کلی جزئی میں عورتوں کی رائے پر عمل عقلا کے نزدیک مذموم و شوم ہے خاصہ غلام کے حق میں جس نے ملک دکن کے فتنے سے بھرا ہوا دوبارہ شمشیر سے تسخیر کیا اور اپنے تئیں گوسفند قربانی تصور کرکے کسی کام میں حکم سرتابی نہ کی ہو اور بجز فدویت و اطاعت کے سوا کچھ اور منظور نہیں ہے ایسے خدمات اور جانفشانی کی پاداش میں جس کے سبب سے مجھے طرح طرح کی امیدیں تھیں سرگرانی فرمانا اور دشمنوں کی شماتت کا سبب ہونا منافقوں اور اہل عناد کے کہنے سے نیازمند کی جاگیروں کا بدلنا اور اس ناخلف کو دینا اور اپنے سود و نقصان میں فرق نہ کرنا اور غور و تامل کو کار فرما نہ ہونا ان سب باتوں کو اپنے دنوں کی گردش کے سوا کس بات پر حمل کر سکتا ہوں۔

اگرچہ شاہ ولیعہد کو کوئی غرض سوا اس مطلب کے اور نہ تھی کہ فتنہ جو واقعہ طلبوں کی سعی سے اور نورمحل کی کم توجہی سے جو باپ کی خاطر پر غبار ملال بیٹھا ہے اوس کو ہر وجہ سے اظہار عقیدت کے پانی سے دہوے اور پردۂ ادب و آزرم درمیان سے نہ اُٹھے اور یگی کی بدنامی اور فوج کشی نہ ہو لیکن بعض بدہمکار کوتہ اندیش بیگم و شہریار کے متوسل ایسے تھے کہ وہ شہریار کے رتبہ جاہ و اعتبار کو بڑہا کر ملال و نزاع کے غبار کو ارتفاع دیتے تھے آصف خاں کا داماد شاہجہاں تھا اس سبب سے اوس کو شاہجہاں کا طرفدار گمان کرتے تھے اہل غرض نے بہن بھائیوں یعنی نورجہاں و آصف خاں کے درمیان بھی مادۂ ملال خاطر پیدا کر دیا تھا۔ آصف خاں نے اپنی عقل اور دانائی کے سبب سے زبان پر مہر خاموشی لگائی تھی اور ہرزہ درائیوں کی باتوں پر کان نہ لگایا تھا۔ جب ان باتوں کا ذکر ہوتا تو کنارہ کشی کرتا

افضل خاں نے بادشاہ پاس جاکر عرضداشت گذرانکر ہرچند سعی کی مگر اسے کچھ فائدہ نہ ہوا اور بے
نیل مقصود واپس آیا۔ شاہزادہ کے نام حکم ہوا کہ وہ دکن کو الٹا جائے اوس کے جواب میں اُسنے
التماس کی کہ ایک دفعہ حضور میں پہنچکر اپنا عرض حال و بے تقصیری کی گزارش کرنا چاہتا ہوں
پھر جو کچھ حضور کا حکم ہوگا عمل میں لاؤنگا۔ اس بات کو بادشاہ سے لوگوں نے اسطرح لگایا کہ جس سے
شاہجہاں کی بغاوت و عدم اطاعت اوس کے خاطر نشان ہو۔ بعض ہنگامہ طلب مفسدوں نے
مصلحت کار اس میں جانی کہ آصف خاں اور مہابت خاں میں باہم سوئے مزاجی ہے اور وہ
دشمن دانا و سپاہی فراخ حوصلہ و صاحب فوج ہے اس لئے مہابت خاں کو طلب کرکے شاہزادہ پرویز کے
ہمراہ شاہجہاں کے مقابلہ میں تعین کرنا چاہئے۔ بیگم کے فرمان مہابت خاں کی طلب میں بہم
گئے۔ مہابت خاں کو نورجہاں کے اس قدر عنادپر اوس کی عقل و دانائی سے تعجب پر تعجب ہوتا
تھا کہ کیونکر ایسا ہوا کہ باوجود جوہر شعور کے امور ملکی میں سررشتہ عاقبت اندیشی کو اُس نے
ہاتھ سے دیا اور سواد ہند میں وہ انتشار فساد کا سبب ہوئی وہ چاہتی ہے کہ ایک عالم میں
شورش پھیلے بلکہ اوس کو یہ گمان بھی تھا کہ شاید یہ تمہید و ساختگی میرے ہی استیصال کے لئے ہو
اس ہم دوراز عقل کے قبول کرنے میں وہ تعلل کرتا تھا اُس نے جواب میں لکھا کہ اگر شاہجہاں سے
سلطنت میں خلل عظیم کا احتمال ہے اوس کی دولت و آبروے کی برہمزدگی کے لئے حضور کمربستہ ہوں
تو چاہئے کہ آصف خاں کو حضوری سے جدا کردیں تاکہ مجھے آنے کی جرأت ہو۔ یہ امر بھی قبول ہوا
اور آصف خاں کو حکم ہوا کہ وہ آگرہ میں جاکر خزانہ میں جو چاندی سونا غیرمسکوک ہو اور جنس جواہر
کو تفریق کرکے حضور میں لائے اور مہابت خاں کے لئے حکم ناطق بہم صادر ہوئے کہ بیٹے کو
کابل میں چھوڑکر حضور میں آئے۔ سلطان پرویز کو بھی شاہجہاں کے مقابلہ کے لئے طلب کیا
ان دنوں میں بادشاہ کا مزاج آزار ضیق النفس کے غلبہ سے بحال نہ تھا۔ مگر شاہجہاں کو حکم
بھیجے کہ وہ دکن کو مراجعت کرے۔ وہ یہ عذر اور التماس کرتا تھا کہ جب تک میں حضور کے قدم
مبارک میں آنکر اس خفت کو جو صاحب غرض مدعیوں نے میری کی ہے نہ دور کرونگا معاودت نہیں
کرونگا۔ ہنگامہ جو واقعہ طلبوں سے نورجہاں اتفاق کرکے بادشاہ سے اسی بات کو شاہجہاں کی سرکشی

شاہجہاں کے نام حکم دکن میں واپس جانے کا

آصف خاں کا جدا ہونا

احوال امرا

وبغی کی دلیل بناکے عرض کرتی۔ اور بادشاہ کے دل میں ملال پر ملال زیادہ کرتی۔

مہابت خاں کی وساطت سے اہل غرض نے عرض کیا کہ شاہجہاں سے معتقد خاں وکیل کی معرفت محرم خواجہ سرا اور خلیل بیگ و فدائی خاں میر تزک و ذوالقدر خاں خط و کتابت رکھتے ہیں اگرچہ مہابت خاں نے ان پانچوں آدمیوں کے قتل کے لئے صلاح بتلائی مگر فدائی خاں اور ذوالقدر خاں نے کلام اللہ کی قسم کو اپنا شفیع بنایا جس سے اون کی جان بچی مگر مقید ہوئے اور باقی اور بادشاہ کے حکم سے قتل ہوئے اور بادشاہ کوچ بکوچ دار الخلافہ کو چلا۔ اور خانجہاں اور امرا جابجا سے بموجب طلب کے حاضر ہوئے۔

جہانگیر خود شاہجہاں کی بغاوت کا حال اس طرح لکھتا ہے کہ خبر آئی کہ خرم نے نور جہاں بیگم اور شہریار کی جاگیر کے بعض محال میں بے حکم کے دست تصرف دراز کیا ہے اس کا نوکر دریا افغان شریف الملک ملازم شہریار سے لڑا جو دھول پور اور اوس کی نواح کا فوجدار تھا اور طرفین سے بہت آدمی قتل ہوئے۔ قلعہ مانڈو میں توقف سے اور اوسکی نامعقول ملتمسات سے جس کا اظہار وہ عرضداشت میں جرأت سے کرتا تھا یہ ظاہر ہوتا تھا کہ عقل اوس کی برگشتہ ہوگئی ہے ان خبروں کے سننے سے متیقن ہوا کہ ہم نے جو عنایت اور تربیت اوس کے حق میں کیں اون کی گنجایش اوس کے حوصلہ میں نہ تھی اس کا دماغ خلل پذیر ہوا اس لئے راجہ روز افزوں اپنے قدیمی خدمتگار کو اوس کے پاس بھیجا اس جرأت و بے باکی کی بازپرس کی اور حکم دیا کہ اب آیندہ وہ احوال کو ضبط کرکے جادۂ معقول اور شاہ راہِ ادب سے قدم باہر نہ رکھے دیوان اعلیٰ سے جو تنخواہ میں محال جاگیر مقرر ہے اس پر بس کرے اور ہرگز ملازمت میں آنے کا ارادہ نہ کرے۔ یورش قندہار کے لئے جو ملازم بلائے گئے ہیں اونکو جلد بھیجدے اگر خلاف حکم اس سے ظہور میں آئیگا تو وہ ندامت اُٹھائیگا

خرم پر اور اوس کے فرزندوں پر میں نہایت مرحمت و عنایت کرتا تھا اوسکا بیٹا جب بیمار ہوا تو میں نے یہ قرار دیا تھا کہ اگر خدا تعالیٰ اوس کو صحت بخشے تو پھر میں بندوق سے شکار نہیں کھیلونگا اور کسی جاندار کو اپنے ہاتھ سے آزردہ نہ کرونگا۔ باوجودیکہ مجھے شکار کی

بڑی ہوس تھی مگر پانچ سال تک میں شکار کے پاس بھی نہیں گیا۔ اب خرم کی کردار ناملائم سے میری طبیعت آزردہ ہوئی پھر میں نے بندوق سے شکار کرنے پر توجہ کی۔

۲۴ - مہر کو میں نے جہلم سے عبور کیا تھا کہ افضل خاں دیوان خرم اوسکی عرضداشت میرے پاس لایا جسمیں اپنی بے اعتدالیوں پر معذرت کا لباس پہنایا تھا۔ اُسنے اوسکو اس لئے بھیجا تھا کہ شاید اسکی چرب زبانی سے کام چل جائے اور ناہمواری کی اصلاح ہو جائے۔ مینے اصلا اس پر توجہ نہ کی اور اوس کی طرف مُنہ بھی نہیں کیا۔ افضل خاں کو رخصت کیا اور فرمان بھیجا کہ صوبہ گجرات و مالوہ و دکن و خاندیس خرم کو عنایت ہوا ان میں جہاں چاہے وہاں اپنا محل اقامت بنائے اور انتظام ملکی کرے اور حکم سے باہر جاویگا تو ندامت اُٹھائیگا۔

افضل خاں کا شاہجہاں کی طرف سے آنا

جب میری ہمت مہم قندہار میں بالکل مصروف تھی تو خرم کے تغیر حال اور بے اعتدالیوں کی خبریں میری خاطر کو متوحش کرتی تھیں میں نے موسوی خاں کو کہ بندہ بے اخلاص اور مزاج داں تھا۔ تہدید و ترغیب کے پیغام دیکر خرم پاس بھیجا کہ نصایح ہوش افزا کرے اور سعادت کی رہنمائی سے گراں خواب غفلت و غرور سے بیدار کرے اس کے باطل ارادوں اور فاسد مقاصد سے وقوف حاصل کرکے جلد خدمت میں آئے۔ تاکہ جو مقتضاء وقت ہو وہ عمل میں آئے۔ اسی زمانہ میں اعتبار خاں کی آگرہ سے عرضداشت آئی کہ خرم لشکر سمیت مانڈو سے اس طرف روانہ ہوا ہے ظاہرا خزانہ کی طلب کی خبر سُنکر وہ بے اختیار ہے تا بانہ ہوا کہ شاید اثناء راہ میں خزانہ پر پہنچکر دست اندازی کرے۔ اس سبب سے میں نے خزانہ کے لانے میں صلاح دولت نہیں جانی۔ برج و بارہ کے استحکام اور قلعہ داری کے لوازم میں مشغول ہوا ایسی ہی آصف خاں کی عرضداشت آئی کہ خرم کے آنے میں بوئے خیر نہیں آتی۔ صلاح دولت خزانہ کے لانے میں نہ دیکھی اوسکو حراست ایزدی میں سپرد کرکے خود ملازمت پر متوجہ ہوتا ہوں۔ اب بادشاہ سلطانپور سے متواتر کوچ کرکے اس سیاہ بخت کی تنبیہ و تاکید پر متوجہ ہوا اور میں نے حکم دیدیا کہ آج سے خرم کو بے دولت کہا کریں۔ غرہ اسفندار کو اعتبار خاں کی عرضداشت آئی کہ بہت سرعت سے بیدولت نواحی آگرہ میں آگیا ہے کہ

شاید استحکام قلعہ سے پہلے ابواب فتنہ وفساد کو مفتوح کرکے اپنا کام بنائے۔ جب فتحپور میں آیا
تو در دولت کے دروازہ کو اپنے لئے بند پایا۔ خجلت زدہ ادبار ہو کر توقف کیا۔ خان خاناں
اور اس کا بیٹا اور بہت سے امراء شاہی کہ صوبہ دکن اور گجرات میں تعینات تھے اوسکے ہمراہ اور
رفیق راہ بن کر باغی اور کافر نعمت بنے شاہجہاں سے موسوی خاں فتح پور میں ملا۔ اور
احکام بادشاہی کی تبلیغ کی۔ یہ مقرر ہوا کہ شاہجہاں قاضی عبدالعزیز اپنے ملازم کو موسوی خاں
کی رفاقت میں بادشاہ پاس بھیجے کہ مطالب اس کے عرض کرے اس نے سُندر اپنے نوکر کو کہ سر حلقہ
ارباب ضلالت تھا اور اہل فساد کا سرگروہ تھا آگرہ میں بھیجا کہ ملازمان شاہی پاس جو وہاں
خزاین ودفاین ہیں اس پر متصرف ہو۔ وہ لشکر خاں کے گھر میں آیا اور نو لاکھ روپیہ لیگیا اور جن ملازمان
شاہی پاس سامان کا گمان تھا اون کے پاس وہ گیا اور دست تطاول دراز کیا جو کچھ
ملا اوس کو لے لیا۔ جبکہ خانخاناں جیسے امیر نے کہ منصب عالی اتالیقی سے اختصاص رکھتا تھا
ستر سال کی عمر میں اپنا منہ یعنی وکافر نعمتی سے سیاہ کیا ہو تو اوروں کا کیا گلہ ہے گویا اس کی
سرشت اوس کے بغی وکافر نعمتی پر مجبول تھی۔ اوس کے باپ نے آخر عمر میں میرے باپ کے
ساتھ ہی شیوہ ناپسندیدہ اختیار کیا تھا اوس نے اپنے باپ کی پیروی کی اور اس عمر میں اپنے
تئیں مطعون اور مردود ازل وابد کیا۔

عاقبت گرگ زادہ گرگ شود　　　گرچہ با آدمی بزرگ شود

جب بادشاہ پاس موسوی خاں مع عبدالعزیز فرستادہ شاہجہاں آیا۔ چونکہ شاہجہاں کی
ملتمسات معقولیت نہیں رکھتی تھیں۔ عبدالعزیز کو میں نے بات کرنے کی اجازت نہ دی اور مہابت خاں
کی حوالات میں سپرد کیا۔ جہانگیر یہ لکھتا ہے۔ مگر خافی خاں نے یہ لکھا ہے کہ شاہجہاں نے عرض کیا
کہ مجھ بے تقصیر غلام کی آرزو یہ تھی کہ فتنہ جو واقعہ طلبوں کی سعی سے اور بیگم کی کم توجہی سے جو غبار ملال
حضور کی خاطر پر بیٹھا ہے اوسکو اپنی عقیدت کے پانی سے دہوؤں۔ پردہ ادب وآزرم کو
درمیان سے نہ اُٹھاؤں۔ حضرت میری جاگیروں کو بحال فرمائیں ورنہ ایک بار حضور میں پہنچکر قدمبوسی
کرکے عرض حال کروں اور بے تقصیری اپنی دکھاؤں اوس کے سوا میرا مطلب کچھ اور نہیں ہے

ان میں کوئی التمس نامعقول نہیں ہے اب آگے بادشاہ لکھتا ہے کہ جب میں سرہند سے گذرا تو اطراف وجوانب سے فوجیں اسقدر جمع ہونی شروع ہوئیں کہ دہلی پہنچنے تک تمام ملک سپاہ سے پٹ گیا جہانتک نظر جاتی تھی سپاہ ہی نظر آتی تھی۔ جب میں نے سنا کہ بیدولت فتح پور سے نکلا ہے تو میں دہلی کو چلا۔ اس یورش میں مدار امور ترتیب افواج مہابت خاں کی صوابدید پر مفوض کیا اور ہراول سپاہ کی سرداری پر عبداللہ خاں مقرر ہوا چیدہ وگزیدہ جوانوں اور کاردیدہ سپاہیوں کو اوس نے ساتھ لیا میں نے اوسکو حکم دیا کہ اور افواج سے آگے ایک کوس جائے۔ اخبار رسانی اور راہوں کی نگہبانی کرے۔ میں اس سے غافل تھا کہ وہ اس بیدولت کے ساتھ ہم داستان ہے اور غرض اصلی اس بداصل کی یہ ہے کہ ہمارے لشکر کے اخبار اسکو پہنچائے اس سے پہلے بھی وہ راست و دروغ خبروں کے طومار لکھکر لاتا تھا کہ میرے جاسوس اس جگہ بھیجے گئے ہیں۔ بعد میرے فدوی بندوں کو متہم کرتا کہ اس بیدولت کے ساتھ اتفاق رکھتے ہیں اور یہاں کے دربار کا اخبار اوس کو لکھتے ہیں اگر اوسکی فتنہ سازی اور وراندازی سے میں از جارفتہ ہوتا اور اضطراب بیتابی کرتا تو اس طرح کی شورش میں کہ تند باد فتنہ و طوفان بلا آشوب و تلاطم میں تھا بہت سے بندہائے فدوی اوسکی تہمت سے ضائع ہوتے باوجودیکہ بعض دولتخواہ خلا وملا میں بہ کنایہ وصریح اس کی بداندیشی وناراستی کی سچی باتیں عرض کرتے مگر وقت ان کا مقتضی نہ تھا کہ اوس کے کام پر سے پردہ اٹھا دیا جاتا۔ میں اپنی چشم و زبان کو اس اداسے کہ اوس کی خاطر کو وحشت نہ ہو نگاہداشت کرتا اور بیشتر سے بیشتر اوسپر عنایت اور التفات میں افراط کرتا کہ شاید خجلت زدہ ہوکر اپنے کردار ناہنجار سے اور بدذاتی اور فتنہ پردازی سے باز آئے۔ مگر اس مردود ازل وابد کی سرشت خبث ونفاق پر مجبول تھی جو کچھ اوس نے کیا وہ اپنی جگہ پر بیان ہوگا۔

شاہجہانگیر کی سلطنت کا اٹھارہواں سال ۲۰۔ جمادی الاول ۱۰۳۲ھ سے شروع ہوا اور جشن نوروزی ہوا۔ اسی روز بادشاہ پاس خبر آئی کہ شاہجہاں حوالی متھرا میں آیا اور ستائیس ہزار سوار اس پاس ہیں۔ پھر خبر آئی کہ شاہجہاں جمنا کے کنارہ کنارہ چلا آتا ہے۔ لشکر شاہی نے بھی

اسی سمت میں نہضت کی اور افواج کی ترتیب ہراول و جرنغار و برنغار و التمش و طرح لایق اور مناسب آئین سے ہوئیں۔ پھر خبر آئی کہ شاہجہاں مع خانخاناں راہ راست سے عنان تافتہ ہو کر گنہ کو لا میں گیا کہ ۲۰ کروہ جانب چپ میں واقع ہے اور سندر برہمن (راجہ بکرماجیت) اور داراب خاں پسر خانخاناں اور بہت سے امراے شاہی لشکر شاہی کی برابر آئے۔ بظاہر تو داراب خاں لشکر کا سردار تھا لیکن سندر پر مدار کار تھا۔ شاہجہاں کا لشکر بلوچ پور میں آیا۔ اور لشکر شاہی قبول پور میں۔ چنداول کا سردار باقر خاں تھا اوس پر شاہجہاں کے لشکر نے حملہ کیا۔ اور کچھ اسباب لوٹ لیا۔ باقر بیچارہ ابوالحسن اوس کی کمک کو گیا مگر اوس کے پہنچنے سے پہلے شاہجہاں کا لشکر بھاگ گیا۔ آصف خاں و خواجہ ابوالحسن و عبداللہ کی سرداری میں پچیس ہزار سوار جدا کئے گئے۔ اور شاہجہاں کے لشکر سے لڑنے کے لئے بھیجے گئے۔ آصف خاں کی سپاہ میں آٹھ ہزار سوار و باقر خاں کی سپاہ میں آٹھ ہزار اور عبداللہ خاں کی سپاہ میں دس ہزار سوار قلم بند ہوئے۔ شاہجہاں کی طرف سے راجہ بکرماجیت اس لشکر کے مقابلہ کے لئے متعین ہوا۔ جہانگیر نے ترکش خاصہ عبداللہ خاں پاس بھیجا کہ جس سے اوس کی دل گرمی ہو۔ جب طرفین کی فوجیں سرحد مالوہ میں مقابل ہوئیں اور صف کارزار آراستہ ہوئی ابھی صدا سے دار و گیر بلند نہ ہوئی تھی کہ عبداللہ خاں مع اپنے دس ہزار سواروں کے شاہجہاں کے لشکر سے جا ملا۔ بکرماجیت ہراول تھا وہ داراب خاں کو یہ مژدہ سنانے کو خود چلا اور عبداللہ خاں کو بجائے خود قائم رکھا کہ شست غیب سے تفنگ راجہ کے لگا اور وہ گھوڑے سے گرا اور اوس کا سر کٹا۔ اور بادشاہ پاس بھیجا گیا اوس کے مرنے سے شاہجہاں کے لشکر کا رشتہ انتظام ٹوٹا۔ عبداللہ خاں جیسے سردار کے ملجانے سے بادشاہ کا ہراول پریشان ہوا پھر بھی شاہجہاں کے سرداروں نے اول حملہ میں کار نمایاں کیا کہ بادشاہی لشکر میں سے زبردست خاں و شیر حملہ اور اسکے بیٹے شیر بچہ اور سادات بارہ کی ایک جماعت کو مار رکھا۔ مگر بعد ازاں آصف خاں نے شاہجہاں کے لشکر کو شکست دی کہ پرے ہٹا دیا۔ پھر دونو لشکر اپنے اپنے مقاموں میں جدا ہوگئے۔ مہابت خاں نے پہلے اس سے کہ شاہجہاں کی مراجعت کی خبر آئی یہ تدبیر

وتزویر کا جال بچھایا تھا کہ قاضی عبدالعزیز سے شاہجہاں کو لکھوا بھجوایا تھا کہ مہابت خاں نے یہ مقرر کیا ہے کہ جس وقت یہ خبر آئیگی کہ دکن میں شاہجہاں آگیا تو بدستور اس کی جاگیر بحال ہوگی۔ اس مضمون کا شقہ بمہر خاص فرمان دستور صادر ہوا ہے۔ شاہجہاں اصلا فساد پر دل نہادہ نہ تھا۔ اوران نوشتجات کے وارد ہونے سے پہلے دکن کو جاتا تھا اگرچہ وہ مدعیان دولت کے گفتہ نوشتہ پر اعتماد نہیں رکھتا تھا اور باپ سے مقابلہ ومقاتلہ کو کفر جانتا تھا مگر اثبات حجت کے لئے اوس نے مراجعت میں مسافت طے کرنے میں عجلت کی اور جواب میں حکم کی اطاعت کا اظہار معروض کیا نورجہاں اور ہنگامہ طلبوں کی تکلیف سے بادشاہ آگرہ سے اجمیر کو روانہ ہوا۔ اثناء راہ میں سلطان پرویز اوس کے پاس آیا اور یہ خبریں آئیں کہ شاہجہاں نے امنیر کے حوالی کو جو راجہ مانسنگہ کا وطن مالوف تھا اوباشوں کو بھیجکر لٹوایا۔ اور جگت سنگہ پسر راجہ باسو کو تعین کیا کہ اپنے وطن میں جاکر پنجاب کے کوہستان میں فتنہ وفساد برپا کرے۔ بادشاہ نے صادق خاں کو صوبہ پنجاب کی حکومت دے کر اوس کی تاکید وتنبیہ کے واسطے مقرر کیا۔ جہانگیر نے سلطان پرویز کو بڑی تیاریوں کے ساتھ شاہجہاں سے لڑنے کے لئے بھیجا اور موتمن الدولہ القاہرہ مہابت خاں کو اوسکے لشکر کا انتظام سپرد کیا۔ بڑے بڑے امرا اوسکے ساتھ گئے چالیس ہزار سوار اور بڑا توپخانہ اور بیس لاکھ روپیہ کا خزانہ اوسکے ہمراہ کیا۔

۱۲۔ پیتر کو صوبہ گجرات کی عرضداشت بادشاہ پاس آئی اور فتح وفیروزی کی نوید لائی اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ پہلے بیان ہوچکاہے کہ فتح رانا کی جلدو میں شاہجہاں کو صوبہ گجرات جہانگیر نے عنایت کیا تھا۔ شاہجہاں نے اپنی نیابت میں یہاں سندر برہمن یعنے راجہ بکرماجیت کو مقرر کیا تھا۔ وہ اس ملک کی حکومت وحراست کرتا تھا۔ جب شاہجہاں نے بکرماجیت کو اپنے پاس بلالیا تو اوس کے بھائی کنہرداس کو اوسکی جگہ مقرر کیا۔ جب راجہ بکرماجیت قتل ہوا اور شاہجہاں مانڈو کی طرف روانہ ہوا۔ تو اوس نے ملک گجرات کو عبداللہ خاں کے تیول میں مقرر کیا اور کنہرداس اور صفی خاں اس صوبہ کے دیوان کو اپنے پاس طلب کیا کہ وہ خزانہ دس لاکھ اشرفیوں کا اور تخت مرصع ۔ پانچ لاکھ روپیہ میں اور پرتلہ الماس کہ دولاکھ روپیہ میں بنا تھا

مہابت خاں کی تدبیر

بادشاہ کا اجمیر جانا

پرویز کا شاہجہاں سے لڑنے کیلئے روانہ ہونا

عبداللہ خاں و صفی خاں کی لڑائی

ساتھ لائیں۔ یہ تخت و پرتلہ شاہجہاں نے باپ کے لئے تیار کرائے تھے صفی خاں جعفر بیگ کا
بھائی ہے جسکو اکبر نے آصف خاں کا خطاب دیا تھا۔ اور برادر نور جہاں کو جہانگیر نے آصف خاں
کا خطاب دیا تھا۔ اوس کی ایک لڑکی صفی خاں سے اور دوسری لڑکی شاہجہاں سے بیاہی تھی
یوں ان دونوں میں ہم زلفی کی نسبت تھی۔ شاہجہاں کو اُس سے ہمراہی اور موافقت کی توقع
تھی۔ عبداللہ خاں نے وفادار نام خواجہ سرا کو اس ملک کی حکومت کے لئے مقرر کیا
وہ احمد آباد میں اکثر شہر گجرات پر متصرف ہوا۔ صفی خاں کا ارادہ جہانگیر کی دولت خواہی کا
تھا۔ اوس نے جمعیت کے فراہم کرنے میں اور دلوں کے صید کرنے میں ہمت صرف کی
کنہر داس سے پہلے چند روز پیشتر نکلا اور تال کانکریہ میں منزل کی۔ اور وہاں سے محمود آباد
گیا اور ظاہر یہ کیا کہ میں شاہجہاں پاس جاتا ہوں اور درپردہ ناہر خاں و سید دلیر خاں
و الوخاں افغان اور بادشاہ کے جان نثار فدویوں کے ساتھ جو اپنے محال جاگیر میں تھے
مراسلات و مراعات کر کے مقدمات دولتخواہی کو ترتیب دیا اور فرصت کے انتظار میں بیٹھا
شاہجہاں کا ملازم محمد صالح پیلاد کا فوجدار تھا اور بہت جمعیت رکھتا تھا وہ فحوائے کار سے
سمجھ گیا کہ صفی خاں کا ارادہ کچھ اور ہے۔ اور کنہر داس کو بھی یہ بات معلوم ہوئی۔ مگر صفی خاں
ایک جماعت کو دلاسا دیکر شرائط حزم و احتیاط کو مرعی رکھتا تھا۔ کوئی دست و بازی نہیں
کر سکتا تھا محمد صالح نے اس توہم سے کہ مبادا صفی خاں ترک مدارا کر کے خزانہ پر دست درازی
کرے پیش بینی کر کے خزانہ کو لیکر پہلے چلدیا اور مانڈو میں شاہجہاں پاس دس لاکھ روپیہ
اشرفی پہنچا دیا۔ کنہر داس بھی پرتلہ لیکر اوس کے پیچھے روانہ ہوا۔ مگر تخت کو گرانی کے سبب سے
ساتھ نہ لے جاسکا۔ صفی خاں اپنی تدبیر اور امرا کی مدد سے شہر احمد آباد میں آیا اور وفادار
نائب عبداللہ خاں کو گرفتار کر لیا اور تخت مرصع کو توڑ کر اوس کا سونا اور زر خزانہ جو ساتھ
تھا سپاہ میں تقسیم کر دیا۔ اور جہانگیر کی طرف سے شہر کے نظم و نسق میں مشغول ہوا جب عبداللہ خاں
کو خبر ہوئی تو اوس نے شاہجہاں سے رخصت لی اور اپنی شجاعت کے گھمنڈ میں صفی خاں کو
اپنے آگے کچھ نہ گنا اور کمک اور لشکر کے جمع کرنے کا محتاج نہ ہوا اور بطریق ایلغار دوڑ کر

بڑودہ میں آیا کہ احمد آباد سے چالیس کوس ہے۔ یہ نہ جانا کہ غرور کا خمار ندامت ہی اور مشہور ہے کہ ؏ دشمن نتواں حقیر و بیچارہ شمرد ÷ صفی خاں۔ ناصر خاں کو اور اپنے ہمسایہ کے امرا کو ہمراہ لیکر احمد آباد سے بڑودہ میں آیا۔ اور عبداللہ خاں کو شکست دی۔ دو دفعہ ان دونوں میں باہم کارزار ہوئی اور ہر بار عبداللہ خاں نے ہزیمت پائی۔ صفی خاں نے اوسکا تعاقب سلطان پور تک کیا اور دشمن نے لشکر کو نہایت ذلیل کرکے لوٹا۔ عبداللہ خاں بحالت تباہ شاہجہاں پاس برہان پور میں چلا گیا۔ صفی خاں نے ان فتوح کا حال بادشاہ کو اپنی عرضداشت میں لکھا۔ بادشاہ نے صفی خاں کو ہفت صدی سے سہ ہزاری اور سیف خاں کا خطاب دیا اور ناہر خاں کو نہ صدی سے سہ ہزاری کر دیا۔ جب پرویز کا لشکر گریوا چاندا سے گذرا اور مالوہ میں آیا تو شاہجہاں بیس ہزار سوار اور تین سو جنگی ہاتھیوں اور توپخانہ عظیم کو لیکر مانڈو سے رزم کے عزم سے آیا۔ اور دکن کے برگیوں (مرہٹوں) کو جادو راے واودے رام و آتش خاں کی سرداری میں اس سے پہلے روانہ کیا کہ بادشاہی لشکر پر قزاقی کریں۔ مہابت خاں نے لشکر کو شائستہ تُوزک سے مرتب کیا۔ شاہزادہ پرویز کو قول میں لیا۔ اور خود ساری فوج کو لیکر چلا سوار ہوتے میں اور اوترنے میں شرائط حزم و احتیاط کو کام میں لایا۔ برگی بڑی دور سے اپنے تئیں نمودار کرتے اور آگے نہ آتے۔ ایک دن چنداول میں منصور خاں فرنگی کی باری تھی۔ اُترنے کے وقت مہابت خاں نے احتیاطاً اپنے لشکر کے لئے فوج کو بستہ کھڑا کیا تھا تاکہ آدمی فراغ خاطر سے اپنے ڈیرے لگائیں۔ منصور خاں نے اثناء راہ میں شراب خوب پی لی اور بدمست ہو گیا اور منزل پر پہنچا۔ بحسب اتفاق ایک فوج اوس کو دور سے نمودار ہوئی اور اوس کو شراب کے نشہ میں یہ سوجھی کہ تاخت کر لی چاہئے بغیر اسکے کہ اپنے بھائیوں اور آدمیوں کو خبر کرے سوار ہو کر لڑنے دوڑا اور مارا گیا۔ شاہجہاں مانڈو سے گذرا رستم خاں کو کہ اس کا قدیم نمک پروردہ تھا اور صدی کے پایہ سے پنجہزاری کے منصب پر پہنچایا تھا۔ اور امرا کی ایک جماعت کے ساتھ اوس کو بادشاہ کی ہراول کی فوج کے سد راہ ہونے کے لئے متعین کیا۔ رستم خاں نے سلطان پرویز کی فوج پہنچنے سے پہلے مہابت خاں سے

سلطان پرویز کے لشکر کا آنا۔

زنگی منصور کا مارا جانا۔

سازش کر کے اوس سے مل گیا۔ باقی فوج اور سردار شاہجہاں پاس آ گئے۔ شاہجہاں سے نے نربدا کو اکبر پور کے گھاٹ سے عبور کیا اور کشتیوں کو جمع کر کے ان میں کاہ و ہیمہ بھر کر جلا دیا اور ملاحوں سے سرداروں کو پکڑ کر مقید کیا اور اون کو اپنے ساتھ لیا۔ بیرم بیگ بخشی کو سپاہ کے ساتھ نربدا پر متعین کیا کہ وہ فوج شاہی کو اترنے نہ دے برسات کا موسم آ گیا تھا۔ اور خود برہان پور کی طرف چلا۔ جب برہان پور کے نزدیک وہ آیا تو قلعہ آسیر کو تدبیر اور منصوبہ سلطانی سے تصرف میں لایا۔ راجہ گوپال سنگہ کو قلعہ داری کے لئے مقرر کیا۔ ان دنوں میں خان خاناں نے جو ایک نوشتہ مہابت خاں کو مخفی بھیجا تھا اس میں یہ بیت درج تھی کہ

صد کس بہ نظر نگاہ میدارندم   ورنہ بپریدی ز بے آرامی

یہ نوشتہ شاہجہاں کے سامنے محمد تقی بخشی نے پیش کیا۔ اوس کے مطالعہ کے بعد اوسنے خانخاناں کو طلب کیا اور نوشتہ اوس کے ہاتھ میں دیا تو عرق خجالت میں اوس کا چہرہ ڈوب گیا۔ خجالت کے سوا کوئی جواب اس پاس نہ تھا۔ شاہجہاں نے حکم دیا کہ وہ مع بیٹوں کے دولتخانہ میں نظر بند ہو اور موافق اس کی فال کے کہ من فال بد کا ور دحال بد۔ سو نفر اوسکے نگہبان مقرر ہوں۔ شاہجہاں نے بعض خدمہ محل کو اسباب کی زیادتی کے ساتھ قلعہ آسیر میں چھوڑا اور برہان پور کی حوالی دیوار میں دائرہ کیا۔ جب سلطان پرویز اور مہابت خاں دریاء نربدا کے کنارہ پر آئے تو کسی کشتی کو موجود نہ پایا۔ دریا طغیانی پر تھا اور سب گھاٹ بند تھے۔ مہابت خاں نے بحر فکر و تدبیر میں غوطہ لگایا اور از راہ منصوبہ بازی خانخاناں کو باوجود اس کے بدنام اور نظر بند ہونے کی اطلاع کے ایسا خط لکھا کہ جس میں ساختگی کی بو نہ آئے۔ اور خانخاناں کی نسبت کوئی بدظنی بھی نہ پیدا ہو۔ اس میں یہ درج تھا کہ عالم پر ظاہر و ہویدا ہے۔ شاہزادہ شاہجہاں کا کوئی اور مطلب سوا اطاعت پدر اور رفع فساد کے منظور نظر نہ تھا مدعیان دولت برہم کار ہوئے۔ وہ اپنے ہنگامہ بازار کی گرمی درہم اندازی میں جانتے ہیں وہ اپنے سزائے اعمال کو پہنچیں گے۔ میں اگرچہ آنے میں مجبور تھا لیکن اصلاح حال ملک میں جو خلق اللہ کی امنیت کا سبب ہو اپنے اوپر اور سب مسلمانوں پر واجب جانتا ہوں اگر شاہزادہ بلند اقبال کے خاطر نشان کر کے کسی معتقد

ہوا خواہ وہ معاملہ فہم کو بھیجو کہ یعنے مذکورات باہم درمیان میں لاکر فساد وعناد کی آگ بجھا دی جائے
اور قتال وجدال کا پانوں باہر کر دیا جائے اور پدر وپسر کے درمیان سابق سے زیادہ آمیزش
ہو جائے اور نورجہاں نادم ہوکر راضی ہو اور شاہ جواں بخت کے جاگیرات مع اضافہ کے
بحال ہوں یہ بہتر ہوگا اور اسی معنی کے کلمات صلح آمیز قسم اور بیان کلام ایزد منان کی اہانت
کے ساتھ بہت اس میں مذکور تھے وہ ایسی تدبیر وتزویر کام میں لایا کہ یہ خط شاہجہاں کے
ہاتھ میں پڑا اور مطالعہ خاص میں آیا۔ شاہجہاں اصلاح کار اور رفع فتنہ کا خواہاں تھا مہابت خاں
کے ادعاے کو اپنی خواہش کے موافق جانا اس کام کی وکالت کے لئے خان خاناں سے بہتر
کسی اور آدمی کو نہ جانا اوسکی استمالت کرکے قسم کلام الٰہی کو کفیل بناکے اوس کے دو نو بیٹوں کو
اپنے پاس بلاکے اوس کو مہابت خاں پاس بھیجا اور یہ مقرر کیا کہ دریاے نربدا کے اس طرف
خانخاناں پھر نباہے عہد وقرار کو استوار کرے۔ جب خانخاناں گذر کر اکبرپور کے نزدیک آیا اور
اور آدمیوں کے درمیان صلح کی خبر پھیل گئی تو بیرم بیگ کے آدمیوں کی جو معبروں کی حفاظت
پر مقرر تھے مصالحت کی خبر سننے سے خاطر جمع ہوئی اور اونھوں نے گذروں کے بندوبست
میں سہل انگاری کی۔ جب خانخاناں آیا اور صلح کے رسل ورسائل آئے تو مہابت خاں نے
آخر شب میں حکم دیا کہ دریا کے ایک طرف ایک جماعت بازار کے آدمیوں کی اور سواروں کی
ناگاہ مشعل لیکر صداے تفنگ اور آوازہ دار وگیر کے ساتھ دریا سے عبور کریں اور بیرم بیگ
کی فوج کو اس طرف جاکر قتل کریں۔ اور دوسری جانب سے چار پانچہزار سوار دو تین جگہ سے
جہاں کم پانی تحقیق ہوگیا تھا پانی میں اوتر کر پار آ گئے۔ اس عرصے میں کہ بیرم بیگ کے
آدمی اپنی جگہ سے ہل کر مقابل اور سد راہ ہونے کے لئے جمع ہوں مہابت خاں کی دو تین فوجیں
دریا سے اوتر آئیں اور خانخاناں پاس گئیں۔ بیرم بیگ کے ہاتھ میں جب کچھ اختیار
نہ رہا تو اوس نے برہان پور کی راہ اختیار کی۔ خانخاناں نے قرآن کی قسم کھانے کو بھی ہر روز
کا کھانا جانکر ناخوردہ خیال کیا اور شربت کی طرح پی گیا۔ اور مہابت خاں اور سلطان پرویز
کی سپاہ سے مل گیا۔ شاہجہاں نے اب برہان پور میں توقف کرنا مصلحت نہ جانا پریشان ہوکر

گلکنڈہ کی راہ اڑلیسہ و بنگالہ میں جانے کا قصد کیا۔ مینہ کی شدت اور دریاؤں کی طغیانی کے
سبب سے کوچ بکوچ روانہ ہوا۔ اس پاس جو اوس کے اپنے نوکر اور بادشاہی نوکر تھے وہ
مہابت خاں اور سلطان پرویز کے لشکر سے جا ملے۔ سلطان پرویز دریا سے عبور کرکے اور
کارخانجات کو چھوڑ کر بطریق استعجال برہان پور میں آیا اور چند منزل اور برار کی سرحد
تک شاہجہاں کا تعاقب کیا۔ اور پھر برہان پور میں مراجعت کی۔ جہانگیر کو شاہجہاں کی ہزیمت
کے سننے سے کچھ اطمینان خاطر ہو۔ دار الخلافہ کی گرمی سے اور اطراف دہلی کی ناموافقت ہوا
سے اوس کی خاطر کو تفرت تھی۔ اور آب و ہوائے کشمیر اوسکی طبیعت سے موافقت رکھتی تھی باوجود
تفرقہ خاطر وہ اوائل آذر ماہ الٰہی میں کشمیر کی طرف روانہ ہوا۔ اور اس زمانہ میں بنگالہ میں
آصف خاں کا ہونا اس سبب سے خلاف مصلحت جانا کہ وہ شاہجہاں کا ہوا خواہ تھا اُس کو
اپنے پاس بلالیا۔ متصدیان دکن کی بادشاہ پاس عرضداشت آئی کہ شاہجہاں و
عبداللہ خاں و دراب خاں پر و بال شکستہ بحال تباہ سرحد قطب الملک سے نکلکر
اڈیسہ و بنگالہ کی جانب گئے اس سفر میں شاہجہاں اور اوس کے ہمراہیوں کو ایسی خرابیاں
پیش آئیں کہ اس کے بہت سے آدمیوں نے فرصت پاکر سروپا برہنہ جان سے ہاتھ دہو کر راہ
فرار اختیار کی۔ ان سب میں سے ایک دن مرزا محمد پسر افضل خاں دیوان شاہجہاں
مع اپنی والدہ و عیال کے کوچ کے وقت بھاگ گیا۔ شاہجہاں نے سید جعفر اور متعدد ول
کی جماعت کو بھیجا کہ اگر وہ زندہ ہاتھ آئے تو فبہا ورنہ اوس کے سر کو کاٹ کر حضور میں لائیں
نامبردوں نے بہت جلد راہ میں اوس کو جالیا۔ اس حادثہ سے اُسنے مطلع ہو کر والدہ اور
عیال اپنے جنگل میں لیجا کر پنہاں کئے اور خود چند معدود آدمیوں کے ساتھ آیا اور مردانہ کمانداری
کے لئے کھڑا ہوا۔ ایک ندی اور چہلہ درمیان میں تھا۔ سید جعفر نے چاہا کہ اس کے پاس
جا کر فریب کی باتیں بنا کر اپنے ہمراہ لیجائے۔ ہر چند مقدمات بیم و امید کی ترتیب میں
سخن پردازی کی مگر اوس نے اوس پر اثر نہ کیا۔ اس کا جواب تیر جان ستان سے دیا اور نہایت
جنگ مردانہ کی اور جان دی اور سید جعفر بھی زخمی ہوا اور ان کاری زخموں میں بھی

جب تک اس میں رمق باقی رہی بہتوں کو بے رمق کیا۔ سید جعفر نے مرزا محمد کا سر کاٹ کے شاہجہاں پاس بھیجدیا۔ جب شاہجہاں حوالی دکن سے شکست پاکر مانڈو میں آیا تھا تو اُس نے افضل خاں کو عادل خاں و عنبر پاس کمک و مدد کے واسطے بھیجا تھا۔ اوس کے ہاتھ عادل خاں کے لئے بازوبند اور عنبر کے لئے اسپ و فیل و شمشیر مرصع بھیجی تھی۔ اول وہ عنبر پاس گیا اور جو چیزیں شاہجہاں نے اوس کے لئے بھیجی تھیں پیش کیں عنبر نے اون کو نہیں قبول کیا اور کہا کہ ہم عادل خاں کے تابع ہیں وہی دکن کے عمدہ دنیاداروں میں سے ہے تم اول اس پاس جاؤ اور اپنے مطلب کا اظہار کرو اگر وہ تمہاری بات کو مان لیگا تو میں اوسکی متابعت کرونگا اور جو کچھ میرے لئے بھیجا گیا ہے وہ لے لونگا۔ اور اگر وہ نہ قبول کرے گا تو نہیں لونگا۔ عادل خاں پاس افضل خاں گیا وہ اُس سے بہت بُری طرح پیش آیا مدتوں تک شہر سے باہر اوسکو رکھا۔ اور اوس کے حال پر متوجہ نہ ہوا۔ او طرح طرح کی خواری کی اور جو کچھ شاہجہاں نے اوس کے اور عنبر کے لئے بھیجا تھا سب کچھ تقاضا کرکے اُس سے طلب کرلیا۔ افضل خاں یہیں تھا کہ بیٹے کے مارے جانے کی اور خرابی خانہ کی خبر پہنچی تو وہ سوگ میں بیٹھا۔

شاہجہاں دور دراز کا سفر طے کرکے بندر مچھلی پٹن میں آیا۔ جو قطب الملک سے متعلق تھا اور اوسکی حوالی میں پہنچنے سے پہلے اپنا آدمی قطب الملک کے پاس بھیجا۔ اور انواع و اقسام کی امداد اور ہمراہی طلب کی قطب الملک نے کچھ نقد و جنس برسم اقامت بھیجا۔ اپنی سرحد کے میر کو لکھا کہ اپنی سرحد سے شاہجہاں کا بدرقہ بن کر سلامت گذار دے اور تمام غلہ فروشوں اور زمینداروں کو دلاسا دیکر مقرر کیا کہ شاہجہاں کے لشکر میں غلہ اور تمام ضروریات پہنچائی جایں۔ شاہجہاں مچھلی پٹن میں

۲۹ - جمادی الاول سنہ ۱۰۳۲ھ کو نوروز ہوا جشن بدستور ہوا بادشاہ نے ان دنوں یساولوں و یساقوں کو حکم دیا کہ دولت خانہ سے نکلنے کے اور سواری کے وقت معیوب آدمیوں کو جیسے کور و گوش و بینی بریدہ و کوڑی و مجذوم ہیں روک دیں کہ وہ نظر کے روبرو نہ آنے پائے نوروز جلوس سنہ ۱۰۳۲ ۱۹

جب بادشاہ کو اٹیہ میں شاہجہاں کے آنے کی خبر متواتر آئی تو شاہزادہ پرویز اور مہابت خاں

اور امرا کو تاکید کے ساتھ فرمان صادر ہوا کہ صوبہ دکن کا نظم و نسق کرکے بہت جلد صوبہ
الہ آباد و بہار کو روانہ ہوں۔ اگر حسب اتفاق صوبہ دار بنگالہ اوس کی راہ نہ روک سکے
اور اوس سے مقاومت نہ کر سکے تو تم اس سے مقابلہ کرو اور حزم و احتیاط کے سبب سے
عمدۃ السلطنت خانجہاں کو دار الخلافہ کو رخصت کیا اور حکم دیا کہ ان حدود میں حکم کے لئے
کان لگائے رہو اگر کسی خدمت کی حاجت پڑے اور اُس پر اشارہ کیا جائے۔ تو فرمان کے
حکم کے مطابق کاربند ہو۔ جس زمانہ میں شاہجہاں کے پاس سے عبد العزیز جہانگیر پاس آیا تھا
تو شاہ کے حکم سے وہ مہابت خاں کی حوالات میں تھا بعد چند روز کے کام و ناکام مہابت خاں
نے اوس کو اپنا ملازم کیا اور برہان پور سے برسم رسالت عادل خاں پاس بھیجا۔ دنیا داران
دکن نے دلی بندگی اور دولت خواہی اختیار کی عنبر حبشی نے اپنے معتمد علی شیر کو مہابت خاں
پاس بھیجا۔ اور نوکروں سے بھی زیادہ عرضداشت میں عجز و فروتنی ظاہر کی اور قرار دیا کہ
دیولگانوں میں آنکر مہابت خاں سے ملاقات کرے اور اپنے بڑے بیٹے کو بندگان درگاہ کی
سلک میں منتظم کرے۔ قاضی عبد العزیز کا نوشتہ آیا کہ عادل خاں خدمت و دولت خواہی پر
کمربستہ ہوا اور اُس نے یہ مقرر کیا کہ ملا محمد لاری کو کہ وکیل مطلق العنان اور نفس ناطقہ
اس کا ہے اور محاورات و مراسلات میں اوس کو ملا بابا کہتے اور لکھتے ہیں پانچہزار سوار دل
کے ساتھ بھیجے گا کہ وہ ہمیشہ خدمت میں بسر کرے اون کو آیا ہوا ہی سمجھو۔ مکرر فرمان صادر
ہوئے کہ شاہزادہ پرویز مع اپنے ہمراہی لشکر کے بنگالہ کو جائے۔ باوجود برسات کے
موسم کے اور شدت باران کے اور گل مالوہ کے برہان پور سے کوچ ہوا اور مہابت خاں
نے شاہزادہ کو روانہ کیا اور خود اور ملا لاری نے شہر میں توقف کیا۔ لشکر خان و جادو رائے
اور اودے رام اور (جو شاہجہاں سے جدا ہو کر مہابت خاں سے آن ملے تھے) آدمیوں کو
مقرر کیا کہ بالا گھاٹ میں جا کر ظفر نگر میں معسکر بنائیں اور جان نثار خاں کو بدستور سابق
سرکار بیر میں بھیجا اور اسد خاں معموری کو ایلچ پور میں روانہ کیا۔ منوچہر پسر شاہ نواز خاں کو
بالنا پور میں تعین کیا۔ رضوی خاں کو تھال نیر روانہ کیا کہ صوبہ خاندیس کی حفاظت کرے

ہر جگہ ایک ملازم کاروان روانہ کیا گیا کہ ملک کا ضبط و نسق کرے۔

ان دنوں میں بنگالہ سے بادشاہ پاس ابراہیم خاں فتح جنگ کی عرض داشت آئی کہ اڈیسہ میں شاہجہاں داخل ہوا۔ احمد خاں برادرزادہ ابراہیم خاں گڈھ کے زمینداروں پر چڑھائی کرنے گیا تھا۔ اس کو اس حادثہ کی پہلے سے کچھ خبر نہ تھی وہ متحیر و متردد ہو کر ناگزیر اس مہم سے ہاتھ اوٹھا کے موضع بلبلی میں کہ اس صوبہ کا حاکم نشین ہے آیا اور اپنی اشیاء لے کر کٹک میں گیا جو بلبلی سے بارہ کوس پر بنگالہ کی طرف ہے اپنے میں مقاومت کی استعداد نہ دیکھی تو وہ کٹک میں بھی نہ ٹھیرا اور یہاں سے بردوان میں گیا۔ اور جعفر بیگ برادرزادہ صالح پر صورت حال ظاہر کی۔ صالح نے حصار بردوان کو استحکام دیا اور صلاح و صواب کا دروازہ اپنے اوپر بند کیا۔ ابراہیم خاں اس خبر وحشت اثر کے سننے سے حیرت زدہ ہوا۔ باوجودیکہ اوس کے کمکی بلاد میں متفرق تھے۔ مگر اوسنے اکبرنگر میں پائے ثبات قائم کیا اور حصار کو استحکام دیا۔ اور سپاہ کے فراہم کرنے میں اور لشکر و حشم کے دلاسا دینے میں اور اسباب رزم کے ترتیب دینے میں مشغول ہوا۔ اس وقت شاہجہاں کا فرمان ابراہیم پاس آیا جس کا مضمون یہ تھا کہ بحسب تقدیر ربانی و سرنوشت آسمانی وہ حال جو اس دولت خداداد کے لائق نہ تھا کتم عدم سے عالم ظہور میں جلوہ گر ہوا۔ روزگار کج رفتار کی گردش سے اور لیل و نہار کے اختلافات سے اس سمت پر اتفاق ہوا۔ اگرچہ نظر ہمت مردانہ میں اس ملک کی فسحت و وسعت ایک جولانگاہ بلکہ پرکاہ سے زیادہ نہیں ہے۔ مدعا اس سے رفیع تر اور مطلب اس سے عالی تر ہی لیکن اس زمین پر گذر ہوا ہے اسے چھوڑنا نہیں چاہیے اگر تیرا عزم بادشاہ کی درگاہ میں جانے کا ہو تو تیرے دامن ناموس خانماں سے تعرض نہیں ہے بفراغ خاطر روانہ درگاہ ہو اور اگر توقف کو صلاح وقت جانے تو اس ملک میں سے جس جگہ کو پسند کرے اوسکو اختیار کرے اور آسودہ و مرفہ الحال زندگی بسر کرے۔ ابراہیم خاں نے معروض کیا کہ بندگان حضرت جہانگیر نے یہ ملک اس غلام کو سپرد کیا ہے۔ یہ امانت سر اور جان کے ساتھ ہمراہ رہے گی شاہجہاں کا لشکر بردوان پر آیا۔ صالح نے حصار کو استحکام دیا اور جنگ و جدال پر مستعد ہوا

شاہجہاں کی فتوحات بہار و بنگالہ میں

عبداللہ خاں نے اوسکو فرصت نہ دی اور سخت محاصرہ کیا جب کام دشوار ہوا اور کسی جانب سے کمک اور
نجات کی راہ نہ دیکھی تو وہ قلعہ سے نکلکر عبداللہ خاں پاس آیا۔ خان نے اس کو شاہجہاں پاس
بھیجدیا اور حصار کو لے لیا۔ جب یہ سرراہ کا سنگ اٹھ گیا تو لشکر اکبر نگر پر آیا۔ ابراہیم خاں نے چاہا
کہ قلعہ اکبر نگر کو استحکام دے اور شرائط حسن و قلعہ داری کو بجا لائے لیکن اکبر نگر کا حصار بڑا تھا اوسکے
پاس لشکر کی جمعیت اسقدر نہ تھی کہ سب طرف سے جیسی چاہیے ویسی محافظت کرتا رہے۔ اوسکے
بیٹے کے مقبرہ میں ایک حصار محکم مختصر سا تھا اس میں وہ متحصن ہوا اس اثنا میں جو امرا کہ تھانوں میں
متعین تھے اس پاس آ گئے۔ شاہجہاں کا لشکر اکبر نگر کے باہر آیا اور اوسنے حصار مقبرہ کا محاصرہ کیا
اندر اور باہر سے آتش قتال نے اشتعال پایا۔ اسوقت احمد بیگ حصار میں آ گیا۔ اسکے آنے سے
دلوں کو تقویت ہوئی۔ اکثر آدمیوں کے اہل و عیال دریا سے اس طرف تھے عبداللہ خاں نے
دریا خاں کو دریا سے پار اس طرف روانہ کیا۔ وہاں اوس نے لشکر آراستہ کیا۔ اس خبر وحشت اثر
کو ابراہیم خاں نے سنکر احمد خاں کو ساتھ لیا اور اس طرف سراسیمہ گیا۔ اور آدمیوں کو قلعہ کی حراست
و حصانت کے لئے چھوڑا جنگی کشتیوں کو جن کو ہند کی اصطلاح میں نوارہ کہتے ہیں اپنے سے پہلے
اس سمت میں روانہ کیں کہ دشمن کی فوج کو سرراہ روکیں اور دریا سے عبور نہ ہونے دیں۔ مگر اس
نوارہ کے پہنچنے سے پہلے دریا خاں دریا سے پار اوتر گیا تھا۔ ابراہیم خاں نے اس خبر کو سنکر
احمد بیگ خاں کو دریا کے پار دریا کے سرے پر بھیجا۔ جب وہ دریا پر پہنچا تو دریا کے کنارہ پر فریقین
میں لڑائی ہوئی اور احمد بیگ کے ہمراہی بہت قتل ہوئے۔ وہ وہاں سے بھاگ کر ابراہیم خاں
سے آن ملا اوس نے غنیم کے غلبہ و تسلط سے آگاہ کیا۔ ابراہیم خاں نے اسی گھڑی چار دیوار
مقبرہ سے کار طلب آدمی طلب کئے اور وہ اس سے فوراً آنکر ملے۔ دریا خاں کو جب اس امر کی اطلاع
ہوئی تو وہ چند کوس پیچھے ہٹا۔ نوارہ ابراہیم خاں کے اختیار میں تھا اس لئے دریائے گنگ
سے شاہجہاں کا لشکر عبور نہیں کر سکتا تھا۔ اس اثنا میں راجہ بلبہ نے آنکر ظاہر کیا کہ اگر فوج مجھے
عنایت ہو تو ادہر جاکر اپنے تعلقہ میں کشتیاں بہم پہنچا کر لشکر کو پار اتروا دوں شاہجہاں نے
عبداللہ خاں کو پندرہ سو سوار دیکر راجہ کے ہمراہ کیا وہ راجہ کی رہنمائی سے ہوا کی طرح گذرا

اور ایک زمین میں جس کے ایک طرف دریا تھا۔ اور دوسری جانب کے متصل جنگل کا انبوہ تھا عرصہ کارزار آراستہ ہوا۔ ابراہیم خاں دریا سے پار جا کر عرصہ نبرد پر متوجہ ہوا خود ایک ہزار سوار کے ساتھ قول بنا اور نور اللہ سیدزادہ جو اس صوبہ کے منصب داران تجویزی میں تھا آٹھ سو یا ہزار سواروں کے ساتھ ہراول قرار پایا اور احمد بیگ خاں کو سات سو یا ہزار سواروں کے ساتھ طرح بنایا اور خود ایک ہزار سواروں کے ساتھ قول بنا۔ فریقین میں جنگ عظیم ہوئی۔ نور اللہ میں تاب مقاومت نہ رہی تو اپنی جگہ کو چھوڑ کر احمد خاں سے ملا۔ وہ مردانہ زخمی ہوا۔ ابراہیم خاں یہ حال دیکھ کر بیتاب دوڑا۔ اس دوڑنے میں فوج کا انتظام بگڑ گیا۔ اکثر اوس کے رفیق کام سے ہاتھ اُٹھا کر بھاگ گئے۔ ابراہیم خاں نے چند آدمیوں کے ساتھ پائے غیرت وہمت کو برپا رکھا ہر چند اوس کے جلودار آدمیوں نے چاہا کہ اوس کو لیکر اس مہلکہ سے نکالیں مگر وہ راضی نہ ہوا۔ اُسنے کہا کہ میرا وقت اس کار کے لیے مقتضی نہیں ہے۔ اس سے زیادہ کیا دولت ہوگی کہ میں اپنے بادشاہ کی خدمت میں جان نثاری کروں۔ ابھی یہ بات تمام نہ ہوئی تھی کہ دشمنوں نے گھیر کر جان ستاں زخموں سے اس کا کام تمام کیا۔ سر اس کا کاٹ کر شاہجہاں پاس بھیجا۔ حصار مقبرہ میں جو جماعت متحصن تھی جب اوس کو ابراہیم خاں کی شہادت کی خبر ہوئی تو اُن کے دل ہار گئے۔ اوسی وقت رومی خاں نے ایک نقب سے چالیس گز دیوار اوڑا دی۔ شاہجہاں کے کارطلب آدمی حصار میں دوڑے گئے اور اس دوڑ میں عابد خاں دیوان اور شریف خاں بخشی اور بندہ ہائے روشناس تیر و تفنگ سے جان نثار ہوئے اور حصار مفتوح ہوا جو آدمی قلعہ میں تھے وہ ننگے سر و پاؤں باہر آئے کچھ دریا میں گر کر مر گئے کچھ کشتی میں ہجوم کر کے بیٹھ کر ڈوبے اور ایک گروہ اپنے اہل وعیال کے سلسلہ میں گرفتار تھا اوس نے آن کر ملازمت کی ہیرک جلائر جو اس صوبہ میں سب سے بڑا تھا وہ گرفتار ہوا۔ ابراہیم خاں کے فرزند اور اموال و اسباب ڈھاکہ میں تھے دریا کی راہ سے شاہجہاں کا لشکر وہاں گیا۔ احمد بیگ خاں برادر زادہ ابراہیم خاں لشکر سے پہلے ڈھاکہ میں پہنچ گیا تھا۔ اوس کو سوا بندگی اور فرماں پذیری کے کوئی چارہ نہ تھا اوس نے مقربان درگاہ کے وسیلہ ملازمت کی۔ حکم سے وکلا سرکار نے

ابراہیم خاں کا مال ضبط کیا - چالیس لاکھ روپیہ کے قریب نقد سوا اور اجناس واقمشہ وفیل وغیرہ کے ضبط ہوا - میر جالائر سے پانچ لاکھ روپیہ وصول کیا - اور اس ملک میں پانسو ہاتھی اور چار سو اسپ گوٹ ہاتھ آئے - نواڑہ اور توپخانہ اس قدر کہ بادشاہان ذی شوکت کے درخور ہو ہاتھ لگے - عبداللہ خاں کو تین لاکھ روپیہ راجہ بھیم کو دو لاکھ روپیہ اور داراب خاں کو ایک لاکھ روپیہ اور دریا خاں و وزیر خاں و شجاعت خاں و محمد تقی و بیرم بیگ میں سے ہر ایک کو پچاس پچاس ہزار روپیہ عنایت ہوا -

اب تک داراب خاں پسر خانخاناں مقید تھا اب اوس کو قید سے نکال کر اور قسم دیکر بنگالہ کی حکومت اوس کو سپرد کی - اور اوس کی بیوی اور ایک لڑکی اور ایک پسر شاہنواز خاں کو ہمراہ لیا راجہ بھیم پسر رانا نے اس ہرج مرج میں شاہجہاں کی خدمت سے جدائی نہیں اختیار کی تھی اوسکے ساتھ ایک فوج برسم منقلا اپنے سے پہلے پٹنہ کی طرف روانہ کی اور خود مع عبداللہ خاں کے پیچھے روانہ ہوا - شاہزادہ پرویز کی جاگیر میں پٹنہ تھا - اوس نے مخلص خاں اپنے دیوان کو یہاں کی حکومت وحراست حوالہ کی تھی اور الہ یار خاں پسر افتخار خاں اور شیر خاں کو یہاں فوجدار مقرر کیا تھا - راجہ بھیم کے آنے سے پہلے ان سب نے ہمت ہاری اور حصار پٹنہ کے استحکام کی توفیق نہ ہوئی - الہ آباس کی طرف بھاگے - یہ ملک مفت ہاتھ سے گنوایا - اور اپنی جان کو بچایا - راجہ بھیم بے مجادلت و منازعت شہر پٹنہ میں آیا اور صوبہ بہار پر متصرف ہوا چند روز کے بعد شاہجہاں نے اس مرز بوم کے سارے متوطنوں پر سایہ عاطفت ڈالا اور اس صوبہ کے جاگیردار اوس کی ملازمت میں دوڑے آئے اور پانچ چھ ہزار سوار نوکر ہو گئے - سید مبارک جو قلعہ رہتاس کی حکومت رکھتا تھا قلعہ حوالہ کیا - اور اجھنیہ کے زمین دار نے قدمبوسی کی شاہجہاں نے اپنے سفر کرنے سے پہلے عبداللہ خاں کو ایک فوج کے ساتھ الہ باس روانہ کیا اور دریا خاں افغان کو ایک جماعت کے ساتھ مانک پور واودہ کی طرف تعین کیا - چند روز بعد بیرم بیگ کو صوبہ بہار کی حکومت وحراست تفویض کی اور خود جونپور کی طرف روانہ ہوا جہانگیر قلی نے جو جونپور کی حکومت رکھتا تھا وہ الہ باس میں رستم خاں پاس چلا گیا - عبداللہ خاں

گرم وگیر اقصبہ جھونسی میں آیا جو دریا و گنگ کے اوس طرف الہ باس کے مقابل میں ہے لشکرگاہ آراستہ کیا شاہجہاں جونپور میں آیا۔ عبداللہ خاں بنگالہ سے توارہ عظیم لایا تھا۔ توپ و تفنگ کی ضرب سے وہ دریا پار ہوا اور الہ باس کو لشکرگاہ بنایا۔ مرزا رستم قلعہ میں متحصن ہوا جنگ و جدل کے رایات کو بلند کیا۔ اندر اور باہر سے تیر و تفنگ کے سفیر پیام مرگ اور شور اجل کو دلیروں کے کان میں پہنچاتا تھا فتنہ و آشوب عظیم اس سرزمین میں برپا ہوا۔

سوانح دکن

سوانح دکن کا مجمل حال لکھا جاتا ہے۔ ہم پہلے لکھ چکے ہیں کہ عنبر حبشی نے علی شیر اپنے وکیل کو مہابت خاں پاس بھیجا تھا اور اس امید میں نہایت عجز و فروتنی ظاہر کی تھی۔ کہ صوبہ دکن کی مہمات کا اہتمام اس کے سپرد کیا جائے۔ اس کی عادل خاں سے دشمنی تھی۔ وہ چاہتا تھا کہ بادشاہی آدمیوں کی اعانت سے اپنا تسلط اور ترفع عادل خاں پر ظاہر کرے۔ ایسے ہی عادل خاں اوس کی رفع شر کے واسطے چاہتا تھا کہ صوبہ دکن اس کے قبضہ اقتدار میں حوالہ کیا جائے آخر کو عادل خاں کا افسوں کارگر ہوا۔ مہابت خاں عنبر کی جانب کو ترک کرکے عادل خاں کی کارروائی میں مشغول ہوا۔ عنبر بر سر راہ تھا اس لئے ملا محمد لاری وکیل عادل خاں اوس کی جانب سے خاطر نگراں رکھتا تھا۔ مہابت خاں نے ایک بادشاہی فوج بالاگھاٹ میں تعین کی کہ وہ ملا محمد کے ہمراہ ہو کر برہانپور میں اُسے پہنچادے۔ عنبر اس خبر کو سنکر متردد ہوا وہ نظام الملک کو قصبہ کھڑکی سے قندہار میں لے گیا۔ جو ولایت گلکنڈہ کی سرحد پر واقع ہے اور فرزندوں کو مع احمال و اثقال کے قلعہ دولت آباد میں چھوڑا۔ اور کھڑکی کو خالی کیا۔ اور مشہور یہ کیا کہ میں قطب الملک کی سرحد پر اسلئے جاتا ہوں کہ اپنا زر مقررہ اس سے بازیافت کروں۔ جب ملا محمد لاری برہانپور میں مہابت خاں سے ملا تو وہ اوس کو شاہزادہ پرویز پاس لے گیا۔ اور سربلند رائے کو شہر برہانپور کی حکومت و حراست سپرد کی جادو رائے واوٹے رام کو اسکی کمک کے لئے مقرر کیا۔ اور لشکر کے اور برادروں کو احتیاطاً ساتھ لیا۔ جب شاہزادہ سے ملا محمد ملا تو یہ قرار پایا کہ وہ پانچ ہزار سوار کے ساتھ برہانپور میں رہے اور سربلند رائے کے ساتھ احکام چلائے اور انتظام مہام کرے اور عین الدولہ اسکا بیٹا ہزار سوار کے ساتھ شاہزادہ کی خدمت میں رہے۔

خانزاد خاں کا پلنگ توش اوزبک پر فتح پانا

١٩۔ خرداد کو جہانگیر خطہ کشمیر میں آیا۔ یہاں آنکر اوس سے سُنا کہ پلنگ توش اوزبک سپہ سالار نذر محمد خاں نے ارادہ کیا ہے کہ حوالی کابل اور غزنین پر تاخت کرے۔ خان زاد خاں پسر مہابت خاں نے مع اپنے کمکی امراء کے شہر سے باہر آکر اوس کی مدافعہ ومقابلہ میں ہمت کی ہے اس واسطے بادشاہ نے غازی بیگ اپنے خدمتگار کو ڈاک چوکی میں روانہ کیا کہ حقیقت حال پر اطلاع حاصل کر کے خبر مشخص لائے۔ غازی بیگ کی عرض داشت سے معلوم ہوا کہ اوس ہزار جات نے جن کا یورت حدود غزنین میں واقع ہے اور قدیم سے حاکم غزنین کے مال گزار تھے اون کے ضبط و انتظام کے لئے پلنگ توش نے مضافات غزنین موضع صوار میں ایک قلعہ بنایا ہے اور اپنے ہمشیرہ زادہ کو ایک فوج کے ساتھ وہاں متعین کیا ہے۔ اس سبب سے اوس ہزارہ نے خانزاد خاں پاس آنکر استغاثہ کیا کہ ہم قدیم سے حاکم کابل کی رعیت و مالگذار رہے ہیں پلنگ توش چاہتا ہے کہ ہم کو تعدی سے فرمانبردار بنائے اگر اوس کے شر کو ہم سے دور کرو تو بدستور سابق ہم رعیت اور فرماں پذیر ہیں ورنہ ناگزیر پلنگ توش سے ملتجی ہو کر اپنے تئیں اوزبکوں کی بیداد اور ظلم کے آسیب سے بچائیں گے خانزاد خاں نے ایک فوج ہزارہ کی کمک کے لئے بھیجی خواہرزادہ پلنگ توش نے انکا مقابلہ کیا اور زد و خورد کے درمیان وہ ازبکوں کی ایک جماعت کے ساتھ قتل ہوا۔ اور سپاہ منصور نے اوس کے قلعہ کو خاک کی برابر کیا اور ظفر و فیروزی کے ساتھ معاودت کی پلنگ توش اس خبر کے سُننے سے اپنے کردار سے خجل ہوا نذر محمد خاں برادر امام قلی خاں والئے توران سے التماس کی کہ کابل کی سرحد پر تاخت کر کے اپنے انفعال کو میں دور کرنا چاہتا ہوں۔ ابتدا میں نذر محمد خاں و اتالیق و عمدہائے لشکر نے اس جرأت و بے باکی کی تجویز نہیں کی لیکن جب پلنگ توش نے بہت مبالغہ کیا تو اوس کو اجازت ملی وہ دس ہزار سوار اوزبک اور الماچی لیکر ان حدود میں آیا۔ خانزاد خاں نے اس خبر کو سُنکر تھانجات سے آدمیوں کو طلب کیا اور اسباب قتال و جدال کی ترتیب میں مشغول ہوا۔ عمدہ سپاہ کا لشکر گاہ موضع شیر گڈھ میں آراستہ ہوا جو غزنین سے دس کوس پر ہے۔ سپاہ اوزبک نے غزنین سے تین کوس پر لشکر گاہ

تیار کیا۔ شیر گدہ سے تین کوس لشکر شاہی چلا تھا کہ اوس کا مقابلہ اوزبکوں کی سپاہ سے ہوا۔ جنگ میں امتداد و اشتداد ہوا۔ آخر کو شاہی لشکر نے پلنگ توش کو قلعہ حاد تک کہ میدان جنگ سے چھ کوس تھا بھگایا۔ تین سو اوزبک مارے گئے۔ اور ہزار گھوڑے اور بہت سے اسلحہ کہ مخالفوں نے گرانی کے سبب سے راہ میں پھینک دیے تھے لشکر بادشاہ کے ہاتھ آئے۔ اور یہ فتح عظیم کہ اور فتوحات کی عنوان تھی حاصل ہوئی۔ پلنگ توش کی وجہ تسمیہ یہ تھی کہ پلنگ کے معنی برہنہ کے ہیں اور توش کے معنی سینہ کے ہیں کہ لڑائی میں سینہ کو کھول کر گیا تھا اس لئے یہ نام اس کا مشہور ہوگیا۔ اکثر اوقات وہ قندہار اور غزنین کے درمیان رہتا تھا اور مکرر خراسان میں جا کر اوس نے سپاہیانہ دستبردیں کیں تھیں۔ شاہ عباس اسی مواخذہ میں اوس کو گرفتار کرنا چاہتا تھا جب ملک عنبر قطب الملک کی سرحد پر آیا تو اوس نے مبلغ تقرری کو بازیافت کیا کہ ہر سال خرچ سپاہ کے لئے اُس سے لیتا تھا اور دو سال سے اُس نے نہیں دیا تھا۔ اور عہد و سوگند سے اس طرف سے خاطر جمع کر کے ولایت بیدر میں آیا اور اس ملک کی حراست کے لئے جو عادل خاں کے آدمی مقرر تھے اون کو زبون اور بے استعداد دیکھ کر اون پر تاخت کی اور شہر بیدر کو تاراج کیا اور یہاں سے جمعیت و استعداد کے ساتھ عادل خاں کے سر پر چڑھا۔ عادل خاں نے اپنے مردمان کار دیدہ اور سرداران پسندیدہ ملا محمد لاری کے ساتھ برہان پور بھیجے تھے۔ اس پاس ایسی جمعیت حاضر نہ تھی کہ وہ ملک عنبر کی دفع شرارت کے لئے کفایت کرتی اسلئے صلاح وقت و پاس عزت و محارست دولت اس میں دیکھی کہ وہ قلعہ بیجاپور میں متحصن ہوا اور برج و بارہ کے استحکام اور قلعہ داری کے لوازم میں مشغول ہوا۔ آدمی بھیجکر محمد لاری کو طلب کیا اور برہان پور میں جو لشکر اوس کے ہمراہ تھا اوسکو حکم دیا کہ وہ اوس کے ساتھ جلد آئے اور صوبہ مذکور کے متصدیوں کو تاکید و مبالغہ کے ساتھ لکھا کہ میرے اخلاص و دولت خواہی شاہی کی حقیقت ظاہر ہے اور میں اپنے تئیں درگاہ شاہی کے منسوبوں میں سے جانتا ہوں اوسوقت میرے ساتھ عنبر ناحق شناس گستاخانہ پیش آیا ہے مجھے امید ہے کہ کل دولت خواہ سپاہ کے ساتھ جو اس صوبہ میں ہیں میری کمک پر متوجہ ہونگے۔ اور اس فضول غلام کو دور کر کے اوس کے کردار ناہنجار کی سزا دینگے۔ جب شاہزادہ پرویز اور

احوال دکن

مہابت خان الہ پاس گئے ہیں تو سربلند رائے کو برہان پور میں حکومت و حراست کے لئے مقرر
کر گئے تھے کہ مہمات کلی و جزوی محمد لاری کی صوابدید سے کرے اور دکن کے انتظام مہام میں
اس کی صلاح سے انحراف نہ کرے۔ جب محمد لاری بہت بجد ہوا تو اس نے تین لاکھ ہوں کہ
قریب بارہ لاکھ روپیہ کے ہوتے ہیں لشکر کے مدد خرچ کے ضیعہ میں منصدیوں کو دئے۔
عادل خاں کے نوشتے درباب کمک مہابت خاں پاس پہنچے اس نے بھی منصدیان دکن کو
لکھا کہ بے تامل و توقف ملا محمد لاری کے ہمراہ عادل خاں کی کمک کے لئے وہ جائیں تا گزیر
سربلند رائے نے کچھ آدمیوں کے ساتھ برہان پور میں توقف کیا اور لشکر خان و میرزا
منوچہر و خنجر خان حاکم احمد نگر اور جان سپار خاں حاکم بیرا اور امرا اور منصبدار کہ صوبہ دکن
میں متعین تھے ملا محمد لاری کے ساتھ عادل خان کی کمک کے لئے اور عنبر کے استیصال کے لئے
چلے۔ جب عنبر کو یہ بات معلوم ہوئی تو اس نے بھی بندگان درگاہ کو نوشتے بھیجے کہ میں
غلامان درگاہ میں سے ہوں اور سگان درگاہ سے نسبت رکھتا ہوں کوئی بے ادبی بھی
مجھ سے ظہور میں نہیں آئی۔ میں نے کونسی تقصیر و گناہ کیا ہے کہ میری خرابی اور استیصال
کے درپے ہوئے اور عادل خان کی تکلیف سے اور ملا محمد کی تحریک سے میرے سر پر چڑھے
چلے آتے ہو۔ میرا اور عادل خاں کا اس ملک پر جھگڑا ہے جو کہ زمانہ سابق میں نظام الملک
سے متعلق تھا۔ اب وہ اس پر متصرف ہے اگر وہ بندوں میں سے ہے تو میں بھی غلاموں میں
سے ہوں۔ اب مجھے اور اسے چھوڑ دو وہ مجھ سے اور میں اس سے سمجھ لونگا مشیت حق
جو ہوگا وہ ظہور میں آئے گا۔ ان لوگوں نے اس پر التفات نہ کیا۔ کوچ بہ کوچ کرتے ہوئے
چلے گئے۔ عنبر جتنی الحاح و زاری کرتا اس کو اوتناہی وہ زبون جانتے اور اس پر شدت ظاہر کرتے
جب فوجیں بیجاپور کے نزدیک آئیں تو عنبر حوالی بیجاپور سے فرار ہوا اور تلافی اور منصوبہ بازی کی
فکر میں مشغول ہوا۔ لشکر بادشاہی اور ملا محمد غالب ہو کر عنبر کے پیچھے پڑے امان اور فرصت نہ دیتے
جس طرف عنبر جاتا وہ اس طرف اس پر تاخت کرتے وہ عجز سے پیش آکر متواتر عریضے تقصیر کردہ

ونا کردہ کے عفو کے لئے بھیجا تھا والی احمدنگر کے میدان میں وہ پہنچا یہاں اُس کو جنگ کے لئے
میدان قابو ملا اُس نے صف کارزار آراستہ کی طرفین سے رزم طلب فوجیں آراستہ کر کے جنگی فیلان
مست اور توپخانوں کو مقابل لائے اور عادل خاں اور عنبر کے آدمیوں میں جنگ ہوئی اور فوج
حبشی نے بلائے سیاہ کی طرح لشکر ملا محمد پر یورش کی اور حملے ایک دوسرے پر ہوئے اس ضمن
میں ملا محمد پر قضا کا گولہ لگا۔ وہ گھوڑے سے گرا کہ لشکر نے ہزیمت پائی اور فوج بادشاہی کے سرداران
بیجاپور کے عنان بر عنان راہ فرار اختیار کی اس حال میں فوج تازہ عنبر کی مدد کو اس قصد سے
آئی کہ فوج ہزیمت خوردہ کا تعاقب کرے وہ اس انبوہ مغلوب سے دوچار ہوئی ایک طرف سے
فوج عنبر نے تاخت کی سوار پیادے بے شمار زیر تیغ کئے اور سوار اس کے بادشاہی اور عادل خاں
کے پانچ امیر اور عمدہ نوکر اسیر ہوئے اور خنجر خاں حاکم احمدنگر زخمی ہو کر جان سلامت لے گیا اور قلعہ
میں پہونچ گیا۔ امراء مقیدین میں سے فولاد خاں جو بیجاپور کے عمدہ نوکروں میں سے تھا اور عنبر کے ساتھ
عداوت و ہم چشمی رکھتا تھا وہ قتل ہوا باقی امراء کے طوق و زنجیر پڑے اور قلعہ دولت آباد کے اوپر
بھیجے گئے۔ ایک روایت یہ ہے کہ ملک عنبر نے امرائے اسیر کو بستہ اپنے سامنے بلایا۔ امراء بادشاہی
کو جدا کر کے مخاطب و معاتب ہوا کہ بغیر اس کے کہ تم میں سے کسی نے تردد کیا ہو یا کوئی تم میں سے
زخمی یا کشتہ ہوا ہو محض ملا محمد کے مارے جانے سے تم نے راہ فرار اختیار کی۔ یہ کیا نام و ننگ کا
پاس اور حق نمک آقا تھا کہ ظہور میں آیا پھر حکم دیا کہ ہر ایک کو سو کوڑے مارے جائیں ان میں سے
جنکو کوڑے مارنے کا حکم ہوا تھا ایک لطیفہ گو شاعر بھی تھا پانصدی منصب رکھتا تھا جب اس پر
کوڑے لگانے کی نوبت آئی تو اُس نے فریاد کی اور کہا کہ میں سنتا تھا کہ ملک عنبر عدالت پیشہ اور
منصف ہے لیکن یہ غلط تھا یہ کہاں شرط عدالت ہے کہ جو جماعت دولت دو ہزاری و سہ ہزاری
منصب رکھتی ہو اس کا جرمانہ بھی سو کوڑہ ہو اور میں پانصدی ہوں مجھ پر بھی وہی جرمانہ ہو عنبر کو یہ بات
خوش آئی اور کوڑہ مارنا موقوف ہوا ملک عنبر نے عادل خاں کے ملک کو تاخت تاراج کر کے قلعہ غولاپور
کو کہ ابتدا سے نزاع ملکی کا سبب رہا تھا تاراج کر کے اُس کے لشکروں کو زیر تیغ کیا اور اس طرف بندوبست

سے خاطر جمعی کرکے ملک بادشاہی کی تاخت پر مصروف ہوا الکہ پورا اور نواح برہان پور تک آبادی کے آثار نہ چھوڑے جب یہ خبر جہانگیر کو پہنچی تو اُس کو نہایت رنج ہوا اور کشمیر کے لالہ زار کی سیر کرکے وہ لاہور کی طرف روانہ ہوا۔

جب شاہزادہ پرویز بنگالہ روانہ ہوا تو خانخانان کی فتنہ سازی اور نیرنگ پردازی سے اندیشہ رہتا تھا اور اس کا بیٹا داراب خاں شاہجہاں کی خدمت میں تھا اس لئے اس سے خاطر جمع نہ تھی اور اُس کی بیٹی بیوہ جانا بیگم جو شاہزادہ دانیال کی بیوی تھی صاحب رائے و باتدبیر مشہور تھی پرویز نے حکم دیا کہ خانخانان مع اپنے تابعین اور لواحقین و ذوی اقتدار کے دولت خانہ کے نزدیک ایک خاص خیمہ میں نظر بند رکھا جائے۔ ان کے درمیان میاں فہیم غلام تھا جو خانخانان صاحب مدار اور شجاعت اور رائے صائب و اختیار و کار و بار میں خاص و عام میں زبان زد تھا اُس کی غیرت نے قید کی خفت کو گوارا نہ کیا اور جنگ میں کمر بستہ ہو کر مع پسر و ہمراہیوں کے کشتہ ہوا۔

اب شاہزادوں کی لڑائی کی داستان یہ ہے کہ جب سلطان پرویز اور مہابت خاں الہ آباد کے قریب پہنچے تو عبداللہ خاں نے الہ آباد کے محاصرہ سے ہاتھ اُٹھایا اور جونسی میں مراجعت کی۔ دریا خان نے دریا کے کنارہ کو فوج سے استحکام دیا اور کشتیوں کو اپنی جانب کھینچ لیا تھا اس لئے بادشاہی لشکر کے عبور میں توقف ہوا اور شاہزادہ پرویز اور مہابت خاں نے گنگا کے کنارہ پر معسکر آراستہ کیا۔ دریا خاں نے گذروں (گھاٹوں) کا ضبط کیا۔ زمینداران بلیس نے کہ اس حدود میں اعتبار رکھتے تھے تیس کشتیاں اطراف سے جمع کیں اور اوپر کی طرف چند کوس لیگئے اور وہاں ایک گھاٹ پر لشکر شاہی کی رہبری کی۔ اس عرصہ میں دریا خاں آگاہی پاکر مدافعہ و مقابلہ میں مشغول ہوا۔ لشکر بادشاہی دریا سے گذر گیا۔ ناچار دریا خاں نے توقف میں صلاح نہ دیکھی وہ جون پور کی طرف چلا گیا۔ عبداللہ خاں و راجہ بھیم بھی شاہجہان کے پاس جون پور کی طرف گئے اور شاہجہان سے بنارس جانے کی درخواست کی۔ شاہجہان نے پردگیان حرم کو قلعہ رہتاس میں بھیجا اور خود بنارس کی طرف حرکت کی اور دریائے گنگ عبور کرکے ٹیونس ندی پر اقامت

واقعہ ۱۰۳۵ھ

سنہ ۱۰۳۵ھ

کی۔ پرویز و مہابت خاں گنگ سے پار ہو کر ٹھونس کے کنارہ پر مقیم ہونا چاہتے تھے کہ بیرنگ مخاطب
بہ خاندوران خاں شاہجہان کے حکم سے گنگا پار آیا اور آقا زماں سے لڑا اور شکست پائی اور قتل ہوا
اس کا سر شاہزادہ پرویز پاس آیا اور ایک نیزہ پر لگایا گیا۔ رستم خاں نے جو پہلے شاہجہاں کا نوکر
تھا اور بھاگ کر شاہزادہ پرویز سے ملا تھا اس نے کہا کہ خوب ہوا کہ حرامخور قتل ہوا جہانگیر قلی پسر اعظم خاں
حاضر تھا اُس نے کہا کہ اس کو حرامخور اور باغی نہیں کہنا چاہیئے اس سے زیادہ نمک حلال کوئی اور
آدمی نہیں ہو سکتا کہ اپنے صاحب کی راہ میں جان دے اور اس سے زیادہ کیا کوئی کر سکتا ہے۔
اب بھی اس کا سر تمام سروں سے بلند تر ہے۔ اس واقعہ کے بعد شاہجہان نے اپنی سپاہ کے سرداروں
سے مشورہ کیا۔ اکثر دولت خواہوں اور خصوصاً راجہ بھیم نے صلاح جنگ صف میں دیکھی۔ مگر عبداللہ خاں
اصلاً اس بات پر راضی نہ ہوا اور عرض کیا کہ بادشاہی لشکر کمیت میں ہمارے لشکر پر افزونی رکھتا ہے
لشکر شاہی قریب چالیس ہزار کے ہے اور ہمارے لشکر میں قدیمی و جدید سپاہی سات (دس) ہزار سوار
بھی نہیں ہیں مناسب حال یہ ہے اور صلاح اس میں ہے لشکر جہانگیری کو اس سرزمین میں چھوڑ کر
ہم اودہ اور لکھنؤ کی راہ سے نواحی دہلی میں چلیں اور جب یہ گروہ اُنہو اس طرف دوڑ کر ہمارے نزدیک
آئے تو ہم دکن کی طرف متوجہ ہوں ناگزیر لشکر بادشاہی بیداری اور گرانی حرکت سے اسباب حشمت
سے عاجز ہو کر آشتی کرے اور اگر صلح کی صورت نہ ہوگی تو اس وقت بمقتضائے وقت عمل ہوگا۔ راجہ بھیم
نے جنگ پر اصرار کیا اور کہا کہ بغیر اس کے میرا ہمراہ ہونا متصور نہیں ہے۔ بادشاہ نے کچھ اپنی عزت
اور جلادت کے سبب سے اور کچھ راجہ کی خاطر سے باوجود عدم استعداد اور زبونی لشکر جنگ صف
پر قرار دیا۔ طرفین کے لشکر آراستہ عرصہ کارزار میں مبارزت کرنے لگے اور ارابہ توپخانہ حصار سے
گرما گرم آیا۔ افواج شاہی کی یہ کثرت تھی کہ قوس کی طرح شاہجہانی لشکر کو تین طرف سے گھیر لیا اور
تیر و تفنگ کا مینہ اس پر برسایا۔ توپخانہ چھین لیا۔ راجہ بھیم نے مخالفوں کی کثرت پر ذرا خیال نہ کیا۔
راجپوتوں کے گروہ کے ساتھ توسن ہمت کو کدایا اور فوج شاہی تک پہنچا۔ شمشیر ابدار سے کارزار
کی اور جتہا جوت فیل کو جو اُس کے سامنے آیا تیر و تفنگ کے زخم سے گرا دیا اور اس شیر بیشہ جرأت

وجلاوت نے جاں نثار راجپوتوں کو ساتھ لے کر کارنامہ مردمی اور شجاعت ظاہر کیا۔ یہ اوپر کا بیان تو تزک جہانگیری اور اقبال نامہ سے نقل ہوا ہے مگر خافی خاں اس جنگ کا حال اس طرح لکھتا ہے کہ جب پرویز سرحد بنگالہ میں پہنچا ہے۔ پرویز کے حکموں سے مہابت خاں نے زمینداروں اور حکام شاہی پاس نوشتہ جات بھیجے جو وعدہ وعید و تہدید آمیز اور ترک اطاعت و رفاقت شاہجہاں پر مشتمل تھے اور مہابت خان ایسی تمہیدات اور تدبیرات کو کام میں لایا جس سے کہ شاہجہان کا نسق بندوبست برہم ہوا۔ زمیندار جو صاحب نواڑہ اور جنگی کشتیوں کے مالک تھے اور ان میں سے بعض مجبور ہو کر شاہزادہ کے متصدیوں کے قبضہ اقتدار میں آئے تھے اور اُن کی ایک جماعت برضا و رغبت شاہجہان کی اطاعت کو سرمایہ سعادت سمجھتے تھے ان میں سے زیادہ تر مہابت خاں اور احکام بادشاہی کی تمہیدات اور تہدیدات سے بھاگ گئے اور ملاح کشتیوں پر سے دریا میں کود کر فرار ہوئے اس ملک میں باشندوں اور لشکر کی زیست کا اور رسد و غلہ و تمام ماکولات و ملبوسات و تردد جنگ کے بہم پہنچنے کا مدار نواڑہ اور کشتی پر ہے سو تمام جملہ کشتی سلطان پرویز سے جا ملا تو شاہجہاں کا لشکر اس قدر تنگ ہوا کہ بغیر اس کے کہ پائے جنگ کارزار درمیان آئے جوق جوق سپاہ اور کاسبان بازار اٹھ کر چلے گئے۔ شاہجہان نے جو تیس چالیس ہزار سپاہ جمع کی تھی اس میں سے دس ہزار سوار باقی رہے جن میں سے زیادہ تر فرار کے فکر میں تھے اتفاق سے لشکر کا نزول ایسے جنگل میں ہوا کہ خاردار اشجار سے پر تھا۔ شاہجہاں نے ناچار ہو کر فرمایا کہ لشکر کے گرد چاردیواری بنائی جائے غلہ کے پہنچنے کی راہ بالکل مسدود ہوئی۔ سلطان پرویز کی سپاہ سامنے آئی۔ اس نے اطراف کا محاصرہ کیا۔ چند روز کے محاصرہ میں روز بروز لشکر کا حال تباہ ہوتا جاتا تھا اور باقی سپاہ کارزار میں دل نہیں لگاتی تھی بلکہ عمدہ سردار بھی جنگ پر راضی نہ تھے اور صلح و مدارا چاہتے تھے۔ راجہ بھیم و شیر خاں تہوری کر کے شاہزادہ پرویز کی فوج کے مقابل آئے اور توپخانہ آتشبار کے گرد پروانہ وار پھرے اور جنگ مردانہ اور تردد رستمانہ کیا جو شرح و بیان میں نہیں آسکتا خصوص راجہ بھیم خود شمشیر زنان مع جاں نثار ہمراہیوں کے صف فوج

کو بھاڑ کر سلطان پرویز کے قول پر جا پہنچا جو سامنے آیا اس کو شمشیر و سنان سے نیچے گرایا سلطان
پرویز کے جانے میں کتنے امیروں اور نامی مبارزوں کو خانہ زین سے زمین پر سرنگوں کیا قریب
تھا کہ بادشاہ کی چالیس ہزار سپاہ برہم ہو جائے مہابت خاں نے حکم دیا کہ فیل مست کو اُس کے
مقابل لائیں راجہ بھیم اور شیر خاں نے اور راجپوتوں کی ایک جماعت نے اس بلا سے سپاہ پر حملہ کرکے
شمشیر و برچھی سے اُس کی خرطوم کو زخمی کرکے مار ڈالا پھر دفعہ کہ راجہ قلب کا لشکر پر حملہ مردانہ کرتا تھا
بے اختیار دونوں لشکروں سے صدائے آفرین بلند ہوتی تھی۔ آخر کو مہابت خاں تو دو تین چند نامدار
بہادروں کے راجہ کے مقابلہ میں آیا۔ باوجودیکہ راجہ کے زخم کاری لگے تھے اس پر بھی وہ مہابت خاں
کا ہم نبرد ہوا۔ تردد بہادرانہ کرکے وہ گھوڑے سے گرا۔ اُس کے سر کاٹنے کے قصد سے جو مخالف
اُس کے نزدیک آیا جوہر غیرت کی مدد سے وہ اٹھتا تھا اور اپنے حریف کا کام تمام کرتا تھا۔ دم
واپسین تک شمشیر ہاتھ سے نہیں چھوڑی۔ شیر خاں نے بھی ایک راجپوتوں کی جماعت کے ساتھ
شرط فدویت و جانبازی کی تقدیم کی۔ پھر بازار کارزار ایسا گرم ہوا کہ دو تین تیر شاہجہاں کے جامہ
میں اور تین چار تیر اسپ سواری خاصہ میں لگے۔ کل بارہ ہزار سواروں میں سے عبد اللہ خاں کے
ہمراہی پانچسو سوار اور بعض اور ہوا خواہ جان نثار باقی رہے شاہجہاں نے مکرر یہ چاہا کہ کلمہ شہادت
و استغفار زبان پر لا کر دشمن کے لشکر کے قلب پر حملہ کرے مگر عبد اللہ خاں مانع ہوا شاہجہاں نے جب یہ قصد
مکرر کیا تو نوبت یہ آئی کہ عبد اللہ خاں بعض ہوا خواہوں کے اتفاق سے گھوڑے کو پکڑ کر گشتاخانہ
اندر وے درشتی فدویانہ سد راہ ہوا اور کہا کہ حضرت کے جد آباء مثل فردوس مکانی بابر بادشاہ
پاس کئی دفعہ دس بیس سوار رہ گئے وہ معرکہ کارزار سے نکل آیا اور خود کنارہ کشی کی اور پھر کامیاب
ہوا۔ اگر حیات باقی ہے سلطنت آپ کی خانہ زاد و ہمرکاب ہے شاہجہاں کو چند نفر کے ساتھ جریدہ
اس تہلکہ سے نکال لایا۔ تمام خزانہ و فیل و کارخانے توپخانے تاراج ہوئے اور سلطان پرویز کے آدمیوں
کے تصرف میں آئے انہیں دنوں میں شاہزادہ محمد مراد بخش پیدا ہوا اس نونہال کو بعض خادمان
محل کے ساتھ قلعہ رہتاس میں پہنچایا اور فضل الٰہی کے سایہ میں سونپا۔ محل خاص ہمراہ لیکر دکن کا

قصد کیا مہابت خاں کے نوشتوں سے جہانگیر سے حقیقت حال معروض ہوئی تو اُس نے شاہجہان کے حال پر بہت افسوس کیا یہ بھی معروض ہوا کہ شاہجہان صدمات بنگالہ کے بعد دکن کو روانہ ہوا ہے تو تعاقب کا حکم سزاول کے ہاتھ سلطان پرویز پاس بھیجا اور فرمان گیا کہ مہابت خان ملک برہم خوردہ بنگالہ کے بند وبست کے واسطے یہیں رہے اور پرویز بلا توقف دکن کی طرف مرحلہ پیما ہو۔ سربلند رائے صوبہ دار برہان پور کے نام حکم صادر ہوا کہ سلطان پرویز کے پہنچنے تک اس صورت میں کہ شاہجہان برہان پور کو محصور کرے محافظت شہر میں مشغول ہو اور جنگ پر جراءت نہ کرے اس حکم کی نسبت اقبال نامہ میں لکھا ہے کہ جب اسد خاں بخشی دکن کی برہان پور سے عرضداشت آئی کہ یاقوت حبشی دس ہزار سواروں کے ساتھ بلکاپور میں موجود ہے جو برہان پور سے دس کوس پر ہے تو سربلند رائے کا ارادہ شہر باہر جا کر اُس سے لڑنے کا ہے تو بادشاہ نے بتاکید تمام حکم صادر کیا کہ جب تک کمک نہ پہنچے زنہار لڑنے کا ارادہ نہ کرے برج و بارہ کو مستحکم کرے۔ جب شاہجہان نے داراب خاں کو بنگالہ سپرد کیا تھا تو اُس کے زن و فرزند کو ہمراہ لے لیا تھا۔ بعد اس حادثہ کے اُس کے قبائل کو نونہال محمد مراد بخش کے ساتھ رہتاس میں چھوڑا اور داراب خان کو لکھا کہ ملک عنبر اور سرداران دکن کے نوشتے ہماری طلب میں آئے ہیں وہ ہمارے منتظر ہیں جلد ہمارے پاس چلے آؤ کہ ہم تم ساتھ روانہ ہوں۔ داراب خاں نے ناموافقت ایام اور کوتاہی عقل سے عذر ہائے نامسموع کرکے بات کو ٹالا۔ اور لکھ بھیجا کہ زمینداروں نے اتفاق کرکے مجھے گھیر رکھا ہے میں نہیں آسکتا جب اُس کے آنے سے مایوس ہوا تو دکن کو جس راہ سے آیا تھا اسی راہ پر روانہ ہوا

سلطان پرویز صوبہ بنگالہ مہابت خاں کو سپرد کرکے شاہجہان کے تعاقب میں گیا داراب خاں کی طلب میں نوشتے بھیجے اور اپنے پاس اُس کو بلایا اور مہابت خاں کو اس کے قتل کا اشارہ کیا جس نے اُس کو مار ڈالا۔ عبداللہ خاں نے داراب خاں کی رفاقت سے مایوس ہوکر بڑے بیٹے کو شاہجہان کے حکم بغیر بادیہ عدم کا رہ نورد کیا۔ اقبال نامہ میں لکھا ہے کہ جب داراب خاں مہابت خاں پاس آیا تو جہانگیر نے لکھا کہ اُس کو زندہ رکھنے میں کیا مصلحت سوچی ہے کم لو چاہئے

کہ اس کا سر کاٹ کر ہمارے پاس بھیجدو مہابت خاں نے حکم کے بموجب تعمیل کی اس کے سر کو
تن سے جدا کر کے شہنشاہ پاس بھیجدیا۔

نوروز [illegible]

بادشاہ اواسط اسفندیار مذکور میں کشمیر کی سیر کو روانہ ہوا نوروز کا جشن دہم جمادی الاخری ۱۰۳۴ کو ہوا جس سے فارغ ہو کر کشمیر کی سیر کے لئے چلا۔ راہ میں منزل بمنزل خانے و نشیمن بنے ہوئے تھے۔ جہانگیر نے یہ عمارتیں نئی بنوائی تھیں اُن کے سبب سے خیمہ و فرش کی ضرورت نہ تھی کہ باربرداری کی تکلیف ہوتی۔ فرشہائے ملوکانہ موجود تھے ان میں اُترتا ہوا اور سیر و شکار کرتا ہوا تالاب دل میں کہ کشمیر کے فیض نشان مکانوں میں سے ہی بادشاہ پہنچا۔ ایک مرتفع جائے پر ڈیرہ لگایا گیا جہاں تک نظر کام کرتی تھی دشت و کوہ صحرا و بام و خانہائے شہر میں طرح طرح کے پھول اور سبزہ جلوہ گر تے۔ بعد سیر و شکار کے تفرج کے پنجاب کی طرف بادشاہ نے مراجعت کی۔ جب منزل بھمبر پہنچا تو بہت آدمی برف و سرمائے بے ہنگام اور گزند رساں ہوا سے کوہ کے اوپر اور نیچے تلف ہوئے منزل بھمبر کی کوہ کے نیچے اوپر کی اختلاف ہوا کی عجب نقل کرتے ہیں کہ عین تیز ماہ الٰہی میں زمین اور آسمان دونوں لوہار کی بھٹی ہوتے ہیں کوتل کے نیچے گرمی و شدت حدت ہوا تابستان کے موسم کے موافق ہوتی ہے کہ مسافر کو برہنہ سونا گرمی کا عذاب دکھاتا ہے اور کوہ کے اوپر جاڑے کے مارے بے لحاف نیند نہیں آتی۔

بادشاہ نے اس سفر میں یہ تجربہ بھی کیا کہ کتب طب میں خاصکر ذخیرہ خوارزم شاہی میں جو لکھا ہے کہ زعفران کے کھانے سے ہنسی آتی ہے اور اگر زیادہ تر کھلایا جائے تو ہنسی کے مارے مرجائے یہ بات بالکل غلط نکلی۔ بہت زعفران آدمیوں کو کھلایا انہوں نے تبسم ہی نہیں کیا زعفران کا اثر بعض ایسے آدمیوں پر ہوتا ہے جو سریع الاحساس ہوتے ہیں۔

واقعات دکن و شاہجہان

اس سال کے ابتدا کے واقعات یہ ہیں کہ جب شاہجہاں دکن میں برار کی سرحد میں آیا تو ملک عنبر نے اس کی خدمتگاری شروع کی اس کی ہوا خواہی کے لئے ایک فوج بسرکردگی یاقوت خاں کے نواحی برہان پور میں تاخت و تاراج کے لئے بھیجی اور شاہجہاں کو لکھا کہ جلد آؤ۔ شاہجہاں اس طرف چلا اور دیوگانوں میں خیمہ لگایا۔ عبداللہ خاں محمد تقی مخاطب شاہ قلی خاں کو

ایک فوج کے ساتھ تعین کیا کہ وہ یاقوت خاں کے ساتھ متفق ہوکر برہان پور کا محاصرہ
کریں اور قلعہ گیری کے لوازم میں مصروف ہوں۔ اور اوس کے بعد وہ خود بھی اس طرف
متوجہ ہوا اور سواد شہر میں لال باغ میں اترا۔ راؤ رتن اور اور بادشاہی ملازم
قلعہ میں تھے۔ اور شہر وحصار کے استحکام کی شرائط اہتمام و لوازم کارآگہی کی تقدیم
کرکے متحصن ہوئے۔ شاہجہاں نے حکم دیا کہ ایک طرف عبداللہ خاں اور دوسری طرف
سے شاہ قلی خاں قلعہ پر چپاں ہوں۔ جس طرف عبداللہ خاں تھا غنیم نے ہجوم کیا اور
سخت جنگ ہوئی اور شاہ قلی خاں قلعہ کی دیوار توڑکر حصار میں آیا۔ سر بلند رائے
کارکردہ آدمیوں کو عبداللہ خاں کے مقابل میں چھوڑکر خود شاہ قلی خاں سے لڑنے آیا
اکثر زربندی نوکر کوچہ و بازار میں متفرق ہوگئے تھے شاہ قلی خاں نے ارک کے میدان
میں دشمن کے مدافعہ ومقابلہ میں کوشش کی۔ اس کے ساتھ جو آدمی تھے اون میں
چند مارے گئے اور وہ ناگزیر ارک میں آیا اور قلعہ کا دروازہ بند کیا۔ سربلند رائے نے
اس کا محاصرہ کرکے اوس پر کار تنگ کیا۔ شاہ قلی خاں نے مضطر ہوکر قول لیا اور اوس سے
ملاقات کی۔ جب شاہجہاں کو اس کی خبر ہوئی تو دوسری دفعہ فوج کو ترتیب۔ دیکر یورش کا حکم
دیا۔ ہرچند مبارز خاں وجان سپار خاں اور اور دلیر شرائط سعی وکوشش بجالائے مگر کچھ
اثر مرتب نہ ہوا۔ بارسوم شاہجہاں نے خود سوار ہوکر یورش کا حکم دیا۔ اطراف سے
بہادران رزم آرا اور دلیران قلعہ کشا نے قدم جرأت وجلادت آگے رکھا اور شجاعت
کے کارنامے ظاہر کئے اور اہل قلعہ میں بعض نامی آدمی مارے گئے جس وقت متحصنوں پر
کام دشوار ہو رہا ہے کہ اتفاق سے سید جعفر کی گردن پر تیر تفنگ پیوست ہوا اور وہ
مضطرب ہوکر پھرا۔ اس کی باگ موڑنے سے تمام دکنی سراسیمہ ہوکر بھاگ گئے۔ اور بہت
پیدلوں کو اپنے ساتھ لے گئے اور اسی حال میں یہ خبر آئی کہ مہابت خاں وخانخاناں سپہ سالار
اور شاہزادہ پرویز نے لشکر بادشاہی کے ساتھ بنگالہ سے معاودت کی اور دریائے نربدا
پر آگئے ہیں تو شاہجہاں نے بالاگھاٹ میں مراجعت کی اسوقت شاہجہاں نے عبداللہ خاں

جدا ہوگیا اور موضع اندور میں جا بیٹھا۔ نصرت خاں جدا ہوکر نظام الملک پاس چلا گیا اور اوس کا نوکر ہوگیا۔

شاہجہاں کا صلح چاہنا

شاہجہاں نے برہان پور کا محاصرہ چھوڑکر بالاگھاٹ کی طرف گیا اثنا راہ میں اسکے مزاج پر قوی ضعیف نے استیلا پایا اور تصدیعات روحانی پر عارضہ بدنی کا اضافہ ہوا اون ایام نکبت میں اس کی خاطر میں آیا کہ پدر والا قدر سے عذر تقصیرات کر کے معافی مانگے۔ اس ارادہ حق پسند کے ساتھ عرضداشت میں جرائم ماضی و حال کا انفعال لکھ کر ارسال کیا حضرت شہنشاہ نے ایک فرمان اپنے خط مبارک سے قلمی فرمایا کہ جس کا مضمون یہ تھا اگر دارا شکوہ اور اورنگ زیب کو ملازمت میں بھیجو اور رہتاس اور آسیر کے قلعوں کو ہمارے آدمیوں کے تصرف میں دیدو تو تمہاری تقصیرات معاف ہوجائینگی۔ اور ملک بالاگھاٹ اس کو مرحمت ہوگا۔ اس فرمان کے پہنچنے کے بعد شاہجہاں باوجودیکہ شاہزادوں کے ساتھ کمال دلبستگی رکھتا تھا مگر والد ماجد کی رضاجوئی کو مقدم جانا اور ان جگر گوشوں کو مع پیشکش کے جس کی قیمت دس لاکھ روپیہ ہوگی بادشاہ پاس روانہ کیا۔ سید مظفر خاں اور رضا بہادر کو جو قلعہ رہتاس کی حراست پر مقرر تھے لکھا کہ فرمان بادشاہی جس جس کے نام آئے اوس کو قلعہ حوالہ کردو اور مراد بخش کے ہمراہ میرے پاس چلے آؤ اور حیات خاں کو لکھا کہ قلعہ آسیر بندہ ہائے شاہی کو حوالہ کر کے میرے پاس آؤ۔ پھر خود ناسک کی طرف کوچ کیا۔

عبدالرحیم خانخاناں و عبداللہ خاں کا قصور معاف ہونا

بادشاہ نے عبدالرحیم خانخاناں کو اپنے پاس بلایا اور وہ آیا۔ دیر تک ناصیہ خجالت کو زمین پر سے نہ اوٹھایا۔ بادشاہ نے اوس کی دلنوازی اور تسلی کے لئے فرمایا کہ اس مدت میں جو کچھ ظہور میں آیا وہ آثار قضا و قدر سے تھا کہ ہمارے تمہارے اختیار سے باہر تھا۔ اس قدر خجالت و ملامت کو راہ نہ دو غرض اوس کو مناسب جا پر بٹھایا۔ اور ازسر نو اسکو خانخاناں کا خطاب دیا اور قنوج جاگیر میں عنایت ہوا۔

بادشاہ نے نورجہاں بیگم کے اغوا سے آصف خاں اور فدائی خاں کو شاہزادہ پرویز پاس

بھجوایا تھا کہ مہابت خاں کو اس سے جدا کرکے بنگالہ روانہ کرے اور خانجہاں کو گجرات سے طلب کیا تھا کہ وہ شاہزادہ کی وکالت کرے۔ اگرچہ شاہزادہ نے اول اس میں عذر کئے مگر آخر کار مہابت خاں بنگالہ گیا اور اوس کی جگہ خانجہاں مقرر ہوا۔ خانجہاں پاس عبداللہ خاں نے پیغام بھیجا کہ عصیان و نمک حرامی اور شاہجہاں کی رفاقت سے نادم و پشیمان ہوں عفو جرائم اور سلطان پرویز سے ملنے کے لئے التماس کرتا ہوں ع گر قبول افتد زہے عز و شرف اس مصرع کے جواب میں یہ پڑھا گیا ؎

بازآ بازآ ہر آنچہ ہستی بازآ | گر کافر و گبر و بت پرستی بازآ
این درگہ ما درگہ نا امیدی نیست | صدبار اگر توبہ شکستی بازآ

اس کا قصور معاف ہو گیا۔

بادشاہ ۱۹ محرم ۱۰۳۵ھ کو کشمیر سے لاہور کی طرف روانہ ہوا۔ سلخ ماہ مذکور کو لاہور میں داخل ہوا۔ مدت مدید سے بادشاہ کو کابل کی سیر کا خیال تھا۔ سوہ ۲۷ اسفندار ۱۰۳۵ھ کو کابل کی طرف روانہ ہوا۔ افتخار خاں پسر احمد بیگ خاں نے احداد کا سر صوبہ بنگش سے لاکر پیشکش میں پیش کیا۔ بادشاہ نے خوشی کے شادیانے بجوائے اور سر کو لاہور بھیجا کہ قلعہ کے دروازہ پر لٹکائیں۔ اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ جب ظفر خاں پسر خواجہ ابوالحسن کابل میں پہنچا تو اس نے سنا کہ پلنگ توش اوزبک شورش افزائی اور فتنہ انگیزی کے قصد سے نواحی غزنین میں آیا ہے۔ ظفر خاں نے لشکر کو جمع کیا۔ اس اثنا میں احداد قابو پاکر پلنگ توش کے اشارہ سے تیراہ میں آیا۔ راہزنی اور دست اندازی کہ شیوہ بد اس مفسد کا تھا اختیار کیا۔ پلنگ توش اپنے ارادہ باطل سے نادم ہوا اور اپنے خویشوں میں سے ایک شخص کو ظفر خاں پاس بھیجا کہ ملائمت اور چاپلوسی کرے۔ اولیائے دولت کی خاطر اس طرف سے فارغ ہوئی۔ احداد کے فساد کے دفع پر مائل ہوئی اور سپاہ شاہی اسکی سر پر جا پڑی۔ جب اوس پلنگ توش کے پھر جانے کا اور لشکر شاہی کے آنے کا حال معلوم ہوا۔ تو اپنے میں تاب مقاومت نہ دیکھی کوہ اوغر میں جہاں اس کا محکمہ تھا چلا گیا اور اس گروہ

احداد کا سر

اپنی پناہ سمجھا اور ایک دیوار آگے کھینچی اور خوب استحکام کیا۔ اور سامان اور ذخیرہ اور قلعہ داری کا اسباب جمع کیا۔ لشکر شاہی تشیب و فراز طے کرکے اوسکی تسخیر کے لئے آیا۔ جمادی الاول صبح سے سہ پہر تک لڑکر اس قلعہ کو فتح کر لیا اور احداد مارا گیا۔ جس کا سر کاٹ کر بادشاہ پاس بھیجا گیا

۲۴۔ جمادی الثانی ۱۰۳۵ھ کو نوروز ہوا۔ اور جلوس کا اکیسواں سال شروع ہوا اور دریا چناب پر جشن نوروزی ہوا۔ اور شاہجہاں سے محبت نامہ کا جواب لکھا گیا اور ایک گرز مرصع تمام الماس قیمتی ایک لاکھ روپیہ کا اس پاس بھیجا گیا۔۔ (نوروز سال ۲۱ جلوس ۱۰۳۵ھ)

بادشاہ سے عرض کیا گیا کہ مہابت خاں سلطان پرویز سے جدا ہو کر بنگالہ کا صاحب صوبہ ہوا اور اس بہر حاصل زرخیز ملک میں وہ رہا۔ جاگیرداروں کے تمام محالات اور بے تقصیروں و صاحب تقصیروں کے ہاتھی اور بہت دولت تصرف میں لایا اور وہاں کے رہنے والوں پر زیادہ ظلم و تعدی کیا۔ محالات خالصہ پر بھی متصرف ہوا اور بادشاہی دیوانوں اور متصدیوں کو بحال باہر کیا۔ اور بادشاہ کو ایک دام درہم نہ بھیجا۔ جاگیرداروں اور امرا کے وکلا نے اوسکی ظلم و ستم کی فریاد بادشاہ سے کی۔ مہابت خاں نے نورجہاں بیگم کی تمہید سے شاہجہاں کو صدمہ پہنچایا تھا اور بے شمار خزانہ اور جواہر مع کل کارخانجات کے تصرف میں لایا اور پھر اس ضلع کے رہنے والوں کو ستایا تھا۔ جہانگیر مظلوموں کی شکایت سننے میں گوش شنوا رکھتا تھا۔ عدالت اور ستم رسیدوں کی غور میں جد و جہد بہت کرتا تھا۔ آصف خاں نے مہابت خاں کی سب تقصیرات و تعدی اور مردم آزاری بادشاہ کے خاطر نشان کیں وہ مہابت خاں سے مدت سے لاگ ڈانٹ رکھتا تھا اور اس سے جلا ہوا بیٹھا تھا۔ بعد اس عرض کے بادشاہ نے عرب دست غیب کو جو بڑا ضابط و شجاع تھا بنگالہ بھیجا کہ وہ یہ تحقیق کرے کہ مہابت خاں محال بادشاہی سے کیا تصرف میں لایا ہے اور زبردستوں پر کیا ظلم کیا ہے اور اوس کو مع خزانہ اور ہاتھیوں کے ساتھ لے آئے۔ آصف خاں کی کارپردازی اور تحریک کے سبب سے یہ طلب تھی جس کے دل میں یہ تھا کہ اپنے حریف کو خوار اور بے عزت کرے اور اوس کے ناموس اور جان و مال پر دست تعرض دراز کرے جب عرب دست غیب

مہابت خاں پاس پہنچا تو اوس نے اوس کی خدمت ماموره کی مقدمات سے اور مکالمہ سے جو ہوا غور
کی اور بادشاہی ہاتھیوں کو عرب دست غیب کے ساتھ بھیجدیا اور خود چند روز کی مہلت چاہی
آصف خاں تو اس مطلب گراں کو سبک دست جانتا تھا مگر مہابت خاں بڑا سورتیلا تھا
اوس نے سوائے مقرری فوج کے پانچ ہزار راجپوت خونخوار یک رنگ ٹیک جہت
نوکر رکھے اور اون کے اعیان کے فرزندوں کو لے لیا کہ جس وقت جان پر آن بنے
اور کارد باستخواں پہنچے اور سب طرف سے مایوس ہوں تو اپنی عزت اور ناموس کے لئے
بقدر امکان دست وپا زنی کریں اور اہل وعیال کے ساتھ جان نثار ہوں۔

وقت ضرورت چونما ند گریز　　دست بگیرد سر شمشیر تیز

عرب دست غیب ہاتھیوں کو لیکر مہابت خاں سے پہلے بادشاہ پاس پہنچ گیا اور جو
حقیقت دریافت کرلی تھی وہ عرض کی۔ ایک دو مہینے بعد مہابت خاں بھی آراستہ لشکر
کے ساتھ آگیا۔ اس عرصہ میں آصف خاں کے اغواسے بنگالہ کے ستم رسیدوں میں
سے ہزاروں دادخواہ اور جاگیرداروں اور نامدار امرا کے وکلا گروہ گروہ بادشاہ
کے حضور میں سواری اور معتاد آرام بادشاہی کے وقت میں اپنی داد و
فریاد سے بادشاہ کو بے آرام کرنے لگے۔ باوجودیکہ مہابت خاں جس روش سے
آیا تھا اوس کی نسبت حرفہائے نا ملائم مذکور ہوتے تھے۔ مگر آصف خاں نہایت غافل
وبے پروا تھا جب بادشاہ کو مہابت خاں کے آنے کی خبر ہوئی تو اوسکو حکم ہوا کہ
جب تک بادشاہی مطالبوں سے اپنے تئیں فارغ نہ کرے گا اور بمقتضاء عدالت اپنے
مدعیوں کو تسلی نہ دیگا کورنش وملازمت سے محروم رہے گا۔ اگرچہ یہ ساری آگ نورجہاں
کی لگائی ہوئی تھی مگر وہ اس مقدمہ کی ہمواری اور اصلاح چاہتی تھی لیکن بادشاہ عدالت
گستری اور ستم رسیدوں کی فریادرسی کا بڑا مقید تھا۔ باوجودیکہ نورجہاں سے عشق کا
تعلق تھا اور امور ملکی ومالی کا کوئی مقدمہ بے اس کی صلاح کے فیصل نہ ہوتا تھا۔ مگر جب
ستم رسیدوں کا استغاثہ ہوتا تھا تو نورجہاں کو کسی کی طرفداری کا یارا نہ ہوتا تھا۔ اور مکرر

بادشاہ نے فرمایا تھا کہ سلطنت کا سارا مدار تجھ پر ہے لیکن مظلوموں کے مقدمہ میں غور
کرنے کے اندر میں تیری کچھ نہ سنونگا۔

بادشاہ کا مہابت خاں کی قید میں آنا

اسی زمانہ میں مہابت خاں نے اپنی لڑکی کا نکاح خواجہ برخوردار بزرگ زادہ نقشبندی
سے کر دیا تھا یہ نکاح اس عہد کے ضابطہ کے خلاف بے عرض و اذن بادشاہ ہوا تھا
آصف خاں نے اس باب میں اس کے غرور کو بادشاہ سے عرض کیا اس تقصیر میں برخوردار
کو پکڑ کر بادشاہ کے روبرو لائے اور اوس کے دونو ہاتھ پیٹھ پر باندھ ذلت وخواری کے
ساتھ پا برہنہ زنداں میں بھیجا۔ اور فدائی خاں کو حکم دیا کہ جواہر اور فیل اور تمام اسباب
جہیز کا جو اوس کو دیا گیا ہے تحقیق کر کے ضبط کرے اور محصلان شاہی متعین ہوئے
کہ مظلومان مغلوب اور جاگیرداران معذور سے کے ادائے حق کے بعد دفتر دیوانی میں رجوع
کریں اور محاسبہ تصرفت و مطالبات چندیں سالہ سرکار سے فارغ کریں۔ آصف خاں
اگرچہ ایسے قوی مدعی کی خفت وخواری چاہتا تھا جو شجاعت و تدبیر و تزویر میں مشہور
تھا مگر وہ اس کام کو ایسا خفیف جانتا تھا اور دشمن عظیم کو حقیر سمجھ کر تلافی کرنی چاہتا تھا
کہ اس ارادہ کے موافق احتیاط و بندوبست جیسا کہ چاہیے نہیں کرتا تھا۔ اور مطلوب کے
جو مصلح ضرور تھی اون کے جمع کرنے میں اور تدبیر کرنے میں کوشش نہیں کرتا تھا۔ اس
غرور کا نتیجہ یہ ہوا کہ کچھ کام نہ بنا اور سوا اس کے کہ ملک میں فساد عظیم مچا اور اوس کو خود
ایسی خفت و ذلت پہونچی کہ تواریخ میں داخل ہو کر غرائب لیل و نہار سے سمجھی جاتی ہے
حاصل کلام یہ ہے کہ مہابت خاں ان مکارہ کے بعد جو مکافات عمل کے اثر سے انسان
کے سامنے پیش آتے ہیں مغلوب و مغموم ہو کر دن رات بسر کرتا تھا۔ دریا بہت پر
آسانی سے لشکر کے عبور کرنے کے لئے پل بنا تھا۔ بادشاہ کے کوچ سے ایک روز پہلے
موافق دستور کے امرا اور لشکر نے عبور کرنا شروع کیا۔ کل ارکان دولت اور امرائے ذوالاقتدار
اور نامی منصب دار یہاں تک کہ آصف خاں و فدائی خاں و خواجہ ابوالحسن کہ مدار علیہ
سلطنت تھے دریا سے پار چلے گئے۔ اور بادشاہ کی خدمت میں سوائے نور محل اور صادق خاں

بخشی اور میر منصور بدخشی و شجاع خاں و مقرب خاں اور چند اور معدود عہدہ داران اور خواجہ سرایوں
اور خواصوں مثل خدمت پرست خاں و جواہر خاں و عرب دست غیب و فصیح خاں کے
کوئی نہ رہا۔ آصف خاں کی دانائی پر یہ پتھر پڑے کہ اوس نے زہریلا سانپ تو ہاتھ میں
پکڑا اور زہر کا کچھ فکر نہ کیا مار بازی کو سرسری بازیچہ جانا۔ ولی نعمت کو تنہا چھوڑا۔ آپ بے
گذر کر عالم آب میں محبوبوں کے ساتھ عشرت میں مشغول ہوا۔ مہابت خاں تو اپنے قابو کے
لئے چشم بر راہ اور گوش بر آواز بیٹھا تھا۔ جب میر اور وزیر کی بے خبری اور تدبیر کی خطا پر
مطلع ہوا تو اوس نے لشکر کو خفیہ آخر شب میں اشارہ کیا کہ بے صدا اور بدائے شہرت مسلح اور
آمادہ جمع ہوں وہ سات آٹھ ہزار سوار جو اوس کے اپنے تھے سوار ہوا۔ قریب دو ہزار
سواروں کے پل پر تعین کئے اور اون کو حکم دیا کہ اوس طرف سے جو سوار و پیادہ آئے
اُسے آنے نہ دیں اور اس طرف سے جو جائے اوسے روکے نہیں۔ اور خود چار پانچ ہزار
سوار لیکر بادشاہ کے خیمہ کی طرف روانہ ہوا۔ اور نشان اور اسباب تجمل کو اس فوج کے
ہمراہ کیا کہ پل پر متعین تھے اور بادشاہ کے عبور کی شہرت دی۔ اور جماعہ داروں کو تاکید کی
کہ اگر اوس طرف سے یورش ہو تو پل کو آگ لگا دیں اور کمک نہ آنے دیں۔ اب خود دولتخانہ
کے قریب آیا اور حکم دیا کہ اطراف خیمہ کو سپاہ گھیرے اور خود اپنے خاصوں کی جماعت لیکر
بارگاہ میں داخل ہوا۔ خواص و خواجہ سرایان باری دار خبردار ہوئے اور سراسیمہ وار
بادشاہ کی خوابگاہ کی طرف گئے اور بادشاہ شب کے خمار سے اول روز میں آرام میں تھا
پاؤں دبا کر اُٹھایا اور نیرنگی روزگار اور اس نابکار کے آنے سے آگاہ کیا۔ خواب گاہ
کے نزدیک تک جانے میں کئی ایک عہدہ دار پردہ داروں نے مہابت کی ممانعت میں آواز
بلند کی تھی اوس نے اون کو گرا دیا۔ اس لئے اوروں کا پائے استقامت بھی لغزش میں آگیا تھا۔ او
اطراف میں متفرق ہوگئے تھے۔ بادشاہ خواب آلودہ خمار زدہ شمشیر ہاتھ میں لیکر اٹھا اوسے
دیکھا کہ مہابت خاں ایک جماعت کے ساتھ آگیا ہے۔ مہابت خاں اپنے ولی نعمت سے
چار چشم ہوا۔ بادشاہ نے چلا کر اوس سے کہا کہ اے مہابت نمک حرام یہ آنا کس طرح کا ہے

اس غدار کے دل میں مہابت بادشاہی نے اثر کیا مگر مکاری سے آداب ملازمت کو شروع کیا
اور دستور مقرری کے موافق ثناخوانی اور کورنش کی۔ مدعیوں کے شکوہ کے عذر میں
اور قدمبوسی کی آرزوے شوق میں زبان کھولی۔ اور ہمراہ کے آدمیوں کو دور تخت کے
روبرو کھڑا کیا اور عجز کے ساتھ نزدیک پہونچکر قدمبوس ہوا تین دفعہ بادشاہ کے گرد پھرا
اور زبان نیاز سے پردۂ راز کو اوٹھایا اور دست بستہ کھڑا ہوا اور یہ التماس کیا کہ مجھے
یقین تھا کہ آصف خاں کی آسیب عداوت و دشمنی سے مجھے خلاصی و رہائی ممکن نہیں اور
نہایت خواری اور رسوائی سے کشتہ ہونگا۔ ازروئے اضطرار دلیری و جرأت کرکے
حضور کی پناہ میں آیا ہوں۔ اگر میں مستوجب قتل و سیاست ہوں تو مجھے اپنے سامنے
سیاست فرمایئے مگر بے دین دشمنوں کو حوالہ نہ کیجئے۔ جہانگیر نے مکرر قبضہ شمشیر پر ہاتھ لیجاکر
چاہا کہ جلادت و تہور کو کام میں لائے اور اس نمک حرام بے ادب کو اپنی سزا کو پہنچائے میر منصور
بدخشی نے ترکی زبان میں منع کیا اور عرض کیا کہ بادشاہان باوقار کی حوصلہ و بردباری
و تحمل کے امتحان کا وقت ہے اوس کی تسلی کرنی چاہیئے۔ بادشاہ نے قبضہ سے ہاتھ اُٹھا لیا
اور تقاضا وقت مہابت خاں کی دلبری کی۔ اندر اور باہر راجپوت بھر گئے اور ہر ساعت
زیادہ ہوتے گئے۔ خواص اور عہدہ دار جن خدمات پر مامور تھے اس سے ہاتھ
کھینچتے جاتے تھے۔ اور مہابت خاں زبانی چاپلوسی کا اظہار کرکے اپنی رسوخیت بڑہاتا
تھا۔ اوس نے عرض کیا کہ سواری اور شکار کا وقت ہے طشت اور آفتابہ مُنہ دہونے کے
لئے لائیں اور پوشاک خاص حاضر کریں۔ بادشاہ نے مُنہ دہونے کے بعد قصد کیا کہ خواب
کے لباس بدلنے کے لئے نورمحل کے پاس جائے۔ اور تدبیر کار میں مشورہ کرے۔ تو
مہابت خاں مانع ہوا۔ التماس کیا کہ حضور باہر لباس بدلیں اور جلدی سوار ہوں اور
غلام کو ہمراہ رکاب لیچلیں تاکہ واقعہ طلب آدمیوں کو کچھ اور گمان نہ ہو۔ ناچار اسکی جہالت سے
بادشاہ نے لباس اور جواہر پہنا اور سوار ہوا۔ نورمحل نیرنگی روزگار سے خبردار ہوئی اُسکے
چہرہ کا رنگ اُڑ گیا حواس باختہ ہوئے اور افسوس کرکے دست حیرت سر اور زانو پر مارتی تھی

اب اس کو سوا اس کے کچھ اور نہ سوجھی کہ تغیر وضع اور تبدیل رخت و سواری کر کے جواہر خاں
خواجہ سرا کے ساتھ پل سے پار چلی گئی۔ پل پر مہابت خاں کا یہ حکم تھا کہ جو اس طرف
سے جائے اُسے روکو نہیں پس کسی نے اوس کو نہ روکا اور وہ اپنے بھائی کے گھر جا پہنچی اور
اوس نے آصف خاں اور امرا کو جن کے ہوش و عقل برباد ہوگئے تھے تشنیع و لعنت ملامت
کرنی شروع کی اور اپنے برادر بے خبر کو زیادہ سرزنش کی اور کہا افسوس ہے تمہاری عقل اور
نمک کھانے پر کہ اپنے ولی نعمت کو تنہا دشمن کو حوالہ کر کے چلے آئے وہ تدارک اور تدبیر
کار کے فکر میں ہوئی۔ مہابت خاں بادشاہ کا ہاتھ پکڑ کر تسلی دیتا ہوا خیمہ سے باہر
سوار ہونے کے لئے لایا۔ اسپ و فیل سواری خاصہ کو ہرچند عہدہ داروں نے چاہا کہ پہنچائیں
لیکن مہابت خاں کے آدمیوں کے مخالفت کے سبب سے نہ پہنچا سکے۔ مہابت خاں نے
اپنا گھوڑا حاضر کیا۔ بادشاہ غیرت کے مارے اس پر سوار نہ ہوا۔ اسپ سرکار طلب کیا اور اوس پر
سوار ہوا۔ چاروں طرف سے راجپوتوں نے مجرا کر کے گھیر لیا۔ چند قدم نہ گیا تھا کہ مہابت خاں اپنا
فیل لایا اور منت و سماجت کر کے بادشاہ کو اُس پر سوار کیا تاکہ بادشاہ بالکل بے اختیار ہو جائے
اور بادشاہ کے دونو طرف دو مسلح راجپوت بٹھائے۔ اس وقت داروغہ فیل خانہ گجپت خاں
مادہ فیل سرکار کو لایا اور ہٹ کر بادشاہ کے نزدیک اس تلاش میں آیا کہ بادشاہ کو اوس پر
سوار کرائے۔ مگر مہابت خاں کے اشارہ سے وہ مع بیٹے کے راجپوتوں کے ہاتھ سے
مارا گیا۔ مقرب خاں داروغہ خواصان بہت سعی کر کے حوضہ پر سوار ہو کر گس رانی کے
لئے بیٹھا۔ اس کشمکش میں اوس کی پیشانی پر ایک زخم لگا جس سے خون جاری تھا
خدمت پرست خاں خدمت گار کہ شیشہ و پیالہ معتاد ہمراہ رکھتا تھا اپنے پیادوں پر راجپوتوں
کے برچھے کے صدمہ کو اُٹھا کر حوضہ کے کنارہ سے لٹک گیا پھر حوضہ کے اندر کسی طرح سے جا
بیٹھا۔ مہابت خاں سواری کے ہاتھی کو اپنے خیمہ کی طرف لے گیا اور ادب کے ساتھ بادشاہ
کو اس میں اُتارا اور اپنے بیٹوں کو نذر و نثار کے ساتھ حاضر کیا اور بادشاہ کے گرد صدقہ
پھرایا۔ اب اوس کو نور جہاں کا خیال آیا تو اوس کو اطلاع ہوئی کہ وہ اپنے بھائی پاس چلی گئی

تو دست افسوس ملے اور اپنے اور ہمراہیوں کی غفلت پر لعنت ملامت کی اور بیگم کی حقارت میں جو سہو ہوا اوس سے ندامت ہوئی اور اوس کی خاطر متردد ہوئی۔ اب اوسکو شہریار کا فکر ہوا وہ جانتا تھا کہ بادشاہ کی خدمت سے اسے جدا رکھنا ایک خطائے عظیم ہے اسلئے وہ بمقتضائے مصلحت و سراسیمگی کہ وہ نہیں جانتا تھا کہ میں کیا کرتا ہوں اور مآل کار کیا ہوگا۔ بادشاہ کو شہریار کے خیمہ میں لے گیا۔ خیمہ بادشاہی لٹ گیا تھا۔ اس خیمہ میں بادشاہ کو اوتار کر بادشاہ کی تسلی و دلبری میں کوشش کرتا تھا اور دست بستہ کھڑا رہتا تھا۔ آدمی خیمے کو گھیرے رہتے تھے۔ اس وقت شجاع خاں امیر اکبری کا نبیرہ جو کسی طرح بادشاہ کے پاس پہنچ گیا مہابت خاں کے اشارہ سے وہ قتل کیا گیا۔ باوجود کاردانی اور کامیابی کے مہابت خاں کے ہوش اڑے ہوئے تھے اور حوصلہ باختوں کی طرح ہر دم وہر لحظہ تازہ فکر و خیال کا ہمدم رہتا تھا۔ لیکن بادشاہ کا دل اور حوصلہ تدبیر ایسا بجا تھا کہ جو کچھ وہ کہتا تھا اور حکم دیتا تھا رائے صواب سے خالی نہ ہوتا تھا۔ اپنے فکر صائب سے مہابت خاں کے کردار اور اطوار سے اور تقاضائے روزگار کے موافق اپنے تئیں دکھلاتا تھا۔ اس قتل پر اوس نے فرمایا خوب کیا کہ مجھ کو اس رافضی بدکیش کے ہاتھ سے چھٹا کر اپنے اختیار میں رکھا اور اس بدخواہ دولت کا ہاتھ کوتاہ کیا۔ مہابت خاں ہر دم اظہار عقیدت و فدویت کا دم بھرتا تھا اور معذرت کرتا تھا اور تخت پر بادشاہ کو بدستور مقرری بٹھاتا۔ شراب معتاد حاضر کرتا۔ اور خود بندہ ہائے عقیدت کیش کی طرح خدمت کرتا۔ جب نور محل اپنے بھائی اور امیروں کے پاس پہنچی اور اون کی سرزنش کے بعد مصلحت یہ قرار پائی کہ کل صبح کو نور جہاں کو ہاتھی پر سوار کرکے اور سب اتفاق کرکے شمشیر انتقام کو نیام سے نکالیں اور مہابت خاں کے ہاتھ سے ولی نعمت کو خلاص کریں۔ اگر نور محل اس مصلحت کو اس سبب سے جیسا کہ چاہئے پسند نہیں کرتی تھی کہ دشمن کے اختیار میں بادشاہ ہے۔ لیکن اس خیال سے کہ کوئی فکر صائب اس سے بہتر سوجھتا نہ تھا اور اوس کو اپنے عدم جرأت پر مطعون ہونے کا خوف تھا۔ چار ناچار یہی امر قرار پایا اور وہ راضی ہوگئی۔ اس مصلحت کی خبر

مہابت خاں سے لڑنے کے لئے نور جہاں کا سوار ہونا

جب جہانگیر کو ہوئی تو مہابت خاں کی رہنمائی سے بتاکید تمام نور جہاں وآصف خاں اور امیروں کی تسلی کی اور اس تدبیر کے منع کرنے کے لئے پیغام بھیجا اور مقرب خاں صادق خاں بخشی اور امیر منصور بدخشی کو بھیجا کہ وہ اون کے ارادہ کے منع کرنے میں مبالغہ کریں اور کہا کہ جب میں اس جگہ ہوں تم کو مبالغہ میں جنگ کرنی اور میرے منہ پر تیر و بندوق چلانا رائے صواب نہیں ہے دریا سے پار ہو کر لڑنا محض خطا ہے میں یہاں سب طرح سے آرام سے ہوں میری طرف سے کچھ وسوسہ نہ کرو اور میر منصور کے ہاتھ اپنی انگوٹھی بھیجی مہابت خاں نے صادق خاں کی زبانی آصف خاں کو پیغام بھیجا کہ اپنے تئیں افلاطون وقت جانتا تھا۔ اب تیرے اختیار سلطنت کی شومی سے تیرے ولی نعمت کا حال یہ ہوا اب صلاح دولت اور بہبود کار تیری یہ ہے کہ کچھ مدت تک مجھ ناکارہ کو کار وزارت اور بادشاہ کی خدمت گاری کرنے دے اور خود پنجاب میں اپنی جاگیر میں چلا جا۔ نور جہاں اور آصف خاں کو یہ گمان ہوا کہ یہ باتیں مہابت خاں کی گھڑی ہوئی ہیں اوس کی تکلیف سے بادشاہ نے کہلا بھجوائی ہیں اور مہر بھیجدی ہے۔ اونہوں نے اس پیغام کو نہ مانا فدائی خاں جو بڑا بہادر تھا یکہ تاز بہادروں کی جمعیت کے ساتھ دریا کے کنارہ پر آیا راجپوتوں نے پل کو آگ لگا دی اور کارزار پر مستعد ہوئے۔ دلاوروں نے نہ دریا کے پانی کا خیال کیا اور نہ روبرو کے تیر باران کا خوف کیا۔ گھوڑوں کو پانی میں ڈال دیا۔ اور فدویانہ بہادری کر کے دولت خانہ کے مقابل آئے۔ ایک جماعت ڈوب گئی اور بعض دریا کی تھپیڑ سے کنارہ پر اداہو سے پہنچے، وہ فوج سے نہ مل سکے۔ غرض کل فوج میں سے ستر آدمی پیش قدمی کر کے مہابت خاں کی سپاہ کے روبرو ہوئے کچھ ان میں سے مارے گئے اور کچھ زخمی ہوئے۔ فدائی خاں نے جانا کہ کچھ کام نہیں چلے گا وہ ادہر گیا اور ادہر آیا۔ اس کا جانا آنا ایسا تھا کہ جیسے کہ دیوار پر سے گیند ٹکرا کر آتی جاتی ہے۔ پھر اس سال کے اواخر جمادی الآخر میں آصف خاں نے سب امیروں کو ساتھ لیا اور نور جہاں کو ہاتھی پر سوار کیا جس نے دو ترکش اور دو کمان وبندوق فتیلہ روشن کر کے ساتھ اپنے پاس

رکھے اور سب ہمراہیوں کو دلاسا دیا اور جنگ پر رغبت دلائی ۔ ایک راہ پایاب غازی بیگ
مشرف نوارہ نے دریافت کی تھی اُسی راہ سے دریا میں داخل ہوئے ۔ سب جاں نثار
کارزار کے لئے مستعد ہوئے اور نقد جان کو کفت اخلاص پر لیکر اور سر و جان کا دھیان چھوڑ کر بیگم
کے ہمرکاب آپ میں آئے ۔ عبور ہونے کے وقت اس سبب سے کہ راہ قلیب تھی اور دو تین خار و
آب عمیق اس میں تھے لشکر میں عجب حرج مرج ہوا ۔ اور فوج کا سلسلہ انتظام شکستہ ہوا ۔ سر پر سے
پانی گذرنے کے صدمات کی تکلیفات اٹھانے کے بعد کوئی فوج کہیں نکل گئی اور کوئی سردار کہیں
نکل گیا ۔ بیگم کی عماری سے آصف خاں و خواجہ ابو الحسن و ارادت خاں جدا ہوئے ۔
دریا کے کنارہ ہی پر پہنچے تھے کہ مہابت خاں کی فوج اور راجپوت و جنگی ہاتھی اونکے مقابل
آن کر سد راہ ہوئے اور دریا میں آن کر تیرباران اور توپ و تفنگ کے گولے گولیاں مارنی
شروع کیں ۔ ابھی آصف خاں و خواجہ ابو الحسن اور بیگم دریا ہی میں تھے ۔ تیرباران و گولہ
بندوق کے صدموں سے کہ متصل پہنچے تھے جلوے سپاہ الٹا پھرا ۔ بعض نے دلاوری کرکے
پیش آہنگی کی اور دریا سے پار اُتر گئے تو یراق اور رخت کے تر ہونے کے سبب سے اپنے
تئیں جمع نہ کر سکے ۔ شمشیریں علم کرکے مہابت خاں کی فوج سے مردانہ لڑے کوئی کمک اون کو
نہ پہنچی ۔ تیر و سنان کی ضرب سے زیادہ تر زخمی و کشتہ ہوئے باقی متفرق ہو کر جان سلامت لیگئے
راجپوتوں کی فوج نور جہاں کی سواری کے مقابل آئی اور شمشیر و برچھی کے زخموں سے
جوانوں کے پرخون سر و بدن سے روئے آب کو گلگوں کیا اور جواہر خاں ناظر محل و ندیم خوجہ
بیگم کا اور اور مردم روشناس نور جہاں کے ہاتھی کے پاس کشتہ و غرق بحر فنا میں ہوئے ۔ ہاتھی اور
اونٹ و گھوڑے اور بہت آدمی آپس کے صدمات سے دریا میں گرتے تھے اور سفر آخرت اختیار
کرکے ایک دوسرے پر سبقت لے جاتے تھے ۔ اس رستخیز میں بیگم کی عماری میں شہریار کی دختر
شیر خوار مع دایہ کے بیٹھی ہوئی تھی اوس کے بازو میں تیر لگا وہ پھڑک گئی اور خون سے عماری
رنگین ہوئی نور جہاں نے اوس کے بازو سے تیر نکالا اور اوس کو تسلی دی (کوئی لکھتا ہے کہ
لڑکی کے نہیں اوس کی دایہ کے تیر لگا تھا) اور زخم باندھا ۔ نور جہاں کے ہاتھی کی سونڈ میں اوپر

فدائی خاں کا دھاوا

امراے مغلیہ کی جانفشانی

مہاوت کے تلوار کے دو زخم اور برچھی کے کئی زخم لگے - پیاپے زخموں سے ہاتھی اس
طرف دریا کے پار گیا اور فیلبان اپنے زخموں کے سبب سے اور فیل کے اضطرار کی وجہ سے
اوس کو اپنے بس میں نہیں کر سکا - اور وہ گہرے پانی میں جا پڑا اور کئی غوطہ کھائے مگر
اپنی شناوری کے زور سے دریا سے وہ اس طرف نکل آیا اور اس تہلکہ سے نجات ہوئی
بیگم دولت خانہ میں بادشاہ کے پاس چلی آئی - خواجہ ابو الحسن کا گھوڑا تیر باران سے دریا
میں بیتابی کرتا تھا - دو تین زخم اوس کے لگ چکے تھے وہ گہرے پانی میں جا پڑا - باگ پر
اختیار ہاتھ سے جاتا رہا - زین سے سرنگوں ہوا - مگر اوس نے قاش زین کو پکڑ لیا تھا - نورجہاں
کے ایک کشمیری ملاح کی مدد سے گرداب بلا سے ساحل نجات پر وہ آیا - آصف خاں و خواجہ
ابو الحسن سے دو تیر پرتاب پر فدائی خاں تھا وہ پامردی کر کے دریا سے پار آیا - اور ابو طالب
پسر آصف خاں والہ یار و شیر خواجہ اور بہت سے جانباز فدائی خاں سے بائیں جانب میں
اترے - فدائی خاں نے ایک جماعت پادشاہی دلاور ملازموں اور اپنے نوکروں
کے لی اور دشمنوں کے مقابل ہوا - اور کچھ آدمیوں کو تلوار و تیر وسنان سے زخمی کیا اور
راجپوتوں کو اپنے سامنے سے ہٹا دیا - اور خیمہ شاہی تک پہنچا - مہابت خاں کی فوج
مقابلہ و مقاتلہ کے لیے پیش آئی - اور صدائے دار و گیر بلند ہوئی - فدائی خاں کے تیر خیمہ
میں بادشاہ کے نشیمن کے سامنے جانے لگے - مخلص خاں بادشاہ کی سپر بنا - اس وقت
مہابت خاں نے بادشاہ سے کہا کہ اس پاجی کی جرأت و بے ادبی کو حضور ملاحظہ فرمائیں کہ
اپنے ولی نعمت کے روبرو تیر مارتا ہے اور مآل اندیشی کا ملاحظہ اصلا نہیں کرتا - بادشاہ نے
فدائی خاں پاس مکرر پیغام بھیجے کہ جنگ میں سعی نہ کرے مگر اوس نے ان کو نہ سنا اور مستانہ وار
کوشش کی فدائی خاں کا داماد محمد عطاء اللہ اور سید مظفر اور وزیر بیگ جان نثار ہوئے
اور چند اور آدمی زخمی ہوئے اور خود فدائی خاں کو اور اوس کے گھوڑے کو تین چار زخم
تیر کے لگے - اس نے بہت ہاتھ پانوں پیٹے کہ اپنی جماعت کے ساتھ اندر جائے اور
کچھ کام بنائے مگر مہابت خاں کی فوج کے ہجوم نے جس کو مدد پیہم پہنچی تھی اور اس کی

کمک کے لئے کوئی ایک شخص بھی نہیں آیا ۔ اور منع جنگ کا حکم پے در پے آتا تھا ۔ ناچار کارزار سے پانوں نکال کر لشکر سے باہر آیا اور پھر زور بازو اور شناوری سے دریا سے عبور کیا اور رہتاس پنجاب میں اپنے تئیں پہنچایا وہاں اس کے فرزند تھے اور عیال و ناموس کو ان زمینداروں کو حوالہ کیا جن سے کہ پرانی دوستی تھی اور خود جریدہ دہلی کو چلا ۔ آصف خاں جانتا تھا کہ ع اے باد صبا این ہمہ آوردۂ تست ۔ مہابت خاں اس سے انتقام لے گا اٹک کو چلا گیا جہاں اوس کی جاگیر تھی ۔ شیر خواجہ والہ یار اور بہت سے بادشاہی ملازم اپنی آبرو کا پاس کر کے متفرق ہو گئے اور اپنی اپنی راہ پر چلے گئے ۔ خواجہ ابو الحسن و ارادت خاں اور معتمد خاں مؤلف اقبال نامہ اور ایک اور جماعت نے امان اور آبرو کا عہد و پیمان مہابت خاں سے لیا اور اوس سے ملاقات کی ۔ مہابت خاں نے اون کو کچھ اور نقصان تو نہیں پہنچایا ۔ مگر ملاقات کے وقت ان سب کو دیوس و نامرد اور زن سے کمتر کہا ۔ ایسی باتوں کے سننے سے مرجانا بہتر تھا ۔ آصف خاں ڈھائی سو اقربا اور نوکروں کے ساتھ قلعہ اٹک میں آیا ۔ مہابت خاں نے اول راجپوتوں کی فوج محاصرہ کے لئے بطریق ایلغار روانہ کی اور پھر خود حضور کا بندوبست یہ کیا کہ بادشاہ کی خواہش کے موافق نورجہاں کو اوس کی شہادالم کا رفیق و ہمدم کیا نصف جمعیت کو بادشاہ کی خدمت میں چھوڑا ۔ اور باقی فوج لیکر آصف خاں پاس پہنچا ۔ تھوڑے تردد سے وہ جماعت جس کے اعتماد پر آصف خاں وہاں گیا تھا ۔ مہابت خاں کی رفیق ہو گئی اوس نے آصف خاں کو اور اوس کے بیٹے ابوطالب اور میر میران کے بیٹے خلیل اللہ کو مقید کیا اور اون کی بڑی بے حرمتی کی اور اپنے ساتھ لیکر بادشاہ پاس آیا ۔ محمد تقی بخشی شاہجہاں کو جسے برہان پور سے پکڑ کر اپنے ساتھ لایا تھا اور خواجہ عبد الصمد و ملا محمد کو راجپوتوں کے حوالہ کر کے قتل کرایا ۔ یہ دونو فاضل صالح آصف خاں کے مصاحب صلاح کار تھے مہابت خاں نہایت سختی و شقاوت قلبی کرتا تھا ۔ بادشاہ اس مدعی کے ساتھ بھی عالی حوصلگی اور بردباری سے پیش آتا تھا ۔ اور ان ایام ملالت افزا میں عاقبت بینی کرتا تھا

آخرکو اس رفق و مدارا کے سبب سے کار نجیر ہوا ع مرغ زیرک چوں بدام افتد تحمل بایدش

چو در طاس رخشندہ افتاد مور رہانندہ را چارہ باید نہ زور

بادشاہ جو کلمہ کلام زبان سے نکالتا وہ مہابت خاں کے مزاج کے موافق ہوتا۔ اور نورجہاں بھی بہ تقاضا وقت وصلاح دولت اوس کی رہنمائی کرتی تھی اور کہتی تھی کہ جہانتک ہوسکے میرے بھائی کے شکوہ میں زبان کو آشنا کرنے اور کہے کہ جو کچھ ہوا اُس کو میں ان دو بہن بھائیوں کی نا توان بینی کے سبب سے جانتا ہوں۔ اون کے سبب سے میرے تیرے درمیان جو باتیں عمل میں نہ آنی چاہئے تھیں وہ آئیں ان میں میرا تیرا قصور نہیں ہے۔ مہابت خاں بھی بادشاہ کے ساتھ نیک سلوک کرتا تھا۔ فدویت و عبودیت کا اظہار کرتا تھا۔ خدمت گاری کے طریقہ کو نہیں چھوڑتا تھا اور سریر آرا کو تخت پر بدستور مقرری بٹھاتا اور خود گستاخ کار وان دستوروں کے دستور کے موافق سر دیوان کھڑا ہوتا اور مطالب و وقائع اطراف بلاد کو عرض کرتا اور بادشاہ جو اپنی زبان سے جواب دیتا اوس کے موافق حکم لکھتا اور بادشاہ کے احکام امنیت دور و نزدیک کے اطراف حکام نشین میں روانہ کرتا۔ بادشاہ مہربانی سے اوس کو بیٹھنے کا حکم دیتا وہ عمداً کبھی حکم کی اطاعت کرتا اور کبھی پاس ادب کو کار فرما ہوتا۔ بادشاہ کے حوضہ کے آگے پیچھے جو دو رجپوت بیٹھے تو گندہ دہانی اور عرق انگورہ کی بو سے بادشاہ کا مزاج مکدر ہوتا۔ ان کی تبدیل اور تخفیف کے لئے بادشاہ نے فرمایا۔ مہابت خاں نے دو رجپوتوں کی جگہ ایک رجپوت کا پیچھے بٹھلانا منظور کیا۔ بادشاہ کوچ بکوچ اس طرح کابل گیا۔ کبھی کبھی شکار اور بزرگوں کے مزار کے لئے تشریف لے جاتا۔ مہابت خاں سایہ کی مانند ظل اللہ سے جدا نہ ہوتا ان ہی دنوں میں ایلچی توران نامہ اور ہدیئے نذر محمد خاں والی توران کے لیکر آیا۔ ان تحفوں کی قیمت پچاس ہزار روپیہ کی تھی۔ ان دنوں میں نورجہاں کی تمہید سے مہابت خاں کے استقلال میں عجب اختلال آیا۔ اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ اوسی زمانہ میں نورجہاں کی تجویز سے ایک رسالہ احدیوں کا بنایا گیا اور اس میں منتخب بہادر بھرتی

احدیوں اور راجپوتوں کی لڑائی

کئے گئے تھے ان میں سے ایک جماعت شکارگاہ کی حفاظت کے لئے تعینات ہوئی تھی کہ اسکو افغانوں کی دست اندازی سے باز رکھے۔ ایک دن بعض رجپوتوں نے جو مہابت خاں کے بھروسے کے سبب سے کسی کو اپنے آگے کچھ نہ گنتے تھے شکار کی چراگاہ میں اپنے گھوڑوں اور بار برداری کے چوپایوں کو چھوڑ دیا احدی قراول مانع ہوئے۔ رجپوتوں نے مانا نہیں۔ گفتگو کی نوبت زد و کشت پر پہونچی۔ ایک دو احدی کشتہ و زخمی ہوئے۔ سب احدیوں اور قراولوں نے اتفاق کرکے دیوان سے استغاثہ کیا۔ مہابت خاں نے کہا کہ جس کو پہچان کر نشان دو اس کو سزا دی جائیگی۔ مستغیثوں کو اس جواب سے مقصدیوں کی طرفداری معلوم ہوئی وہ مطمئن خاطر نہ ہوئے۔ سب لشکر میں شورش مچائی۔ نورجہاں کی طرف سے اس جماعت کو اشارہ ہوا۔ ان سب نے اتفاق کرکے رجپوتوں پر حملہ کیا۔ ایک شور و غوغائے عظیم برپا ہوا اور جنگ ہوئی۔ اگرچہ سپاہی نژاد راجپوت اپنے مقابلہ میں دوسرے کو نہیں سمجھتے تھے۔ اور اپنے غرور میں ایسے مست تھے کہ وہ کسی کو خاطر میں نہ لاتے تھے سوا شمشیر اور برچھے کے کوئی اور حربہ نہ رکھتے تھے۔ احدیوں میں کماندار قدر انداز اور قراول حکم انداز بندوقچی تھے۔ اور یہ سب راجپوتوں سے جلے ہوئے بیٹھے تھے اور بہانہ ڈھونڈھتے تھے۔ اس جنگ میں راجپوت مغلوب ہوئے اژدحام عام بھی فرقہ اسلام کا معاون ہوا۔ مہابت خاں کی خبر پہنچنے تک ایک ہزار کے قریب راجپوت جن میں اکثر مشہور اور مہابت خاں کے روشناس نوکر تھے کشتہ و زخمی ہوئے۔ اور ایک جماعت کثیر اون کے معاونوں کی اپنے اعمال کی جزا و سزا کو پہنچی۔ چار پانچ سو راجپوت احدیوں و قراولوں کے ہاتھ سے بچکر اطراف غار و کنار مغاک میں بھاگ کر روپوش ہوئے تھے وہ افاغنہ ہزارہ کے ہاتھ پڑے اونھوں نے دست بستہ گوسفند کی طرح بغل میں پکڑ کر اپنے دستور کے موافق کوتل ہندوکش سے گذر کر بیچ ڈالا۔ اور رگ پا سے معیوب کرکے چوپائی کیا۔ اس واقعہ سے جب مہابت خاں خبردار ہوا تو حواس باختہ سراسیمہ وار سوار ہوا۔ چاہتا تھا کہ میدان میں جائے اور راجپوتوں کی مدد کرکے تلافی کرے کہ اس عرصہ میں بادشاہی آدمی جوق جوق و فوج فوج احدیوں و قراولوں کی کمک کو

آگے اور ہنگامہ جو افغان شمار سے زیادہ فراہم ہوکر ملازمان شاہی کے رفیق ہوئے مہابت خاں کے آدمیوں نے یہ دیکھ کر کہ وقت ہاتھ سے گیا اور بازی مات ہوئی۔ مہابت خاں کے گھوڑے کو آگے جا کر پکڑ لیا اور خیر خواہی کا اظہار کر کے مانع ہوئے اس کو خود اپنے مارے جانے کا خوف تھا۔ اوس نے روزگار کی نیرنگ بازی کو اور کارزار کے بازار کی گرمی کو اور طرح کا دیکھا۔ موحش خبروں کے سننے سے اس کا رنگ فق ہوگیا۔ اژدحام کے مقابلہ میں آنا مناسب نہ جانا تقاضائے وقت کو ہاتھ سے نہ دیا الٹا بادشاہی دولت خانہ کی پناہ میں آیا۔ اور کوتوال خاں و خلیل اللہ خاں و جمال محمد خواص کو نورجہاں کے آدمیوں کی ایک جماعت کے ساتھ متعین کیا کہ وہ اس لگی آگ کو بجھائیں۔ دوسرے روز سزاولوں نے یہ ظاہر کیا کہ اوس فساد قاسم خاں برادر خواجہ ابوالحسن اور اوس کا خویش بدیع الزماں ہیں لڑائی کے وقت اونھوں نے اپنے آدمیوں کو کمک کے لئے بھیجا ہے۔ دونو کو نہایت ذلت کے ساتھ پابرہنہ گھر سے بلا کر مقید کیا اور اون کے گھر کا سارا اسباب ضبط کیا۔ مگر اب مہابت خاں کے تسلط میں خلل پڑا۔ ہرچند اوس نے چاہا کہ احدیوں کا تدارک کرے مگر اب وہ کچھ نہ کرسکا ایک دو مہینے میں اون کا رسالہ موقوف کرا دیا۔

نورجہاں کی تدابیر بادشاہ کے خلاص کرانے کے باب میں

ان دنوں میں واقعات دکھن میں یہ معروض ہوا کہ ۳۱ اردی بہشت کو ملک عنبر حبشی اسی برس کی عمر میں اجل طبعی سے مرگیا۔ ملک عنبر فنون سپاہ گری و سرداری وضوابط تدبیر میں عدیل و نظیر نہیں رکھتا تھا۔ اس ملک کے اوباشوں کا انتظام جیسا کہ چاہئے تھا اوس نے کیا تھا۔ وہ طریق قزاقی میں جس کو دکن کی اصطلاح میں برگی گری کہتے ہیں خوب مہارت رکھتا تھا۔ آخر عمر تک عزت و نیک نامی کے ساتھ جیا۔ تاریخ میں کہیں دیکھنے میں نہیں آیا کہ کوئی حبشی غلام اس عالی مرتبہ پر پہنچا ہو۔ اوائل شہریور میں کابل سے بادشاہ نے ہندوستان کی طرف کوچ کیا۔ اوس کو معلوم ہوا کہ شاہجہاں نے اجمیر میں آکر ٹھٹھ کی راہ لی نورجہاں کی چند تدبیریں بادشاہ کے اخلاص کرانے کے باب میں لکھی جاتی ہیں اول راجپوتوں اور احدیوں کے درمیان جنگ کا کرانا ایسی خانہ جنگی کتر ستی گئی ہے جس سے

مہابت خاں کا غرور ڈھے گیا۔ دوم مزاج گوئی بدمستی جو وہ بادشاہ سے مہابت خاں کو
سنوائی کہ جس سے مہابت خاں کے دل سے کینہ دھویا جاتا تھا۔ بادشاہ اکثر کہا کرتا تھا کہ نورجہاں
کے ساتھ میری محبت ظاہری نے میرے ملک اور جمعیت کو درہم برہم کیا۔ میرے فرزند دلبند
اور لشکر سے اَنْ بَنْ کرادی لیکن مجھے اپنے دل پر اختیار ہے کہ اب میں ان دونو بہن بھائیوں
کا منہ دیکھنا نہیں چاہتا۔ اور بعض اوقات مہابت خاں سے بادشاہ فرماتا کہ نورجہاں تیرے
استیصال کے درپے ہے تو اوس سے باخبر رہ۔ ان کلمات اور تقریبیں جو ہر روز مہابت خاں
سنتا تھا اوس کے دل کو تسلّی خاطر ہوتی تھی۔ اور دولت خانہ کے گرد راجپوتوں کے احاطہ
کرنے میں احتیاط کم ہوتی تھی۔ سوم نورجہاں نے شہریار اور اپنے تعلقہ جاگیر کے سرلاٹ کے
عمال اور خواجہ سرایوں کو جن کو وہ کارداں اور رازداں جانتی تھی پیغام بھیجا اور نامہ
لکھا۔ اور بعض کو خلوت میں طلب کرکے زبانی خاطرنشان کرکے کہا کہ بقدر مقدور سپاہ
جلادت پیشہ کارزار دیدہ انتخابی تجربہ کار بیش قرار سہ بندی نوکر رکھکر لشکر میں متفرق بھیجتے
رہو کہ وہ آپس میں دور دور اطراف میں پراگندہ آئیں دو تین ہزار سوار جرار کارآزما
بہادر خاطر جمعی کے ساتھ محال جاگیر کے عمال نے سرراہ نوکر رکھ لئے اور اس لئے کہ اسکی
شہرت نہ ہو متفرق بھیجے اور ایسے دور و نزدیک کے فاصلوں پر وہ ٹھیرے کہ اون کا نام
و نشان کوئی نہیں جانتا تھا۔ وہ کثیف لباس پہنے بیکار جماعت کی طرح نوکری کی تلاش
میں آئے ہوئے معلوم ہوتے تھے۔ چہارم اس جماعت کے فراہم ہونے تک بادشاہ نے
بیگم کے اشارہ سے بغیر اس کے کہ وہ مقدمہ کی اصل تمہید سے اطلاع پائے مہابت خاں کی رسوخیت
و قدویت کی تعریف اور اوروں کی نمک حرامی اور بدخواہی اور اور تمہیدات بیان کرتا۔
خلوت میں مہابت خاں سے کہتا کہ اس ہنگامہ میں بعض واقعہ طلبوں نے اپنے نابینوں
(ملازموں) کو برطرف کر دیا ہے۔ اگر امرا کی سپاہ کی موجودات لی جائے تو اس میں کچھ
برائی نہیں ہے۔ مہابت خاں نے اوس کو قبول کیا۔ جابجا نقیب اور سزاولوں کو تقید
تاریخ و روز تعین کیا کہ امرا اپنی سپاہ کی موجودات دیں۔ ایک نقیب اس خبر پہنچانے کے لئے

نور جہاں کے متصدیوں پاس بھی گیا اور نور جہاں سے یہ کہا ۔ بیگم نے بظاہر خفگی ظاہر کی اور
پیغام دیا کہ مجھکو سپاہ اور موجودات سے کیا کام اور کیا نسبت ۔ بادشاہ جو ہمکو دیتا ہے وہ ارباب
نشاط کے انعام کے لئے اور ہماری زیب و زینت و آرائش اور محل نشینوں کے واسطے ہے
باوجود اس کے میری چادر سے گزی اور مردوں کی دستار سی گزی سے کمتر نہ ہوگی ۔ اور اسی طرح
کے کلمات غیرت افزا کہ جن سے بوئے ساختگی نہیں آتی تھی کہلا بھجوائے ۔ مہابت خاں نے اس
جواب کو سنکر لغو باتیں بکیں اور موجودات کے لینے میں اور زیادہ تقید کی اور نور جہاں کے کل توابعین اور
منصب داران پر منزاول تعین کئے اور بیگم کی سپاہ کی موجودات کا دن مقرر کیا گیا ۔ اور قرارداد
کے موافق دست راست پر سب مردم قدیم لباس فاخرہ پہنے زریں پوش خوش براق مع تندہی کے
جو موجودات کے وقت ہوتی ہے تحفت و جنس اعلیٰ لے کر کھڑے ہوئے اور جانب چپ
میں سے نئے نوکر یکہ چین بہادر سپاہیانہ لباس پہنے اور یراق شکستہ غیر معلوم گمنام امرا کے
نام سے کھڑے ہوئے ۔ رات کے وقت جہانگیر نے مہابت خاں سے اخلاص کی باتیں کہکر
فرمایا کہ کل نور جہاں کی سپاہ کی موجودات ہے تم اپنے تئیں اس کے تلنگیوں سے دور رہنا
لازم و ضرور جان کر پوری احتیاط کرنا ۔ اس رموز فہم نے بھی اپنی خیریت اسی میں جانی بنسبت
اور روزوں کے وہ عنان کشاں سواری کے ہمراہ ہوا ۔ جونہیں بادشاہ کا ہاتھی نور جہاں
کی دونوں فوجوں کے آدمیوں کے درمیان آیا اور نقیبوں نے طرف یمین کی سپاہ کے مجرا کے
کے لئے موجودات سپاہ بیگم کے نام سے آواز بلند کی اور بادشاہ اور مہابت خاں اور اوسکی ہمراہی
متوجہ ہوئے ۔ اور سپاہ کے زرق برق کے لباس نے حاسدوں کی آنکھ کو خیرہ کیا کہ یکبارگی
بائیں طرف کی سپاہ شمشیر و سناں و تیر لئے اپنی جگہ سے لپک کر نہایت چستی و چالاکی سے آئی
اور طرفۃ العین میں راجپوت اور فیلبان کو جو مہابت خاں کے منصوب کئے ہوئے تھے کام
تمام کیا اور بادشاہ کو اون کے شر سے مامون کیا ۔ اور اسی گرمی اور جلدی میں ایک فیلبان
جو اس سپاہ مسلح کے ہمراہ قابو کے لئے چشم براہ تھا ۔ بادشاہ کے ہاتھی پر جا بیٹھا ۔ مہابت خاں
اور اوس کے آدمی اس فتنہ سے خبردار ہوکر بائیں طرف متوجہ ہوئے کہ تلافی میں کوشش کریں

کر دائیں طرف کی سپاہ قدیم فیل کے اطراف میں آئی اور جدید جان بازاروں کے ساتھ متفق ہوئی
اور بادشاہی ہاتھی کو حلقہ وار گھیر لیا اور دفع اعدا میں بازو کھولا۔ مہابت خاں نے ماجرائے کار
اور تبدیل وضع روزگار سے واقف ہوکر جانا کہ کار او را ختیار ہاتھ سے گیا اور تلافی کے درپے
ہوکر جان دینا شرط عقل نہیں ہے اس فکر میں اور امرا بھی بادشاہ کی رکاب میں حاضر ہوئے
اور جان فشانی پر کمربستہ ہوئے ایسی حالت میں مہابت خاں اپنے لشکر کی طرف کنارہ
کشی کرکے ایسا باہر گیا کہ اوس کے سایہ کو بھی خبر نہ ہوئی اور راجپوت اور آدمی مہابت خاں
کے ہمراہی متفرق ہوکر بھاگ گئے اور بغیر قتال و جدال کے بادشاہ نے ایسی قوی دشمن کے
پنجے سے نجات پائی۔ جہانگیر نے مریم زمانی سے لشکر کے تعین اور تعاقب کرنے کے لیے مصلحت
پوچھی تو نور جہاں نے کہا کہ بادشاہ سلامت زنہار یہ فکر نہ فرمائیے۔ مہابت خاں کو چھوڑ دیجیے
کہ جہاں اس کا جی چاہے چلا جائے۔ بلکہ اوس نے مہابت خاں پاس بادشاہ کی زبانی بلند خاں خواص
کے ہاتھ لطف و اخلاص کا پیغام بھیجا کہ تم نے بہت عاقلانہ اور اچھا کام کیا کہ بیگم کے آدمیوں کے
شر سے کنارہ کشی کی بہتر ہے کہ اب تم آپ بہت سے عبور کرو۔ مہابت خاں آپ بہتاس سے
گذر کر اترا۔ اور بادشاہ نے اس گل زمین میں جہاں وہ پہلے گرفتار ہوا تھا۔ اب اپنی رہائی
کے شادیانے بجوائے۔ اور آخر روز میں مہابت خاں پاس افضل خاں کو بھیجکر پیغام
دیا کہ آصف خاں اور اوس کے بیٹے ابوطالب اور دانیال کے بیٹوں کو جو اوسکے پاس تھے
بھیجدو ہم تمہاری تقصیر معاف کر دینگے۔ اور خود شاہجہاں کے تعاقب میں جاؤ جو اس وقت
ٹھٹھہ میں ہے۔ مہابت خاں نے دانیال کے دونوں بیٹوں کو افضل خاں کے حوالہ کیا اور
آصف خاں کے باب میں یہ عذر کیا کہ میں بیگم کی طرف سے مطمئن خاطر نہیں ہوں لاہور سے گذر جانے
تک آصف خاں اور اوس کے بیٹے کے حوالہ کرنے سے معذور رکھیں۔ بادشاہ اس کے اس جواب
سے بیدماغ ہوا مگر تقاضائے وقت کو ہاتھ سے نہ دیا۔ پھر افضل خاں کو بھیجا اور اپنی اور بیگم کی
طرف سے کلام الہی کی قسم کھائی۔ مہابت خاں تین چار منزل تک تو آمد و رفت اور پیام
میں دفع الوقت کرتا رہا اور آخر کو آصف خاں کو اپنے پاس طلب کرکے ایسی شفقت بیجا ظاہر کی

اور اسپ و خلعت و فیل تواضع کرکے بادشاہ پاس بھیجدیا اور ابو طالب کو چند روز نگاہ رکھا
کہ اس وسوسہ سے خاطر جمعی ہو جائے کہ فوج اوس کے تعاقب میں تو نہیں مقرر ہوئی بعد ازاں
اوس کو بھی باعزاز مرخص کیا۔

اوائل ماہ آبان میں بادشاہ لاہور کے نزدیک آیا۔ اب شاہجہاں کا حال سنو کہ جب اوسنے
مہابت خاں کی گستاخی کی خبر سُنی تو اوس کا مزاج شورش میں آیا۔ باوجود قلت جمعیت اور
عدم سامان کے اوسنے داعیہ مصمم کیا کہ پدر والا قدر کی خدمت میں پہنچکر مہابت خاں کو کردار
ناہنجار کی سزا دے وہ ۲۲۔ رمضان کو ۱۰۳۵ھ کو ہزار سوار لیکر مقام ناسک پر تربنگ سے چلا
اس گمان سے کہ اس مسافت میں شاید اس پاس جمعیت بہم ہو جائے۔ جب وہ اجمیر میں آیا
تو راجہ کشن سنگھ پسر راجہ بھیم کہ پانسو سوار اس پاس تھے اجل طبعی سے مرگیا اور اوس کی
جمعیت متفرق ہوگئی۔ کل پانسو سوار نہایت پریشان و تنگ دست ہمراہ رہے اور اوس کو یہ
بھی معلوم ہوا کہ ابھی بیگم کا دل بھی اس سے صاف نہیں ہے اور بادشاہ کی کم توجہی باقی ہے اور
مادہ فساد دور نہیں ہوا اس واسطے باپ کی خدمت میں جانا مصلحت نہ جانا۔ اور یہ رائے
ٹھیری کہ ولایت ٹھٹھ میں چند روز گوشہ گزینی میں بسر کیجئے۔ اجمیر سے ناگور میں اور ناگور سے
حدود جودھپور میں اور وہاں سے جیسلمیر میں اوس نے کوچ کیا۔ شہنشاہ ہمایوں بھی اپنے ایام مصیبت
میں اسی راہ سے گیا تھا۔ ایام شاہزادگی میں شاہ عباس بادشاہ ایران سے شاہجہاں کی محبت
اور خط و کتابت تھی۔ اور اس ہیچ میچ میں بھی اوس نے شاہجہاں کا حال پوچھا تھا۔ اس لئے
اس کے دل میں آئی کہ ایران جاکر بادشاہ سے ملنا چاہئے ممکن ہے کہ اوس کی مہربانی اور
اشفاق و معاونت سے جو شورش و فساد کا غبار مرتفع ہوا ہے وہ فرو ہو جائے۔ جب
شاہجہاں ٹھٹھ میں آیا تو شریف الملک اس ملک کے لشکر میں سے سوار و پیادہ جمع
کرکے گستاخانہ پیش آیا۔ باوجودیکہ شاہجہاں پاس تین چار سو سوار وفادار تھے اس کے
صدمہ کی تاب شریف الملک نہ لاسکا حصار شہر میں وہ آیا۔ اوس نے پہلے سے یہاں کے
قلعہ کی مرمت کرکے بہت توپ و تفنگ برج و بارہ پر لگا رکھی تھیں آدمیوں کے متعلقین کو

دروازہ حصار پر لایا اور متحصن ہوا اور مدافعہ و مقابلہ کے لئے تیار ہوا۔ شاہجہاں نے تاکید سے منع کیا کہ بندہ ہائے جان نثار قلعہ پر تاخت نہ کریں اور اپنے تئیں توپ و تفنگ سے ضائع نہ کریں باوجود اس کے جوانان کارطلب کی جماعت اپنے تئیں ضبط نہ کرسکی اور شہر کے حصار بند پر یورش کی۔ برج و بارہ کے استحکام اور توپ خانہ کی کثرت نے کچھ کام نہ ہونے دیا۔ وہ واپس آئے۔ کچھ دنوں کے بعد پھر شیر دل بہادروں نے قلعہ پر حملہ کیا۔ قلعہ کے گرد بالکل سطح میدان تھا اصلا پستی و بلندی اور دیوار و درخت کہ حائل ہوں نہ تھے سر پر سپریں لگاکے دوڑ گئے مگر وہاں ایک خندق عمیق و عریض پانی سے بھری ہوئی حصار کے گرد تھی آگے جانا محال تھا اور پیچھے آنا محال تر توکل کا حصار باندھ کے بیٹھے۔ ہرچند شاہجہاں آدمی بھیجکر اون کو بلاتا مگر اثر نہ ہوتا جو گیا وہ عدم کی راہ پر دوسرے کے پہلو میں بیٹھ گیا اور پھر نہ پھرا۔ شاہجہاں اس وقت بیمار تھا غرض ایسے سبب ہوئے کہ اس نے عراق جانے کا ارادہ فسخ کیا۔ شاہزادہ پرویز کی بیماری کی بھی متواتر خبر آتی تھی اس کا ضعف نہایت قوی ہوگیا تھا۔ ٹھٹھہ کی فتح میں شاہجہاں نے اپنا وقت ضائع کرنا مناسب نہ جانا۔ گجرات اور برار کی راہ سے دکن جانیکا ارادہ کیا۔ وہ ایسا بیمار و ضعیف تھا کہ پالکی میں سوار ہوتا تھا۔ اب اوسکو معلوم ہوا کہ پرویز کا انتقال ہوا تو اور بھی جلدی جلدی اُسنے سفر کیا۔ یہ وہی راہ ہے جس پر محمود غزنوی سومنات کے بتخانہ کی فتح کے لئے گیا تھا۔ شاہجہاں ملک گجرات سے راج پی پلہ کی حوالی سے گذر کر ناسک ترنبگ میں آیا جہاں اسکا بنگاہ تھا اس ملک میں کوئی عمارت نہ تھی اس لئے وہ جنیر میں چلا گیا۔ ٹھٹھہ جانے میں اجمیر کی راہ سے ۴۱۵ کروہ کی مسافت چار مہینے میں ۷۰ کوچوں اور پچاس مقاموں میں طے کی۔ مراجعت میں احمد آباد کی راہ سے ۲۰۰ کروہ کی مسافت ۴۰ کوچ اور ۱۰ مقام میں طے کی۔

شاہجہاں کا دکن جانا

غرہ شہریور کو جب بادشاہ کابل سے ہندوستان کی طرف چلا ہے دکن کی تحریر سے معلوم ہوا کہ شاہزادہ پرویز درد قولنج میں مبتلا ہوا۔ شراب بہت پیتا تھا۔ اپنے چچا شاہزادہ مراد اور دانیال کی طرح وہ بھی ۶۔ صفر ۱۰۳۵ھ کو ۳۵ سال کی عمر میں مر گیا۔ وفات شاہزادہ پرویز اوس کی تاریخ ہے۔ آگرہ میں وہ اپنے باغ میں دفن ہوا۔

شاہزادہ پرویز کی وفات

مہابت خاں ٹھٹہ کی راہ سے پھر آیا۔ اور ہندوستان کی طرف چلا اور یہ بھی سنا کہ بائیس لاکھ روپیہ نقد اوس کے وکلانے بنگالہ سے بھیجا ہے اور خزانہ حوالی دہلی میں داخل ہوا ہے۔ بادشاہ کی طرف سے صفدر خاں کو ایک ہزار احدی کے ساتھ تعین کیا کہ بہت جلد جاکر اوس روپیہ کو چھین لے۔ جب شاہ آباد کی حوالی میں خزانہ کے پاس وہ آیا تو خزانہ کے محافظ خانہ کو سرائے میں لیکر متحصن ہوئے۔ جہاں تک ممکن تھا مدافعہ و مقابلہ کیا لیکن بادشاہی آدمیوں نے سرائے میں آگ لگادی اور اوس کے اندر جاکر خزانہ پر متصرف ہوئے۔ خزانہ کے محافظ بھاگ گئے صفدر اپنی فوج کے ساتھ مہابت خاں کی تنبیہ کے لئے مامور ہوا۔ خانخانان کو ہفت ہزاری ذات و سوار کا منصب ملا۔ اور وہ مہابت خاں کے تعاقب کے لئے تعین ہوا اور صوبہ اجمیر اس کی تیول میں مقرر ہوا۔

بادشاہ سے صوبہ دکن کے متصدیوں کی عرضداشت معروض ہوئی کہ یاقوت خاں حبشی کہ دکن میں ملک عنبر کے بعد سرداری میں اس کا نمبر تھا اور عنبر کے عہد میں بھی سپہ سالار لشکر اور انتظام افواج کا عہدہ اوس کو تھا وہ بندگی اور دولت خواہی اختیار کرتا ہے اور پانچ سو سواروں کے ساتھ بالاپور میں آیا ہے اور سربلند رائے کو لکھا ہے کہ میں نے فتح خاں پسر ملک عنبر اور نظام الملک کے سرداروں سے دولتخواہی کا اقرار لیا ہے اور ان میں سے میں نے پیش قدمی کی ہے کہ میرے بعد ایک دوسرے سبقت کرکے پے در پے آئینگے۔ جب خانجہاں سربلند رائے کی تحریر سے حقیقت کار پر مطلع ہوا تو اوس نے یاقوت خاں کو خط لکھا جسمیں نہایت استمالت اور دولتخواہی تحریر تھی اور اوس کو سرگرم عزیمت کیا اور سربلند رائے کو بھی ایک مکتوب قلمی کیا کہ لوازم ضیافت و مراسم مہمان داری بجالائے۔

پھر دکن کے متصدیوں کی عرضداشت سے معلوم ہوا کہ نظام الملک نے فتح خاں پسر عنبر کو اور بہت سے دولت ترہیت یافتوں کو ملک بادشاہی میں بھیجکر فساد برپا کیا ہے۔ عمدۃ الملک خانجہاں نے لشکر خاں کو جو بندہائے کہن سال میں تھا اور کارداں تھا برہانپور کی حراست اور محافظت سپرد کی اور خود لشکر کے ساتھ بالاگھاٹ پر متوجہ ہوا اور کھڑکی تک جو نظام الملک کا محل اقامت تھا

مہابت خاں کا فرار

دکن کے واقعات

منازعت کی اور نظام الملک نے قلعہ دولت آباد سے سر نکالا اور وہیں رہا اور حمید خاں نام غلام حبشی کو اپنا پیشوا بنایا مدار اور اختیار ملک و مال کا اوس کے قبضہ اقتدار میں سپرد کیا۔ حمید خاں نے ایک عورت پر عاشق ہو کر نکاح کیا تھا۔ اس کا استرضاے اس مرتبہ پر کرتا تھا کہ لوگ اوس کو دیوس کہتے تھے۔ اس عورت نے نظام الملک سے وہ رشتۂ الفت مستحکم کیا تھا کہ باہر شوہر اور اندر خود صاحب اختیار ہو گئے تھے۔ اس کا حال آگے بیان ہوگا۔ اس عورت نے اپنے شوہر کو خانجہاں کا رفیق بنایا ہدیئے اور تحفے اور نامہ و پیام محبت التیام بھیجکر بنائے دوستی و پدر خواندگی کو قائم کیا۔ اور اپنے فسانہ اور افسوں سے بازار رزم و فوج کشی کو بزم یکجہتی میں تبدیل کیا۔ چار پانچ لاکھ ھن اور دو تین لاکھ روپے کے جواہر خانجہان کو دیکر وہ ملک خرید لیا جو نظام الملک کے ہاتھ سے گیا تھا اور اکبر و جہانگیر نے ہزاروں جانیں کھو کر اور کروڑوں روپے خرچ کرکے لیا تھا اس نمک حرام افغان نے فساد ایام پر نظر کرکے طمع سے بیچ ڈالا۔ ایک دو محال کے محصول کے عوض میں دو بادشاہوں اور دو تین نامدار شہزادوں اور امراے ذوی الاقتدار کی چند سال کی محنت اور کروڑوں روپے کے خرچ کو جو اس دیار کی تسخیر میں صرف ہوئے مفت رائگاں ہاتھ سے دیدیا۔ اور امرائے شاہی کے نام جو تھانوں میں مقرر تھے نوشتے بھیجے کہ اپنے محال کو نظام الملک کے وکلا کو سپرد کردیں۔ ان سب نے اس کے حکم کی اطاعت کی مگر سپہدار خاں حاکم احمد نگر نے خانجہاں کے نوشتہ اور حکم کو نہ مانا اور جواب دیا کہ بادشاہ کے حکم بغیر قلعہ کی کنجیاں میرے سر کے ساتھ وابستہ ہیں پرگنات متعلقہ بالا گھاٹ نواح احمد نگر متصدیان نظام الملک کے ہاتھ آگیا۔

خانجہاں کا بالا گھاٹ کا ملک نظام الملک کو سپرد کرنا

حمید خاں حبشی کی منکوحہ کا حقیقت حال یہ ہے کہ وہ اس ملک کی غریب زادیوں میں سے تھی ابتدا میں کہ نظام الملک شراب پر مفتون اور عورتوں پر شیفتہ تھا تو اوس کی حرم سرا میں داخل ہوئی اور وہ نظام الملک کے لئے شراب ایسی مخفی لی جاتی تھی کہ باہر کے آدمیوں کو خبر نہ ہوتی تھی اور یہ مکارہ عمدہ آدمیوں کی عورتوں کو جو حسن صورت اور زشتی سیرت میں شہرت رکھتی تھیں نظام الملک کی تسخیر دلی کے لئے گمراہ کرکے اس کے بزم عشرت کا ہمدم بناتی عنبر کے مرنے کے بعد وہ امور ملکی کے سرانجام میں مشغول ہوئی۔ ملک و سپاہ کا اختیار اوس کے ہاتھ میں ایسا آگیا کہ جب وہ سوار ہوتی تو اور عمدہ

حمید خاں حبشی کی بیوی

نوکر اس کی سواری کے ساتھ پیادہ چلتے اور اپنے اور بادشاہی مطالب عرض کرتے۔ عادل شاہیوں اور نظام الملکیوں میں ہمیشہ عداوت و فوج کشی رہتی تھی۔ اور ان میاں بیوی کے اقتدار کے زمانہ میں خبر آئی کہ عادل شاہ آراستہ لشکر و جنگی فیلوں اور توپخانوں کو لے کر مقابلہ کو آتا ہے۔ نظام الملک نے جنگ کے ارادہ سے باہر آنا چاہا تو اس عورت نے اُس سے کہا کہ اس جنگ کا اختیار مجھے دیجیے اور فوج کا سردار بنا دیجئے اگر میں خصم پر غالب ہوئی تو مدتوں تک خلق کی زبانوں پر یہ بات رہے گی کہ نظام الملک کی ایک عورت نے بادشاہ بیجاپور کو مقابلہ کرکے ہزیمت دیدی ہے اور خدانخواستہ قضیہ برعکس ہوا تو لوگ کہیں گے کہ بادشاہ نے ایک عورت کو مغلوب کیا۔ پھر اُس کا تدارک ہو سکتا ہے نظام الملک کو یہ بات پسند آئی اور اپنی محبوبہ نازنین کو لشکر کی سرداری پر مامور کیا وہ لشکر کو ترتیب دے کر اور جنگی ہاتھیوں اور توپخانہ کو لیکر چلی خود نقاب مرصع چہرہ پر ڈالا اور ایک ہاتھی پر سوار ہوئی۔ امیروں سے خوش زبانی کرکے امیدیں دلائیں اور وعدہ و وعید و تہدید کرکے اون کو سرگرم کارزار کیا۔ اور بہت سے کڑے مرصع و طلا و نقرہ کے موافق دستور دکن کے ساتھ لئے وہ سپاہ کے دل خوش کرنے کے لئے دیے جاتے ہیں۔ میدان کارزار میں صفوں کو آراستہ کیا۔ لڑنا شروع کیا سپاہی جو شجاعت کا کام کرتے اون کو وہ کڑے مرصع طلا و نقرہ کے دیتی اور اوسکا مرتبہ بڑھاتی اور مٹھائی کے بھرے ہوئے ٹوکرے ساتھ رکھتی اور فوج کو پہنچاتی۔ غرض عادل شاہ کی فوج کو اس مرد افگن زن نے ہٹا دیا۔ پہلے سے زیادہ نظام الملک کی معزز محبوبہ ہو گئی۔

الحاصل خانجہاں نے ایک عورت کی چال بازی سے مات کھائی اور ایسا بڑا ملک اپنے تھوڑے روپیوں کو بیچ ڈالا جو ہندوستان کے بادشاہوں کے ایک روز کے خرچ کے لئے وفا نہ کرتا۔ اور اپنے ولی نعمت اور عالم کے نزدیک اپنے تئیں مطعون کیا۔

خانزاد خاں کی جگہ کرم خاں ولد معظم خاں حاکم بنگالہ مقرر ہوا تھا۔ وہ یہاں آنکر کامیاب مراد ہوا۔ بحسب اتفاق ایک فرمان شاہی اوس کے نام گیا وہ اوس کے استقبال کے لئے کشتی میں سوار ہوا۔ اوس کی کشتی ایک نالہ میں ڈوب گئی وہ اور اوس کے سب ہمراہی بحر فنا میں غریق ہوئے

ان ہی دنوں میں خانخاناں ولد بیرم خاں بہتر برس کی عمر میں اجل طبعی سے مرگیا۔ جب وہ دہلی میں آیا تو اس کا ضعف قوی ہوا یہاں توقف کیا۔ اواسط ۱۰۳۶ھ میں ودیعت حیات کو سپرد کیا اور اس مقبرہ میں کہ اس نے اپنی منکوحہ کے لئے بنایا تھا مدفون ہوا وہ امرائے عظام میں سے تھا۔ جو جو کام اوس نے کئے وہ تاریخ میں بیان ہوئے۔ سوا اس کے خانخاں قابلیت و استعداد میں یکتائے روزگار تھا۔ زبان عربی و ترکی و فارسی و ہندی جانتا تھا۔ عقلی و نقلی علوم اور سنسکرت کے علوم میں بہرہ وافی رکھتا تھا۔ ہندی فارسی میں شعر خوب کہتا تھا ایک رباعی اس کی لکھی جاتی ہے۔ **رباعی**

زنہار رحیم از پئے دل نردی ... بیہودہ بہ آرزوے دل درگروی
گفتم سخنے و باز ہم میگویم ... خواہش کاری ہمیشہ کاہش دردی

جب مہابت خاں ٹھٹھ کی راہ سے پھرا اور وہ فوج اوس کے تعاقب مقرر ہوئی جو اس کا خزانہ چھینے گئی تھی اوس کو حکم تھا کہ اوس کو گرفتار کرے یا قلمرو سے باہر نکال دے۔ کچھ دنوں وہ رانا کے کوہستانوں میں تباہ حالی بسر کرتا رہا۔ اب اوس کے لئے کوئی راہ باقی نہ تھی کہ وہ جہانگیر کا ناصیہ فرسا ہوتا تا چار اپنی نجات شاہجہاں کے توسل میں پائی۔ عرائض اپنے وکلا زبان دان کے ہاتھ بھیجیں جن میں ندامت و خجالت اپنے گناہوں کے عذر میں ظاہر کی۔ شاہجہاں نے بمقتضائے وقت اس کی تقصیرات سے درگذر کی اور فرمان مرحمت عنوان اپنے پنجہ کے ساتھ اس کی استمالت اور تسلی کے لئے بھیجا۔ وہ دو ہزار سوار لیکر شاہجہاں سے جنیر میں ملا۔ ابھی اس کے اقبال میں فروغ دولت تھی کہ شاہجہاں کی ایک درست اوسے اوسکی چندیں سالہ شکست ہوگئی۔

۲۱۔ اسفندارمذ کو بادشاہ کشمیر کی سیر کو روانہ ہوا یہ سفر اضطراری تھا اختیاری نہ تھا۔ بادشاہ کے مزاج کو ہوائے گرم نہایت ناسازگار تھی۔ ہر سال وہ موسم بہار کے شروع میں کشمیر کی صعوبت راہ کو آسان سمجھ کر جاتا اور وہاں کی آب و ہوا سے تر و تازہ و توانا ہو کر ہندوستان میں آتا۔

روز یکشنبہ سوم رجب ۱۰۳۶ھ کو نوروز ہوا۔ دریا چناب کے کنارہ پر جشن ہوا۔ بادشاہ سیر کرتا ہوا اور گھاٹیوں کو طے کرتا ہوا کشمیر میں آیا۔ مکرم خاں کی جگہ فدائی خاں نے صوبہ بنگالہ کی

مہابت خاں کا حال

نوروز جلوس [illegible]

حکومت پر سرفرازی پائی اور یہ مقرر ہوا کہ ہر سال وہ پانچ لاکھ روپئے نور جہاں بیگم کے خزانہ عامرہ میں داخل کیا کرے۔

اس عرصہ میں کہ بادشاہ کشمیر کی سیر کر رہا تھا آناً فاناً میں دمہ کے مرض نے جو مدت سے اوس کے دم کے ساتھ تھا زور کیا اور برے آثار ظاہر ہوئے۔ گھوڑے ہاتھی پر سوار ہونے کی طاقت نہ رہی پالکی میں سوار ہوتا کچھ دنوں بعد اس مرض میں تخفیف ہوئی تو بھوک جاتی رہی اور افیون سے بھی نفرت ہوگئی جو چالیس برس کے رفیق منہ سے لگی ہوئی تھی۔ فقط شراب انگوری کے دو چار پیالوں پر زیست کا مدار تھا۔ ایسے وقت میں شہزادہ شہریار داء الثعلب کے مرض میں مبتلا ہوا۔ ڈاڑھی مونچھ کے بال اڑ گئے ٹنڈ منڈ ہو گیا۔ ہوا خواہوں کی مصلحت کے تقاضے سے باوجود نور جہاں کی ممانعت کے اوس نے لاہور میں علاج کے واسطے جانے کے لئے بادشاہ کی منت سماجت کی۔ بادشاہ کے حکم سے وہ لاہور روانہ ہوا۔ نور جہاں نے مصلحت کار کے لئے احتیاطاً داور بخش پسر خسرو کو اوس کے حوالہ کر رکھا تھا کہ مقید رکھے۔ اب جو وہ جانے لگا تو اوس کے لیجانے کو اپنے لئے ایک یار سنگین سمجھا اوس نے کہا کہ اب وہ کسی اور شخص کو حوالہ کیا جائے سو وہ ارادت خاں کے سپرد ہوا۔ اب بادشاہ نے کشمیر کے سرد ملک کو چھوڑ کر لاہور کے گرم ملک کی طرف راہ لی بارہ مولہ میں آیا۔ شکار کے لئے بادشاہ سوار نہیں ہوسکتا تھا۔ اس طرح شکار کھیلنے بیٹھا کہ زمیندار ہرنوں کو گھیر گھار کر تیغہ کوہ پر دولتخانہ کے سامنے لاتے بادشاہ اون پر بندوق مارتا وہ لوٹتے پوٹتے پہاڑ سے نیچے گرتے اور اپنا تماشا دکھلاتے۔ اس ملک کا ایک اہل رسید پیادہ ہرن کو بھگا کر لایا۔ ہرن ایک پرچہ سنگ پر اڑ کر ہو بیٹھا کہ اچھی طرح دکھائی نہیں دیتا تھا اس پیادہ نے چاہا کہ آگے جا کر اوس کو بھگائے کہ قدم کا آگے رکھنا تھا کہ وہ پھسلا آگے درخت تھا اوس کو پکڑا تو وہ بھی اکھڑا اور خود شکار کی طرح پہاڑ سے قلابازیاں کھاتا ہوا نیچے آیا۔ سارا بدن چور چور ہوگیا بادشاہ یہ دیکھ کر گھبرایا اور مقرر ہوا کہ پیادہ کی ماں روتی پیٹتی آئی روپیہ سے اوس کی تسلی کی۔ مگر اس کا اپنا دل ایسا بیقرار ہوا کہ پھر اوسکو قرار نہ ہوا اس پیادہ ہی نے اپنی صورت میں حضرت عزرائیل کی تجلی دکھادی۔ اب بادشاہ لاہور کی طرف

آگے بڑھا۔ پہاڑ کے اتار چڑھاؤ نے بھی مرض کو اور زیادہ کیا۔ شراب سے بھی نفرت ہوگئی
راجپور کی راہ میں ایک پیالہ پیا تھا وہ حلق سے نہ اترا تے ہو گیا۔ دولت خانہ تک پہنچتے
پہنچتے نزع کی حالت طاری ہوئی۔ پہر دن چڑھے ۲۸۔ صفر ۱۰۳۷ھ مطابق ۲۸۔ اکتوبر
۱۶۲۷ء کو سفر آخرت پیش آیا۔ ساٹھ برس کی عمر تھی۔ ۲۲ برس سلطنت کی۔ یا ۲۱ سال
۸ ماہ ۴ روز تاریخ وفات ؎ خرد گفتا جہانگیر از جہاں رفت ؎ جہانگیر کے مرنے سے
نور جہاں کے سہاگ کی چوڑی ٹھنڈی ہوئی۔ سارے بھاگ اوس کے خاوند کے ساتھ خاک میں
مل گئے۔ سارا بناؤ سنگار رنگین کپڑے پہننے چھوڑ دئے رات دن رونا پیٹنا اختیار کیا
تادم واپسیں اس سوگ کو اپنے ساتھ رکھا مگر اس حال میں بھی اپنے داماد شہریار کے شہریار
بنانے کا خیال نہ چھوڑا۔ ہرچند اوس نے اپنے بھائی آصف خاں کو تجہیز و تکفین اور امور ملکی
کی مصلحت کے لئے بلایا۔ مگر اس کو اپنے گھر میں سلطنت لینی تھی وہ اپنے داماد کو چھوڑ کر
بہن کے داماد کے لئے کیوں تدبیر کرتا۔ اوس نے سلفت عذر کرکے دفع الوقت کیا اور
اعظم خاں اور ایک جماعت امرا کو جو اوس کے ہمراز اور دمساز تھے ہمداستان بناکے داور بخش
پسر خسرو کو قید سے نکال کر اوس کو مژدہ سلطنت سنایا جو محض خواب و خیال تھا۔ داور بخش
جانتا تھا کہ یہ سلطنت بے اعتبار دو تین ہفتے زیادہ نہیں ہے وہ میرا خون بہائیگی یہ تخت میرا
تختہ بنے گا وہ اس امر پر بے اختیار راضی نہ ہوا۔ اضطرار اور انکار بہت کیا مگر فائدہ نہ ہوا
عہد و سوگند سے اوس کی تسلی کی گئی اور بہ تقاضائے مصلحت جیسے کہ مریض کی جان کے عوض کے
لئے گوسفند کو صدقہ کے لئے لاتے ہیں تخت پر بٹھایا۔ چتر سر پر رکھا۔ شرط نثار اور مبارکباد بجالائے
منزل بھنبر میں اوس کے نام کا خطبہ پڑھوایا۔ نور جہاں بیگم چار ناچار روتی پیٹتی اپنے رفیق آخرت
کی نعش کو لیکر لاہور میں لائی اور اپنے باغ میں مدفون کیا۔

داور بخش کی تخت نشینی

آصف خاں نے بنارسی داس ایک ہندو کو جو تیز روی میں مشہور تھا بلاکر کہا کہ ہمارے
ہاتھ کی انگوٹھی لو اور ابھی شاہجہاں پاس پر لگاکر اڑ جاؤ اور زبانی پیغام دو کہ جہانگیر کا انتقال
ہوا۔ عرضداشت کا لکھنا مقتضائے وقت نہ تھا یا اوس کو ایسی جلدی تھی کہ عرضداشت لکھنے میں

وقت ضایع نہ کیا۔ زبانی باتیں اوس کو سمجھادیں کہ اول بہت جلد مہابت خاں پاس جانا اور اوسکے ساتھ شاہجہاں کی ملازمت میں آنا اور جلد روانہ ہونے میں مبالغہ کرنا۔

نورجہاں بیگم شہریار کی سلطنت کے لیے بہت بیقرار تھی اسکی دوسری بہن کا شوہر صادق خاں تھا اور نورجہاں کے ساتھ ہمراہ تھا۔ آصف خاں نے دونو بہنوں کے گھر پر چوکی بٹھاکر امرا اور نامہ و قاصد کی آمد و رفت بند کردی۔ سب امرا جانتے تھے کہ آصف خاں نے دولت شاہجہانی کی استقامت و استدامت کی یہ تمہید کی ہے کہ داور بخش کو بادشاہ بنایا سب اوسکی اطاعت کرتے تھے

نورجہاں بیگم اس اندیشہ و تدبیر میں تھی کہ شہریار کو سریر آرائے سلطنت کرے۔ شہریار نے لاہور میں باپ کے مرنے کی خبر سنی تو اپنی بیوی کی تحریک اور فتنہ پردازی سے اپنے تئیں بادشاہ بنایا۔ اور خزانوں اور تمام بادشاہی کارخانجات پر دست دراز کیا۔ جس شخص نے جو مانگا وہ اوس کو دیدیا۔ اور لشکر اور جمعیت جمع کرنے میں مصروف ہوا۔ اور ایک ہفتہ میں خزانہ کے نوّے لاکھ روپیوں میں سے ستر لاکھ روپئے قدیم و جدید منصبداروں کو دیدیے کہ اوسکے ہاتھ کو لیں لائے اور مستقل بادشاہ ہو جائے۔ بایسنغر خاں پسر دانیال جہانگیر کی وفات کے بعد لاہور میں شہریار پاس بھاگ آیا تھا وہ اُس کا سپہ سالار مقرر ہوا۔ اور لشکر کو دریائے راوی کے پار لے گیا۔ اس طرف سے آصف خاں بڑا ایک ہاتھی پر داور بخش کو کہ وہ دبدبہ و تجمل بادشاہی کے ساتھ بٹھایا۔ دوسرے ہاتھی پر آپ سوار ہوا۔ لاہور سے تین کوس پر دونو لشکروں کا آمنا سامنا ہوا۔ اول ہی حملہ میں شہریار کی سپاہ کا انتظام شکستہ ہوا۔ اور ساری فوج فرار ہوئی۔ بعض قلعہ لاہور میں داخل ہوئے۔ اور ایک جماعت داور بخش کی سپاہ سے آن ملی۔ شہریار دو تین ہزار سواروں کے ساتھ لاہور سے باہر نیرنگی تقدیر کا منتظر تھا کہ ؎ تا خود فلک از پردہ چہ آرد بیروں ؎ کہ ناگاہ ایک ترکی غلام نے جنگ گاہ سے دوڑکر اس شکست کی دلکوب خبر سنائی تو شہریار قلعہ کے اندر آیا اور خود اپنے پانوں کو جال میں پھنسایا۔ دوسرے دن امرا نے حصار شہر کے متصل لشکرگاہ بنایا۔ اکثر شہریار کے نوکر قول لیکر آصف خاں سے آن ملے اور رات کو قلعہ کے اندر اعظم خاں گیا اور بادشاہ دولت خانہ میں ٹھیرا۔ اور صبح کو اور امرائے عظام قلعہ میں گئے اور داور بخش کو سریر آرا کیا

۹،۱۱

شہریار بادشاہ کی حرم سرا میں جریدہ گیا۔ فیروز خاں خواجہ سرا نے اوس کو پکڑکر اللہ وردی خاں
کو سپرد کیا۔ اور وہ اوس کو داور بخش کے روبرو لایا۔ اور مراسم کورنش وتسلیم اُس سے ادا کرائیں
اُس کو محبوس کیا۔ اور دو تین روز بعد اندھا کیا۔ تو اوسنے یہ رباعی بدیہہ فرمائی۔ رباعی

زنرگس گلاب ارچہ تو ال کشید کشید تد از نرگس من گلاب
اگر از تو پرسند تاریخ من بگو کور شد دیدۂ آفتاب

آصف خاں نے عرضداشت میں نوید فتح شاہجہاں پاس ارسال کی اور التماس کیا کہ حضور بہت
جلد یہاں تشریف فرما ہوکر آشوب واختلال سے خلاص کریں۔ اب بنارسی اور شاہجہاں
کے سفر کا بیان مجمل ہوتا ہے۔ بنارسی منزل چکرہٹی سے جو وسط کشمیر میں ہے بیس روز
کے عرصہ میں ١٩۔ ربیع الاول ١٠٣٧ھ کو جنیر میں پہنچا جو سرحد نظام الملک کی انتہا پر ہے وہ اول
مہابت خاں کے پاس جو شاہجہاں کو قدمبوسی کے لئے آیا ہوا تھا گیا۔ اور صورت حال
کو عرض کیا وہ برق وباد کی طرح حرم سرا سے میں پہنچا اور خبر بھیجی۔ شاہجہاں محل سے باہر آیا
اور بنارسی زمین بوس ہوا۔ حقیقت حال عرض کی اور آصف خاں کی تحریر بادشاہ کو دی
اس حادثہ دلخراش کے واقع ہونے سے شاہجہاں کو رنج وغم ہوا۔ مراسم تعزیت کا وقت
یہ نہ تھا۔ مہابت خاں کے کہنے سے پنجشنبہ ٢٣۔ ربیع الاول ١٠٣٧ھ کو نجومیوں کی مہورت
کے موافق گجرات کی راہ سے دار الخلافہ کی طرف کوچ کیا۔ اور آصف خاں کو بنارسی کے بھیجنے کا
اور اپنے چلنے کا فرمان امان اللہ کے ہاتھ ڈاک چوکی میں بھیجا۔ خان جہاں خاں صوبہ دار
برہان پور میں تھا جسکی تقصیرات کا بیان اوپر ہوا۔ اون پر شاہجہاں کو اطلاع تھی مگر اوس پر بھی
اوس نے جان نثار خاں کو اس پاس فرمان لطف آمیز دیکر بھیجا۔ وہ نمک حرامی کے توہم میں گرفتار
اور دریا خاں روہیلہ اور آقا افضل دیوان دکن (کہ دیوان شہریار کا بھائی تھا اور نورجہاں اور
شہریار کے حال پر مطلع نہ تھا) کے بہکانے سے خان نے فرمان کے جواب میں عرضداشت
نہ بھیجی اور جان نثار خاں کو آزردہ کیا اور فقط فرمان کی نافرمانی پر اکتفا نہیں کی بلکہ برہانپور میں
اپنے بیٹوں کو سکندر خاں لودھانی کے ہمراہ چھوڑکر خود اپنی جمعیت اور بادشاہی ملازموں کی

راجہ گج سنگھ وغیرہ کو جو اوس کی رفاقت میں مجبوری سے تھے ہمراہ لیکر مانڈو میں آیا اور مالوہ کے اکثر قصبات ومحالات کو تاخت وتاراج کیا اور اس مخالفت و بغاوت کا نقارہ بجاکر برہان پور میں مراجعت کی۔

شاہجہاں جب بابپارے کے سے گذرا شیر خاں عرف ناہر خاں کی عرضی آئی جسمیں اطاعت اور فدویت کا اظہار اور سیف خاں کے ارادہ فاسد کا اظہار تھا سیف خاں اسوقت احمد آباد میں صوبہ دار تھا اور جہانگیر کے عہد میں شاہجہاں کے ساتھ بہت گستاخیاں کیں تھیں اپنے کاموں سے اوس کو ہراس خوف بہت تھا۔ شیر خاں کی عرضداشت آنے سے اُس کی تصدیق ہوگئی اس لئے شیر خاں کو گجرات کے صاحب صوبہ ہونے کا حکم ہوا اور فرمان گیا کہ شہر احمد آباد پر متصرف ہوکر معتمد خاں کے حوالہ کرے اور سیف خاں کو نظر بند کرکے ہمارے پاس بھیجدے اوسوقت سیف خاں سخت بیمار تھا۔ ملکہ ممتاز محل کی بڑی بہن سیف خاں کی بیوی تھی اور ملکہ کو اپنی بہن سے نہایت محبت تھی اور سیف خاں کی ناہمواری اور بیماری سے دونوں بہنوں کی خاطر جمع نہ تھی وہ سیف خاں کی شفیع ہوئیں۔ بیگم کی التماس کے موافق خدمت پرست خاں کو حکم ہوا کہ وہ شیر خاں کو پیغام پہنچادے کہ سیف خاں کے نظر بند کرتے میں کوئی ضرر جانی اُس کو نہ پہنچائے۔ بادشاہ نے دریائے نربدا سے عبور کرکے قصبہ سندور میں وزن قمری کا جشن کیا۔ دلیر خاں بارہہ نے آنکر شہریار کے مکحول ومقید ہونے کی اور دانیال کے بیٹوں کے محبوس ہونے کی خبر سُنائی۔ سیف خاں قریب المرگ ہوگیا تھا۔ شاہجہاں نے اوس کی تقصیر معاف کیں تو پھر اوس کی جان میں جان آئی۔ بیماری صحت سے بدل گئی۔ جب بادشاہ احمد آباد سے محمود آباد میں آیا تو شیر خاں مع عیسی خاں ترخان کے شرف ملازمت ہوا۔ شیر خاں کو منصب پنچ ہزاری وصوبہ داری احمد آباد سے سربلندی ہوئی۔ اور عیسیٰ خاں چار ہزاری منصب اور دو ہزار سوار کی پایہ پر پہنچا اور ٹھٹھہ کی حکومت سے معزز ہوا۔ یمین الدولہ آصف خاں پاس خدمت پرست خاں فرمان لایا کہ جو کچھ کیا وہ مستحسن ہوا اگر امن کے لئے اور دفع آشوب کے واسطے داور بخش اور شہریار اور دانیال کے بیٹوں کو جو مادہ فساد ہیں شہر عدم کو روانہ کرے تو ہوا خواہان ملک اور سلطنت کے لئے قرین مصلحت ہوگا۔

سرداریٔ ملک تا بہ تن است　　　　تن ملک را قفنہ پیراہن است

اس فرمان کے پہنچنے کے بعد آصف خاں نے حکم کے مطابق ۲۲ - جمادی الاولے کو داور بخش اور اوس کے بھائی گشتاسپ شہریار اور دانیال کے بیٹوں طہمورث ذہوشنگ کو صحرائے عدم میں آوارہ کیا۔ بایسنغر خاں پسر دانیال بچ کر چلا گیا۔ اور شاہجہاں کے نام کا خطبہ منبروں پر پڑھوایا۔ جب شاہجہاں سرحد رانا میں آیا۔ تو راما کرن جو ایام شاہزادگی میں جانفشانی کی شرطوں کو بجالایا تھا۔ زمین بوس اور مورد الطاف ہوا۔ اجمیر میں شاہجہاں پیادہ پا حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ کے مزار پر آیا۔ اور بہت روپیہ مستحقوں کو خیرات میں دیا اور حکم دیا کہ ایک مسجد سنگین یہاں بنائی جائے اور اس کے جلد بننے کی تاکید کی۔ مہابت خاں کی درخواست کے موافق اجمیر کی صوبہ داری اوس کو مرحمت ہوئی۔ جابجا زراعت کی حفاظت کے لئے اور رعایا اور زیر دستوں کے حفظ مال اور ناموس کے واسطے اور زیر دستوں کی تنبیہ کیلیے خدا ترس اور حق شناس آدمی مقرر کئے اور آخر جمادی الاخری سنہ مذکور میں دار الخلافہ آگرہ میں شاہجہاں آیا۔ اور ایک عالم اوسکے دیکھنے سے خرم و شاد ہوا۔ دوشنبہ بست و ہفتم جمادی الاخری کو سریر سلطنت پر جلوس فرمایا اور خطبہ اور سکہ کو اپنے نام سے زیب و زینت بخشی

جہانگیر کی سلطنت میں سفارت انگلستان

سر طامس رو ممبر پارلیمنٹ جو انگلستان سے ہندوستان میں سفیر شاہ انگلستان آیا وہ ۱۵۶۸ء سنہ میں پیدا ہوا تھا۔ اوکسفورڈ یونی ورسٹی میں اوس نے تعلیم پائی تھی۔ وکالت کی لیاقت پیدا کی تھی۔ وہ انگلستان کے اون مدبران ملکی میں سے تھا جو انگلستان کی آب ہوا اور اہن ماتہ کی معاشرت نے پیدا کئے تھے۔ وہ فاضل وزیر کار اور ناموس دوست مہذب و دلیر تھا۔

جب جیمس اول بادشاہ انگلستان نے اوس کو نائٹ کا خطاب دیا۔ وہ ریسٹ انڈیس کے سفر میں ہنری پرنس ویلز کی ہمراہی کے لئے انتخاب کیا گیا۔ وہ ۱۶۰۹ء سنہ میں امیزون کے کنارہ پر آیا ۱۶۱۴ء سنہ میں وہ کامن ہوس میں مباحثہ کے لئے کھڑا ہوا۔ وہ سال آئندہ میں جہانگیر کے دربار

کے لئے سفیر مقرر ہوا کہ ایسٹ انڈیا کمپنی کے مقاصد کی توسیع کرائے اس وقت یہ کمپنی
حالت طفلی میں تھی۔ بعد اس کے وہ انگریزی سفیر ٹرکی کا مقرر ہوا اور کئی برس تک قسطنطنیہ میں
رہا۔ پھر دنیا کا سفیر ہوا۔ ۱۶۴۴ء میں چہتر برس کی عمر میں مرگیا۔ اوس نے جو اپنا اور جہانگیر کا حال
لکھا ہے اوس کو ہم نقل کرتے ہیں۔ وہ لکھتا ہے کہ جب سورت میں ۱۶۱۵ء میں آیا تو سمندر میں
انگریزی جہاز جھنڈیوں و بیرقوں سے آراستہ ہوئے۔ اسی توپیں میری سلامی میں چھوڑی گئیں
کپتان اور سوداگروں اور اسی مسلح آدمیوں سے مرا بوڈی گارڈ اوف اونر مرتب ہوا۔ بادشاہی
افسروں نے میرا استقبال کیا۔ ایک کھلے ہوئے خیمہ میں مجھے اوتارا۔ مگر پھر یہ بد اخلاقی کی کہ
میرے نوکروں کی تلاشی لینے لگے۔ میرے بکسوں کو توڑا۔ ہرچند میں نے کہا کہ ان بکسوں
میں جہانگیر کے واسطے تحائف لایا ہوں مگر اونھوں نے اوس کے کہنے کو ذرا نہ سنا
شہر سورت میں ایک مکان رہنے کے لئے مجھے دیا۔ ایک مہینہ تک یہاں اس انتظار میں
مجھے رہنا پڑا کہ گاڑیاں اور چوکی پہرہ کے آدمی ہمراہی کے لئے ملیں کہ میں برہان پور تک ان
تحائف کو لے جاؤں طامس رو کا سفرنامہ ۲۶۔ ستمبر سے ۲۰۔ اکتوبر ۱۶۱۵ء آگے اسی سفرنامہ
کے سنہ و تاریخ کا حوالہ دیا گیا ہے۔

جہانگیر آگرہ میں نہ تھا۔ وہ اجمیر کے جنوب میں گیا ہوا تھا۔ اوس نے اجمیر کو اپنا صدر مقام
بنایا تھا۔ سورت سے مشرق کو برہانپور تک اور برہان پور سے شمال کو اجمیر تک سڑک جاتی تھی
میں پندرہ روز میں سورت سے برہان پور گیا۔ ملک ویران پڑا تھا۔ قصبات و دیہات میں مٹی کے
کچے جھونپڑے تھے۔ ان میں کوئی مکان اُترنے کے قابل نہ تھا۔ پہاڑی چوروں کے ہاتھ
سے ایک منزل میں تیس سواروں اور بیس بندوقچیوں نے مجھے بچایا۔ برہانپور میں کوتوال سولہ
سوار جھنڈیاں لئے میرے استقبال کو آیا۔ اور مجھکو ایک مکان میں لے گیا جو باہر سے سنگین شاندار
بنا ہوا تھا۔ مگر اوس کے اندر کمرے تنور کی مانند تھے۔ اس لئے میں اپنے خیمے میں سویا اول
نومبر سے ۱۳ ۱۶۱۵ء تک مغلوں کی فوج جو دکن میں رہتی تھی اوس کا صدر مقام برہانپور تھا یہاں میں نے
پرویز سے ملاقات کی۔ پرویز باپ کی طرح یہاں بادشاہی کرتا تھا۔ اوسکی حویلی کے آگے

سواروں کا دستہ کھڑا رہتا تھا جب وہ باہر نکلتا تو وہ سلامی اوتارتا ہیں اسکے دربار میں داخل ہوا وہ تخت گاہ پر بیٹھا ہوا تھا۔ اور اوس کے سر پر شامیانہ تنا ہوا تھا۔ تخت گاہ سے نیچے چبوترہ تھا جس پر سرخ کٹہرہ لگا ہوا تھا جس میں امرا کھڑے رہتے تھے میں نے پرویز کے آگے زمین بوس ہونے سے انکار کیا اور کہا کہ میں ایک بادشاہ کا سفیر ہوں نوکر نہیں ہوں میں چبوترہ کی تین سیڑھیوں پر چڑھا۔ امرا پرویز کے گرد غلاموں کی طرح دست بستہ کھڑے تھے میں نے پرویز کے آگے سر جھکایا پرویز نے بھی جواب میں سر جھکایا۔

میں نے بیان کیا کہ میں شاہ انگلینڈ کا سفیر ہوں پرویز نے کچھ سوال مجھ سے پوچھے میں آگے سیڑھیوں پر چڑھ کر جواب دینا چاہتا تھا کہ شہزادہ کے ایک آدمی نے مجھے روک دیا اور مجھ سے کہا کہ آگے شاہ نہ سلطان ترک قدم رکھ سکتا ہے۔ یہ مغلوں کو گھمنڈ و غرور تھا۔ مگر پرویز نیک مزاج تھا۔ اوس نے میری درخواست منظور کی کہ برہان پور میں انگریز اپنی تجارت کی کوٹھی قائم کر سکتے ہیں۔ گاڑیوں اور پہرہ چوکی کے سامان تیار کرنے کا حکم دیدیا کہ وہ مجھکو آگرہ تک پہنچا دیں۔ اوس نے میری نذر کو میزبانی سے قبول کیا۔ اس میں ایک کیس شراب کی بوتلوں کا تھا اوسے دیکھ کر وہ پسیجا اور مجھ سے کہا کہ میں تم سے خلوت میں ملکر باتیں کرونگا وہ اس کام کے لئے تخت گاہ سے اوٹھ گیا۔ مگر پھر مجھ کو اوس نے بلایا نہیں میں بے فائدہ انتظار کرتا رہا۔ اور آخر کو اوس نے بن ملے مجھے رخصت کر دیا۔ پرویز نے شراب اسقدر پی لی تھی کہ وہ کسی سے ملنا نہیں چاہتا تھا۔ ۱۴۔ نومبر سے ۲۷ تک ۱۶۱۵ء۔

سفر اجمیر

ایک مہینے کے عرصہ میں برہانپور سے اجمیر گیا۔ راہ میں مانڈو میں گذر ہوا جو مالوہ کا قلعہ عظیم تھا یہاں سے چتوڑ گیا جو راجپوتانہ کا قدیمی دار السلطنت تھا۔ اور اب ایک ویران قلعہ تھا۔ سارے رستے مجھے بخار آتا رہا۔ میں ۲۳۔ دسمبر ۱۶۱۵ء کو اجمیر میں داخل ہوا۔ ۱۰۔ جنوری ۱۶۱۶ء کو میری اول ملاقات جہانگیر سے ہوئی۔ ۲۶۔ نومبر ۱۶۱۵ء سے ۱۰۔ جنوری ۱۶۱۶ء تک سر رو کا دربار میں جانا ہندوستان کی تاریخ میں ایک واقعہ عظیم ہے وہ اس قوم کا سفیر اول تھا جس نے ہندوستان میں بعد ازاں شان و شکوہ سے سلطنت کی۔ اوس سلطنت گری کا اوسنے دیکھا کہ

سر طامس رو کا دربار جہانگیری میں جانا

دربار کے محل کی پشت پر ایک تخت گاہ ہے اور تخت پر جہانگیر بیٹھا ہے۔ اوسنے سجدہ زمین بوس سے انکار کیا۔ بادشاہی آدمیوں نے بھی اوس پر کچھ اصرار نہیں کیا۔ وہ اول کٹہرہ تک گیا جو تمام آدمیوں کو امرا سے جدا کرتا تھا۔ وہاں اول کورنش ادا کی پھر وہ سُرخ کٹہرہ تک جاکر امرا میں داخل ہوا اور دوسری دفعہ کورنش کی۔ وہ چبوترہ پر تین سیڑہیاں چڑہا اور تیسری دفعہ کورنش بجا لایا۔ اب وہ امرا اور شہزادوں کے درمیان کھڑا ہوا۔ اس نے اس دربار کو بھی تھی ایٹر سے تشبیہ دی ہے کہ بادشاہ گیلیری کے اوپر بیٹھا ہے اور بڑے آدمی سٹیج کے اوپر ایکٹر ہیں اور گنوار اسکا تماشا دیکھ رہے ہیں۔

جہانگیر نے اس انگریزی سفیر پر بہت التفات کیا۔ اور اوس نے شاہ انگلستان کو کہا کہ وہ میرا شاہی برادر ہے اوس نے شاہ جیمس کے خط کو حیرت کی نگاہ سے دیکھا۔ فارسی ترجمہ اوسکے ساتھ تھا وہ لکھتا ہے کہ میں نے جو تحائف پیش کئے وہ بادشاہ نے بڑی خوش اخلاقی سے قبول کئے یہ تحفے باجے۔ چاقو۔ کارچوبی سگرات و تلوار اور انگریزی کوچ یعنی گاڑی تھی میرے ہمراہیوں میں سے ایک باجا بجانے والے سے بادشاہ نے باجا بجوایا۔ انگریزی کوچ دربار سے باہر رہی بادشاہ نے اوس کے دیکھنے کے واسطے اپنے آدمیوں کو بھیجا۔ اوس کو میری صحت کا فکر تھا اوس نے مجھ سے کہا کہ میں آپ کے علاج کے واسطے اپنے کسی طبیب کو بھیجدوں۔ اوسنے مجھ کو صلاح دی کہ جب تک قوت نہ آئے گھر میں رہو۔ جن باتوں کو بادشاہ جاننا چاہتا تھا وہ اوس نے بے تکلف مجھ سے پوچھیں۔ پھر مجھ کو رخصت کیا۔ میں اپنی اس ملاقات سے بہت منبسط ہوا مجھے لوگوں نے کہا کہ کبھی کسی سفیر کی ایسی تواضع نہیں ہوئی جیسی تمہاری ہوئی ہے۔ ۱۰ جنوری ۱۶۱۶ء جب دربار ہو چکا تو جہانگیر پھر شاہ عظیم الشان نہ رہا بلکہ ایک محقق منقل بن گیا۔ وہ باہر آیا اوس نے انگریزی کوچ کا ملاحظہ کیا۔ اوس کے اندر خود بیٹھا اور اوس کے نوکروں نے کوچ کو چلایا۔ اوس سرطامس رو کے انگریزی نوکر کو حکم دیا کہ وہ انگریزی وضع سے اپنے تئیں لباس اور تلوار سے آراستہ کرے۔ اوس نے تن کر اپنی تلوار سونتی اور پھرائی۔ بادشاہ نے پادریوں سے شکایت کی کہ تحائف نہایت خفیف ہیں وہ چاہتا تھا کہ شاہ انگلستان نے

اوسکو جو اہر پیش ہوتے ۔ ۲۵ - جنوری ۱۶۱۶ کا خط بنام ایسٹ انڈیا کمپنی ۔

عہد نامہ کے باب میں ہیر پھیر تیاریاں

بہت مہینوں تک میں اس خیال میں پڑا رہا کہ عہد نامہ کی تیاریاں ہو رہی ہیں خرم نے میری خوب مدارات اور آؤ بھگت کی اور اُس نے وعدہ کیا کہ میں تمہارے خرخشوں کا علاج کرونگا ۔ جہانگیر نے بھی میری خاطرداری کی اور فرمانوں کو جاری کردیا کہ خشکی میں تمام راہ داری کے محصول معاف کردیے جائیں ۔ مگر یہ فرمان خالی احکام ہی تھے ۔ اگر کوئی اون سے عدول کرتا تو سزا نہ پاتا ۔ میں چاہتا تھا کہ ایک عہد نامہ ایسا حاصل کروں جسپر بادشاہ کے دستخط ہوں ۔ میں نہیں جانتا تھا کہ اگر ایسا عہد نامہ ہوگا تو امرا اور اہلکاران شاہی کو خاص شرائط کا پابند کریگا اور اوس کے عوض میں انگریز سوا چند تحائف کے کچھ اور نہ دینگے اور اپنی موعود تجارت کو بڑھا نینگے نہ کوئی وزیر نہ کوئی حاکم اس عہد نامہ کو اس سبب سے چاہتا تھا کہ وہ اون کی حکومت کا مانع ہوتا تھا ۔ سفر نامہ رو ۔

واقعات سلطنت سے عموما اطلاع پاسکتا

ان عہد و پیمان میں سفیر انگلستان کو ایک اور دقت پیش آئی جس سے وہ دق ہوا کہ دربار میں جو کام ہوتا اوس کو اور بادشاہ کے ہر کام کو واقعہ نویس لکھتے اور اُس کو دفتر شاہی بناتے ۔ جس شخص کا دل چاہتا ایک روپیہ خرچ کرکے نہایت مخفی اور نازک و خانگی معاملات پر آگاہ ہوسکتا تھا ۔ جب بادشاہ مرجاتا تو انھیں دفتروں سے اوس کے سلطنت کی تاریخ مقید بہ زمانہ بن جاتی ۔

جشن نوروز

نوروز کا جشن مارچ کے مہینے میں ہوا ۔ یہ جشن اسلامی نہیں ہے بلکہ اسلام سے بہت مدتوں پہلے وہ ایران میں ہوتا تھا ۔ دربار میں جہانگیر بہت شان و شوکت سے آیا ۔ اس کا تخت سیپ کا بنا ہوا تھا ۔ وہ مسند تکیہ پر آن کر بیٹھا جن میں موتی اور بیش قیمت جواہر ٹکے ہوئے تھے اوسکے سر پر ایک شامیانہ زربفت کا لگا ہوا تھا اوس میں موتیوں کی جھالر لٹکتی تھی اور اس میں سونے کے سیب و ناشپاتی اور انار آویزاں تھے ۔ دربار کے دیوان خاص سے آگے ایک صحن تھا اس کا طول ۵۶ قدم اور عرض ۴۳ قدم تھا ۔ اس میں ایرانی قالین بچھے ہوئے تھے اور اسکے اوپر شامیانہ ریشمی مخمل اور کمخواب کا لگا ہوا تھا اور وہ بانس کی چوبوں پر ایستادہ تھا اور چوبوں پر

سونے چاندی کے خول چڑھے ہوئے تھے اور اس مربع کے درمیان چھوٹے مکان تھے ان میں سے ایک چاندی کا مکان تھا اور بہت سی عجیب عجیب چیزیں تھیں۔ اس شامیانہ کے گرد امرا کے شامیانے کھڑے تھے اور ان میں بادشاہ کی پیش کش کے لئے نادر چیزیں رکھی ہوئی تھیں۔ ۱۱۔ مارچ ۱۶۱۶ء

میں نے دوسرے روز شامیانہ میں دولت کی نمائش دیکھی۔ اسباب کا بڑا انبار تھا مگر اس میں عظمت و جلال نہ تھا۔ ساری چیزیں بے قرینے لگی ہوئی تھیں۔ وہ یہ معلوم ہوتا تھا ایک کپ بورڈ پر پلیٹ اور کارچوبی سلیپروں کی نمائش ہے۔ ایک کونے میں وہ تصویریں لگی ہوئی تھیں کہ میں انگلستان سے لایا تھا۔ یہ تصویریں جیمس اول۔ کوئین این۔ لیڈی ایلزبتھ۔ طامس اول گورنر ایسٹ انڈیا کمپنی کی تھیں۔ ۱۲۔ مارچ ۱۶۱۶ء

مغل کے دربار سے میرا دل بھر گیا۔ نئی نئی چیزوں کے دیکھنے سے تھک گیا۔ اہلکاروں نے چلتی گاڑی میں روڑا اٹکایا۔ سرخ کٹہرے میں جانے سے میں روکا گیا جس کی شکایت میں نے جہانگیر سے کی جس کے بعد مجھ کو کسی نے منع نہیں کیا۔ شاید میں روکے جانے سے مستثنیٰ کیا گیا۔ رانا اودے پور کا بیٹا اوس کے دربار میں آیا تھا۔ بادشاہ کے روبرو تین دفعہ سجدہ زمین بوس کیا جہانگیر نے اوس کو اپنی تخت گاہ میں بلایا۔ اور اوس کے سر کو بغل میں لیا۔ ان رسومات سے میں ناخوش ہوتا تھا۔ ہاتھیوں کی موجودات ہوئی۔ ناچنا گانا ہوا۔ ۱۲۔ مارچ سے ۲۳۔ مارچ ۱۶۱۶ء

اب میں نے جہانگیر سے عہد نامہ کی درخواست کی۔ اس درخواست سے قصہ اٹھ پڑا۔ اراکین سلطنت نے یہ ارادہ کر لیا کہ انگریزی سفیر سے عہد نامہ نہ ہونے دیں۔ اُن کو اندیشہ تھا کہ شاید جہانگیر عہد نامہ لکھنے پر راضی ہو جائے۔ ایک دن یہ تماشا ہوا کہ میں تحفیں بادشاہ کے سامنے پیش کر رہا تھا آصف خاں و شاہزادہ خرم ترجمان کو خاموش کرنا چاہتے تھے مگر میں نے ترجمان کو قابو میں رکھا اور آصف خاں کو آنکھیں جھپکانے اور فضول اشاروں کے کرنے میں بے سود تکلیف اٹھانی پڑی۔ استے میں بادشاہ غصہ میں بھر آیا اور اصرار سے پوچھا کہ کس نے انگریزوں کو تکلیف پہنچائی ہے۔ جب میں نے آصف خاں و خرم کا نام لیا تو بادشاہ نے بیٹے کا نام

سنکر خیال کیا کہ میں گویا بادشاہ کے بیٹے پر الزام لگاتا ہوں۔ اس نے یہ کہا کہ پسر من پسر من آصف خاں لرزنے لگا اور سب حیران رہ گئے۔ بادشاہ نے شاہزادہ کو خوب ملامت کی جس نے بہت معذرت کی معاملہ ختم ہوا تو بادشاہ خود کھڑا ہو گیا اور مجھے اپنی برابر کھڑا کیا۔

دوسری طرح اس واقعہ کو یوں بیان کرتے ہیں کہ جہانگیر نے کہا جو فرمان میں نے جاری کر دئے ہیں وہ کافی ہیں۔ میں نے عہدنامہ کے لئے جہانگیر سے اصرار کیا تو اُس نے کہا کہ انگریز کیا مجھے جواہر نذر کرینگے۔ میں نے کہا کہ جواہر ہندوستان سے جہاں جہانگیر بادشاہ ہے آتے ہیں انگریز اسی کے جواہر اُلٹے اوس کے پاس کیسے لا سکتے ہیں۔ جہانگیر چپ ہو رہا مگر اوس کو میری بات کا یقین نہیں ہوا۔ ایک امیر نے پرتگیزوں کا ذکر چھیڑ کر کہا کہ انگریز سوا تلوار اور چاقوؤں اور کپڑے کے نذر کے لئے کچھ نہیں لاتے ہیں اور پرتگیز لعل زمرد الماس لاتے ہیں۔ ۲۲۔ مارچ۔

انگریزی سفیر نے جہانگیر کو اور آصف خاں و خرم کو تنگ کیا۔ خرم کو یہ خوف لگا ہوا تھا کہ باپ اس کا کہیں مخالف نہ ہو جائے۔ آخر کو مجھ سے یہ کہا گیا کہ وہ عہدنامہ مسودہ تیار کرے یہ میری دلی تمنا تھی۔ میں نے عہدنامہ کا مسودہ جسقدر جلد ممکن تھا تیار کیا۔ اس عہدنامہ کی تحریر میں میں نے سفیرانہ ذہانت کو خرچ کیا۔ یہ لکھا کہ گریٹ برٹن کے اور ہندوستان کے بادشاہ میں ہمیشہ مصالحت رہی ہے انگریزوں کو اختیار ہے کہ جہاں چاہیں تجارت کریں۔ جو بادشاہ کے لئے وہ تحائف لائیں وہ راہ میں بغیر کھولے اور دیکھے بادشاہ پاس لے جائیں۔ بادشاہ کے استعمال کے بہانہ سے انگریزوں کا اسباب روکا نہ جائے۔ راہداری کا محصول سب جگہ معاف ہو۔ فقط بندرگاہ میں جب ان کا اسباب جہاز سے اُترے اُسپر ساڑھے تین روپیہ سیکڑہ محصول لیا جائے۔ اور جو انگریز مر جائے اوسکا اسباب بادشاہ نہ لے۔ اسکے عوض میں بادشاہ جس چیز کو چاہیگا اوس کو قیمت پر انگریز انجام کر دینگے۔ وہ اوس کے سارے دشمنوں کے دفع کرنے میں ممد و معاون ہونگے۔ میں اس عہدنامہ میں کوئی بات مستثنے نہیں کی جائیگی اور اُس پر مہر شاہی فوراً لگ جائیگی۔ میں اس عہدنامہ میں یہ نہ سمجھا کہ اسکی شرطیں ایسی ہیں جو سارے ہندوستان میں ہر حاکم اور افسر کے حق میں مضر ہیں۔ تحفوں کی خاطر جہانگیر اسپر

مہر کر دیتا۔ مگر خرم اور آصف خاں نے ریڑہ ماری اور اوس کو دستخط نہ کرنے دیا۔ ۲۲ پانچ اسابیع تک

اس وقت میں ارکین سلطنت میں باہم نا اتفاقی ہو رہی تھی نہ ان میں اصول قائم تھے نہ ان میں مخفی خیالات تھے۔ خرم اس بات میں کوشش کر رہا تھا کہ میں اپنے بھائی پرویز سے بہتر ہو جاؤں۔ جہانگیر کو سمجھایا گیا کہ وہ پرویز کو دکن میں سپہ سالاری سے بلالے اور اسکی جگہ خرم کو بھیجے۔ جون ۱۶۱۶ء میں برہمنوں سے نیک ساعت روانہ ہونے کے لئے پوچھی گئی نومبر تک اسباب سفر پہلے جمع ہوتا رہا۔ جون سے نومبر تک رو۔

اس درمیان میں میں نے کچھ کام نہیں کیا۔ اکثر میں دربار اور غسل خانہ میں گیا۔ جہانگیر ہر وقت خوش گپی کرنے کو تیار تھا۔ اس کو ان تصویروں کے دیکھنے کا شوق تھا جو میں لایا تھا اوس نے اپنے مصوروں سے اونکی نقل اتروائی تھی اور اپنے کاریگروں کی بڑی شیخی بگھارتا تھا وہ یہ چاہتا تھا کہ انگلستان کا گھوڑا یہاں آئے وہ کہتا تھا کہ اگر جہاز میں چھ گھوڑے سوار کیے جائیں تو اون میں سے ایک گھوڑا زندہ یہاں پہنچے گا اگر سمندر میں وہ دبلا ہو جائیگا تو خشکی میں اوتر کر پھر موٹا ہو سکتا ہے۔ اس نے مجھ سے پوچھا۔ دن بھر میں کتنی دفعہ اور کتنی شرابیں پیتے ہو اور ہندوستان میں کیسی شراب نوشی کرتے ہو کس طرح پیتے ہو اور انگلستان میں کیسے۔ وہاں شراب کیونکر بنائی جاتی ہے تو اوس کو بنا سکتا ہے۔ سفر نامہ رو۔ مغل کے دربار کے اختیار ایسے ہی ہوتے ہیں جیسے کہ اور مشرقی ملکوں میں ہوتے ہیں۔ نور محل کی ایک عورت کی بابت دو خواجہ سراؤں میں جھگڑا ہوا۔ ایک خواجہ سرا نے دوسرے خواجہ سرا کو مار ڈالا اور مقتول کے قصاص میں قاتل خواجہ سرا ہاتھی کے پاؤں تلے روندا گیا۔ عورت زندہ بغلوں تک زمین میں گاڑی گئی اور تین روز تک دھوپ میں سکھائی گئی۔ وہ چوبیس گھنٹے میں مر گئی۔ اس کے پاس ایک کروڑ ساٹھ لاکھ روپیہ کا نقد جواہر نکلا۔ سفر نامہ رو۔ جہانگیر کے سامنے سو چور پکڑے آئے۔ تیرہ چوروں کے گلے کاٹے گئے۔ وہ ایک ہی جگہ پڑے رہے اور اُن کا خون بہا کیا باقی کے گروہ بنائے گئے وہ ذبح کئے گئے اور اجمیر کی مختلف گلی بازاروں میں پھینکے گئے سفر نامہ رو۔ ایک واقعہ ایسا پیش آیا جس سے مجھ کو انتظام اضلاع میں غور کرنے کا موقع ملا

بہار کا صوبہ دار جمال الدین حسین اجمیر میں درگاہ شاہی میں ملازمت کے لئے آیا۔ اوسنے مجھ سے اخلاص پیدا کیا غالباً اوس کو یہ شوق تھا کہ جس شخص کی رسائی بادشاہ تک ہو اوس کو اپنے اوپر مہربان کرے میرے سامنے اُس نے نیک نیتی سے حضرت عیسیٰ کی اور اُسکی شریعت کی تعریف کی۔ اوس کی گفتگو بڑی مسرت ناک اور بیرنتائج ہوتی تھی۔ اُس نے رعایا کی غلامی اور ملک کے بے قانون ہونے اور مغلوں کی سلطنت کی افزونی کے باب میں باتیں کیں۔ اُسنے سلطنت کے محصول کی آمدنی کا ذکر کیا کہ وہ کس طرح حاصل کی جاتی ہے۔ نذروں و بھینٹوں کے لینے سے اور ضبط کرنے سے اور قرق کرنے سے آمدنی بڑھ جاتی ہے وہ خود گیارہ لاکھ روپیہ سالانہ بادشاہ کو دیتا تھا۔ باقی آمدنی کو اپنے پاس رکھتا تھا۔ وہ جو چاہتا تھا سو لیتا تھا۔ اوس کا منصب پنج ہزاری سوار تھا۔ دو سو روپیہ سالانہ ہر گھوڑے کا خرچ اوس کو ملتا تھا۔ وہ صرف پندرہ سو گھوڑے رکھتا تھا۔ باقی مردوں کی تنخواہ تھی۔ ہزار روپیہ روز اسکو بادشاہ وظیفہ بھی دیتا تھا۔ اوس نے کہا کہ بیس ایسے ہی اور امیر وظیفہ پاتے ہیں اور اور بعض کو مجھ سے دگنا وظیفہ ملتا ہے۔ سفرنامہ رو۔

اضلاع کا انتظام

۲۔ستمبر جہانگیر کی سالگرہ کا دن تھا۔ بادشاہ چھ دفعہ سونے کی ترازو میں تلا۔ ایک پلڑے میں وہ آلتی پالتی مار کے درزی کی طرح بیٹھا تھا۔ اور سونے سے چاندی سے ریشم سے کپڑے سے اناج سے گھی سے تولا گیا۔ یہ سب چیزیں غریبوں میں تقسیم کی گئیں۔ دوپہر کو بادشاہ کے روبرو ہاتھیوں کی بڑی نمائش ہوئی۔ بڑے ہاتھیوں کو لاٹ ہاتھی کہتے تھے ہر لاٹ ہاتھی کے ساتھ چار ہتنیاں اور زنجیریں۔ گھنٹے اور ساز سونے چاندی کے ہوتے تھے اوس کے ساتھ عصا بردار ہوتے تھے اور اوس کے ساتھ آٹھ دس ہاتھی اور ہوتے تھے جن کے اوپر زریں و ریشمیں جھولیں پڑی ہوتی تھیں۔ ان ہاتھیوں کی بارہ قطاریں بادشاہ کے روبرو سے گذریں اور اونھوں نے سلام کیا۔ میں نے ایسا تماشا کبھی نہیں دیکھا۔ ۲۔ستمبر رو۔

سال گرہ کے دن شام کو بادشاہ نے اپنے امرا کے ساتھ شراب پی۔ قانون کے موافق

محل خانہ میں شراب نوشی

کوئی شخص جس کے منہ سے شراب کی بو آتی ہو غسل خانہ میں داخل ہونے کا مجاز نہ تھا۔ اگر کوئی اس قانون کا پابند نہ ہوتا اور بادشاہ کو اوس کی خبر پہنچتی تو وہ اوس کو اپنے سامنے کوڑے پٹواتا۔ جشنوں میں وہ اپنے امرا کو شراب پینے کا حکم دیتا اور ہر ایک آدمی حکم کی تعمیل کرتا۔ رات کے دس بجے جہانگیر نے سررو کو آدمی بھیجکر بلایا۔ وہ اس وقت اپنے بچھونے میں پڑا سوتا تھا۔ فوراً وہ بادشاہ پاس پہنچا۔ جہانگیر ایک چھوٹے سے تخت پر آلتی پالتی مارے بیٹھا تھا۔ تخت جواہر سے مرصع تھا۔ امرا بھی تکلف کا لباس پہنے ہوئے تھے۔ سونے کے ظروف پاس رکھے ہوئے تھے۔ شراب کی صراحی و خم لگے ہوئے تھے۔ سب نے شراب پی مگر آصف خاں و خرم اور میں نے۔ جہانگیر نے جو آدمی نیچے کھڑے ہوئے تھے ان میں دو پیالوں کی کشتیاں بکھیریں۔ اوس نے اپنے گرد چاندی سونے کے بادام امیروں کے چننے کے لئے بچھا دیئے۔ آخر کو جہانگیر ایسا نشہ میں مست ہوا کہ سو گیا۔ روشنی گل کی گئی۔ امرا غسل خانہ سے اپنے اپنے گھر گئے۔ سفرنامہ رو۔

اس پر یہ ایک اور اضافہ کیا جاتا ہے۔ جہانگیر پاس سفیر آیا اپنی معشوقہ کی تصویر بھی وہ ساتھ لے گیا جو مر گئی تھی۔ جہانگیر اور اوس کے امرا شراب پی رہے تھے کہ وہ پہنچا جب سفیر نے تصویر دکھائی تو جہانگیر نے کہا کہ یہ مجھے دیدو۔ اول سفیر نے دینے میں عذر کیا پھر وہ تصویر اوس کو دیدی۔ اور ایک عجیب تماشا ہوا کہ بادشاہ اور سفیر اپنی فیاضی دکھاتے تھے۔ بادشاہ نے متعجب ہو کر پوچھا کہ ایسی حسین عورت کبھی زندہ بھی تھی۔ سفیر نے کہا کہ یہ تصویر اوس کے حسن کی پوری داد نہیں دیتی وہ تصویر سے کہیں زیادہ حسین تھی۔ بادشاہ نے کہا کہ یہ تصویر تم نے مفت مجھے دیدی ہیں اوس کو اپنی حرم سرا میں عورتوں میں لیجاؤں گا اور اوس کی نقلیں اُتروا ؤنگا۔ ان نقلوں کو تمہارے روبرو لاؤنگا تم اپنی اصل تصویر پہچان کر لیلینا سر طامس رو نے کہا کہ میں نے تصویر مفت دی ہے میں اوس کو اولٹا نہ لونگا۔ جہانگیر نے کہا کہ وہ تصویر آپ کی معشوقہ کی تھی جیسے آپ اُس سے محبت کرتے تھے اوسکی یادگار رہنے (تصویر) سے بھی محبت رکھئے۔ یہ مشرقی مغربی فیاضی کا افسانہ بڑا دلاویز ہے۔

یہ ایک واقعہ بھی مغلوں کے زمانہ کی تصویر کھینچتا ہے کہ گجرات کا صوبہ دار معزول ہو کر معرض عتاب میں آیا تھا اوس نے احکام کی اطاعت نہیں کی تھی۔ وہ جھروکے کے نیچے اپنی معافی قصور کے لئے آیا۔ وہ ننگے پاؤں تھا۔ اُس کے ٹخنوں میں بیڑی پڑی ہوئی تھی۔ اوس کے سر کی دستار آنکھوں پر پڑی ہوئی تھی کہ وہ جہانگیر سے پہلے کسی اور کو نہ دیکھے۔ وہ آداب بجالایا چند سوالات اُس سے کئے گئے اور اوس کی تقصیر معاف ہوئی۔ اوسکی بیڑی اوتاری گئی اوس کو خلعت رسم کے موافق دیا گیا۔ نئی دستار و کمر بند عنایت ہوا۔ ۱۰۔ اکتوبر ۱۶۱۶ء

صوبہ دار گجرات کا قصور معاف ہونا

درگاہ شاہی میں ہمیشہ محلات شاہی کی فضیحت سُنا کرتا تھا۔ پرویز دکن سے بلا کر بنگالہ بھیجا گیا۔ جہانگیر کو دکن سے خانخاناں کے بلانے میں تامل تھا۔ وہ بڑا ذی اقتدار تھا۔ اوس کے بلانے میں یہ اندیشہ تھا کہ کہیں وہ بغاوت نہ کرے۔ جہانگیر نے اوسکو معافی کا خلعت بھیجنے کا ارادہ کیا۔ اور خانخاناں کے کسی رشتہ دار سے جو اوس کے حرم سرا میں رہتی تھی اپنا ارادہ ظاہر کیا۔ اوس نے جواب دیا کہ خانخاناں اس خلعت کو کبھی نہ پہنے گا۔ وہ اوس کو جانے گا کہ یہ زہر آلود ہے۔ اوس نے کہا کہ حضور نے دو دفعہ اُس کو زہر دیا۔ اُس نے کھانے کے بجانے اپنی چھاتی میں رکھ لیا۔ ہر دفعہ اوس کو تحقیق ہوا کہ وہ زہر تھا۔ جہانگیر نے اوس سے انکار نہیں کیا۔ اس خلعت کو خود گھنٹہ بھر پہنا تاکہ ثابت ہو کہ وہ زہر آلود نہیں ہے۔ عورت نے کہا کہ اب ہم دونو کا خانخاناں اعتبار نہیں کریگا جو جہانگیر نے خود دکن جانے کا ارادہ کیا اور مانڈو تک گیا۔ ۱۰۔ اکتوبر سفر نامہ رو۔

زہر دینا محلات شاہی میں

ایک اور سازش کا بھانڈا پھوٹا۔ خسرو ایک راجپوت راجہ انی رائے کی حراست میں مقید تھا۔ نورمحل اور آصف خاں نے اوس کے مارنے کا ارادہ کیا کیونکہ اس کے سبب سے اُن کو شاہجہاں کی تخت نشینی کے لئے تردد اور اندیشہ رہتا تھا۔ ایک رات کو جب جہانگیر شراب سے مست تھا تو اونھوں نے جہانگیر سے التماس کیا کہ خسرو کی حراست کیواسطے رانی رائے بدرجہا بہتر ہے۔ اسی رات کو آصف خاں نے انی رائے کو بادشاہ کے نام سے بلا کر کہا کہ خسرو کو میرے حوالہ کرو۔ انی رائے نے انکار کیا۔ وہ خسرو سے بڑی محبت رکھتا تھا

خسرو کے برخلاف سازش

وہ جہانگیر کے سوا کسی اور کو خسرو کو حوالہ کرنا پسند نہیں کرتا تھا۔

جہانگیر کی ملامت

دوسرے روز انی رائے نے جہانگیر سے جو کچھ ہوا تھا بیان کیا اور یہ اور اضافہ کیا کہ میں مر جاؤں گا مگر خسرو کو دشمنوں کے حوالہ نہیں کرونگا۔ جہانگیر نے اوسکی وفاداری کی تعریف کو آسمان پر چڑھایا۔ اوس نے انی رائے سے کہا کہ تم نے خوب کیا آیندہ تم کو یہی کرنا چاہیئے جواب کیا ہے۔ سات روز بعد نور محل نے اس باب میں جہانگیر سے کہا اوسنے انی رائے کو حکم دیدیا کہ وہ خسرو کو آصف خاں کے سپرد کردے۔ غالباً انی رائے کو خسرو کی طرفداری سے یہ خوف ہوا کہ بادشاہ کہیں اس سے مشتبہ نہ ہوجائے جو اسنے حوالہ کیا۔

حرم سرا میں رونا پیٹنا خسرو کیلئے

درگاہ شاہی میں ہر شخص کو یہ یقین تھا کہ اب خسرو اس لئے مارا جائیگا کہ خرم بیٹے کے جانشین ہو۔ خسرو کی بہن نے اور حرم سرا کی بیگموں کے ساتھ رونا پیٹنا اور دہائی دینا شروع کیا۔ سب نے کھانا پینا چھوڑا اور دہمکایا کہ اگر خسرو مارا جائیگا تو ہم سب مر جائیں گے۔ جہانگیر نے ہر چند کہا کہ میں خسرو کو کوئی آزار پہنچانا نہیں چاہتا مگر کسی کو یقین نہیں تھا۔ اوسنے نور محل کو بھیجا کہ اونکو جاکر سمجھائے تو بیگموں نے اوس کو دہمکایا اور کہا کہ ہم تیری صورت دیکھنی نہیں چاہتے۔ سفرنامہ رو۔

سر طامس رو کا انگلش کمپنی کو متنبہ کرنا۔

ایسٹ انڈیا کمپنی اپنی تجارت کو اس ملک میں دور تک پھیلانا چاہتی تھی اس لئے یہاں کے واقعات کو میں لکھتا تھا کہ وہ یہاں کے حالات سے آگاہ ہو جائے۔ ایک وقت آئیوالا ہے کہ جس میں سارے ہندوستان میں کھلبلی پڑیگی۔ اگر خسرو کامیاب ہوا تو انگریزوں کو فائدہ ہوگا اور سلطنت عیسائیوں کے واسطے ایک مامن ہوگا وہ عیسائیوں سے محبت رکھتا ہے اون کی عزت کرتا ہے۔ اگر خرم فتحیاب ہوا تو انگریزوں کا نقصان ہوگا۔ وہ عیسائیوں سے نفرت رکھتا ہے۔ وہ بڑا متکبر۔ جھوٹا۔ ظالم۔ ریاکار ہے۔ رو اپنے اس فیصلہ میں کہانتک صحیح تھا وہ آیندہ دیکھا جائے گا۔ سفرنامہ رو۔

شاہ ایران کے سفیر کا دربار میں آنا

اجمیر میں ایک ایرانی سفیر محمد رضا بیگ آیا۔ بعض نے یہ گمان کیا کہ اسکے آنیکی غرض یہ ہے کہ وہ جہانگیر اور سلطان دکن کے درمیان صلح کرادے۔ اوروں نے یہ خیال کیا کہ

اس لئے آیا تھا کہ ترکوں سے لڑنے کے لئے کمک طلب کرے۔ اسکی جلو میں پچاس سوار زرین لباس کمان و ترکش منقش لئے مسلح تھے۔ اس کے ساتھ چالیس بندوقچی اور دو سو پیادے سپاہی بھی تھے دوپہر کو محمد رضا بیگ دربار میں بلایا گیا۔ اوس نے جہانگیر کی بے حد خوشامد کی۔ تین دفعہ سجدہ زمین بوس کیا۔ اس سجدہ میں وہ زمین کے اندر سر کو گھسانا چاہتا تھا۔ جب اوس نے تحائف پیش کئے تو طامس رو اون کو دیکھکر شرمندہ ہوا اور اپنے دل میں لیا گیا۔ اس نذر میں ۲۷ عربی و عراقی گھوڑے نو ٹرے خچر۔ سات اونٹ مخمل سے لدے ہوئے۔ دو جوڑے فرنگستانی لٹکنوں کے اور ایک پر تکلف الماری چالیس تفنگ۔ پانچ گھنٹے۔ ایک اونٹ زریں اقمشہ ایرانی سے لدا ہوا۔ آٹھ ریشمی قالین۔ دو لعل۔ ۲۱ اونٹ انگوروں سے لدے ہوئے اور چودہ اونٹ گلاب سے لدے ہوئے۔ سات خنجر مرصع بجواہر۔ پانچ مرصع تلواریں۔ اور سات حلبی آئینے تھے۔ سفرنامہ رو۔

چند روز بعد بادشاہ کے ظلم کا ایک تماشا دیکھنے میں آیا۔ جہانگیر نے ایرانی سفیر کی دعوت کی۔ حاضرین کو شراب پینے کا حکم دیا۔ ایسے موقعوں پر بخشی کام کیا کرتا ہے۔ ہر ایک آدمی نے اوس کے ہاتھ سے پیالہ لیکر پیا۔ واقعہ نویس شاہی نے ہر ایک آدمی کا نام دستور کے موافق کتاب میں داخل کیا۔ جہانگیر ایسا شراب میں مست ہوا کہ اوس کو یہ یاد نہیں رہا کہ میں نے شراب پینے کا حکم دیا ہے۔ دوسرے دن کسی نے اس شراب کے جلسہ کا ذکر اس سے کیا۔ اوس نے پوچھا حکم کس نے دیا تھا تو اوس سے کہا گیا کہ بخشی نے۔ ہمیشہ جب بادشاہ اپنے حکم کو بھولجاتا تو ایسے موقع پر بخشی کا نام لیا جانا مناسب گنا جاتا تھا۔ جہانگیر بہت غصہ ہوا۔ اوس نے کتاب منگائی اوس نے مجرموں کو سزا دینی شروع کی۔ بعض پر سخت جرمانہ کیا۔ بعض کو درگاہ شاہی میں کوڑے پٹوائے۔ کوڑے ایسے سخت لگائے گئے کہ بعض آدمی مر گئے۔ بعض پر لات گھونسے مارنے کا حکم دیا ایک یہیں مر گیا۔ بعض مجروح گھر گئے۔ سفیر اس سزا سے بری رہا۔ کسی شخص کا مقدور نہ تھا کہ ان مظلوموں کے حق میں کوئی کلمہ شفیع لکھتا۔ ۲۲ اکتوبر

سفرنامہ رو

سب چیزیں سفر میں جانے کے لئے تیار ہو گئیں۔ دربار میں خرم باپ سے رخصت ہوا۔ موتی اور الماس لگے ہوئے لباس پہنے ہوئے تھا۔ لشکر گاہ چار میل پر تھا۔ وہ اس کوچ میں بیٹھ کر گیا جو انگریزی کوچ کی نقل یہاں بنائی گئی تھی۔ اسکے امرا پیدل اوسکے ہمراہ گئے۔ سارے رستے لوگوں پر وہ چونیاں پھینکتا ہوا گیا۔ دوسرے روز صبح کو جہانگیر نے لشکر گاہ میں جانے کا ارادہ کیا۔ محل میں بہت سویرے ملاس رو گیا اوسنے دیکھا کہ بادشاہ جھروکہ میں بیٹھا ہوا ہے۔ وو خواجہ سرا اسپر مورچھل جھل رہے ہیں وہ لوگوں کو چیزیں لے دے رہا ہے جو چیز دیتا ہے وہ ڈوری میں لٹکا دیتا ہے جو چیز لینا ہے اس کو ایک بڑھیا جو بت کی طرح آراستہ تھی رسی میں اوپر کھینچ لیتی ہے۔ بادشاہ کی دو ملکہ بھی جھروکہ میں چلمن کے پیچھے بیٹھی ہوئی تھیں۔ اونھوں نے چلمن میں سے مجھ کو جھانک کر دیکھا۔ میں نے اون کی انگلیاں دیکھیں۔ پھر اون کے چہرے پھر ساری صورت۔ وہ متوسط درجہ کی سفید رنگ تھیں اون کے سیاہ بالوں میں تیل پڑا ہوا تھا۔ الماسوں سے وہ چمک رہی تھیں وہ مجھ کو دیکھ کر بہت خوش ہوئیں بادشاہ جھروکوں سے چلا گیا وہ اس کے پیچھے پیچھے چلی گئیں۔ ۲۔ نومبر سفر نامہ رو۔

دربار میں جہانگیر کی ملازمت کے لئے امرا جمع ہو رہے تھے میں ان میں جا کر فرش پر ہو بیٹھا۔ جہانگیر آیا۔ اور ڈیڑھ گھنٹہ کے قریب تخت پر بیٹھا۔ اس عرصہ میں اہل حرم پچاس ہاتھیوں پر سوار ہوئیں یہ ہاتھی خوب آراستہ تھے۔ تین ہاتھیوں پر مرصع عماریاں لگی ہوئی تھیں۔ اون پر سونے کے پردے پڑے ہوئے تھے۔ اور ان پر چھتیں چاندی کی لگی ہوئی تھیں۔ رو۔

آخر کو بادشاہ تخت پر سے اوٹھا اور تخت گاہ کے زینے سے اترا۔ ایسا شور غل مچا کہ کان بہرے ہو گئے تھے اور توپوں کی آوازیں بھی اس میں سنائی دیتی تھیں۔ زینے کے نیچے ایک آدمی بڑی مچھلی لایا دوسرا آدمی ایک طباق میں کوئی سفید چیز لایا تھا میں بادشاہ نے انگلی رکھی اور پھر اوس کو مچھلی سے لگایا اور پھر اوس کو اپنی پیشانی سے رگڑا۔ یہ ایک نیک شگون سفر کے لئے تھا۔ سفر نامہ رو۔

جہانگیر اپنی بہادرانہ پوشاک پہنے ہوا تھا۔ کمخواب کا کوٹ بے آستینوں کے زیب تن تھا۔ اوس پر ایک کرتہ ململ کا تھا۔ اُس کی جوتیوں میں موتی ٹکے ہوئے تھے۔ اوس کی دستار میں پر لگے ہوئے تھے اور اوس کے ایک طرف لعل اخروٹ کی برابر لگا تھا۔ دوسری طرف ایک بڑا ہیرا چمک رہا تھا۔ بیچ میں قمر وطی زمرد لگا ہوا تھا۔ اس کا پٹکا موتیوں کی لڑیوں اور یاقوتوں اور ہیروں سے گتھا ہوا تھا۔ گلے کے ہار میں تین دوہری لڑیان موتیوں کی تھیں۔ اوس کے بازوبندوں میں ہیرے پتر سے لگے ہوئے تھے۔ ہر انگلی میں دو انگوٹھیاں پہنے ہوئے تھا اوس کی تلوار اور سپر کو ایک شخص لئے ہوئے تھا۔ دونوں میں ہیرے اور یاقوت جڑے ہوئے تھے۔ دوسرا آدمی اوسکی کمان اور ترکش لئے ہوئے تھا جسمیں تیس تیر تھے۔ ر د

اس طرح بادشاہ آراستہ پیراستہ ہو کر کوچ میں بیٹھا جسمیں چار گھوڑے جتے ہوئے تھے جن کے ساز سونے و مخمل کے تھے۔ کوچ ایسی بنائی گئی تھی جیسی کہ انگریزی کوچ آئی تھی مگر کمخواب سے منڈھی ہوئی تھی اس کا کوچبان انگریز تھا وہ خوب زرق برق پوشاک پہنے ہوئے تھا۔ بادشاہ کے دو نوطرت دو خواجہ سرا تھے جو سونے کے عصا لئے ہوئے تھے۔ اور اون میں لعل جڑے ہوئے تھے۔ گھوڑے کے سفید بالوں کے مورچھل سے مگس رانی ہوتی تھی۔ بادشاہ کے آگے نقارے اور تریاں اور دہوم کے باجے بجتے تھے۔ اور چھتر اور بہت سے امارات شاہی عجیب و غریب۔ نو گھوڑے جلو میں تھے جو لعل و موتیوں و زمردوں سے آراستہ تھے تین پالکیاں تھیں۔ ایک سونے کے پتروں سے منڈھی ہوئی تھی جسمیں موتی لگے ہوئے تھے موتیوں کی جھالر ایک فٹ نیچے لٹک رہی تھی۔ اور دو پالکیوں کے پردے کمخواب کے تھے۔ اس کے بعد وہ کوچ تھی جو انگلستان سے آئی تھی اوسکی پوشش اوتاری گئی تھی اور اوسکی جگہ اور زریں پوشش چڑہائی گئی تھی۔ جہانگیر نے نورمحل کو وہ دیدی تھی اور نورمحل اس میں سوار تھی۔ جہانگیر کے دو چھوٹے بیٹے ہندوستان کی بنی ہوئی کوچوں میں سوار تھے۔ بعد اسکے بادشاہی بیس ہاتھی تھے جو سونے چاندی میں لپٹے ہوئے تھے۔ ہر ہاتھی پر پیچیں پھریرے اطلس اور دریائی کے پھراتے تھے۔ امرا پیدل چلتے تھے۔ اور عورتیں ہاتھیوں پر سوار نصمت میںل

بادشاہ کا لباس اور اوس کے زیور

جلوس شاہی یعنی بادشاہ کی سواری

پیچھے اس طرح جاتی تھیں جیسے زریں پنجروں میں طوطے ۔ یہ اول دن کا سفر محل سے لشکر گاہ تک تھا۔ سارے رستے میں چھ سو ہاتھیوں کا جلوس جن پر مخمل و کمخواب کی جھولیں تھیں ۔ ہر ہاتھی میں ایک توپ ایک توپچی مع اسباب اماری میں بیٹھا ہوا ۔ اور اس کے ہر کونے میں ایک جھنڈا تھا۔ سڑک پر چھڑکاؤ خاک بیٹھنے کے لئے ہوتا ۔ جہانگیر کے کوچ سے ایک فرسنگ پر سوار پیادہ سے کوئی سوار نہیں آسکتا تھا ۔ سفرنامہ رو ۔

جب سواری چلی ہے تو یہ واقعہ قابل لکھنے کے واقع ہوا ۔ جہانگیر اس دروازہ پر ٹھیرا جہاں خسرو مقید تھا ۔ خسرو نے بادشاہ کے آگے آنکر کورنش کی ۔ اس کے ہاتھ میں ایک تلوار اور سپر تھی اوس کی ڈاڑھی چھاتی تک بڑھی ہوئی تھی ۔ یہ ایک نشانی بادشاہ کی نامہربانی کی تھی ۔ جہانگیر نے حکم دیا کہ کسی خالی ہاتھی پر سوار ہوکر وہ ساتھ چلے ۔ اور ایکہزار روپیہ دئے کہ وہ روپیہ آپ ان کو بکھیر دے ۔ آصف خاں اور خسرو کے اور دشمن مجبوراً پیدل چلتے تھے ۔ محل کے دروازہ تک میں پیدل چلا پھر گھوڑے پر چڑھ کر خیمہ گاہ پر آیا ۔ بادشاہی خیمہ و خرگاہ عجیب شان و شوکت رکھتے تھے ۔ نصف میل کے گرد قناتیں گھیرا کئے ہوئے تھیں ۔ یہ قناتیں قلعہ کی فصیل کی طرح بنائی گئی تھیں کہ اس میں برج و بارے بنے ہوئے تھے ۔ وہ چوبوں کے درمیان کھڑی تھیں جن کے سروں پر پیتل کی برچیاں لگی ہوئی تھیں ۔ قناتیں باہر کی طرف نہایت چمکدار سرخ تھیں اور اندر کی طرف تصویریں پر کالوں پر بنی ہوئی تھیں ۔ داخل ہونے کا دروازہ بڑا خوبصورت بنا ہوا تھا ۔ میں اول درجہ میں گیا ۔ مرکز پر بادشاہ کا تخت صدف کا سب سے اونچے چبوترہ پر رکھا ہوا تھا ۔ نیچے پا انداز بچھونا بچھا ہوا تھا اوپر کمخواب کا شامیانہ لگا ہوا ۔ سفرنامہ رو ۔

جہانگیر کوچ پر بیٹھا ہوا دروازہ میں داخل ہوا ۔ دروازہ پر امرا صف باندھے ہوئے تھے جہانگیر اون کے درمیان چلا ۔ اوس نے طامس رو پر ایک نظر ڈالی ۔ سفیر انگلستان نے کورنش کی ۔ جہانگیر نے چھاتی پر ہاتھ رکھ کر سر جھکایا ۔ وہ اپنے خیمہ کے زینہ پر چڑھا ۔ اور پانی مانگا اور ہاتھ دھوئے اور چلا گیا ۔ سفرنامہ رو ۔

بادشاہی خیمہ و خرگاہ بادشاہی محل کی نقل ہوتی ہے اس میں مربع صحن تھے

تھین ایک سے دوسرے میں رستہ جاتا تھا۔ اول دربار کا صحن تھا۔ دوسرے میں غسل خانہ اور اوس کے خیمے تھے۔ تیسرے میں حرم سرا تھا جس کو محل کہتے تھے۔ اس حرم سرا کے ایک کونہ میں دو منزلے خیمے میں۔ اکبر اور جہانگیر سویا کرتے تھے اور دوسری منزل میں جھروکہ ہوتا تھا جسمیں بیٹھکر کھلا میدان دیکھ سکتے تھے۔ بادشاہ کی خدمتگاری تاتاری عورتیں کرتی تھیں۔ عورتوں اور خواجہ سراؤں اور بعض اوقات شاہزادوں کے سوا غسلخانہ سے پرے کسی کو جانیکی اجازت نہ تھی۔ رو

امرا اپنے اپنے خیموں میں گئے۔ میں نے اون کے گرد دیکھنا شروع کیا۔ عجیب ایک شان و شکوہ و حشمت و عظمت کا تماشا تھا۔ یہ معلوم ہوتا تھا کہ جنگل میں ایک شہر پیدا ہو گیا۔ بیس میل زمین میں اوسکا اوسط تھا جسمیں بہت سے رنگ چمکتے تھے۔ شاہی خرگاہ سرخ تھا۔ اور امرا کے خیمے سفید، سبز اور ہر رنگوں کے تھے سب قناتوں سے گھرے ہوئے تھے۔ اور گھر کی طرح مرتب تھے انمیں دار السلطنت کی طرح بڑے بڑے کوچہ و بازار و دکانیں تھیں۔ وہاں کسی طرح کی بے ترتیبی نہ تھی۔ ہر روز خیمہ گاہ چند میل دکن کی جانب آگے جاتا تھا۔ خیموں کا سامان دوہرا تھا ایک لگتا تھا دوسرا اکھڑتا تھا۔ سارے خیمہ و خرگاہ چار گھنٹے میں لگ جاتے تھے۔ اجمیر کے آدمیوں نے لشکرگاہ سے ملنے میں تاخیر کی۔ بادشاہ نے اونکے گھر جلوا دئے اور اونکو مجبور کیا کہ وہ میدان میں جائیں ۲۔ نومبر سے ۹۔ دسمبر تک سفرنامہ رو۔

اس زمانہ میں رو نے خرم سے دو دفعہ ملاقات کی اول دفعہ ملاقات میں خرم پریشان خاطر تھا۔ رو نے خیال کیا کہ اس وقت اوس کا دل نور محل پاس یا اوس کی کسی اور بیگم پاس ہے۔ دوسری ملاقات میں اوس نے کمخواب کا جبہ مجھ کو دیا۔ مجھ کو مجبور پہننا پڑا جس سے مجھے اپنی ذلت معلوم ہوئی۔ وہ کہتا ہے کہ اگر میں کسی تھئیٹر میں تاتاری تیمور کی نقل اوتارتا ہوتا تو بہتر ہوتا۔

لشکرگاہ میں تجربہ سے معلوم ہوا کہ زندگی خوشی سے نہیں گذر سکتی۔ ایک دفعہ سو چور کھیتوں میں قتل کئے گئے۔ ایک اور مقام پر مجھ کو اونٹ ملے جن میں قندہار کے تین سو مقتول باغیوں کے سر لدے ہوئے تھے۔ مغل بادشاہ جیسا کہ عوام میں شہر میں تھا۔ ایسا لشکرگاہ میں نہیں تھا کوئی شخص بادشاہ کے مقام سے ایک گولی کے فاصلہ پر نہیں آسکتا تھا۔ جہانگیر ہر روز جھروکہ میں

امرا کے خیمے اور بازار

رو کی ملاقات خرم سے

لشکرگاہ کی بسر اوقات

بیٹھا تھا۔ کسی شخص کو اجازت نہ تھی کہ کوئی اس سے بات کرے۔ دربار نہیں ہوتا تھا۔ سارا وقت شکار میں جاتا تھا
غسل خانہ میں شام کو وہ خاص امرا جاتے تھے جن کو اجازت ہوتی تھی۔ یہاں بادشاہ اتنی شراب پیتا تھا
کہ کچھ کام نہیں کر سکتا تھا۔ ایک دن جہانگیر کی ملاقات کو میں گیا تو میں نے دیکھا کہ بادشاہ ایک جوگی سے باتیں
کر رہا ہے یہ جوگی چیتھڑے پہنے ہوئے تھا۔ جہانگیر جوگی سے بغل گیر ہوا۔ اور اپنے سامنے بیٹھنے
کی اجازت دی اور سو روپے دئے اور اُس کو باپ کہا۔ ۱۸ سے ۲۳ دسمبر تک۔

بہت جلد لشکر کے انتظام اور ترتیب بگڑ گئی۔ لشکر کا سفر راجپوتانہ میں ہوتا تھا جو آدھا فتح
ہوا تھا۔ سارا ملک چوروں اور راہزنوں سے بھرا پڑا تھا۔ بعض اوقات جنگلوں اور پہاڑوں میں راستہ
چلنا پڑتا تھا۔ سیکڑوں اونٹ جنگل میں بے آب و دانہ رہ جاتے تھے۔ ہزاروں گاڑیاں چھکڑے
جنگلوں میں کھوئے جاتے تھے۔ بہت سی حرم کی عورتیں بے سامان پیچھے چھوڑ دی جاتی تھیں
جہانگیر ایک چھوٹے ہاتھی پر سوار ہو کر پہاڑوں میں چلا جہاں اور دوسرا جانور چڑھ نہیں سکتا
ایک قصبہ کے آدمی مفرور ہو کر پہاڑوں میں چلے گئے تھے تو جہانگیر نے اس قصبہ کو جلا دیا
اس کے انتظام میں راجپوتوں نے ایک جماعت گم گشتہ راہ کا سارا اسباب لوٹ لیا اور
چھکڑے مار ڈالا۔ ایک اور جگہ قلعہ کوہ پر لشکر بنایا گیا۔ وہاں پانی نہیں ملا۔ علی العموم جہانگیر اور
امرا کو سب طرح کا سامان میسر ہوتا مگر غربا اور سپاہیوں کو اکثر مایحتاج سامان بھی میسر
نہیں ہوتا۔ ۲۳ سے ۲۶ دسمبر

پہلے اس سے کہ جہانگیر نے یہ سفر شروع کیا ہو۔ نور محل اور آصف خاں نے اُس کو
یہ یقین دلا دیا کہ جب بادشاہ دکن کے پاس پہنچے گا تو سلطان دکن اُس کی اطاعت
قبول کرے گا۔ مگر یہاں سلطان نے اس قسم کا کام نہیں کیا۔ دکن میں مغل سے مقابلہ کرنے
کے لئے شیعوں اور سنیوں میں آپس میں اتفاق ہو گیا۔ اُنہوں نے سرحد پر ایک سپاہ
بھیجی وہ جنگ کرنے کو تیار ہوئی۔ اس سے نور محل ڈر گئی اور جہانگیر کی منت کرنے لگی
کہ حضور اس سفر کو سیر و شکار کی غرض بنائے اور آگرہ کو اُلٹے تشریف لے جائے

جہانگیر نے اُسے منظور نہیں کیا۔ اس طرح اد لٹے جانے میں اُس کی عزت کو بٹا لگتا تہا اُس نے خرم پاس لشکر کمک کے لئے بہیجا۔ آخر کو فروری ۱۶۱۷ء کو بادشاہ اجمیر سے چلکر چار مہینہ کے بعد شہر اجین کے قریب خیمہ زن ہوا۔ جنوری و فروری ۱۶۱۷ء۔

اس زمانہ میں میری سرگذشتیں کچھ دلچسپ ہیں۔ میں نے محمد رضا بیگ سفیر ایران سے ملاقات کی۔ ایرانی سفیر نے ارکان واہلکاران سلطنت مغلیہ کو برا بھلا کہہ کر مجھکو اپنا ہمدرد دلسوز بنایا۔ تہوڑے دنوں بعد ایرانی سفیر نہایت رنجیدہ ایران کو گیا۔ جن کاموں کے لیے وہ آیا تہا اُن میں ناکام رہا۔ اُس نے جہانگیر کی پیش کش میں ستائیس ۲۷ گہوڑے دئے جس کے عوض میں اُس کو تین ہزار روپے ملے۔ جہانگیر نے انصاف کرنے کا ارادہ کیا اُس نے حکم دیکر دو فہرستیں بنوائیں ایک فہرست میں ایران کے تحفے لکہے گئے اور اُن کی قیمت کم لگائی گئی اور دوسری فہرست میں مغل کے تحائف لکہے گئے جن کی قیمت زیادہ لکہی گئی۔ مغل کی فہرست میں بڑی ذلیل چیزیں لکہی گئیں جیسے زنگترے انناس کیلے اُس پربہی ایران کی میزان زیادہ تہی اس کے عوض میں سفیر کو نقد روپیہ دیا گیا۔ محمد رضا بیگ بیماری کا بہانہ بنا کے گیا۔ آصف خاں سے رخصت ہوکر نہیں گیا۔ یکم جنوری سے ۳۰۔ اپریل تک۔

میں ایک درخت کے تلے بیٹہا تہا کہ شاہزادہ ہاتہی پر بیٹہا ہوا میرے پاس سے گذرا مجہہ سے بعض سوال خوش اخلاقی سے پوچہے اور چلا گیا۔ مجہہ کو اس سے بڑا تعجب ہوا کہ اُس نے کبہی انگلش کا نام نہ سنا تہا نہ اُس کے سفیر۔

اس عرصہ میں ارکان سلطنت سے میں بڑا رنجیدہ ہوگیا جہانگیر نے اقرار واثق کیا تہا کہ انگلستان سے جو نئے تحائف آئیں اُن کو نہ کوئی روکے نہ کہولے مگر خرم نے اُن کو روک لیا۔ جہانگیر نے تحفوں کے صندوق منگائے خرم نے اُنکو بہیجدیا۔ جہانگیر نے خود اُن کو کہولا جو چیز اُس کو پسند آئی وہ لے لی۔ بہت سی چیزیں اُس نے ایسی لے لیں کہ وہ اس کے لئے نہیں آئی تہیں۔ رو غسلخانہ میں جہانگیر سے فریاد کرنے گیا۔ جہانگیر نے کہا کہ سب کچہہ تمہارے لئے بہلا کیا جائیگا میں شاہ انگلینڈ کے ساتہہ سب درست کام کرونگا۔ اگر میں نے کوئی بات

ایران کے سفیر کا رنجیدہ جانا

خرم سے میری ملاقات

تحائف انگلستان کے باب میں بادشاہ کا جواب

اُس کی درست نہ جائی۔ جہانگیر نے بہت شراب پی لی وہ کہنے لگا کہ میں عیسائیوں مسلمانوں اور یہودیوں کا محافظ ہوں پھر وہ رونے لگا اور بہت سے جذبوں میں آگیا عسلخانہ میں آدھی رات تک یہ جلسہ رہا۔ اُس پر یہ حاشیہ چڑھایا گیا ہے کہ وہ ولیعہد کی مداخلت سے ناراض ہوا اور اُس کو میرے پاس معذرت کی لئے بھیجا۔ یہ نیک بادشاہ یہود وعیسائیوں اور مسلمانوں کی شریعت کے باب میں مباحثہ کرنے لگا اور شراب کے نشہ میں ایسا مہربان ہوا کہ اُس نے میری طرف مخاطب ہو کر کہا کہ میں بادشاہ ہوں یہود و نصاریٰ و مسلمان اپنے تیئں مبارکباد دو میں کسی کے مذہب میں مداخلت نہیں کرتا وہ مجھ سے محبت کرتے ہیں میں اُن کی حفاظت کرتا ہوں اُس نے مسٹر بڑی سے کہا کہ پادری صاحب خوش آدمی یہ گھر تمہارا ہے تم اُس کی قدر کرو

۱۱ مارچ ۱۶۱۶ء۔

مارچ میں لشکر شاہی نامور قلعہ میں آیا یہاں ایک اور سازش کا گل کھلا نور محل کی ایک بیٹی پہلے خاوند سے تھی وہ اس لڑکی کے لئے بڑے اونچے خیال رکھتی تھیں اب اُس نے اپنے بھتیجی ممتاز محل کا خیال چھوڑ دیا تھا۔ وہ خرم سے بیاہی تھی خرم خانخانان سے صلح کرلی اور اُس کے پوتے سے نکاح کر لیا جس سے نور محل نہایت رنجیدہ ہوئی اس نے خرم کے زوال کے لئے جہانگیر اور خسرو میں ملاپ کرادیا اور خسرو سے اپنی بیٹی کا نکاح کرنا چاہا۔ رو۔

خرم صاحب اقبال تھا وہ دکن میں فتحیاب ہوا۔ یہ فتحیابی اُس کو سازشوں سے زیادہ بہ نسبت لڑائی کے حاصل ہوئی تھی سلاطین بیجاپور اور گولکنڈہ کو جو شیعہ تھے ملک عنبر جو سنی تھا جسے حسد و عداوت پیدا ہوئی۔ انہوں نے بالطبع اس کے معاملات سے ہاتھ اوٹھایا۔ خرم نے ملک عنبر کو شکست دی اور احمد نگر کو فتح کر لیا۔ خرم فتح سے خوش و خرم مانڈو گیا۔ جہانگیر نے نہایت گرمجوشی سے اُس کو مبارکباد دی اُس کو شاہ کا خطاب ہوا۔ شاہ خرم یا شاہجہان وہ مشہور ہوا نور محل کی تدبیر تزویر کچھ نہ چلی خسرو نے اُس کی بیٹی سے نکاح کرنے سے انکار کیا۔ سفرنامہ رو۔

ٹامس رو کا نفرت زدہ اور متحیر ہونا

اب میری بیقدری ہونے لگی ہیں عہدنامہ حاصل نہ کرسکا۔ لوگ مجھ سے نفرت کرنے لگے ہیں نہ جو صوبوں کے حکام کی شکایتیں کیں اس سے میرے دشمن وہ ہوگئے ہیں اس سے واقف تھا

اُس کے اسباب کی توجیہ یہ ہے۔ صوبہ داروں اور حاکموں کو یہ توقف پیدا ہوا کہ شاید جہانگیر اُن کے ظلموں کی تحقیق کر کے مواخذہ کرے وہ سلطنت کے محصول مقرر کرتے تھے وہ ہندوؤں پر ظلم کرتے تھے وہ آدمی کو جب تک اولٹا لٹکائے رکھتے تھے کہ وہ جرمانہ یا ڈنڈ ادا کرے اس لئے اُنھوں نے مجھ کو جاسوس جانا۔ روکا سفرنامہ۔

یہ تعجب کی بات ہے کہ اس زمانہ میں مغل انگریزوں سے چوک پڑتے تھے اہل ایشیا سے انگریزوں کی خلقت و جبلت میں نفرت داخل ہے یہ حقارت ذلت اُن کی طبیعت کا ایک جزو غیر منفک ہے بعض ملاح بندر قجی سورت کے قریب خشکی میں اترے بعض ہنسی باز ملاحوں نے کہدیا کہ ہم قلعہ لینے آئے ہیں یہ اُن کی دھمکی بیہودہ تھی مگر مغل اُن سے ڈر گئے۔ درگاہ شاہی میں اس کی اطلاع ہوئی اور قلعہ مستحکم کیا گیا۔ افواہ اُڑ گئی کہ انگریزوں نے گوا لے لیا اور ایک بڑا بیڑا انگلستان سے آتا ہے جہانگیر کو یہ خوف پیدا ہوا کہ طامس رو مخفی جانا چاہتا ہے مگر رفتہ رفتہ یہ وحشت اثر خبر کم ہو گئی پھر وہی پہلی سی باتیں ہونے لگیں۔

دفعتہً انگریزوں پر مہربانی اس لئے ہونے لگی کہ ملکہ حج سے واپس آتی تھی کہ اس کے جہاز کو انگریزی قزاقوں نے گرفتار کر لیا۔ اُس کو ایسٹ انڈیا کمپنی کے بیڑے نے چھٹا دیا۔ امرا شاہی نے طامس رو کا شکریہ ادا کیا اور اس کو تعجب ہوا کہ شاہ انگلینڈ نے اپنی رعایا کو بحری قزاقی کی اجازت دیدی ہے۔ ۱۵ اکتوبر ۱۶۱۸ء رو۔

اسی زمانہ میں آصف خاں کو طامس رو نے ایک بڑا موتی رشوت میں دیا جس نے سحر کا سا اثر پیدا کیا کہ آصف خاں انگریزوں کا دوست ہو گیا اور انگریزوں کا روپیہ جو لوگوں پر قرض آتا تھا وہ سب وصول ہو گیا۔ کچھ دنوں بعد آصف خاں کی یہ سرگرمی سرد ہو گئی۔ مگر پھر بھی مغل اور انگریزوں میں خاصی دوستی رہی۔ ایسی باتیں بہا ہوتی رہیں کہ رو کا دورہ ختم ہوا ۱۶۱۸ء میں ایران کو گیا۔ اب آگے تاریخ جہانگیری میں اس کا نام اُڑ گیا۔ وہ یہ بھی لکھ گیا کہ بادشاہی کے ہاتھ میں سارے اختیارات ملکی ہیں اس لئے کوئی دوسرا شخص کام کی پروا نہیں کرتا ہر جگہ لڑائی کی سی لوٹ مار رہتی ہے۔

ایک اور انگریز کپتان ہاکنس جہانگیر کا دربار میں تھا۔ وہ ترکی زبان جانتا تھا جہانگیر سے جو اپنی آبائی زبان ترکی بولنی جانتا تھا بے تکلف باتیں اس زبان میں ہوتی تھیں وہ ۱۶۰۸ء میں سورت میں ہیکٹر جہاز میں آیا جیمس اول شاہ انگلستان کا خط جہانگیر کے نام لایا تھا مغل ہیکٹر کی توپوں سے ڈرتے تھے اسلیے اُسکی خاطر بہت کرتے تھے۔ گجرات کا صوبہ دار مقرب خاں سورت میں آیا اور اُسنے ہاکنس کی بہت سی چیزیں خریدلیں۔ پرتگیزوں نے ہاکنس سے ہر طرح کی مخالفت کی انہوں نے مقرب خاں کو رشوت دی اور جیمس اول کی تفضیح کی کہ وہ مچھیروں کا بادشاہ ہے۔ اور گریٹ برٹن کی حقارت کی کہ وہ ایک ذلیل جزیرہ ہے انہوں نے انگریزی کشتیاں پکڑلیں مگر انکو ہیکٹر پر حملہ کرنے کی جرات نہوئی آخر کار ہاکنس نے اپنا جہاز لاد کر الٹا انگلینڈ کو بھیجدیا۔ جب جہاز ہیکٹر چلا گیا تو مقرب خاں نے اس اسباب کی قیمت دینے سے انکار کیا جو خریدا تھا۔ مگر آخر کو ہاکنس کو آگرہ پہنچانے کے لیے پہرہ چوکی مل گیا۔ جہانگیر ہاکنس کی بڑی خاطر کرتا تھا اُسکی ہر ایک درخواست کو منظور کرلیا۔ سورت میں انگریزوں کو تجارت کی کوٹھی بنانے کی اجازت دیدی۔ اور اُن سے وعدہ کیا کہ کوئی اُنپر زور ظلم نہیں کریگا اور محصول نہیں لیگا بادشاہ نے ہاکنس کو چار سو سواروں کا سردار کردیا اپنے محل میں سے ایک گوری عورت کو صطباغ دلاکر ہاکنس سے کہا کہ اُس سے نکاح کرلو۔ مگر اُس نے انکار کیا اور ایک آرمینی عورت سے شادی کرلی اور آگرہ میں رہنے لگا اور انگریزی کمپنی کی مقصد برآری کے درپے ہوا۔ دو برس تک وہ یہاں رہا اور ہر روز بادشاہ کا حاضر باش رہا وہ غسل خانہ میں جہانگیر کے ساتھ شراب پیتا تھا وہ فرنگستان اور اُس کے بادشاہوں کے باب میں ہزاروں سوالوں کے جواب دیتا تھا۔

ہاکنس نے مقرب خاں کی شکایتیں کیں کہ وہ روپیہ زبردستی لوگوں سے چھینتا ہے اور ہضم کرتا ہے اُسنے ایک ہندو لڑکی کو یہ بہانہ بناکے کہ بادشاہ پاس اُوس کو بھیجوں گا اپنے پاس رکھا ہے مقرب خاں آگرہ میں طلب ہوا اور مقرب خاں سے روپیہ اُگلوایا گیا اُسکا سارا اسباب قرق ہوا مگر مقرب خاں نے بے تکلف رشوتیں دیں اور اپنے سابق کے عہدہ پر بحال ہوا اور اُس نے اقرار کیا کہ میں گوا سے لعل لاؤں گا۔ اگر انگریزوں کو تجارت کرنا منع ہوجائے اور امیروں نے بھی انگریزوں کے برخلاف دہائی مچائی۔

ایک امیر نے کہا کہ اگر ہندوستان میں انگریزوں کے قدم جم جائیں گے تو وہ ہندوستان کے مالک ہو جائیں گے۔ جہانگیر متنبہ ہوا اور اُس نے ہندوستان میں انگریزوں کی تجارت کی ممانعت کا فرمان جاری کیا سالنۃ میں ہاکنس مع اپنی بیم کے آگرہ سے چلا گیا اسکی دو برس کی محنت خاک میں ملگئی

ہاکنس نے جہانگیر کی عجیب حکایات لکھہ لکھکر انگلستان بہیجیں کہ جہانگیر کی سالانہ آمدنی پچاس کرڑ روپیہ سالانہ کی ہے۔ اسی ہزار روپیہ روز وہ اپنا اور اپنی عورتوں کا خرچ رکھتا ہے۔ بیس کروڑ روپیہ اُسکے خزانوں۔ آگرہ۔ دہلی۔ لاہور۔ اجمیر کے جمیع خزانوں میں جمع رہتا ہے۔ ہزاروں ہاتھی گھوڑے اونٹ خچر۔ چیتے۔ باز۔ شکرے۔ کبوتر اور خوش الحان پرند اُس پاس ہیں۔ ہزاروں شیر بھیڑیے شکاری کتے۔ بیندوے ہیں۔ ایک گھنٹہ میں پچیس ہزار سپاہ جمع کر سکتا ہے۔ ایک ہفتہ میں اُسکے امرا تین لاکہہ سوار جمع کر سکتے ہیں اُسکے دربار اور شہر میں پچیس ہزار افسر ہیں۔ وہ اپنے تمام امیروں کی دولت کا وارث ہے جو شخص اُسکے روبرو آتا ہے اُس سے نذر لیتا ہے نوروز اور سالگرہ کے جشنوں میں امرا میں سے ہر ایک کو یہہ شوق ہوتا ہے کہ اُس کی پیشکش اوروں کی پیشکشوں پر فوقیت رکھے۔ صوبوں کے صوبہ دار بادشاہ کی مہربانی خریدنے کے لیے غریبوں کو روپیہ لینے کے لیے دباتے ہیں۔ امرا اکثر دربار شاہی میں بلائے جاتے ہیں۔ اور وہاں وہ خود روپیہ کے لیے دبائے جاتے ہیں۔ بادشاہ سب کا خداوند ہے اُسکی مرضی قانون ہے اپنی قلمرو میں ملک کی ساری زمین کا مالک مطلق وہ ہے وہ اپنی خوشی سے جو چاہے دیدے اور جو چاہے لے لے۔

ہاکنس گو سر طامس رو کی برابر لائق فائق نہیں تھا مگر اُسکی تحریر کو ڈسکے ہم قوم ایشیائی مورخوں سے زیادہ معتبر جانتے ہیں۔ جہانگیر کے مذہب و خصلت کے باب میں جو اُسنے تحریر کیا ہے اُس کا ترجمہ لکھا جاتا ہے۔ بادشاہ صبح کو سورج نکلتے ہی قبلہ رُخ اپنے خلوت خانہ میں ایک پتھر کے تخت پر بیٹھتا ہے جسپر ایرانی مرگ چھالا اُسکے نیچے بچھی ہوئی ہوتی ہے اُس کے پاس آٹھ لڑکی تسبیح ہے ہر ایک لڑی میں چار سو دانے ہیں۔ یہہ دانے ہیرون موتیوں لعلوں زمردوں اور اور جواہروں کے ہیں اُن کے امام پتھر کے ہیں جنپر حضرت عیسیٰ اور حضرت مریم کی تصویر کھدی ہوئی ہے وہ اس تسبیح پر تین ہزار دو سو لفظ

بیٹھتا ہی - پھر وہ اپنا درشن آدمیوں کو دکھلاتا ہی - ہر صبح کو ہزاروں آدمی اُسکو سلام کرنے آتے ہیں - اسکے بعد وہ دو گھنٹہ سوتا ہی پھر کھانا کھاتا ہی اور عورتوں میں ہتا ہی پھر دوپہر کو وہ باہر آتا ہی اور تین چار بجے تک بیٹھتا ہی اور ہر روز آدمیوں اور جانوروں کے تماشے دیکھتا ہی جو مختلف قسم کے ہوتے ہیں - پھر تین بجے آگرہ میں تمام امرا سوار اُنکے جو بیمار ہوتے ہیں حاضر ہوتے ہیں - بادشاہ دربار عام کرتا ہی اور تخت پر بیٹھتا ہی اور امرا اپنے مراتب کے موافق اُسکے سامنے کھڑے ہوتے ہیں اور باقی آدمی اس سے باہر کھڑے رہتے ہیں یہ سنج کٹہرا تین سیڑہیوں کے اوپر لگا ہوا ہی - ان سیڑہیوں سے نیچے امرا کھڑے رہتے ہیں - ان آدمیوں کے کھڑے رہنے کا انتظام اور اُن کی ترتیب بعض افسر کرتے ہیں - ہر روز کچھ گھنٹوں بادشاہ مقدمات کو سنتا ہی پھر وہ اپنے عبادت خانہ میں جاتا ہی - جب عبادت سے فارغ ہوتا ہی اُسکے بعد خاصہ تناول کرتا ہی اور شراب پیتا ہی پھر وہ خلوت خانہ میں جاتا ہی وہاں امراء عظام جاتے ہیں اور وہ شخص جاتا ہی جسکو وہ بلاتا ہی - یہاں وہ شراب کے پانچ پیالے پیتا ہی یہ وہ مقدار ہی جس کی اجازت طبیبوں نے اُسکو دے رکھی ہی پھر وہ سو جاتا ہی اور سب آدمی اپنے گھر چلے جاتے ہیں جب وہ گھنٹے سو چکتا ہی تو اُسکو جگاتے ہیں اور کھانا نوکر اپنے ہاتھ سے کھلاتے ہیں وہ خود اپنے ہاتھ سے نہیں کھا سکتا - اس میں رات کا ایک بج جاتا ہی پھر باقی رات کو وہ سو جاتا ہی - اس میکدہ میں بہت سے نکمے کام کرتا ہی مگر وہ ہوشیار ہو یا بدمست یہ سب کام لکھے جاتے ہیں بہت سے وقائع نویس ہوتے ہیں جو سب باتیں لکھتے ہیں یہاں تک جو عورتوں کے ساتھ باتیں ہوتی ہیں وہ بھی لکھتے ہیں - جب بادشاہ مرجاتا ہی تو انہیں نوشتوں سے اُسکی تاریخ بقید زمانہ تحریر ہوتی ہی -

جب کوئی غریب آدمی داد چاہتا ہی تو وہ پہلے اس زنجیر کے پاس آتا ہی اور ہلاتا ہی جو دو میناروں کے درمیان لٹکی ہوئی ہی اور اس میں بہت سے سونے کے گھنٹے لٹکتے ہیں - اُسکے قریب ہی بادشاہ رہتا ہی زنجیر کے ہلنے سے گھنٹوں کی آواز بادشاہ سنتا ہی اور آدمی بھیجتا ہی کہ جاکر دریافت کرو کہ معاملہ کیا ہی اور پھر اُسکا انصاف کرتا ہی ہاکنس نے یہ بھی لکھا ہی کہ ابتداء سلطنت میں سارا ملک چوروں اور رہزنوں سے بھرا ہوا تھا کہ کوئی شخص بغیر حفاظت کے سپاہیوں کے لیے بغیر گھر سے باہر نہیں نکل سکتا تھا تقریباً سارے آدمی

باغی ہو رہے تھے۔ بعد ہاکنس کے سر طامس رو کا زمانہ آتا ہے۔

وہ اپنے ١٠ جنوری سنہ ١٦١٦ع کے روزنامچے میں لکھتا ہے کہ میں آج کے چار بجے دربار میں گیا اس وقت ہمیشہ بادشاہ دربار میں بیٹھا کرتا ہے کہ اجنبی آدمیوں کو دیکھے لوگوں کی فریاد سن کر حکم دے تحائف کے اوروں کو دیکھے اپنے تئیں دکھائے یہاں ٹھیک دربار کا حال لکھنا مناسب ہے۔ بادشاہ کی خلوت سرا میں کوئی سوا خواجہ سراؤں کے نہیں جا سکتا تھا اور یہاں تاتاری عورتیں ہتھیار لگاکے بادشاہ کی حفاظت کرتی تھیں اور یہی عورتیں مجرموں کو سزا دیتی تھیں بادشاہ ہر روز جھروکہ میں بیٹھکر اپنی رعایا کو درشن دیتا تھا اور اپنے دروازہ کے آگے میدان کو دیکھتا تھا۔ دوپہر کو وہ ہاتھیوں کی اور وحشی جانوروں کی کشتیوں کو دیکھتا تھا اور کٹہرہ کے اندر امرا اُس سے نیچے کھڑے رہتے تھے پھر بادشاہ اپنی حرم سرائے میں سونے جاتا تھا بعد دوپہر کے وہ دربار میں آتا تھا پھر رات کا کھانا کھاکے آٹھ بجے رات کے وہ غسل خانہ میں آتا تھا جس کے بیچ میں ایک تخت سنگ مرمر کا بچھا ہوا تھا جس پر وہ بیٹھتا تھا۔ بعض اوقات تخت سے نیچے کسی کرسی پر بیٹھتا۔ جس میں سوا اول درجے کے امیروں کے یا ان آدمیوں کے جنکو اجازت ہوتی کوئی نہیں آسکتا تھا۔ یہاں خوش اخلاقی سے وہ بڑی باتیں کرتا تھا۔ ان خرد و مقاموں کے سوا مہمات معاملات و مقدمات کا فیصلہ کہیں اور نہ ہوتا تھا۔ وہ سب لکھا جاتا تھا دو شلنگ ایک روپیہ خرچ کرکے جسکا جی چاہے یہ نوشتے دیکھ لے عوام الناس کو ان معاملات کی ایسی خبر ہوتی تھی جیسے خواص کو جو کونسل میں شریک ہوتے تھے ہر روز بادشاہ کے رزولیوشن (تجویزیں و فیصلے) اخباروں کی طرح مشتہر ہو جاتے تھے اور اوباش بدمعاشوں کو اُن پر بدگوئی کا موقع ملتا تھا ہمیشہ یہ کام بادشاہ روز کرتا اس میں ذرا تغیر نہیں ہوتا سوا اس کے کہ بیماری یا بدمستی اسکی مانع ہو یہ بات معلوم رہے کہ اگر بادشاہ ایک دن اپنی صورت نہ دکھاتا اور اسکی کوئی معقول وجہ نہ بیان کی جاتی تو رعایا سرکش ہو جاتی دو دن بعد تو یہ عذر بھی مسموع نہیں ہوتا جب تک کہ آدمی ور دروازہ کے اندر داخل ہوکر بادشاہ کی صورت نہ دیکھ لیتے اور اوروں کا اطمینان خاطر نہ کرتے منگل کو جھروکہ میں وہ عدالت کے لیے بیٹھتا ہے اور غریب سے غریب اور رذیل سے رذیل آدمی فریاد کر سکتا ہے اور مدعی و مدعا علیہ کے اظہاروں کی تحقیق کرتا ہے

اور اُس کے ہاتھی جو آدمیوں کو پانوں تلے مسلتے ہیں نہیں دیکھتا ہی - غرض جیسی ساری رعیت بادشاہ کی غلام ہو ایسے ہی بادشاہ ان دستوروں کا غلام ہی - سکہ بڑی عدالت کا حال لکھتے ہیں کہ مقدمات کی تحقیق اور فیصلے جلد ہو جاتے بڑے مجرموں کو پھانسی ملتی تھی سر اُڑائے جاتے تھے زندہ کھالیں کھچوائی جاتی تہیں - ہاتھیوں کے پیروں تلے کچلوائے جاتے تھے - کتوں سے پھڑوائے جاتے تھے - سانپوں سے کٹوائے جاتے تھے اور حکمتوں سے مروائے جاتے تھے اس طرح جان ستائی پر سب بازار ہوتی تھی -

ہربرٹ اپنے سفرنامہ میں لکھتا ہو کہ جہانگیر نے اکبر کی کسی بیوی کو جو نہایت اُسکو عزیز تھی اور انارکے نام سے مشہور تھی بے عزت کیا - باپنے اس قصور کے معاف کرنے کے لیے وعدہ کیا بیٹے نے باپ کے وعدہ پر اعتبار کر کے اطاعت اختیار کی غسل خانہ میں باپ کے روبرو آیا وہ اُس کو حرمسرا میں لے گیا اور اپنے وعدہ کو بھول گیا اور طیش میں آنکر بیٹے کے ایسے گھونسے مارے کہ وہ گر پڑا اور اُس نے جہانگیر کو گدہا احمق کہا کہ اُس نے میرے وعدہ پر یقین کر لیا - مری صاحب بھی اس بیان کی شہادت دیتا ہو اس کا بیان آگے آئیگا ہربرٹ نے ۱۶۲۶ سنہ میں ہندوستان میں سفر کیا - وہ اشراف خاندانی انگریز تھا اُسنے بھی جہانگیر کے عہد کی تاریخ لکھی ہو

ہاکنس جہانگیر کے زمانہ کی بہت کہانیاں کہتا ہو کہ بڑے بڑے بہادر آدمی نہتے شیروں سے لڑنے پر مجبور کیے جاتے تھے - بہت سے اُن میں مارے جاتے تھے - زخمی آدمی اسلیے مارڈالے جاتے تھے کہ وہ بادشاہ پر تبرا بھیجنے کے لیے زندہ نہ رہیں -

برنیر جہانگیر کے دربار کی تذلیل کرتا ہو کہ ایک فرانسیسی ڈاکٹر برنارڈ نامی پر جہانگیر بہت التفات کرتا تھا - وہ محل کی کسی رقاصہ لڑکی پر عاشق ہو گیا - اُس کی ماں نے ڈاکٹر کے پیغاموں کو مانا نہیں تو وہ جہانگیر کے دربار میں آیا اور اس لڑکی کو بادشاہ سے مانگا - بادشاہ نے ہنسکر اُس درخواست کو مان لیا - اور ڈاکٹر سے کہا کہ اس لڑکی کو کندھے پر اُٹھا کر لے جا - اس فرانسیسی کو اس لے جانے میں شرم نہ آئی

اُس کے حکم کی تعمیل کی۔

سر طامس رو کہتا ہے کہ خسرو عیسائیوں کا بڑا حامی تھا اور اُس نے ایک بیوی کے سوا کوئی دوسری بیوی نہیں کی۔ خسرو تو غیر مسلمانوں کا اور جہانگیر مسلمانوں کا سرگروہ تھا۔

جہانگیر بظاہر اکبر سے زیادہ عیسائی مذہب پر مائل تھا اُس نے باپ کی طرح پرتگیزوں کو حکم دیدیا کہ وہ چرچوں اسکولوں کو اپنے قائم کریں اور جہاں چاہیں وہاں وعظ کریں اور جو چاہیں اُن کو عیسائی کرلیں۔ پادریوں کی باتیں جہانگیر نے یہانتک سنیں کہ اُن کو یقین ہوگیا کہ وہ عیسائی ہوگیا جس حد پر باپ نہ گذرا تھا اُس سے وہ بہت آگے گذر گیا۔ اُسکے دو بھتیجے دانیال کے بیٹے عیسائی ہوگئے تھے اور آگرہ میں اصطباغ ہوا اور اُن کی سواری اس طرح گرجا میں گئی کہ وہ ہاتھی پر بیٹھے اور تمام عیسائی جو ساٹھ سواروں کے قریب تھے اُس کے ساتھ ہوئے ہاکنس اُن کا کپتان بنا اور سینٹ جارج کا علم اُس کے ہاتھ میں تھا وہ انگلستان کے اعزاز کے لیے سب سے آگے چلا۔

اس فعل میں ہر شخص جانتا تھا کہ کوئی بھید ہے مگر یہ سمجھنا آسان ہے کہ جہانگیر اس سبب سے عیسائی مذہب پر التفات کرتا تھا کہ عیسائی مذہب نے اُس کو روزوں کے رکھنے پر مجبور کرتا تھا سور کے گوشت کھانے کی اور شراب پینے کی اجازت دیتا تھا۔ علی الاعلان اصطباغ پانا ایک معما ہے۔ برخلاف توقع یوں حل ہوگیا کہ شاہزادوں نے پادریوں سے کہا کہ ہمارے لیے پرتگیزی عورتیں نکاح کے لیے تلاش کیجئے وہ عیسائیوں کی طرح اُنکو بیاہنے اور اُن کے ساتھ عیسائیوں کی طرح رہنا چاہتے تھے۔ پادری اس درخواست سے ہیبت زدہ ہوئے اُنھوں نے شاہزادوں کو متنبہ کیا شاہزادوں نے صلیب پادریوں کو حوالہ کی اور پھر مسلمان ہوگئے۔ پھر معلوم ہوا کہ جہانگیر نے اُن سے یہ درخواست کرائی تھی۔ وہ پرتگیز عورتوں کو اپنی حرم بنانا چاہتا تھا۔ سر طامس رو کا خط بنام ارچ بشپ کنٹربیوری مورخہ ۳۰ اکتوبر ۱۶۱۶ء پادری ٹیری بیان کرتا ہے کہ جہانگیر کے عہد میں آگرہ میں تمام فرنگی اُس کے محل تک رسائی رکھتے تھے فرنگی کا اطلاق ان سب قوموں کے آدمیوں پر ہوتا تھا جو یورپ (فرنگستان) میں رہتے تھے جہانگیر ساری رات فرنگیوں کے ساتھ شراب پیتا تھا مسلمان روزہ رکھنے سے

مجبور تھے۔ فرنگیوں کے ساتھ مے نوشی کرتا۔ اگر مسلمان اس صحبت میں ہوتے تھے تو انکو شراب بزدستی پلائی جاتی تھی
چتوڑ کے ٹومس کوریٹ نامی جو سفر کرنے پر عاشق تھا وہ ۱۶۱۵ء میں آگرہ میں
آیا تھا اُسنے جو اپنے گھر (انگلینڈ) کو مختلف آدمیوں کو خطوط لکھے ہیں۔ وہ جہانگیر کا حال عجب
طرح سے لکھتا ہے کہ جہانگیر کی عمر ۵۳ سال کی تھی اُس کا رنگ نہ سفید تھا نہ کالا گندمی تھا اُس کے
ملک کی آمدنی چالیس ملین کراون ہے اور ہر کراون ۵ شلنگ کا یعنی (۱۷ کروڑ روپیہ) کی کہتے ہیں۔ اسکا ختنہ
نہیں ہوا۔ بادشاہ حضرت عیسیٰ کا ذکر بڑی عظمت کے ساتھ کرتا ہے اور کہتا ہے کہ وہ بڑے نبی تھے
وہ دن میں تین دفعہ اپنے امرا سے ملتا ہے۔ سورج نکلنے کے وقت جس میں وہ ہاتھ اٹھا کر دعا
مانگتا ہے۔ دوپہر کو اور شام کو۔ ہفتہ میں دو دفعہ ہاتھیوں کی لڑائی دیکھتا ہے۔ طامس کوریٹ
اس بات کو اپنا فخر سمجھا کہ اجمیر میں وہ ہاتھی پر بیٹھا جس کی اُس نے تصویر بھی بنائی۔

ہندوستان کی سفارت میں جو انگلستان سے آدمی آئے انمیں مسٹر ٹیری چیپلن (پادری) تھا وہ
لکھتا ہے کہ مسلمانوں میں سوا کمینوں کے کوئی ایسا نہیں ہے کہ ہمارے شفیع یسوع مسیح کا نام ادب اور تعظیم
سے نہ لیتا ہو۔ اسکو وہ نیک معصوم جانتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اُس کی برابر معجزے نہ پہلے کسی پیغمبر
نے کیے نہ بعد اُس کے۔ اسکو روح اللہ کہتے ہیں مگر اُن کو ابن اللہ ہونے کی وجہ نہیں معلوم
اسلیے اس پر ایمان نہیں لاتے۔ باوجود اس کے اکثر مسلمان عیسائیوں کو نجس جانتے ہیں وہ
ہمارے ساتھ کہاتے ہیں نہ اُن برتنوں میں کہاتے جنمیں ہم کہائیں سر طامس رو نے ۱۲ اگست سے ۱۹
تک کے سفرنامہ میں لکھا ہے کہ جمال الدین حسین نے جو میری دعوت کی تو مجھ کو خشک ہوئی تھی
ایمیں وہ میرے ساتھ کہانے میں شریک تھا لیکن جب ان کو کہانے کی دعوت ہوئی تو میں جدا
بٹھایا گیا چندروز کے بعد جمیل الدین حسین کی میں نے دعوت کی اس کو کھانا کھلایا جو مسلمان کے
ہاتھ کا پکا ہوا تھا۔ اُس نے اُس کھانے کو ہاتھ نہیں لگایا جو انگریزی طرح کا پکا ہوا تھا اُسنے
یہ کہا کہ تین چار رکابیاں کھانے کی میرے گھر بھیجدو میں انکو اپنے گھر میں پوشیدہ کہاؤں گا۔
چونکہ جہانگیر کے عہد سلطنت میں انگریز اور اہل فرنگ بہت سے اُس کے دربار میں جمع ہو گئے تھے

اوراُن میں سے بعض نے یہاں کے حالات ملکی اورمعاشرت کے لکھہ لکھکر اپنے اہل وطن کو بھیجے اور اہل وطن نے ایک مدت کے بعد اُنکو جمع کرکے چھاپ کر مشتہر کیا۔ گو اُن کے بیانات میں اختلافات ہیں اور ایک ہی فرنگی کی تصنیف کے مختلف نسخے مطبوع ہوئے ہیں مگر انگریزی مورخ انہیں نوشتوں پر سلطنت جہانگیری کی تاریخ کی بنیاد رکھتے ہیں اور اُنکے برخلاف جو باتیں کہ مسلمان مورخوں نے بیان میں لکھی ہیں اُن کو غیر معتبر جانتے ہیں اور نہیں مانتے ہیں سلسلہ تاریخ میں سفرنا [illegible] کہتا ہے اگر اس میں اغلاط کے احتمالات زیادہ ہوتے ہیں۔ جو سیاح کسی ملک میں [illegible] نقط ظاہری حالات کو دیکھ سکتا ہے اُس کو بہت کم موقع ایسے ملتے ہیں کہ اندر [illegible] ت خواہ پولیٹکل ہوں یا سوشیل اُن تک اُس کی رسائی ہو اُسکو اتنی مہلت و فرصت نہیں ملتی کہ وہ اتنے جزئیات مقدمات پر علم حاصل کرے جس سے استقرا درست کر سکے اور نتیجے صحیح نکال سکے خصوصاً جب کہ اُس کا مذہب اور زبان غیر ہو مذہب اُسکو ایک آنکھہ [illegible] اور زبان اُس کو کسی بات کو پورا سمجھنے نہیں دیتی۔ جب ایسی حالت میں ایک اجنبی مسافر کا [illegible] نامہ بہ نسبت ان تاریخوں کے جو کسی ملک کی وہیں کے باشندوں اور اور بادشاہوں کے معاصرین نے لکھے ہوں وقعت نہیں رکھتا ان سفرناموں کے اعتبار کی وجہ بڑی یہہ بیان کی جاتی ہے کہ جو مورخ بادشاہ کے زمانہ میں یا اُس کی اولاد کے عہد میں تاریخ لکھتا ہے اُسکو بمجبوری اُس میں خوشامد کے مارے جھوٹی باتیں لکھنی پڑتی ہیں۔ مسافر کو بعد مکانی خوشامد اور جھوٹ سے بچاتا ہے۔ لیکن جیسا کہ یہہ بعد مکانی کام کرتا ہے ویسا ہی بعد زمانی بھی کام کرتا ہے اگر کسی بادشاہ کا حال ایک زمانہ کے بعد لکھے تو اسکو خوشامد کے مارے جھوٹی باتیں لکھنے کی حاجت نہیں پڑتی غرض کسی ملک کی اصلی تاریخوں کے مقابلہ میں جو بادشاہ کے عہد میں یا اُسکے بعد لکھے جائیں ان مسافروں کے سیاحت نامے چنداں وقعت نہیں رکھتے۔ جب تک کسی مسافر کے بیان کی تصدیق یہہ تاریخیں نہ کریں وہ قابل اعتبار نہیں ہوتا۔

انگریزوں اور خاصکر سر طامس رو نے جو اپنا اعزاز و احترام کی باتیں لکھی ہیں کہ لوگوں نے

مجھ سے کہا کہ کسی اور سفیر کا آپ کی برابر احترام بادشاہ نے نہیں کیا۔ ان میں سے کسی ایک بات کا پتا بھی مسلمانوں کی تاریخ میں نہیں لگتا۔ سر طامس رو کی سفارت کا ذکر کسی تاریخ میں نہیں۔ جہانگیر کو تو بعض انگریزی مورخ یہ کہہ دیتے ہیں کہ اُس نے اپنی مستانہ نوشی اور کاہلی کے سبب سے اِس انگریزی سفارت عظیم کا حال نہیں لکھا مگر اور مورخوں کو کیا ہوا تھا جو اُنہوں نے اسکا نام تک نہیں لیا اس سے مسلمانوں کا مغرور ہونا ثابت کرتے ہیں اصل حقیقت یہ ہے کہ اس زمانہ میں انگلستان کی سفارت سفارت ہی نہیں سمجھی گئی کہ کوئی مورخ یا بادشاہ جو اپنی سلطنت کے جزو و کل حالات اور ایران و توران وغیرہ کی سفارت کو مفصل بیان کرتا ہے اُسکو لکھتا سفیر بادشاہ کے لیے بیش قیمت تحائف نہیں لایا تھا سوا اس کے وہ تجارت کے باب میں عہدنامہ چاہتا تھا۔ ان دونوں باتوں نے سفارت انگلینڈ کی وقعت نہ پیدا ہونے دی ہاں اگر جہانگیر کو یہ معلوم ہوتا کہ ایک زمانہ ایسا آئیگا کہ یہ قوم کل ہندوستان پر مسلط ہو گی تو وہ اس سفارت کے نتائج کو سوچ کر اسکے بیان کو اپنے سنہ جلوس کا ایک واقعہ عظیم سمجھتا اور اُسکو بیان کرکے اس سنہ کو اپنی یادگار روزگار رکھتا۔ سر طامس رو نے اپنے اعزاز و احترام کی حکایات کو مبالغہ سے لکھا ہے۔ وہ ایک اجنبی مسافر نئے رنگ ڈھنگ کا تھا بادشاہ اور امرا اپنی خوش اخلاقی کے سبب سے یا فقط اُس سے نئی باتوں کے معلوم کرنے کے لیے اور اُس کا تماشا دیکھنے کے لیے خاطر کرتے ہوں گے اس پر مجھے ایک حکایت یاد آئی۔ دہلی کے رزیڈنٹ سیٹن صاحب تھے اور مولوی شاہ عبدالعزیز صاحب ایک عالم متبحر تھے۔ صاحب ممدوح مولوی صاحب سے کبھی کبھی ملاقات کو آیا کرتے تھے ایک دفعہ ملاقات میں شاہ صاحب نے صاحب ممدوح سے کہا کہ انگلستان کے آدمی مہمان نواز بڑے ہوتے ہیں صاحب نے فرمایا کہ مولوی صاحب آپ نے یہ کیونکر جانا۔ اُنہوں نے جواب دیا کہ کیبنل پوش اپنے سفرنامہ میں جابجا لکھتا ہے کہ میری دعوت وہاں کے بڑے بڑے امیروں نے اور اور آدمیوں نے کی یہ سنکر صاحب ممدوح نے قہقہہ لگایا اور فرمایا کہ مولوی صاحب ان دعوتوں کا سبب مہمان نوازی نہ تھی بلکہ کیبنل پوش ہاتھ سے کھاتا تھا یہ انگریزوں کے لیے ایک تماشا تھا کہ آدمی بندر کی طرح کھاتا ہے اس تماشے کی خاطر اُس کی دعوتیں ہوتی تھیں نیکیوں کی

خاطرداری کے ایسے ہی اسباب ہندوستان میں بھی ہوں گے۔ انگریزوں نے جو جہانگیر کے خصائل اور عہد سلطنت کی بدنظمیوں کا طومار باندھا ہے وہ قومی اور مذہبی تعصب پر مبنی ہے اور زیادہ تر لاعلمی پر مثلاً سر طامس رو ان سڑکوں پر گذرا جو راجپوتانہ اور دکن میں واقع تھیں انہیں سے ایک ملک ابھی فتح ہوا تھا اور دوسرے ملک میں لڑائی ہو رہی تھی ایسی حالت میں اگر ایک دو جگہ چوری یا قزاقی ہوئی تو کیا اس سے سارے ملک کی بدنظمی پر قیاس ہو سکتا ہے۔ کیا اس سے وہ سڑکیں جن پر جہانگیر نے دو رویہ پھل دار درخت لگائے تھے اور مسافر ہونا اچھالتے چلے جاتے تھے وہ مٹ جائیں گے۔ غرض ہم نے جو انگریزوں و فرنگیوں کے بیانات اوپر نقل کیے ہیں ان میں سے زیادہ تر مسلمانوں کے نزدیک پایۂ اعتبار سے ساقط اور پیرایۂ صدق سے معرا ہیں ان میں سے کسی بات کی شہادت ان کو اپنی تاریخ نہیں دیتی ہے

جہانگیر کی عادات و خصائل و اخلاق و بعض حالات

تاریخ شہادت دیتی ہے کہ جہانگیر کی ولادت میں کرامت اولیا کا دخل تھا راجہ بہارا جہ اکبر کی رانی انبیر والی لاولد تھی وہ اس کے گھر کے چراغ روشن کرنے کے لیے اجمیر میں حضرت معین الدین چشتی کے مزار پر دوڑا گیا اور وہاں اپنے گوہر مقصود کو پایا۔ رانی کے ہاں شیخ سلیم کے گھر میں جہانگیر پیدا ہوا۔ اس کی دودھ پلانے والی دایہ شیخ کی بہو مقرر ہوئی غرض اس دایہ کی صحبت نے اور حالات نے جو اس کے گرد لڑکپن میں تھے جہانگیر کو خود پرست اور توہمات میں مبتلا کیا دنیا سے بے خبر رکھا اس کے بعد باپ نے بھی اس کی تعلیم کی تکمیل کے لیے کوئی اہتمام نہیں کیا۔ اس کی تعلیم خام رہی اس کی ساری تزک میں کہیں کسی مصنف و تصنیف کا ذکر نہیں سوا طبقات بابری کے اس نے نہیں لکھا کہ میں کسی کتاب سے مستفید ہوا ہوں خط بھی اس کا کچا تھا۔

جہانگیر جب جوان ہوا تو اس نے باپ سے ناہنجاریاں اختیار کیں جن کا مفصل بیان کیا گیا ہے ہر چند بہت صلاح کاروں نے اس کو صلاح دی کہ وہ باپ سے معرکۂ جنگ گرم کرے مگر وہ کئی جگہ

اپنی تزوک میں بیان کرتا ہے کہ میں نے اس صلاح کو نہیں مانا اور اپنی عقل پر کام کیا اور کہتا رہا کہ خداے مجازی سے ہنگامہ رزم کو برپا کرنا کفر سمجھتا ہوں ۔ گو باپ کی زندگی میں اُسکو ایسا آزار پہنچایا کہ اُس کا دل اُس سے بیزار ہوا مگر جب وہ مرگیا تو اُس کے جنازہ کو کندھا دیا ۔ آگرہ سے پانچ میل پر بڑا عالیشان مقبرہ لاکھوں روپیہ خرچ کرکے بنوایا ۔ ایک دفعہ پیادہ پا باپ کی قبر کی زیارت کو گیا اور حسرت میں رہا کہ بسر وچشم نہ جا سکا جب وہ خسرو کی مہم میں مصروف رہا تو اسکی غیبت میں معماروں نے اس مقبرہ کو اپنی رائے کے موافق بنا دیا جب وہ آیا اور اُس نے اس مقبرہ کو دیکھا تو ساری وہ عمارتیں جو ناموزوں تھیں تڑوا ڈالیں اور اپنی مرضی کے موافق اُنکو بنایا بیس برس میں یہ عمارت پوری بنکر تیار ہوئی جو اب تک اپنی شان وعظمت دکھا رہی ہے ۔

اکبر ایسا شہنشاہ گزرا ہے کہ اُس کی ذات ستودہ صفات کے ساتھ کسی بادشاہ کا مقابلہ نہیں ہوسکتا اگر ہوسکتا ہے تو اوّل اس کے پوتے شاہجہاں کا اور اُس کے بعد بیٹے جہانگیر کا ۔ اکبر اصل تھا جہانگیر اُس کی نقل تھا اُس میں بہت سی خوبیاں باپ کی پائی جاتی تھیں ۔ وہ اپنے قدیمی نوکروں پر مہربانی کرنے میں اور اُن کے بڑے بڑے قصوروں کے معاف کرنے پر دوسرا اکبر تھا ۔ راجہ مانسنگھ اور مرزا عزیز کوکہ کی کیسی تقصیرات کو معاف کرکے اُنپر لطف وکرم کیا اس کوکہ نے اُسکو بڑی تکلیف پہنچائی تھی ۔ اپنے بیٹے خسرو پر جو باپ کی جان ستانی پر مستعد رہتا تھا کیا شفقت پدری کی ہے کہ کمتر کوئی باپ ایسی بیٹے پر کرتا ہے ۔ دشمنوں کے ساتھ جنگ وپیکار میں اپنے باپ کی تدابیر کی تقلید کی اُسنے اپنی تزوک میں باپ کی خصائل وعادات وتدابیر وانتظامات ملکی پر رائیں لکھی ہیں وہ اُس کی فراست وکیاست کو ظاہر کرتی ہیں ۔ اور بتلاتی ہیں کہ وہ باپ کے قواعد وقوانین وآئین کی کیسی قدر کرتا تھا اور دل وجان سے اُن کی پیروی میں کوشش کرتا تھا ۔

انسان کی سرشت ایسی ہے کہ وہ برے بھلے کام ملے جلے کرتا ہے نہ کوئی نیک آدمی ایسا ہوتا ہے کہ سارے کردار اُسکے نیک ہوں نہ کوئی بدآدمی ایسا ہوتا ہے کہ سارے افعال اُسکے بد ہوں

خیر محض اور شر محض دونو معدوم ہیں اگر کسی آدمی کی خصلت کا مشخص کرنا منظور ہو کہ وہ نیک ہے یا بد تو اس کا طریقہ یہ ہے اُس کے سارے نیک بد کاموں کو جمع کر کے دونوں کو میزان عدل میں عقل سے تولیں جس طرف پلڑا بھاری ہوا اس جانب میں نیک بد ہونے کا حکم لگائیں۔ نہ یہ کہ اُس کے بُرے کاموں کا انتخاب کر کے اُس کے بد ہونے کا فیصلہ کر دیا اور پھر اُس کے نیک کاموں کو بھی اتفاقی اور مکاری کا بتا دیا ایسے میں جہانگیر کے ظلم و عدل کے کاموں کو لکھتا ہوں جن کو وہ آدمی جو تعصب سے خالی ہیں اُس کے عادل ہونے کا فیصلہ خواہ مخواہ کریں گے۔

جہانگیر پر ظلم کا الزام یہ لگایا جاتا ہے کہ وہ مجرموں باغیوں بے وفا نوکروں کی ایسی بُری طرح جان لیتا تھا اور سزا دیتا جن سے اُس کا وحشیانہ ظلم ثابت ہوتا ہے۔ دار کھنچتا۔ ذبح کراتا۔ زندہ کھال کھچواتا۔ زندہ جلاتا۔ ہاتھیوں کے پانوں تلے مسلواتا۔ حلال خوروں اور سگ بانوں کے ساتھ کھلواتا۔ ایک عورت کو اس جرم میں کہ کسی مرد کو بوسہ دیا تھا بغلوں تک زندہ زمین میں گڑوایا۔ تین دن تک اُس کا سر دھوپ میں سکوایا جس سے وہ ۲۴ گھنٹے میں مر گئی۔ ایک امیرزادہ کو اس قصور میں کہ اُس نے سخت کلامی کی تھی آدھے چہرہ کی کھال ادھڑوائی بعض باغیوں کے سرغنوں کو گدھے اور بیل کی کھال میں بند کر کے تشہیر کرائی۔ ایک دفعہ بادشاہ شکار کی شست لگائے بیٹھا تھا کہ بیچ میں تین آدمی اتفاق سے آ گئے جس سے کہ شکار ہاتھ سے نکل گیا اُسنے غصہ میں انکا ایک آدمی کو مروا دیا دو کی ناک کٹوا دی جہانگیر شہنشاہ تھا اگر اُس نے خسرو کے تین چار سو ہمراہیوں کو بوضع غیر مکرر مروایا اور سرغنوں کی جان بُری طرح نکالی تو کیا گناہ کیا ایسے موقعوں پر ایسا قتل کرنا بادشاہ اور گورنمنٹ پر واجبات سے ہوتا ہے اس سیاست بغیر تو بادشاہ کی سلطنت کا جمنا اور اُس کی جان کا بچنا دشوار ہوتا ہے ہر زمانہ میں جان ستانی کے مختلف طریقے مروج تھے۔ سب کا مآل یہ تھا کہ سزا اس طرح دی جائے کہ جس سے آئندہ آدمیوں کو عبرت ہو کہ پھر وہ جرم نہ کریں جیسے اس زمانہ میں پھانسی دینے اور گولی مارنے سے اور لاشوں کو کتّوں میں ڈالنے سے عبرت ہوتی ہے اس طرح مختلف ملکوں و مختلف زمانوں میں

جان ستانی سے عبرت ہوتی تھی جو آدمیوں کی کھوپڑیوں کے مینار بنائے جائیں اور اس طرح مارے
جائیں جس طرح اوپر بیان کیا ہے ظلم ہے نہ ستم ہے نہ وحشیانہ پن ہے۔ اس زمانہ اور اس زمانہ کے
جان ستانی کے طریقوں میں ایسا ہی اختلاف ہے جیسے کہ آدمی کے اولیانے اور بھوننے میں یہ
فقط تعصب کی بات ہے کہ ایک کو اچھا اور دوسرے کو برا کہیں جیسے مسلمان مردے کو جلانے
کو بے رحمی اور سنگدلی سمجھتے ہیں اور ہندو زمین میں مردہ کے گاڑنے کو۔ جہانگیر شہنشاہ اعظم تھا
جتنی باغیوں مجرموں کی جانیں اس کے زمانہ میں کم تلف ہوئی ہیں کمتر کوئی عیسائی اور مسلمان
بادشاہ ہوا ہو گا کہ جس عہد میں یہ ہوا ہو گا۔ سب سے بڑا الزام تحکم کا اس پر یہ لگایا جاتا ہے کہ اس نے
شیر افگن خاں کو کبھی ہاتھی سے کبھی شیر سے لڑا کر اس کی جان لینی چاہی جب یوں وہ نہ مرا تو آخر کو
اسکو قتل اسلیے کرا دیا کہ اس کی بیوی مہرالنسا سے خود نکاح کرے اس سے زیادہ جھوٹا الزام
اسپر کوئی نہیں لگ سکتا۔ پاجی سے پاجی مسلمان بادشاہ کوئی ایسا نہیں ہوا کہ اس نے کسی کی جان
اسلیے لی ہو کہ اس کی بیوی سے اپنا عقد نکاح باندھے۔ اس واقعہ کے لیے کوئی تاریخی شہادت
مستند و معتبر نہیں ہے۔ نہ توزک میں اس کا ذکر ہے اور نہ کسی اور اس کی معاصر تاریخ میں وہ مذکور ہے
اکثر مسلمان مورخ شیعہ مذہب کے ہیں اور بعض سنت جماعت ان دونوں میں بعض حضرات ایسے
ہوتے ہیں کہ وہ عداوت مذہبی کے سبب دوسرے مذہب کے بادشاہ کے نیک کاموں میں کوئی لگتی لگاتی
برائی ایسی لگا دیتے ہیں کہ یہ نیک کام مینگنیوں بھرا دودھ ہو جاتا ہے مدتوں کے بعد ایسے مورخوں نے
یہ رمز و کنایہ یہ مضمون جہانگیر کی نسبت گھڑ کر لکھا ہے سوا اس کے یہ امر یوں بھی عقل کے خلاف معلوم
ہوتا ہے کہ شیر افگن کا سارا کنبا اس کے قتل ہوتے ہی بادشاہ پاس بھیجا گیا۔ مگر نور جہاں چار برس
تک سلطانہ رقیہ بیگم مادر بیبی جہانگیر پاس ہی رہی اگر جہانگیر نے شیر افگن خاں کو نور جہاں سے نکاح
کرنے کے لیے قتل کرایا تو اس کے قتل ہوتے ہی اپنا مدعا کیوں نہ حاصل کیا جب جہانگیر نے
نور جہاں سے نکاح کیا ہے تو اس کی چوبیس برس کی عمر تھی اس سے ظاہر ہے کہ حسن صورت سے
زیادہ حسن سیرت عشق کا سبب ہوا ہو گا۔ اس بادشاہ میں سب سے زیادہ خوبی یہ تھی کہ جیسے وہ اپنے

ذاتی حقوق و منافع اور عیش و عشرت کی حفاظت چاہتا تھا اسی طرح وہ رعایا کے سکھ چین آرام آسودگی کا
خواہاں تھا اس کی زنجیر عدل نے اس کی عدالت کا آوازہ سارے ملک میں پھیلا دیا اسکے اس مقولے سے
کہ بادشاہ پر فرض ہے کہ وہ جنگل کے درندوں اور چرندوں اور ہوا کے پرندوں تک کی حفاظت کرے اور اپنے
تخت کے نیچے ان جانوروں کی بھی حق رسی کرے اسکی عدالت کو کافی طور پر ثابت کر دیا ہے اسکی دلی تمنا
اور آرزو یہی تھی کہ میں رعایا پر عدالت کے ساتھ حکومت کروں۔ نورجہاں جس پر وہ دل و جان سے عاشق زار
تھا اس سے اسنے کہہ دیا تھا کہ میں تمکو کاروبار سلطنت کا اختیار دیتا ہوں۔ مگر تم کبھی میری عدالت
میں مداخلت نہ کرنا میں اسکو نہ سہونگا اس نے تخت پر بیٹھتے ہی دوازدہ احکام و قوانین جاری کیے جن سے
زیادہ سے زیادہ آدمی زیادہ سے زیادہ خوش و خرم رہ سکتے ہیں یہی اصل مطلب قوانین کا ہوتا ہے بعض
مخالف کہتے ہیں کہ یہ قوانین فقط کاغذی عمل تھا انکی عملدرآمد نہیں ہوئی۔ اگر یہ بات ان کی تسلیم بھی
کر لی جائے تو بھی فقط اس کاغذی عمل سے جہانگیر کی پرلے درجہ کی نیک نیتی ثابت ہوتی ہے قانون
میں مقنن کی نیت دیکھی جاتی ہے عمل ہونا یا نہونا دوسری بات ہے قانون کا اچھا بنانا اس کی نیک نیتی
کو بتلاتا ہے۔ ایک حکم خیر و خوبی کا اس نے جاری کیا جو نہ اسکے باپ نے نہ سلاطین ماضیہ نے جاری کیا
تھا معلوم نہیں کہ انگریزی مورخ کیوں اسقدر فروگذاشت کرتے ہیں اور اس کی داد نہیں دیتے وہ حکم یہ
تھا کہ آئندہ خواجہ سرا نہ بنائے جائیں نہ بیچے جائیں اس حکم کے بعد جو مجرم اس جرم کے پکڑے گئے
انکو حبس دوام کا حکم دیا اسنے یہ بھی حکم دیا کہ جن ہندو عورتوں کے لڑکے بالے ہوں وہ ستی نہونے پائیں
رعایا کے دل خوش کرنے کے کام بہت کیا کرتا تھا۔ ایک دفعہ تھوڑے دنوں میں زمین کے خراج کی
معافی چاہنے والے بہت سے آدمی کھڑے ہوئے تو امرا سلطنت نے عرض کیا کہ اگر حضور کی فیاضی
و سخاوت زیادہ وسعت پائے گی تو چند سالوں میں سرکاری آمدنی صفر ہو جائے گی تو جہانگیر نے انکو
جواب دیا کہ یہ سائل ایک لشکر ہے جو میری دعا مانگتا ہے جس کے مانع امرائے سلطنت ہوتے ہیں انپر
واجب ہے کہ اس لشکر کو زیادہ کریں جب شاہزادہ خسرو بھاگا ہے اور اس نے راہ میں لوگوں کو
لوٹا ہے تو جو شخص لٹا تھا اسکو جہانگیر نے اسکے مال کا پورا معاوضہ دیدیا خسرو کے ہاتھ کا رقعہ بادشاہ

کے نام ایک شخص کی سفارش میں تھا جسکے گھوڑے اُس نے لیے تھے جہانگیر نے گھوڑوں کی پوری قیمت دیدی - اجمیر میں تین برس کچھ مہینے جہانگیر رہا تھا اُس نے اپنے رعایا کی بہبود و فلاح و آسائش و آرام کے لیے ہفتہ کے ہر روز کے واسطے ایک خاص کام مقرر کیا تھا پنجشنبہ کو سارے جشن و جلسے ہوتے سوا عیش و عشرت و مسرت کے کاموں کے کوئی اور کام نہوتا تھا باغوں میں گل گشت ہوتی فواروں کی سیر دیکھی جاتی۔ امرا کا اضافہ جاہ و منصب ہوتا اس دن کا نام مبارک شنبہ بادشاہ نے رکھا تھا جمعہ کے روز بادشاہ کے روبرو ہزار پیچے دیگچے مسلمان بنائے جاتے اور اُن کو سب قسم کے کھانے اُن کے حسب حال تقسیم کیے جاتے کہ وہ خوب پیٹ بھر کر کہائیں اور اُنکو وہی کہلانے کا حکم دیا جاتا جس سے وہ زیادہ کہائیں (وہی بہاوڑہ طعام مشہور ہی اُس کے سبب سے سوایا کہا جاتا ہی) اور خدا کی عبادت اچھی طرح کریں - یکشنبہ کو جھروکے کے نیچے بہت سے اپاہج لنگڑے لولے اندہے بوڑہے اکٹھے کیے جاتے اور اُنکو خیرات میں بہت روپیہ دیا جاتا یہ اتفاق کی بات ہی کہ اندہوں کو زیادہ خیرات مل جاتی دوشنبہ کو نوجوان امرا کے ایک گروہ کو تیراندازی کا اور دوسرے گروہ کو چوگان بازی کا حکم ہوتا اور تاد علی کے محافظوں کو بہت کچھ نذر کیا جاتا سہ شنبہ کو چیتے و ہرنوں کا اور کتے و لومڑیوں کا خرگوشوں کا شکار کہیلا جاتا جو خرگوش اور لومڑیاں شکار سے بچ جاتیں وہ جنگل میں چھوڑ دی جاتیں ہاتھیوں اور جانوروں کی کشتیاں ہوتیں اور مجرم قتل کیے جاتے چہارشنبہ کو بادشاہ منحوس اس سبب سے سمجھتا تھا کہ اُسی دن اُسکے باپ کا اور اجمیر میں شاہجہاں کی ایک لڑکی کا انتقال ہوا تھا جس کو وہ اپنی جان کی برابر عزیز رکہتا تھا اُس کا نام کم شنبہ رکھا تھا - اُس دن بادشاہ جن آدمیوں سے خفا ہوتا وہ قید خانہ میں بھیجے جاتے تھے یا اُن کو کوڑے لگوائے جاتے تھے کسی دن بادشاہ اپنی خوشی کے کاموں سے باز نہیں رہتا تھا اور دوپہر سے آدہی رات تک رعایا کے مقدمے سنا کرتا تھا

جہانگیر نے اپنے شراب پینے کا حال مفصل اپنی توزک میں تحریر کیا ہی جس کو میں نے تاریخ میں نقل کیا ہی کہ کبھی شراب میں فلونیا (افیون و بہنگ) ملائی - کبھی شراب میں نری افیون بڑہائی اُسکے بیان سے یہ معلوم ہوتا ہی کہ وہ مے نوشی میں اپنے سارے بزرگوں پر سبقت

ہفتے کے دنوں کا مقرر کرنا

جہانگیر کی شراب خوری

لے گیا۔ حضرت بابر اُس کا پردادا بھی خوب مستانہ نوشی کرتا تھا گر اُس کے ساتھ اُس کو اپنا بڑا گناہ وہ جانتا تھا اور اس سے نادم اور غمزدہ ہوتا تھا مگر جہانگیر ہمیشہ شراب پینا بادشاہی کا ایک حق جانتا تھا وہ شب جمعہ کو شراب نہیں پیتا تھا۔ اس شعر

ہر گناہی کہ کنی در شب آدینہ بکن تاکہ از صدر نشینان جہنم باشی

کا مصداق نہوتا تھا۔ حضرت ہمایوں نے افیوں کہائی اس حد پر پہنچائی کہ اپنے کاموں کو ہمایونی سے ایوفی بنایا۔ حضرت شہنشاہ اکبر نے شراب اور افیوں کے مزے لیے مگر حکیمانہ اُنکی کسی مضرت کو اپنے پاس نہ آنے دیا اور منفعت کو اُٹھایا۔ وہ حکیمانہ اُن کے ضرر و نفع سے واقف تھا اُسکے بھائی عبدالحکیم اور دو بیٹوں مرزا مراد اور دانیال نے اپنی جانیں شراب کی نذر کیں اور جہانگیر نے اپنی توزک میں لکھا ہو کہ سلطان پرویز اور اُس کے اور چار عزیزوں کو شراب نے ہلاک کیا۔ ان بادشاہوں کے عہد میں شریعت اسلام کے احکام جو شراب کے پینے و بنانے و بیچنے کے باب میں تھے جھوٹے ہوگئے اور اُن میں وہ زور نہیں رہا جو پہلے تھا الناس علی دین ملوکھم کی وجہ سے امرا غربا میں یہ وبا پھیل گئی۔

جہانگیر کو جیسا کہ شراب کا ذوق تھا ایسا شکار کا شوق تھا اُسنے اپنی توزک میں لکھا ہو کہ میرے روبرو ۲۸۵۳۲ شکار ہوئے جن میں سے میں نے اپنے ہاتھ سے ۱۷۱۶۷ شکار کیے جب شاہجہاں سے اُس کی رنجش ہوئی تو اُسنے اس توبہ کو توڑ ڈالا یہ تو بالکل طفلانہ حرکت تھی۔

مصوری کے باب میں جہانگیر کا مقولہ یہ تھا کہ جیسے اشیا کے بیان سے کانوں کے ذریعے دلکو مسرت حاصل ہوتی ہو ایسی ہی اُن کی تصویر سے آنکھوں کے طفیل سے دلکو خوشی ہونی چاہیے کوئی جاندار اور بے جان نادر چیز اُس کے سامنے نہ آتی تھی کہ وہ اُس کی تصویر نہ کھچواتا ہو۔ راجہ نرسنگھ اس پاس ایسا بیمار ہو کر آیا کہ اُس کی صورت عجیب ہوگئی تھی اس کی تصویر کھچوائی۔ خان عالم کو اپنا سفیر بنا کے جب ایران بھیجا ہو تو اُس کے ساتھ بشنداس مصور کو کر دیا تھا کہ وہ شاہ عباس شاہ ایران اور اُس کے دربار کی تصویر

مصوری کا ذوق شاہانہ ۱

کہینچکر لانے تصویر خانہ بنوایا تھا جس کا حال تاریخ میں لکہا گیا۔ خان عالم ایران سے صاحب قران کے کسی معرکہ جنگ کی تصویر لایا اور اُسکو بادشاہ کو نذر کیا تو اس کو ہزار روپئے انعام دیئے۔ جہانگیر نامہ کے اوّل جس مصور نے اُس کی مجلس جلوس کی تصویر لگائی تھی اس کو انعام سے مالامال کردیا۔ بادشاہ نے اپنی تصویریں کہچوا کر اپنے دوستوں پاس بہجوائیں وہ توزک میں لکہتا ہو کہ میں نے تیز چنگ سنگ تراشوں کو حکم دیا کہ رانا اور کرن اُسکے بیٹے کی مجسم پیکر سنگ مرمر کی تراشیں جن میں اُنکا قد اور ترکیب اعضا بالکل موجود ہو۔ جب وہ تمام ہوکر میرے سامنے آئیں تو میں نے حکم دیا کہ آگرہ میں باغ پائیں میں جہروکہ درشن میں نصب کی جائیں یہ بہی ایک نئی بات ہو کہ کوئی مسلمان اسطرح راجاؤں کے بت بنواکے باغ میں لگوائے۔

جہانگیر کو شاعری کا مذاق تھا۔ طالب آملی اُسکے دربار کا ملک الشعرا تھا۔ طبع موزوں رکہتا تھا اور کبہی کبہی شعر کہتا تہا۔ یہ اُس کی پہلی غزل ہو۔

من چوں کنم کہ تیر غمت بر جگر رسد — تا چشم نا رسیدہ دگر بر جگر رسد
مستانہ می خرامی و مست تو عالمے — اسپند میکنم کہ مبادا نظر رسد
در وصل دوست مستم و در ہجر بیقرار — داد از چنیں غمے کہ مرا سر بسر رسد
مدہوش گشتہ ام کہ بہ پیچم رہ وصال — فریاد ازاں زماں کہ مرا ایں خبر رسد
وقت نیاز و عجز جہانگیر ہر سحر — امید آنکہ شعلۂ نورا اثر رسد

ایک دفعہ بادشاہ کے سامنے یہ شعر پڑہا گیا۔

بگذر مسیح از سر ما کشتگان عشق — یک زندہ کردن تو بصد خوں برابر است

وہ لکہتا ہو کہ میری طبع موزوں ہو کبہی باختیار کبہی بے اختیار کوئی مصرع، رباعی، بیت کہہ دیتا ہوں۔ اوپر کی بیت سنکر یہ بیت میری زبان پر آئی کہ۔

از من متاب رخ کہ نیم بے تو یک نفس — یکدل شکستن تو بصد خوں برابر است

اس پر احمد مہرکن نے یہ شعر کہا کہ

اے محتسب ز گریۂ پیر مغاں بترس ۔ یک خم شکستن تو بصد خون برابرست

خانخاناں کے شعر پر جو اشعار کہے گئے وہ تاریخ میں مندرج ہیں ۔

بادشاہ کی خیرات کا حساب کیا جائے تو لاکھوں روپیہ سے گزر جاتی ہے اس کا یہ ضابطہ تھا کہ آدھی رات کے بعد درویش اور ارباب حاجت اس کے روبرو لائے جاتے تھے ہمیں سال جلوس میں اس نے اپنے ہاتھ سے ان کو پچیس ہزار روپیہ اور ایک لاکھ پچانوے ہزار بیگہ زمین اور چودہ موضع در وبست چھ قلبہ زراعت اور گیارہ خروار شالی خیرات کیے اور سنہ ۱۲ جلوس میں وہ لکھتا ہے کہ ۵۸ ہزار بیگہ زمین ۵۲۳۳ خروار اور چار دیہہ و دو قلبہ و یک قطعہ باغ و ۲۳۲۷ عدد روپیہ و یک مہر و ۲۲۰۰ درب ۷۸۸۰ چرن و ۱۲۵ اتولے طلا و نقرہ اور دس ہزار دام خزانہ وزن سے فقرا اور ارباب استحقاق میں میں نے اپنے ہاتھ سے تقسیم کیے ۔

اس نے حکم دیا کہ تمام ممالک محروسہ میں خواہ محال خالصہ ہو یا جاگیر علوفخانے (خیرات خانے) بنائے جائیں اور ان میں فقرا کے واسطے گنجائش محال کے موافق طعام درویشانہ پکایا جائے تاکہ مجاور و مسافر کو فیض ہو۔ اس کے حکم کی تعمیل کی تفصیل یہ ہے ۔ ۱۷ ذیقعدہ سنہ ۱۰۲۰ کو حکم دیا کہ ممالک محروسہ کے بڑے شہروں میں مثل جہانگیر نگر و الہ آباد و لاہور و آگرہ و دہلی وغیرہ میں فقرا کے لیے علوفخانے مرتب ہوں ۔ تیس محل کے لیے یہ حکم پہلے لکھا گیا تھا جن میں سے چھ محل میں وہ پہلے سے جاری تھے اور اب اور چھ محل کے لیے لکھا گیا۔ شاہ و گدا میں گو کچھ مناسبت نہیں لیکن جہانگیر ہمیشہ فقیروں پر مہربانی و عنایت کرتا تھا۔ ایک سفر میں اس نے یساولوں اور نواچیوں کو حکم دیا کہ سر راہ اور نزدیک براہ جو مواضع واقع ہیں ان کے بیوہ اور بیچارہ آدمیوں کو جمع کر کے میرے سامنے لائیں کہ میں اپنے ہاتھ سے خیرات کروں کہ مشغولی کا ہمت بھی ہو اور نامراد اپنی مراد بھی پائیں اس سے بہتر کوئی شغل نہیں ہے ہر سال

اپنے تلادانوں میں جن میں سیم و زر متوں ہوتا تھا وہ مستحقوں کو تقسیم کر دیتا تھا۔ جہانگیر ایک بے تعصب
مسلمان تھا اس زمانہ کے سلاطین یورپ کی طرح اپنے مذہب کے تعصب کی بلا میں گرفتار نہ تھا۔ اُسکو
اپنے مذہب کا پاس و لحاظ تھا۔ سال اول ہی کے جلوس میں جو اس کا مباحثہ پنڈتوں سے ہوا
اُس سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ بت پرستی کو گناہ جانتا تھا اور توحید پر ایمان رکھتا تھا۔ سکہ میں کلمۂ شہادت
کا نقش چھاپا۔ اُسنے علماء و دانایان اسلامیہ کو حکم دیا کہ مفردات اسماے الٰہی جن کا یاد کرنا آسان ہو
جمع کریں تاکہ اسکا ورد کیا کرے ان علماء نے پانچ سو بائیس ۵۲۲ نام بہ ترتیب حروف ابجد اسکو لکھہ دیئے
جنکا وہ ورد رکھتا تھا اور شب جمعہ کو علماء و صلحاء و درویشوں و گوشہ نشینوں سے صحبت رکھتا تھا
اسکو حرمت شرع کا لحاظ ایسا تھا کہ اُسنے میر عدل و قاضی کو جو امور شرعیہ کا مدار ہیں سجدۂ زمین بوس سے
جو سجدہ کی صورت ہے معاف کر دیا۔ حفظ شریعت کے لیے جب اُس نے سنا کہ ایک سنیاسی کی صحبت
میں بعض مسلمان امیر زادوں نے کفر و زندقہ اختیار کیا ہے تو اُس نے اُن میں سے بعض کو محبوس
و تنبیہ کیا اور بعض کے سو سو دُرّے لگوائے تاکہ جاہلوں کو عبرت ہو۔ اُس نے مذہب ہی کے
لحاظ سے شرابخانوں کو اُٹھوا دیا اور بازاروں میں بنگ و بوزہ کی فروخت کو بند کرایا۔ توزک
میں لکھا ہے کہ ۸ جلوس میں جب میں اجمیر میں رانا شنکر کے دیوہرہ میں گیا جو ایک لاکھہ
روپیہ میں تیار ہوا تھا اور وہاں سنگ سیاہ کی ایک مورت میں نے دیکھی جس کا دھڑ آدمی کا سا
اور گردن سے اوپر سور کا تھا اور ہندو کا عقیدہ ناقص یہ تھا کہ کسی مصلحت کے سبب سے کسی وقت
میں حکیم علیم کی راے نے یہ اقتضا کیا کہ اس صورت میں جلوہ ظہور ہوا اس سبب سے اس مورت
کو عزیز رکھتے تھے اور پرستش کرتے تھے میں نے اُسکو تڑوا کر تالاب میں ڈلوا دیا بعد اس عمارت
کے ملاحظہ کے پیچھے ایک سفید گنبد دیکھا کہ ہر طرف سے آدمی وہاں آتے تھے۔ جب میں نے
اُس کی حقیقت پوچھی تو لوگوں نے کہا کہ یہاں ایک جوگی رہتا ہے اُس کی زیارت کو لوگ جاتے
ہیں وہ ایک آٹے کی مٹھی اُنکو دیتا ہے اور وہ اُس کو منہ میں ڈالکر اس جانور کی آواز نکالتے
ہیں جس سے ان احمقوں کو کسی وقت آزار پہنچا ہو تو اس عمل سے گناہ زائل ہو جاتا ہے

میں نے حکم دیکر اُس محل کو خراب کیا اور جوگی کو وہاں سے نکالا اور اس گنبد میں جو بت کی صورت تھی اسکو تڑوا اڈلوایا۔ میں نے تاریخ میں توزک سے نقل کیا ہو کہ جب جہانگیر کانگڑہ میں گیا ہو تو وہاں قاضی و میر عدل مقرر کیے اور جو شعار اسلام اور شرائط دین محمدی کی ہیں اُن کی تعمیل کرائی۔ قلعہ میں ایک مسجد عالی بنوائی اور گائے ذبح کرائی۔ غرض اسلام کی وہ باتیں کرائیں جو پہلے یہاں کبھی نہیں ہوئی تھیں۔ توزک میں بہت سی باتیں اُس کی زاہدانہ اور عابدانہ بیان ہوئی ہیں۔

۲۷ ربیع الاول ۱۰۲۸ھ آفتاب برج حمل آیا اور اس نوروز جہان افروز میں اس نیازمند درگاہ الٰہی کے جلوس ہمایوں کے بارہ سال بخیر و خوبی ختم ہوئے اور سال نو بہار اور فرخی سے آغاز ہوا اور اس نیازمند درگاہ ایزدی کا اکیاون سال بہار سے آغاز ہوا اور امید ہو کہ مدت حیات مرضیات الٰہی میں صرف ہو۔ اور ایک نفس اُسکی یاد بغیر نہ گزرے آگے وہ لکھتا ہو کہ ایزد حق سبحانہ تعالیٰ کی حمایت و حراست ہمہ جا و ہمہ وقت اس نیازمند کے حافظ و ناصر ہو۔ غرض ایسے زاہدانہ فقرے بہت سے اپنی توزک میں اُسنے لکھے ہیں وہ خدا پرستوں سے بہت ملتا تھا اور درویشوں سے ایسا اعتقاد رکھتا تھا کہ ایک دفعہ حکیم مسیح الزماں نے یہ رباعی پڑھی۔

داریم اگرچہ شغل شاہی در پیش — ہر لحظہ کنیم یاد درویشاں بیش
گر شاد شود زما دل یک درویش — آنرا شمریم حاصل شاہی خویش

اسکے صلہ میں ہزار مہر حکیم مذکور کو عنایت کیں۔

وہ مسلمانوں کو مراسم کفر سے باز رکھتا تھا۔ راجور میں جب جہانگیر گیا ہو تو مسلمانوں کو قبر میں مردہ خاوندوں کے ساتھ عورتوں کے زندہ دفن ہونے سے اور دختر کشی سے اور کفار کے ساتھ بیٹیوں کے بیاہنے سے باز رکھا اور حکم دیا کہ آئندہ وہ ایسا کریں تو اُنکی سیاست ہو اسکا مفصل بیان ہو چکا ہو۔ جہانگیر کا باپ ترک اور آدھا ہندو تھا اپنے باپ کی برابر ہندوؤں پر وہ مہربانی اور شفقت کرتا تھا.........

اور اعلیٰ سے اعلیٰ عہدے ومنصب جاہ اُن سے عزیز نہیں رکہتا تھا۔ اس نے تمام ممالک محروسہ میں حکم دیدیا کہ کوئی مسلمان کسی ہندو کو زبردستی اسلام میں نہ لائے۔ وہ ہرم شاستر کے موافق ہندو عورتوں کو جن کے بال بچے ہوں ستی ہونے سے روک دیا کسی طرح کا تعرض ہندوؤں کے مذہب سے نہیں ہونے دیتا تھا۔ اوس کے زمانہ میں بڑے بڑے مندر تعمیر ہوئے متہرا کے قریب بندرابن میں گوبند دیبی کا مندر موجود ہے۔ وہ ہندوؤں کے تہوار مناتا تھا سنکرات کو جس میں آفتاب برج عقرب میں داخل ہوتا ہے اوس نے ہزار تولہ سونا چاندی اور ہزار روپے خیرات کئے۔ دیوالی کی پوجا کا دربار ہوتا۔ اور باغ میں گاؤ آراستہ ہوکر آتے اور اُن کے گلے میں کوڑیوں کے ہار پڑے ہوئے ہوتے اور برہمن اون کو لاتے۔ شوراتری کو اپنے باپ کی طرح وہ بڑے بڑے جوگیوں کو اپنے محل میں بلاتا اور اُن کو کہلاتا اور اُن کے ساتھ کہاتا پیتا دسہرہ کا جشن کرتا۔ سلونو کو راکھی ہاتھ میں بندہواتا پہلے اس راکھی میں بڑے تکلفات ہوتے تھے اور بڑی بیش قیمت ہوتی تھی۔ اب بادشاہ نے انہیں برہمنوں کی خاطر سے تخفیف کردی تھی۔ اپنے جلوس کے شروع میں اوسنے اپنی باپ کے مقبرہ میں باپ کا سرادہ کیا۔ وہ ہندو جوگیوں کے پاس جاتا تھا۔ جدروپ کی ملاقات کا بیان پڑہو

جہانگیر علم نجوم کا معتقد تھا اور نجومیوں سے پوچھ کر بہت کام کرتا تھا وہ کسوف خسوف سے ڈرتا تھا اور اپنے محل میں چھپ کر ہو بیٹہتا تھا اور جب تک کسوف خسوف موقوف نہ ہوتے اُس وقت تک اپنے ہاتھ سے خیرات دیتا اور پُن کرتا کہ مبادا کوئی بلا سر پر نہ آجائے۔ بعد اس حادثہ کے ارکین سلطنت اور نجومی مبارکباد دینے آتے تھے۔ اوس کو یقین تھا کہ کسوف خسوف کا اثر بادشاہ کی قسمت پر بُرا ہوتا ہے وہ ایک ہندو جوتکی رائے جوتشی کا بڑا معتقد تھا۔ یہ جوتشی اپنی جوتش کے گنت سے بہت سی باتیں مہینوں اور برسوں پہلے سے ایسی بتاتا تھا کہ خواہ نخواہ اوس کی طرف بادشاہ کا اعتقاد جمتا تھا۔ ایک دفعہ ایک پیشین گوئی کے صلہ میں اوسنے اوسکو سونے سے تلوایا اور سونا اوسی کو دیدیا سوا اسکے اور بڑے بڑے انعام اوس کو ملتے تھے

بادشاہ کی رعیت میں ہندو مسلمانوں سے زیادہ تھے اور ہندوؤں کی [illegible]

توزک میں ساری اس کی پیشین گوئیاں مفصل لکھی ہیں انسان جو کام اپنے ہنر اور کرتب اور شعبدہ بازی سے دکھا سکتے ہیں اون کو وہ یہ جانتا تھا کہ سحر و جادو کے زور سے وہ کئے جاتے ہیں۔ وہ اشیا کی سعد و نحس کا قائل تھا۔ چنانچہ وہ توزک میں لکھتا ہے کہ چار چیزوں پر سعادت و نحوست کا حکم لگ سکتا ہے۔

اول زن۔ دوم غلام۔ سوم منزل۔ چہارم گھوڑا۔ گھر کی سعادت و نحوست کے جاننے کا ضابطہ تجربے بصحت یہ قرار پایا ہے کہ مکان میں تھوڑی سی زمین کو مٹی سے خالی کریں اور پھر اوسی مٹی کو اس زمین میں بھریں اگر وہ برابر آئے تو خانہ میانہ ہے نہ سعد نہ نحس اور اگر کم ہو تو منحوس ہے اور اگر زیادہ ہو تو مسعود۔ وہ آفتاب پرست اور آتش پرست نہ تھا مگر آتش کو ایسا مقدس جانتا تھا کہ جب ناصرالدین بادشاہ مالوہ کی قبر کو اوکھیڑ کر اوسکی ہڈیوں کو آگ میں جلانے کا حکم دیا تو اوس نے کہا کہ آتش ایسی پاک ہے کہ اس میں یہ ناپاک چیز نہیں ڈالنی چاہئے۔ اس لئے اون کو پانی میں ڈلوایا۔ پارسی جشنوں کی مراسم پہلے سے چلی آتی تھیں وہ بدستور اس بادشاہ کے عہد میں قائم رہیں۔ شب برات کو جو زمانہ جاہلیت کی مراسم میں سے مسلمانوں میں مروج تھی۔ اس میں جہانگیر بڑی روشنی کراتا تھا۔ وہ لکھتا ہے کہ شب چہار دہم شہر شعبان کو شب برات تھی۔ نورجہاں بیگم کے محل کے منازل و عمارات میں سے ایک میں جو بڑے بڑے تالابوں کے درمیان واقع تھا میں نے جشن کیا۔ نورجہاں نے ایک مجلس مرتب کی جس میں میں نے امرا اور مقربوں کو بلایا اور اون کو شراب اون کی مرضی کے موافق پلائی اور طرح طرح کے کباب و میوے و گزک کھلائی۔ اطراف تال اور عمارات میں فانوسیں اور چراغ روشن ہوئے ان چراغوں اور فانوسوں کا عکس جو پانی میں پڑتا تھا تو تالاب ایک میدان آتش نظر آتا تھا۔ ایسی روشنی کبھی اور شب برات کو نہ ہوئی ہوگی۔

جہانگیر کا مظاہر قدرت و مناظر فطرت کے ساتھ شوق اور استعداد خداداد

توزک جہانگیری کو پڑھئے تو جہانگیر میں ایک عجب استعداد خداداد مظاہر فطرت اور مناظر قدرت کے امتحان کی نظر آتی ہے۔ اس کو باغوں اور پھولوں کا بڑا شوق تھا۔ جب کوئی پھول اس پاس لاتا تو وہ اپنی چلتی سواری کو ٹھہرا دیتا اور اس پھول کا

خوب امتحان کرتا اور اوس کو لکھتا۔ ہندوستان کے تمام تالابوں اور جھیلوں و آبشاروں کی حسن و خوبی خوشنمائی کو خوب بیان کرتا ہے اور ہمالیہ پہاڑ کے مناظر و مظاہر کی اپنے بیان میں تصویر کھینچتا ہے۔ کوئی مظاہر فطرت اس کے مشاہدہ میں نہ آتا جس کے باب میں وہ تحریر نہ کرتا۔ جن مشہور اضلاع و مقامات میں وہ گذرتا اون کے تاریخی حالات کو تحقیق کر کے لکھتا اور اون کا محصول اور اون کے باشندوں کی حالتیں اور شہروں کی زبانیں اور جانوروں کا بیان رقم کرتا۔ اوس نے ان باتوں کا ذکر اس خوبی سے کیا ہے کہ پہلے کسی بادشاہ نے سوا بابر کے نہیں کیا۔ اس کی فارسی زبان ایسی سلیس ہے کہ کمتر ہوتی ہے۔ اوس کی کتاب سے ہندوستان کی گیزٹیر نہایت صحیح تصنیف ہو سکتی ہے۔ وہ قدرتی چیزوں کو بہت عزیز رکھتا تھا۔ جاندار اور بے جان اشیا کے دیکھنے میں اوس کو بڑی مہارت اور بصارت تھی وہ بڑی تحقیق و تدقیق کی نگاہ سے دیکھتا تھا۔ حیوانات و نباتات کی تشریح اور خصوصیات اس قدر اوس نے لکھی ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس نے بڑی غور و تحقیق کی نظر سے توجہ و محنت کر کے اوس کو دیکھا ہے۔ وہ عمارات اور باغات کے باب میں جو رائے دیتا ہے اُس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ علم نباتات و علم عمارات میں خوب ماہر تھا اور اون کے مشاہدات میں وہ اپنا وقت صرف کرتا تھا۔ جواہرات کے پرکھنے میں اپنا ایسا جوہر دکھاتا تھا کہ کامل جوہری معلوم ہوتا تھا۔

جہانگیر اور نورجہاں کے عشق کو قصہ طرازوں اور افسانہ گویوں اور شاعروں نے لیلے مجنوں و شیریں خسرو کا قصہ بنا دیا ہے ایسی داستان سرائی کی ہے کہ حقیقت حال اس میں مشکل سے ملتی ہے اور وہ افسانوں کے آگے بے مزہ معلوم ہوتی ہے۔ اصل حال یہ ہے کہ جب سے جہانگیر کے ساتھ نورجہاں ہم پہلو ہوئی تو بادشاہ کے آخر دم تک دل و جان و دین و ایمان و دولت و عزت کی مالک رہی۔ اس دانشمند فرزانہ بیگم کے سبب سے بادشاہ کا مزاج اصلاح پر آیا اور رعایا کا فلاح بڑا۔ اُس کے سبب اسکا باپ اعتمادالدولہ کیسا دیانتمند وفادار عاقل امیر اور اوسکا بڑا بھائی ابوالحسن کیسا جان نثار ہشیار

خیر خواہ وزیر ہاتھ آیا۔ نور جہاں ہی کی نیک سلیقگی و حسن انتظام و کفایت شعاری کا نتیجہ تھا کہ دربار جہانگیری کی شان و شکوہ ایک عالم میں مشہور ہوگئی۔ جب سلطنت کے کسی کام میں مشکل گرہ پڑتی اوس کی ناخن تدبیر سے کھلتی۔ ایسی شجاع و جوانمرد عورت کا کام تھا کہ اوس نے اپنی تدابیر سے مہابت خاں کی ہاتھ سے اپنی اور اپنے خاوند کی جان کو بچایا اور قید سے نکالا۔ اوس کے تمام کاموں کی تفصیل میں پہلے لکھ چکا ہوں۔ اوس نے بادشاہ کی شراب بینی کم کرادی۔ غرض اوس نے جہانگیر کو دانشمند احمق یعنے اپنے لئے احمق اور دوسروں کے لئے دانشمند بنایا۔ غرض اس عشق سے یہ خرابی ضرور پیدا ہوئی کہ نور جہاں کے رشک و حسد کے سبب سے جہانگیر اپنے لایق بیٹے شاہجہاں اور ایک اپنے پرانے رفیق جاں نثار و دانشمند فرزانہ جوانمرد امیر مہابت خاں سے خفا ہوگیا جس سے بڑے بڑے فساد جھگڑے کھڑے ہوئے۔

جہانگیر کی تصنیفات سے ایک پند نامہ ہے جو اوس نے اپنے فرزندوں اور با اخلاص مریدوں کے لئے لکھا ہے کہ وہ اوس کو دستور العمل بنائیں۔ جس میں بہت سی نصائح و پند معمولی ہیں جو اور پند ناموں میں لکھی ہیں بعض اون میں کچھ جدت بھی رکھتے ہیں یہ پند نامہ پورا چھوٹی تزک میں لکھا ہے جس میں سے ہم چند مقولے نقل کرتے ہیں۔

(۱) دنیا ناپائدار ہے جس قدر اوس کی طلب میں کمتر کوشش کرو بہتر ہے۔ دنیا کو کھاؤ پہلے اس سے کہ وہ تم کو کھائے۔ کم آزاری و بردباری و نکوکاری اختیار کرو (۲) اپنے کہتروں (چھوٹوں) کے ساتھ وہ کام کرو جو اپنے بہتروں (بڑوں) سے امید رکھتے ہو (۳) مزدوری اتنی ملتی ہے جتنا کام کرو۔

(۴) با ہمہ عیب خویشتن شب و روز — در تگاپوے عیب احبابی

(۵) ہرچہ بر خویش نہ پسندید بکسان مپسندید (۶) زمانہ برانکس تبرا کند کہ او کار امروز فردا کند (۷) ستم در مذہب دولت روا نیست کہ دولت با ستمگر آشنا نیست (۸) ہر کہ بادشاہ نیست کامگار نیست و ہر کہ آدم نیست کرم نیست

وہرکرا فرزند نیست دل خوش نیست ہرکرا این سہ نیست ہیچ غم نیست (۹) نان خویش خورید وسخن خویش گوئید (۱۰) از بد اصلان دختر نخواہید و بر مرگ دختران غم مخورید (۱۱) زن جوان خواہید و بطمع مال بدام زن پیر میفتید و بر زندگی خود رحم کنید و اگر توانید اصلا بزن نکاح نکنید (۱۲) زیان ہنگام بہتر از سود بے ہنگام (۱۳) سوگند چہ راست وچہ دروغ مخورید (۱۴) ہرکہ اسراف کند تونگر نشود وہرکہ کم خورد بیمار نشود وہرکہ بردباری کند پشیمانی کم خورد (۱۵) سہ کار مر سہ گروہ را نشاید آموخت۔ شناوری در آب لطمہ را ودرندگان را صید وشکار وزنان را عاشقی (۱۶) تندرستی بسہ چیز توان یافت یکے بکم گفتن دوم بکم خوردن سوم بکم خفتن (۱۷) سہ چیز است کہ باسہ چیز جمع نباید حلال خوردن بحکومت ومہربانی کردن در حال غضب وزشت گفتن با بسیار گوئی (۱۸) چہار چیز آدم را فربہ کند یکے جامۂ نو پوشیدن دوم بگرمابہ بسیار رفتن سوم طعام چرب وشیرین خوردن۔ چہارم بمراد دل زندگانی کردن (۱۹) شش چیز است کہ دل را سیاہ سازد واندوہ بسیار آرد یکے رخت چرکین پوشیدن ودیر دیر سر تراشیدن۔ دوم بخیانت بودن۔ سوم دروغ بسیار گفتن۔ چہارم غیبت مردم کردن پنجم دشنام بسیار بمردم دادن ششم در نماز کاہل بودن (۲۰) اس دنیا میں بھی سخاوت کرنے سے سخی کو یہ فائدہ ہوتا ہے کہ خلق کے دل اوس سے گرویدہ ہوتے ہیں اپنے بعد زر وجواہر کے چھوڑ جانے سے کہ وہ گھوڑوں پر لدیں اور صرف وارث اون کو اٹھائیں اتنا خوش نہیں ہوتا جتنا کہ ایک آدمی کے دل خوش کرنے سے۔ (۲۱) جو آدمی کہ فرزانگی انصاف۔ رفاہ عام وبہبود انام میں اپنی زندگی بسر کرتا ہے وہ ہمیشہ خوش رہتا ہے (۲۲) تو ایسے کام کر کہ تجربہ کار تیری تحسین کریں (۲۳) گوشکاری کیسا ہی ہوشیار ہو مگر گرگ باران دیدہ بھی بڑا سیانا ہوتا ہے۔ (۲۴) دشمن کے سامنے جب جاؤ دلیرانہ دل سے کر جاؤ۔ شیر سے شیر لڑسکتا ہے (۲۵) نوجوان زن فیل وشیر سے پنجہ بازی کی توانائی ہوتی ہے مگر پرانی لوہڑی کی سی

مکاری کہاں ہوتی ہے۔

ہم نے ان دونوں تزکوں کا بیان اول دیباچہ میں کیا ہے ان میں جو جہانگیر کے حالات لکھے ہیں اونمیں ایسا اختلاف نہیں ہے جیسا کہ رقومات میں اوسکی چند مثالیں لکھتے ہیں۔

سیغہ خرچ	چھوٹی تزک	بڑی تزک
جشن نوروزی	پندرہ کروڑ روپیہ	ساٹھ لاکھ روپیہ
تاج	۲۶۰۰۰۰۰۰ روپیہ	کچھ نہیں لکھا
معافی محصولات	۱۲۶۰۰ ہندوستانی من سونا	۴۰ من سونا
آگرہ کے قلعہ کی تعمیر کا خرچ	۲۶۵۵۰۰۰۰۰ روپیہ	۳۴ لاکھ
راجہ مانسنگھ کے مندر کی لاگت	۵۳۰۰۰۰۰۰ روپیہ	اسی ہزار روپیہ
پرویز کی مالائے مروارید	۵۰۰۰۰ روپیہ	ایک لاکھ روپیہ
دولت نعمان نے مرنیکے بعد جو نقد جنس چھوڑا	۱۲۰۰۰۰۰۰۰ روپیہ	۳۰۰۰۰ من کے جواہر سونے اور اشیا کے
دانیال پاس جواہر	پانچ کروڑ اشرفی	دو کروڑ اشرفی
ہیمو کی کلاہ کے جواہر	ساٹھ لاکھ اشرفی	۳۰۰۰۰ من

چھوٹی تزک میں لکھا ہے کہ خسرو کے تعاقب میں چالیس ہزار گھوڑے اوس کے اصطبل میں کھاتے تھے اور ایک لاکھ اونٹ باہر سے لاکر تقسیم ہوئے تھے بڑی تزک میں اس کا بیان نہیں چھوٹی تزک میں لکھا ہے کہ میں نے ایک لاکھ اشرفیاں بدخشانیوں میں اور اجمیر میں پچاس ہزار روپیے درویشوں میں خیرات کرنے کا حکم دیا۔ بڑی تزک میں بدخشیوں میں روپیے تقسیم کرنے کا ذکر نہیں۔ اور اجمیر کے لئے بیس ہزار روپیے لکھے ہیں چھوٹی تزک میں لکھا ہے کہ خسرو کے جواہر کے صندوقچہ میں ۸۰۰۰۰۰۰۰ روپیے کے جواہر تھے بڑی تزک میں اس کا بیان نہیں بڑی تزک میں بازی گروں کے تماشوں کا بیان بہت تھوڑا سا بالاجمال ہے۔ مگر چھوٹی

دو تزک جہانگیری

توزک میں بالتفصیل ہے جس سے خلاصۃ التواریخ اور سیر المتاخرین اور مرآت عالم نما میں نقل ہوا ہے۔ چھوٹی توزک میں بادشاہ کے شراب پینے کا ذکر نہیں۔ بڑی توزک میں خوب تفصیل سے لکھا ہے۔

اب ہم بعض واقعات کو لکھتے ہیں کہ جن کے بیان میں دونو توزکوں میں بڑا اختلاف ہے۔ راجہ مان سنگہ کے چچا بھگوان داس کے بیٹوں کے قتل ہونے کا حال بڑی توزک سے ۴۲ صفحہ میں سنہ اول کے واقعات میں لکھ چکے ہیں اب چھوٹی توزک سے لکھتے ہیں ان دونوں بیانوں میں بڑا فرق ہے۔

۷ شعبان (سنہ جلوس) کو راجی دیبچے رام و سیام رام کے مردوں کو بد اعمالی کی سزا میں میں نے ہاتھیوں کے پاؤں تلے نرم کرایا۔ یہ تینوں راجہ رام سنگہ کے چچا بھگوانداس کے بیٹے تھے۔ بڑی توزک میں بھگوانداس کے بیٹے اکھے رام کے بیٹے لکھے ہیں۔ راجی بڑا ہرزہ راے اور بے مرفہ گو تھا۔ جب الہ آباد میں بہار سنگہ پسر راجہ مان سنگہ کو منصب دو ہزاری ملا تو راجی نے اوچھاپن کیا کہ بہار سنگہ کو بہکایا جس سے اُسکا ادبار آیا۔ اور وہ اپنی بد اعمالی کی سزا کو پہنچا۔ الجبا رام (ابھے رام بڑی توزک میں لکھتا ہے) نواون کے مارے جانے سے غصہ میں آنکر حرکات ناخوش کرنے لگا۔ اوس کو میں نے محمد امین کروڑی بنگالہ کو سپرد کیا کہ اوس کو اپنی حفاظت میں اچھی طرح رکھے۔ محمد امین کا باپ سادات ترمذ سے تھا اوس کو میں نے حکم دیا کہ بنگال میں جاکر اوس کو راجہ مان سنگہ کے سپرد کردے۔ محمد امین نے یہ سادہ لوحی کی کہ اوس کے پاؤں میں بیڑیاں نہ ڈالیں راہ میں برادرانہ سلوک کیا۔ وہ آدھی رات کو جب سب سوتے تھے سراے عبائی اور نازی پور کے درمیان اس ارادہ سے بھاگ گیا کہ رانا سے ملے۔ یہ کام بے شورش کے نہ ہوا۔ فوراً محمد امین خبردار ہوا اور اوس کے پیچھے دوڑا۔ اب اتفاق سے وہ جمنا کے کنارہ پر وہاں پہنچا جہاں سے آگرہ میں آتے ہیں وہاں کشتی نہ ملی۔ اوسکی جراٗت نہ ہوئی کہ دریا میں گھوڑے کو ڈال کر پار جاتا۔ اوس نے توقف کیا محمد امین نے اوس کو آنکر پکڑ لیا۔ اور بادشاہ کو لکھ بھیجا کہ میں نے اوسکو گرفتار کرلیا ہے

اوس کا ارادہ رانا پاس جانے کا تھا۔ اب مجھے اوس کے باب میں کیا حکم ہوتا ہے میں نے
حکم دیا کہ اگر کوئی ہندو اس کا ضامن ہو تو میں اوس کی جاگیر اوسی کو دیدونگا اور اوس کے گناہ
سے درگذر کرونگا مگر اوس کی بدطینتی سے کوئی اوس کا ضامن نہ ہوا۔ میں نے امیرالامرا سے
مشورہ کیا کہ اوس کا کوئی ضامن نہیں ہوتا مبادا اس کے بھاگنے سے فتنہ ظہور میں آئے ہند
میں راجپوتوں کا لشکر کتے بلیوں سے زیادہ ہے اب کیا کرنا چاہئے امیرالامرا نے
کہا کہ اوس کو کسی اپنے ملازم کو سپرد کرنا چاہئے کہ رات دن اوس پر پہرہ چوکی رکھے یا
قلعہ گوالیار میں قید کرنا چاہئے۔ ابراہیم کاکڑ جس کا خطاب دلاور خاں تھا اور ہاشم بیگ
منگلی جس کا خطاب شہنواز تھا ہتھیار لگا کے اور اپنے لشکر آراستہ کر کے لائے اور
اونھوں نے چاہا کہ الجارام (ابھے رام) کو محمد امین سے لیکر باہر جائیں۔ مگر ابھی رام
نے اپنے نوکروں سے اتفاق کر کے چار ہزار سوار اور دو ہزار بندوقچی تیار کرا رکھے
تھے کہ اگر اس پر دست درازی ہو تو وہ لڑکر اوس کو محمد امین کے پنجے سے نکالیں وہ لڑنے
کے لئے آمادہ و مستعد بیٹھے۔ امیرالامرا نے آہستہ سے بادشاہ سے اس بات کو کہا
کہ اس اثنا میں قلعہ آگرہ کے شاہ برج کے نیچے شورش عظیم برپا ہو گئی میں نے امیرالامرا
سے کہا کہ اب وقت تغافل کا نہیں رہا ہے تو اپنے سپاہیوں کو لے کر ان بدبختوں
کا کام تمام کر۔ امیرالامرا متوجہ ہوا۔ لڑائی شروع ہوئی میں نے شیخ فرید
سے کہا کہ مبادا راجپوت اتفاق کر کے امیرالامرا کو ضائع کریں تو بھی اپنے لشکر کو
لیجا کر امیرالامرا کی مدد کر وہ فوراً گیا غوغائے جنگ بلند ہوا۔ میں شاہ برج کے
محارجہ سے جو بار عام تھا نکلا اور دیکھا کہ خوب لڑائی ہو رہی ہے اور بیس ہزار کے
قریب راجپوت شمشیریں اور جمدھر کھینچے ہوئے امیرالامرا پر حملہ کر رہے ہیں۔ امیرالامرا
بھی اپنی سپاہ کی تلواریں کھینچ کر تیر اور نیزہ دشمنوں پر چلا رہا ہے اس اثنا میں قطب خاں
دلیر اور کارآمد نوکر چند نفر کے ساتھ زخم شمشیر سے کشتہ ہوا۔ امیرالامرا کے نوکر کچھ
زخمی ہوئے۔ دلاور خاں بھی گھوڑے سے گرا اور جمدھر سے مارا گیا۔ پھر امیرالامرا

کی مدد کے لئے میں نے تین ہزار احدی بھجوائے تو وہ دشمنوں پر پلا پڑے رجپوتوں کو قتل کیا۔ اس اثنا میں شیخ فرید دس ہزار سوار اور پانچ ہزار جمازہ سوار مسلح و مکمل سے کر امیر الامراسے جا کر ملا۔ اور اپنی افواج آراستہ سے راجپوتوں کے لشکر کو آگے سے ہٹا دیا۔ شیخ فرید ایک علم کے نیچے کھڑا تھا کہ ایک راجپوت تلوار سونت کر اوسکی طرف متوجہ ہوا شیخ نے اپنے نیزہ دار سے نیزہ لیکر مارا کہ پیٹھ سے اوس کی نوک پار نکل گئی اور وہ مرگیا میرے لشکر کو غلبہ ہوا اور راجپوت بہت مارے گئے۔ باقی بھاگ گئے میں نے سب اسیروں کو ہاتھی کے پانوں کے تلے مسلوایا۔ اون کے سردار بخت رام کو گوالیار کے سیاہ چاہ میں بند کیا

جہانگیر نے چھوٹی تزک میں باپ کے مرنے کا حال بہت دلچسپ لکھا ہے ہم اسکا ترجمہ لکھتے ہیں۔ روز دوشنبہ جمادی الاول ۱۰۱۴ھ مطابق ۱۶۔ دسمبر ۱۶۰۵ء کو میرا باپ عین شدت مرض میں اپنے عزیزوں کی خاطر سے غذا اور میوہ نوش جان کرتا تھا اور بہ سبب پیری کے یہ غذا اور میوہ اوس کو ہضم نہیں ہوتا تھا۔ اسی حالت میں بادشاہ امین الدولہ پر اوس کے جوا کھیلنے پر خفا ہوا اوس پر لعنت ملامت کی کہ تو اس عمر میں جوا کھیلتا ہے اس غصہ و غضب سے بھی اس پر امراض نے غلبہ کیا۔ بدہضمی بھی ہوئی۔ دن بھر ایک کھیل کا دانہ مُنہ میں نہ گیا منگل کو یہ حال رہا بدھ کو بادشاہ کو غذا میں شوربہ کھانے کی صلاح دی گئی۔ پھر ایک دن بادشاہ حکیم علی سے کچھ ناراض ہوا۔ حکیم نے جواب دیا کہ میں نے علاج اچھا سوچا ہے بشرطیکہ وہ موافق مزاج ہو حضور خود اپنی غمخواری و پرہیز نہیں فرماتے۔ محل کے اہل حرم نے ماش کی کھچڑی خوب گھی میں بھون کر حضور کے روبرو رکھی اور حضور نے اوس کو نوش جان فرمایا معدہ ضعیف تھا وہ سنے ہضم نہیں کیا اسہال ہوا۔ حکیم مظفر نے کہا کہ حکیم علی نے بڑی غلطی کی کہ اول بیماری میں بادشاہ کو تربوز کھلا دیا۔ میں نے نیک اندیشی سے یہ سوچا کہ خواہ حکیم مظفر نے یہ بات سچ کہی ہو خواہ خود غرضی سے کہی ہو میں حکیم علی کو غرض آمیزی کے گمان سے پائمال غضب نہیں کرونگا۔ اگر قضائے الٰہی اور طبیبوں کی غلطیاں درمیان نہ ہوتیں تو کاہے کو

کوئی مرتا۔ اگرچہ میں نے اس قدر حکیم علی پر مہربانی کی مگر تہ دل سے میرا اعتقاد حکیم علی سے برگشتہ ہوگیا۔ ان دنوں میں دو تین گھڑی دن رہے ہر روز باپ کی عیادت کو جاتا۔ بادشاہ کا ضعف روز بروز بڑھتا جاتا تھا۔ روز شنبہ ۱۴ جمادی الآخر کو دوا کھلانے کی تقریب سے باپ پاس صبح گیا۔ ایک بار میرے باپ نے اپنے صحت مزاج کے زمانہ میں مجھی نصیحت کی تھی کہ بابا اس جگہ آیا نہ کرو اور اگر آیا کرو تو اپنے سپاہی اور آدمی اپنے ساتھ لایا کر۔ میں نے اوسی وقت سے باپ کے اس حکم کی اطاعت کرنی چاہی احتیاط سے آمد و شد کی۔ ایک دن قلعہ میں اپنی جمعیت کے ساتھ آیا۔ دوسرے دن بادشاہ سے بغیر پوچھے گچھے جماعت نے قلعہ کے دروازوں کو محکم بستہ کیا اور قلعہ کے برجوں پر توپیں چڑھا دیں۔ روز پنجشنبہ ۱۵ جمادی الآخر کو میں نے اس جماعت کے نفاق و ترس کے سبب قلعہ کا جانا ترک کیا۔ راجہ مان سنگھ نے اپنی تجویز و صلاح سے مقرب خاں کو مطلع کیا کہ وہ اوسکے ساتھ شریک ہوا وسنے اپنی عرضداشت کے ساتھ اس صلاح کے کاغذ کو میرے پاس بھیجدیا۔ قلعہ میں مقرب خاں بہت میری حسن خدمت کرتا تھا اور اس مدت میں اس نے آرام نہیں کیا۔ وہ امرائے برگشتہ کو پھر راہ پر لایا۔ جب وہ بادشاہی سرکار میں سہ ہزاری تھا تو میں ہرچند اس سے کہتا کہ مجھ سے وہ کوئی چیز لے مگر وہ نہ لیتا۔ جب باپ نے مجھے دہ ہزاری منصب دیا تو اپنے مقربوں سے اول جس شخص کو میں نے باپ کے روبرو منصب دار بنایا وہ مقرب خاں تھا اوسکے منصب پر ہزاری کا اضافہ کیا۔ وہ میرا مخلص خیر اندیش تھا۔ جتنے دنوں قلعہ میں نہیں گیا باپ کے دیکھنے کی محرومی سے دل میرا جلتا تھا۔ مگر میں آدمیوں پر اپنا درد دل ظاہر نہ کرتا تھا۔ دل کو خدا سے لگا کے دم نہ مارتا تھا سے

کار خود بخدا باز گزاری حافظ — اے بسا عیش کہ با بخت خداداد کنی

عقلائے کارواں مثل میراں صدر جہاں و میر ضیاء الدین قزوینی و خواجہ ویس ہرالی کو اپنے درد اور آزار پر مطلع کرتا۔ اونھوں نے شاہ ایران کا ایک واقعہ جو اسی قبیل کا تھا میری تشفی تسلی کے لئے سنایا۔

جب میں نے دولت خواہوں اور مخلصوں کی صلاح و مشورہ سے قلعہ کا جانا بالکل چھوڑ دیا

تو اپنے بیٹے پرویز کو باپ کی خدمت میں بھیجا اور یہ عذر کیا کہ میرے سر میں درد تھا اسلئے حاضر نہ ہوسکا۔ میرے باپ نے جب یہ سُنا تو اپنے ہاتھ اوٹھا کر خدا سے میری صحت کی دعا مانگی۔ خواجہ ویس کو میرے پاس بھیجا اور کہلا بھیجا کہ اگر ہوسکے تو تم حاضر ہو۔ عمر پر کچھ اعتبار نہیں ہے اس مرض اور شدت میں مجھ سے دوری کا وقت کیا ہے۔ میرے بعد تو میرا ولی عہد ہوگا۔ جب منافقوں نے یہ حال دیکھا تو مسلمانوں نے قرآن شریف پر اور ہندوؤں نے نمک پر قسم کھائی کہ ہم سب کی ایک بات رہے۔ شیخ فرید بخاری نے کہا کہ اپنے کام کی درستی کی فکر کرو میرا گمان یہ ہے کہ ان مخالفوں کے ساتھ شیخ فرید اپنی ایام گذاری کرتا تھا اسلئے کہ وہ اور اوسکے تمام خویش و عزیز بادشاہ کے پاس اُس کی خدمت کرتے تھے۔ وہ ہمیشہ مقرب خاں سے اخلاص کا پیغام بھیجا کرتا تھا مرزا کوکہ خان اعظم نے جس نے مسلمانوں اور ہندوؤں سے عہد لیا تھا خسرو کو پیغام بھیجا کہ بادشاہی حضور کو مبارک ہو۔ مگر مجھے یہ خوف ہے کہ کہیں باپ بیٹے یکدل یک زبان ہوکر دونو طرف ہمکو خوار و بے اعتبار و رسوا نہ کریں۔ ان بیہودہ باتوں کے جواب میں خسرو نے لکھا کہ جب تم نے میرے لئے بادشاہی مقرر کی ہے تو پھر ان شبہوں کی باتوں کا ذکر کیا ہے۔ راجہ اور خسرو دونو کی خاطر جمع ہوئی خسرو نے راجہ مان سنگہ سے کہا کہ بادشاہ میں کچھ جان باقی نہیں ہے اس بیں سکھپال میں حرکت کی تاب نہیں ہے۔ اگر بادشاہ سکھپال میں مر گیا تو ہم سب کی بڑی بدنامی ہوگی پس بادشاہ کا قلعہ سے باہر لیجانا مصلحت نہیں ہے۔ یہ نصیحت راجہ مان سنگہ کو بھی نیک معلوم ہوئی۔ جب بادشاہ کچھ ہوشیار ہوا تو اوس سے پوچھا کہ شاہزادہ سلیم پاس ایک عالم جمع ہے اوس نے قلعہ آگرہ کو محاصرہ کر لیا ہے۔ اگر بادشاہ کا حکم ہو تو آپ جمنا کے اُس پار تشریف فرما ہوں اور جب صحت ہو تو دریا سے اس طرف پھر چلے آئیں۔ بادشاہ نے فرمایا کہ یہ حال کس لئے ہوا کیا شاہزادہ سلیم کے لئے قلعہ کا دروازہ بند کر دیا ہے کہ اوس نے لشکر کشی کر کے محاصرہ کیا ہے۔ جبیں شکیں ہو کر خدمت گاروں کے ہاتھوں سے دوسری طرف کروٹ لی۔ مرزا عزیز کوکہ نے جس کی سرشت نفاق سے بنی تھی وہ اس طرف گیا جس طرف کہ بادشاہ منہ کئے ہوئے لیٹا تھا۔ دونو ہاتھوں سے اشارہ کیا کہ خسرو کے باب میں کیا حکم ہے۔

تو بادشاہ نے فرمایا کہ حکم تو خدا کا حکم ہے اور ملک خدا کا ملک ہے مجھے ہر سانس کے ساتھ ہزار آتیں ہیں
ہے مگر تم نے مجھے مردہ سمجھ لیا ہے جو ایسی باتیں کرتے ہو۔ شاید میں دنیا میں جیتا رہوں اور
اگر میرا وقت رحلت آن پہنچا ہے تو میں نے الہ آباد میں جہانگیر کی لشکر نوازی اور رعیت پروری
اور اخلاص کی باتیں دیکھی ہیں جو سلطنت و بادشاہی کے لئے درکار ہے اوس کی مہر و محبت
میرے دل سے باہر نہیں ہوئی۔ گو اوس نے وسوسہ شیطانی سے میرے ہاتھ کچھ دنوں سرگردانی
کی وہ میرا بڑا بیٹا اور ولیعہد ہے۔ اور ہمارے تورہ (آئین) میں جب تک بڑا بیٹا ہو کسی اور
کو بادشاہی نہیں پہنچتی۔ میں نے خسرو کو بنگالہ کی بادشاہی چھ مہینے کے لئے عنایت کی۔
جب بادشاہ سے منافقوں نے یہ بات سنی تو میرے پاس ایسی فوج آنی
شروع ہوئے کہ اون کے ہجوم سے آدمیوں کو سانس لینا مشکل ہو گیا۔ میرے پاس میران صدر جہاں
و میر جمال الدین حسین و عبدی خواجہ نے واجب العرض بھیجی جس کا مضمون یہ تھا کہ بادشاہ خسرو سے
ہمیشہ یہ کہا کرتا تھا کہ تو اپنے باپ کو شاہ بھائی کہا کر۔ بھائی کے معنی ہندی زبان میں برادر
کے ہیں پس التماس یہ ہے کہ اوس کے ساتھ حضور برادرانہ سلوک فرمائیں میں نے انکو جواب دیا
کہ بادشاہ مجھے ہمیشہ بابا کہتا تھا تو چاہیے تھا کہ میں اس وقت تمہارا بادشاہ ہوتا پسر ہرگز
برادر و پدر نہیں ہو سکتا۔ امرا اس جواب کو سنکر متفکر اور معقول اور اپنے کئے سے پشیمان
ہوئے۔ سب میری بندگی اور اطاعت پر دل تہا داور اپنے عجز کے معترف ہو گئے۔ سوا د
مرزا کوکہ سب نے عرضداشت لکھی جس میں سے گوشہ نشینی و خلوت کی التماس کی میں نے کہا
کہ میں نے تمہارے حقوق سابق کو مرعی رکھ کر تمہاری چھوٹی بڑی تقصیرات معاف کیں اور
ایسی معاف کیں کہ جس پر بے تقصیر آدمیوں کو حسد ہے کہ کاش ہم بھی تقصیر کرتے تو بادشاہ ہم پہ
ایسی عنایت کرتا جو قصوروار وں پر کی ہے۔ میں نے اپنا گوشۂ خاطر جو عنایت و عفو و لطف
کا مخزن ہے تم کو مرحمت کیا۔ تم کو اور کونسا گوشہ اس گوشہ سے بہتر ملے گا۔ باوجود اس عنایت
و لطف بے اندازہ کے اگر اختلاط ترک کرنے کو گوشہ نشینی پر بجید ہو تو میں تمہاری التماس
قبول کرتا ہوں۔ روز شنبہ ۱۸ جمادی الاخری کو شیخ فرید بخاری نے آن کر ملازمت کی

ملازمت میں پیشدستی کرنے کے سبب سے اوس کو صاحب السیف والقلم کا خطاب عنایت کیا اور شمشیر مرصع و جیبہ مرصع و اسپ با زین مرصع اور ایک لاکھ روپیہ عنایت کیا۔ دوسرے دن راجہ مانسنگھ ملازمت کے لئے آیا۔ اوس پر بھی میں نے بہت عنایت کی اوسکے بعد میرے پاس اچھا مانسنگھ کے ساتھ خسرو اور مرزا کوکہ آئے۔ مرزا کوکہ نے عرض کیا کہ کل ملک بنگالہ کی حکومت خسرو کو مرحمت ہوئی اور اوس کے ساتھ پایندہ خاں مغل بھیجا جائے گا اگرچہ یہ صلاح وقت تھی کہ میرے اوائل سلطنت میں خسرو مجھ سے علیحدہ کیا جائے۔ اور میرے مقربوں کی بھی صلاح یہی تھی مگر میں نے اون کی التماس کو قبول کیا اور حکم دیا کہ ابھی کشتی میں سوار ہو کر دریا پار چلے جاؤ بعد واقعہ پدر میں تم کو رخصت کرونگا۔

بادشاہ نے اپنا خلعت خاصہ اور دستار مبارک جو سر پر پہنے ہوئے تھے میرے لئے بھیجی اور پیغام دیا کہ اگر تجھکو ہمارے نہ دیکھنے کی تاب ہے۔ لیکن ہم کو بغیر تیرے ایک لحظہ قرار و آرام نہیں۔ جب بادشاہ کا خلعت و پیغام میرے پاس آیا میں نے ادب کے ساتھ خلعت پہنا اور قلعہ کے اندر گیا اور باپ کے حکم کی اطاعت کی روز سہ شنبہ ہشتم جمادی الاول کو میرے باپ و مرشد کا نفس تنگ ہوا اور وقت رحلت نزدیک آگیا اوس نے فرمایا کہ یا کسی آدمی کو بھیجکر میرے کل امرا اور مقربوں کو بلا تا کہ میں تجھکو اون کے سپرد کروں اور اپنا کہا سنا اون سے معاف کراؤں انھوں نے برسوں میری ہمرکابی میں جانفشانی کی ہے میں نے خواجہ ویس ہمدانی کو بھیجا اوس نے سب امرا کو حاضر کیا۔ اگر ہر ایک کا نام لکھا جائے تو طوالت ہوگی۔ اول بادشاہ نے سب کی طرف منہ کر کے اون سے اپنا کہا سنا معاف کرایا اور یہ اشعار پڑھے جن کا مصرعہ اول یہ ہے ✦ امن و آسائش دوران مرا یاد آرید ✦ میرے پاس جو اصل توزک ہے اوس میں بعض اشعار صحیح لکھے ہیں اور بعض غلط لکھے ہیں اسلئے ان کا ترجمہ انگریزی ترجمہ سے لکھتا ہوں۔ میرے دربار کی شان و شکوہ و فر احکام یاد کرو میرے توبہ کرنے کو اور میری تسبیح پڑھنے کو یاد کرو پوشش کعبہ اسی کو یاد کرو میری خاک پر اپنی محبت کے سبب سے شرح آنسو گراؤ اپنی صبح کی عبادت میں میری روح کو یاد کرو

برشما باد کہ چوں باد خزانی گزرد — برچمن دست زرافشاں مرایاآرید
آن سینہ کہ درد عالمے میگنجید — با نیم نفس برآورد و تنگی کرد

میں نے کہا کہ بادشاہ کا آخر دم ہے وہ بڑا سعادتمند ہے جو اس وقت میرے باپ کی خدمت کرے میں گریاں و بریاں باپ کی خدمت پر متوجہ ہوا اور گریہ و شیون آغاز کیا اور باپ کے مبارک قدموں پر سر رکھا اور تین دفعہ اوسکے گرد صدقہ ہوا۔ شگون کے واسطے باپ نے اپنی شمشیر خاصہ کی طرف جس کا نام فتح الملک تھا اشارہ کیا کہ اوسکو اٹھا کر میرے سامنے تو کمر میں باندہ میں نے فوراً اوسے باندہ کر سجدہ کیا۔ تسلیم و بندگی و آداب بجا لایا قریب تھا کہ رونے سے میرا دم گھٹ جائے چارشنبہ تک پہر سات گھڑی رات گئے باپ کی روح نے پرواز کی مرنے کے وقت باپ نے فرمایا کہ میراں صدر جہاں کو بلا کہ وہ کلمۂ شہادت پڑھے جس کے پڑھوانے میں میں نے اس لئے تامل کیا تھا کہ مجھے امید تھی کہ حیات بخش لم یزلی مجھے حیات تازہ عنایت فرمائیگا۔ میراں صدر جہاں آیا اور دوزانو ادب سے بیٹھا اور کلمہ شہادت پڑھنا شروع کیا۔ باپ نے مجھے بلا کر گردن میں ہاتھ ڈالا اور کہا کہ بابا کہ اب میری وداع کا آخر وقت ہے کہ پھر میں تجھے نہیں دیکھونگا۔ ہرگز ہرگز میرے پردگیان حرم سے نظر لطف نہ اوٹھانا اونکو روزمرہ جو میں دیتا تھا وہ دینا ؎

نوکراں من و اتباع مرا بعد از من — خستہ و زار و دل افگار فراموش مکن
در نگہداشتن یکیک انچہ گفتم — ہمہ را گوش بمن دار و فراموش مکن

پھر ان بیتوں کو پڑھ کر میراں صدر کو فرمایا کہ کلمۂ شہادت پڑھ۔ پھر کلمۂ شہادت خود اپنی زبان سے باآواز بلند پڑھا اور میراں صدر کو فرمایا کہ تو میرے سراہنے بیٹھ کر سورۂ یٰسین و دعاء عدیلہ پڑھ تاکہ میری جان آسانی سے نکلے۔ جب میراں صدر نے سورۂ یٰسین پڑھ کر دعاء عدیلہ کو ختم کیا تو بادشاہ کی آنکھ سے آنسو نکلے اور جان آفریں کو جان سپرد کی۔ جسم مبارک کو آب گلاب سے دہویا اور مشک و کافور سے معطر کیا۔ اُس کی نعش کے ایک پایہ کو میں نے اور تین پایوں کو میرے تین بیٹوں نے کندہے پر لیا اور جب قلعہ کے

دروازہ پر پہنچے تو یہاں سے میرے فرزندوں اور مقربوں و مخلصوں نے دوش بدوش سکندرہ تک پہنچایا وہاں زمین میں دفن کیا ؎

تا جہاں بود چنیں بود چنیں خواہد بود ہمہ را عاقبت کار ہمیں خواہد بود

اکبر کی موت کا حال آئینہ کی طرح ظاہر ہے مگر و یلر صاحب اپنی تاریخ میں لکھتے ہیں جس بیماری سے اکبر مرا اوس کا بیان کچھ نہیں کھلتا - جہانگیر نے جو اپنی تورک میں باپ کے اکبر کے مرنے کا حال لکھا ہے وہ مشتبہ ہے صاف صاف نہیں - اسکی تحریر کہے دیتی ہے کہ اکبر کے مرنے میں کوئی ایسی بات تھی جس کو وہ چھپانا چاہتا تھا - اس واقعہ کی توضیح پادری کے نزدیوں کرتا ہے کہ اکبر زہر کی گولیوں کے کھانے سے مرا تھا - پھر اوسکی تصدیق مرے وزیر صاحب کرتے ہیں کہ زہر کی گولیوں سے اکبر مرا مگر یہ بھی نہیں معلوم ہوسکتا کہ اکبر نے اتفاق سے زہر کی گولی کھالی یا ارادۃً کسی نے اوس کو زہر کی گولی کھلائی - تورک کی طرز تحریر سے بڑا شبہ اس امر میں ہوتا ہے - حکیم علی جو اکبر کا معالج تھا اُس پر یہ الزام لگایا گیا ہے کہ اُسنے اکبر کے علاج میں بڑی غلطی کی - جہانگیر نے اوس کو سزا دی اُس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ حکیم علی نے اکبر کو زہر کی گولی جہانگیر کے اغوا سے دی - جہانگیر نے جس طرح سلطنت کی اوس کی تاریخ سے ثابت ہوتا ہے کہ اوس نے یہ کام کیا ہو - یہ باتیں ایسی ہی لکھی ہیں جیسے ہمیشہ سے اس ملک کے بھنگیر خانوں اور شراب خانوں میں بھنگیرے اور شرابی بنایا کرتے ہیں ٹود صاحب نے اور زہر کی گولیاں چلائی ہیں کہ اکبر نے راجہ مانسنگہ کو زہر کی گولی سے مارنا چاہا مگر اوسکی موت نہ آئی تھی - اوس کے خاصدان کے ایک خانہ میں پان رہتا تھا دوسرے میں چورن کی گولیاں تیسرے میں زہر کی گولیاں - پس جس امیر کو وہ مارنا چاہتا تھا پان میں زہر کی گولی ڈالکر دیدیتا تھا بہت امیروں کو مارڈالا - یہ زہر کی گولیاں ایسی رہائی جیسی کہ آجکل اونکی دھوم ہو رہی ہے کہ یورپ کے مریضوں کو ڈاکٹر دیدیتے ہیں -

بادشاہ کے عہد کے نوادر سوانح

بادشاہ کو اطلاع ہوئی کہ آگرہ میں ایک عورت کے تین لڑکیاں توام ایکدفعہ او دہ لڑکیاں اور ایک لڑکا

دوبارہ پیدا ہوئے اور سب زندہ ہیں - یہ بھی اس سے معروض ہوا کہ ایک زرگر کی عورت کے اول دفعہ حمل میں بارہ مہینے کے بعد اور دوسرے حمل میں سے اٹھارہ مہینے کے بعد اور تیسرے حمل میں دو سال بعد بچہ پیدا ہوا اور اس مدت میں وہ اپنے گھر کے سارے کام کرتی رہی جیسے کہ مفلس آدمی کیا کرتے ہیں - ایک عورت ایسی نظر آئی کہ اوس کے خوب ڈاڑھی مونچھیں تھیں اور پستانیں نہ تھیں اور وہ محض عورت تھی - بادشاہ پاس ایک شخص قوی ہیکل شیر لایا اوس کو اوس نے پال کر اپنے ساتھ خوب آشنا کر لیا تھا - بادشاہ کے سامنے وہ اس شیر سے لڑا بادشاہ نے اس شیر کو بے قلاوہ و زنجیر جھروکہ میں چھوڑ دیا اور ایسے ہی پندرہ شیر نر و مادہ زیر جھروکہ چھوڑے گئے آدمیوں کو یہ شیر آزار نہیں دیتے تھے اور اون کے نیچے ہوتے تھے ہرچند کوشش کی گئی کہ شیرنی کا دودہ دوہیں مگر ایک قطرہ نہ ہاتھ لگا - کہتے ہیں کہ اس کا دودہ آنکھوں کے لئے بہت فائدہ مند ہوتا ہے - باغ جھروکہ میں چند چیتے بھی چھوڑ دئے تھے - پلا ہوا چیتہ بچہ نہیں دیتا مگر یہ چیتے بچے دیتے تھے - بادشاہ کے ہاں ایک سفید چیتہ بھی تھا - بادشاہ پاس ایک شخص پنجرہ لایا جس میں شیر و گوسفند دونو ہاتھ بند تھے - یہ شیر سوا اپنی ہمنشین گوسفند کے اور سب گوسفندوں کو پھاڑ ڈالتا تھا - حکیم علی کے ایک عجیب حوض کا اور آہن آسمانی کا بیان تاریخ میں کیا گیا -

چھوٹی تورک میں جہانگیر لکھتا ہے کہ اس زمانہ میں بازی گر بڑے چڑھے ہوئے ہیں ایکدفعہ میرے پاس سات بازیگر آئے اور اونھوں نے کہا کہ ہم ایسی بازیاں کرتے ہیں جن کو عقل باور نہیں کرتی اونھوں نے بازیاں کرنی شروع کیں تو وہ عجائب روزگار سے تھیں - اول اونھوں نے کہا کہ جس درخت کا نام آپ لیں اوس کے بیج ہمارے پاس ہیں ہم اُسکے بیج زمین میں بوئینگے تو ایک عجیب تماشا ہوگا - میرے خاص آدمیوں نے بازی گروں سے کہا کہ اگر تم سچے ہو تو توت کا درخت لگا کر ہم کو دکھا دو - وہ گئے اور دس جگہ زمین میں بیج بوئے اور چند بار اون کے گرد پھرے اور کچھ پڑھ کر منتر پھونکا - کہ ایک ہی بار دس جگہ سے درخت اوگنے شروع ہوئے - اول درخت توت اوگا جس کی فرمایش خانجہاں نے کی تھی - دوسرا

بازی گروں کے تماشے

درخت انبہ تیسرا درخت سیب چوتھا درخت جوز پانچواں درخت مینگک جس کو کسی نے پھل لگا ہوا نہیں دیکھا تھا مینگک کو موجہ دریا کنارہ پر ڈال دیتا ہے - چھٹا درخت نارجیل - اٹھارہ درخت اس طرح پر نہیں کہ نظر سے پنہاں ہوں بلکہ آشکارا - حضار مجلس نے دیکھا کہ آہستہ آہستہ یہ درخت زمین سے بلند ہوتے ہیں دس ذرع بلند ہو کر اُن میں شاخ و برگ نکلے اور درخت سیب میں بہار آئی - سیب کو میرے پاس لائے میں نے اُس میں خوشبو سیب کی سونگھی - جب درخت نمودار ہوئے تو اُنہوں نے کہا کہ اگر حکم ہو تو ان درختوں کے میوے بھی آپ کو کھلائیں اس سے اور زیادہ تعجب ہوا - فوراً وہ ان درختوں کے گرد پھرے اور چند سم پڑھے فوراً جو درخت لگائے تھے اُن میں میوے لگ گئے انناس نہایت بڑا اور شیریں تھا - آم بے ریشہ تھا وہ میووں کو توڑ کر لائے اور سب آدمیوں نے اُنکو کھایا - بعد ازاں درختوں میں چند مرغ ایسے خوش آواز و خوش رنگ نمودار ہوئے کہ جن کی برابر کوئی مرغ اب تک کسی نے نہ دیکھا نہ سنا تھا - یہ مرغ آپس میں باتیں کرتے اور ایک دوسرے پر چونچیں لگاتے - ایک ساعت کے بعد سبز درختوں پر خزاں آئی - سرخ - سبز - زرد پتے گرنے شروع ہوئے اور رفتہ رفتہ سب درخت زمین میں غائب ہو گئے - اگر یہ کرتب میری آنکھوں کے سامنے نہ ہوئے ہوتے تو میں اُنکا یقین ہرگز نہیں کرتا -

دوم آدھی رات کو جب آدھا کرہ زمین بالکل تاریکی میں تھا ان بازیگروں میں سے ایک ننگا ہوا لنگوٹی کے سوا اور کوئی کپڑا اُس کے بدن پر نہ تھا چند چکر اُس نے لگائے اور پھر ایک چادر اوڑھی اور اس چادر میں سے ایک آئینہ جلبی نکالا جس کی روشنی سے اندھیری رات کا روشن دن ہو گیا - اور اُس کی روشنی ایسی پہنچی کہ جو مسافر دس وز کی راہ پر تھے اُنہوں نے آنکر شہادت دی کہ فلاں شب آسمان پر ایک عجیب نور ظاہر ہوا کہ اُسکی روشنی کی برابر دن کو بھی روشنی نہیں دیکھی - یہ تماشا بھی میرے نزدیک عجائب روزگار میں شمار ہوتا ہے

سوم ساتوں بازیگر راستہ میں ملکر کھڑے ہوئے مطلق اُن کے ہونٹھ نہ ہلتے تھے نہ زبان حرکت کرتی تھی مگر ایک سریلی آواز نکلتی تھی اور یہ تمیز نہیں ہوتی تھی کہ وہ ایک آدمی کی آواز ہے

پاساتوں کی۔ اس بات سے بھی مجھے تعجب ہوا۔

چہارم۔ بازیگروں نے سو کے قریب تیر ہوائی بنائے اور بلندی پر چھوڑے وہ ہوا میں معلق کھڑے رہے اور انہوں نے عرض کیا کہ جس وقت حکم ہو ہم ایک تیر کو جلا سکتے ہیں وہ شمع کو ہاتھ میں لیکر دمیں کھڑے رہے اور ان سے دو تیر پیتاب پر تیر ہوائی فاصلہ رکھتے تھے۔ مجھے اس میں کچھہ شک نہیں کہ اگر میں دس تیروں کے جلانے کا حکم دیتا تو وہ جلا دیتے یہہ بھی تعجب کی بازی تھی۔

پنجم۔ میرے سامنے انہوں نے ایک دیگ لی اور اس میں کچھہ پانی اور آٹھ من یا بیس من عراقی چانول ڈالے اس دیگ کے نیچے اصلا آگ نہ جلائی دیگ خود بخود جوش میں آئی تھوڑی دیر میں انہوں نے دیگ پر سے ڈھکنا اُتار لیا اور سو طباق بھر کر کھانا نکالا جس کے اوپر ایک مرغ کا کباب رکھا تھا یہہ تماشا بھی عجایبات میں سے ہے۔

ششم خشک زمین پر انہوں نے ایک فوارہ نصب کیا اور اس کے گرد تین دفعہ چکر کھائے تو فوارہ میں سے پانی جوش کھا کر نکلا۔ اور سب آدمیوں پر گل فشانی کرنے لگا۔ زمین پر بھی گرتا مگر اس پر بھی ذرا نہ ہوتی گھنٹہ بھر تک یہہ عجیب و غریب فوارہ سے پانی جوش کرتا چھوٹتا رہا۔ پھر انہوں نے فوارہ کو اٹھا لیا۔ کسی جا پر پانی کا اثر نہ تھا پھر اس فوارہ کو دوسری جگہ نصب کیا تو ایک دفعہ پانی کا فوارہ چھوٹتا دوسری دفعہ آگ کی گل فشانی کرتا دو گھڑی کے قریب اس طرح یہہ فوارہ چھوٹتا رہا

ہفتم۔ میرے سامنے بازیگروں میں سے ایک آدمی سیدھا کھڑا ہوا اور دوسرا آدمی اُس پر اس طرح چڑھا کہ سر سے سر ملایا اور پاؤں کو اوپر کی طرف اونچا کیا پھر تیسرا آدمی دوسرے آدمی پر اس طرح چڑھا کہ پاؤں پر پاؤں رکھے اور سر اونچا کیا اس طرح سے سات آدمیوں نے ایک دوسرے پر چڑھ کر اپنی مینار بنائی۔ اُن میں جو شخص چاہتا کہ اوپر جائے تو وہ اوروں کی کمر و کندھوں میں ہاتھ ڈالکر اوپر چڑھ جاتا اور کھڑا ہو جاتا تعجب یہہ ہے کہ آخر میں ایک آدمی آیا اُسنے اس آدمی کے پاؤں اُٹھا کر اپنے کندھوں پر رکھے جس کے اوپر سات آدمی سوار تھے

جس پر اہل مجلس نے واہ واہ کا غل مچایا۔

ہشتم ایک آدمی سیدہا کہڑا ہوا دوسرے آدمی نے پیچھے آنکر اُسکے کولھے پکڑے اور اسی طرح چالیس آدمیوں کی ایک لڑ بندہی کہ ایک نے دوسرے کے کولھے کو پیچھے کی طرف پکڑا اول آدمی نے ایسا زور کیا کہ چالیس آدمیوں کو جو پشت بہ پشت چسپیدہ تھے میدان میں پکھہ پھرایا اس ورپر تعجب ہوتا تھا۔

نہم بازیگروں نے ایک آدمی کے اعضا سر دہڑ ہاتھ جدا کرکے زمین پر ڈالدیے خون سے ساری زمین تر بتر تھی وہ اعضا تہوڑی دیر زمین پر پڑے رہے۔ پھر ایک پردہ اس جگہ لگایا اور ایک آدمی اُس کے پیچھے گیا اور تہوڑی دیر میں وہ پردہ سے نکلا اور وہ آدمی جس کے اعضا کاٹے تھے صحیح سالم ایسا آیا کہ ہر شخص بقسم کہہ سکتا ہے کہ اُس کے کبھی زخم نہیں لگا

دہم۔ ایک تھیلا بازی گر لائے اور اُسکو جہاڑکے دکہادیا کہ اُس کے اندر کچھہ نہیں ہے پھر اُس کے اندر ہاتھ ڈالکر دو جنگی مرغ نکالے وہ دونوں آپس میں لڑنے لگے۔ جب وہ پر جہاڑتے تو آگ کی گل فشانی کرتے ایک گھنٹہ تک لڑتے رہے جب مرغوں کے اوپر پردہ ڈالکر اُٹھایا تو رنگین کیک نمودار ہوئے۔ وہ خوشخوانی کرتے تھے یہ نہ معلوم ہوتا تھا کہ وہ آدمیوں کے درمیان نہیں ہیں بلکہ وہ قہقہہ ایسا مارتے تھے کہ دامن کوہ کے اندر وہ ہیں۔ پھر اُن پر پردہ ڈالکر جو اُٹھایا تو دو کالے سانپ کنڈلی مارے اور پہن اُٹھائے نکلے اور اُنہوں نے آپس میں لڑنا شروع کیا اور آخر کو سست ہوکر پڑ گئے۔

یازدہم۔ اُنہوں نے زمین میں ایک حوض کہودا اور مشکوں سے پانی بہروایا جب وہ پُر ہوگیا تو اُس پر چادر ڈالی اور اُٹھائی تو پانی مثل یخ ایسا بستہ ہوگیا کہ اُنہوں نے کہا کہ کوئی فیل بان اس حوض یخ بستہ پر ہاتھی کو پھرائے۔ ایک ہاتھی نے اس یخ پر پاؤں رکہا وہ یخ نہ تھی بلکہ پتھر تھا۔ ایک گھنٹہ ایک ہاتھی اُس پر پھرا۔ یخ کو جنبش نہوئی پھر اُس حوض پر چادر ڈالی اور اُٹھالی تو زمین خشک تھی پانی اور نمی کا نام نہ تھا۔

دوازدہم - ایک تیر کے فاصلہ پر انہوں نے دو خیمے کھڑے کیے اور اُنکے دروازے محاذی ایک دوسرے کے رکھے اور خیموں کے دامن کی قناطیں اُٹھا کر لوگوں کو دکھلا دیا کہ خیمے بالکل خالی ہیں اور پھر قناطیں چھوڑ کر زمین کی برابر لگائیں اور ہر ایک خیمہ میں ایک ایک بازیگر گیا اور ان خیموں میں سوا ان دو آدمیوں کے کوئی اور نہ تھا - پھر انہوں نے پانچ بازیگر جو خیموں سے باہر رہے تھے اُنہوں نے کہا کہ چرندوں اور پرندوں میں سے جن دو جانوروں کو کہو ہم ان خیموں سے نکال کر اُن کی کشتی دکھا دینگے - خان جہاں نے اُنکی بیوقوفی پر ہنسکر کہا کہ ہم کو دو شتر مرغوں کی لڑائی دکھا دو - تھوڑی دیر میں دونوں خیموں سے دو بلند قد آور شتر مرغ برآمد ہوئے اور آپس میں ایسی تیزی اور تندی سے لڑے کہ اُن کے سروں میں خون نکل آیا اور اُن کی ایسی برابر کی جوڑ تھی کہ ایک دوسرے کو ذرا بھگا نہ سکا اسلیے اُنکو آدمیوں نے چھٹا لیا اور اُنکو خیموں میں لے گئے - میرے بیٹے خرم نے اُن سے نیل گائے کی فرمائش کی فوراً دو جنگی نیل گائے خیموں سے نکل آئیں وہ برابر کی جوڑ تھی آپس میں خوب دھکا پیل ہوئی گردنیں ایک نے دوسرے کی پکڑ لیں دو گھڑی تک دونوں میں آپس میں زور ہوتے رہے پھر اُنکو خیموں کے اندر گھسیٹ کر لے گئے غرض وہ خیموں میں سے حسب فرمائش ہر چرند پرند کو پیدا کر دیتے اور اُن کو آپس میں لڑوا دیتے تھے اگرچہ میں نے بہت کوشش کی کہ اس بھید کو پاؤں مگر میں ابتک اُس کو نہ پا سکا -

سیزدہم - اُن کو پچاس تیر پیکان دار اور ایک کمان دی ... تیر پھینکا وہ ہوا میں معلق کھڑا رہا اور پھر دوسرا تیر مارا کہ وہ پہلے تیر سے ... پچاس تیر ایک دوسرے کے بعد پھینکے گئے - اور وہ باہم پیوستہ ہوتے رہے پچاسواں آخر تیر جو مارا تو سب تیر جدا ہو کر نیچے گر پڑے -

چہاردہم - انہوں نے ایک بڑے برتن میں پانی بھر کر میرے روبرو رکھا ان میں سے ایک بازیگر نے ایک گلاب کا پھول ہاتھ میں لیا اور کہا کہ جس رنگ کو آپ فرمائیں تو اس پانی میں پھول ڈالکر اُسی رنگ کا پھول نکالوں ایک دفعہ پھول کو پانی میں ڈالکر

گل زرد دوسری دفعہ ڈالکر گل آتشی تیسری دفعہ ڈالکر گل نارنجی دکھایا۔ غرض جس
رنگ کو کہا اُسی رنگ کا پھول پانی میں ڈوبا دیکر نکالا۔ سو دفعہ اس پھول کو پانی میں
ڈوبا دیا ہر بار ایک تازہ گل نمودار کیا اسی طرح سفید سوت کی انٹی کو پانی میں ڈبو ڈبو کر
نئے نئے رنگ دکھائے یہ امر بھی اشکال سے خالی نہ تھا۔

پانزدہم۔ میرے پاس ایک قفس چار رخ کا لائے ایک طرف میں بلبل خوش آواز
کا جوڑا مجھے دکھایا قفس کے دوسری طرف میں طوطوں کا جوڑا تیسری طرف بولتا ہوا
سرخ رنگ جانور کا جوڑا چوتھی طرف کبک کا جوڑا مجھے دکھایا چاروں طرف جن جوڑے
کے دکھانے کا میں حکم کرتا وہ دکھاتے۔ اگر سو دفعہ قفس کو پھراتے تو سو جوڑے دکھاتے
یہ بھی بہت مشکل تھا۔

شانزدہم ایک بڑا قالین بیس گز کا بچھایا خوش طرح رنگین تھا جب اُس کو الٹا دیتے
اُس کی پشت رو ہو جاتی اور رو پشت تو اُن کے مختلف رنگ اور طرح کے ہو جاتے اگر وہ سو بار
قالین الٹتے تھے تو پشت رو بدل جاتی تھی اور ایک نئی طرح کا رنگ دکھاتے تھے یہ بھی جائے تعجب تھی

ہفدہم۔ آفتابہ کلاں کو پر آب کیا پھر اُس کا تمام پانی الٹ کر گرا دیا۔ پھر اُس کو سیدھا
کیا تو اُس میں اتنا ہی پانی بھرا ہوا تھا جتنا کہ پہلے بھرا ہوا تھا۔ اس کام کو سو دفعہ کر سکتے
تھے مجھے اس پر بھی تعجب ہوا۔

ہشتدہم۔ انہوں نے تھیلا لیا۔ دونوں طرف اُن کے منہ کھلے ہوئے تھے ایک منہ
کی طرف سے تربوز ڈالا اور دوسری طرف سے خربوزہ نکالا اس خربوزہ کو دوسرے منہ کی طرف ڈالا تو پہلے
منہ کی طرف سے انگوروں کا خوشہ نکالا۔ پھر انگوروں کو ڈالا تو ایک تھیلا سیبوں سے بھرا
ہوا نکلا۔ اگر سو مرتبہ وہ کوئی میوہ ڈالتے تو [illegible] طرف ایک نیا میوہ نکالتے۔ یہ ایک
عجیب بات تھی۔

نوزدہم [illegible] سے ایک [illegible] در منہ کھولا ہر ایک کے منہ سے
ایک سانپ نکلا سانپوں کو زمین پر چھوڑ دیا وہ [illegible] لڑکر خوب گتھم گتھا ہوئے۔

یہ بھی نادر تماشا تھا۔

بستم۔ ایک آئینہ لائے اور ایک رنگ کا پھول ہاتھ میں لیا اس۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔
پھول کا رنگ آئینہ میں ہر دفعہ نیا دکھلایا۔ ہر مرتبہ گل کو آئینے کے پیچھے لیجاتے اور جب آئینے
کے آگے لاتے تو سبز و سرخ و ناربجی و سیاہ و سفید دکہاتے یہ بھی عجیب تماشا تھا۔

بست ویکم۔ میرے سامنے دس چینی کے خالی مرتبان رکھے اور حاضرین مجلس نے خوب دیکھ
لیا کہ وہ خالی ہیں آدھ گھنٹہ تک مرتبانوں پر چادر تانی اور پھر ہٹالی تو ایک مرتبان میں اقسام
مربے دوسرے میں آملہ و بلیلہ اور علی ہذالقیاس اور مرتبانوں میں یہ سب چیزیں طباقوں میں
ترکیب دیکر میرے سامنے لائے اور حاضرین نے ان کے مزے چکھے۔ پھر انہوں نے چادر ڈ
اٹھائی تو ہر مرتبان ایسا صاف معلوم ہوتا تھا کہ پانی سے سو دفعہ دہویا گیا ہے۔ یہ بات بھی
عجیب و غریب تھی۔

بست ودوم۔ وہ کلیات سعدی شیرازی میرے روبرو لائے اور تھیلے میں ڈالا اور پھر اسکو
نکالا تو وہ دیوان حافظ تھا۔ پھر اسکو تھیلے میں ڈالکر نکالا تو دیوان آصفی تھا اسی طرح اگر وہ سو
مرتبہ کرتے تو ہر مرتبہ ایک دیوان تازہ اور کتاب تازہ نکلتی۔ یہ بھی تعجب کی بات تھی۔

بست وسوم۔ بازیگر پچاس فی راع لمبی زنجیر لائے اور میرے سامنے اسکو آسمان کی طرف
اچھالا تو وہ زنجیر ایسی سیدھی لٹکنے لگی کہ گویا اس کو کسی زنجیر سے باندہ کر لٹکایا ہے۔ پھر وہ ایک
کتے کو زنجیر کے نیچے لائے وہ اس کو پکڑ کر اوپر چڑھ گیا اور زنجیر کے سرے پر پہنچکر غائب ہو گیا
پھر اسی طرح خرس بلنگ شیر اور بعض اور جانور اوپر چڑھ کے سر زنجیر پر غائب ہو جاتے۔ پھر
زنجیر کو لاکر تھیلے میں بند کیا اور کسی کو یہ نہ معلوم ہوا کہ یہ جانور کہاں گئے یہ دیکھکر میں
اپنی حیرت کو بیان نہیں کر سکتا کہ کسقدر ہوئی۔

بست وچہارم۔ ایک لنگری میرے سامنے لائے جس کو دکھا دیا کہ خالی ہے اس پر سرپوش
ڈھک کر جو اٹھایا تو قبولی پر از کشمش و بادام و قیمہ تھی پھر سرپوش رکھکر جو اٹھایا تو کباب کلہ
و پارچہ سے پر تھی چند مرتبہ سرپوش رکھا اور اٹھایا ہر دفعہ نیا کھانا نظر آیا یہ بھی عجیب تماشا تھا۔

بست وپنجم ۔ میرے سامنے بازیگر نے ایک بڑا برتن ڈھکنے دار رکھا اور اُسکو پانی سے بھرا اور ڈھکنا اُٹھا کر دکھا دیا کہ پانی کے سوا اس میں کچھ نہیں ہے پھر ڈھکنا ڈھک دیا اور اُٹھایا تو پانی میں مچھلیاں حرکت کرتی ہوئی دکھائی دیتی تھیں پھر برتن کو ڈھک کر کھولا تو اس میں چار مینڈک نظر آئے پھر برتن کو ڈھک کر کھولا تو تین چار بڑے سانپ کنڈلی مارے بیٹھے تھے ۔ آخر دفعہ جو اس کو کھولا تو اس میں پانی تھا نہ جانور تھے غرضکہ بالکل خالی تھا

بست وششم ایک بازیگر چھوٹی اُنگلی میں یاقوت کی انگوٹھی پہنکر میرے سامنے کھڑا ہوا ۔ جب اس انگوٹھی کو اُتار کر دوسری اُنگلی میں پہنا تو یاقوت بدلکر زمرد ہو گیا پھر انگوٹھی اُتار کر جو تیسری اُنگلی میں پہنا تو زمرد ہیرا ہو گیا ۔ پھر چوتھی اُنگلی میں ہیرا فیروزہ ہو گیا اسی طرح ہر دفعہ انگوٹھی کو انگلی میں پہنکر وہ تازہ رنگین جوہر دکھاتا تھا ۔

بست وہفتم ۔ قریب ایک تیر کے فاصلہ پر راہ میں دو رویہ ننگی تلواریں قبضے زمین میں گاڑ کے کھڑی کیں اور بازیگر نے دونوں طرف اپنے پہلو تلواروں پر لگا کے تلواروں پر چلنا شروع کیا بہت حیرت ہوئی کہ کہیں سے اُس کا بدن زخمی نہیں ہوا ۔

بست وہشتم ایک بیاض جس کے سب ورق سفید تھے میرے ہاتھ میں دی میں نے اور آدمیوں نے خوب دیکھ لیا کہ سوا سفید ورقوں کے کچھ اور نہیں ہے ایک لمحہ کے بعد ایک بازیگر نے لیکر کھولا تو اول ورق پر سرخ افشاں تھی اور لوح زرکار اس پر بنی ہوئی تھی دوسرا ورق اُلٹا افشانی کیا ہوا کاغذ تھا اور صفحہ پر بہت پاکیزہ مرد و زن کی صورت بنی ہوئی تھی اور ورق اُلٹا تو کاغذ کا رنگ آسمانی افشاں کیا ہوا تھا اور زن و مرد کی باریک تصویر تھی اور ورق کھولا تو چینی رنگ کمال ہموار افشاں کیا ہوا تھا اور گائے اور تلوار کی تصویر تھی اور ایک شیر نے گاؤ کو پکڑ رکھا تھا ۔ تصویر میں حرکت ہوتی تھی جو میں نے کبھی نہ دیکھی تھی اور ورقوں میں باغ اور سرو کے درختوں کی تصویریں بنی ہوئی تھیں اور ورق پلٹا تو کاغذ کا رنگ نارنجی تھا اور رزم کی مجلس کھچی ہوئی تھی جس میں دو سردار ایک دوسرے سے لڑ رہے تھے جس ورق کو کھولتے تھے کاغذ کا رنگ غیر ہوکر اور نئی تصویر مجلس کی نظر آتی تھی

سب تماشوں میں یہی تماشا اچھا معلوم ہوا بیاض سے بہت محظوظ ہوا۔ میں نے اپنے باپ کے زمانے میں بہت تماشے دیکھے ہیں مگر ایسے تماشے نہ کبھی دیکھے نہ سنے۔

اس جماعت کو پچاس ہزار روپیہ دیکر نہال کر دیا اور میں نے حکم دیا کہ پنجہزاری امیر سے ہزاری امیر تک ہر ایک اس جماعت کو انعام دے اس طرح ہم سے اور امیروں سے ان بازیگروں کی جماعت کو دو لاکھ روپیہ ہاتھ لگ گئے۔ ایسے کاموں کو اگرچہ بعض آدمی کہتے ہیں کہ چشم بندی ہے لیکن یہ خوب چشم بندی ہے اگر وہ آسان ہوتی تو سب کی عقل میں آتی اسکو علم سیمیا کہتے ہیں جو ملک فرنگ میں رائج ہے۔ آدمی بھی ایک عجیب جوہر ہے کہ وہ کسی کام کو نہیں چھوڑتا اور عجائب غرائب کاموں کو وہ کرتا ہے اور جو کام عقل سے دور معلوم ہوتے ہیں وہ کرتا ہے یہاں تک اصل چھوٹی توزک سے نقل کیا ہے صاحب سیر المتاخرین نے ایک اور تماشا جو سب سے زیادہ عجیب و غریب ہے ان بازیوں پر اضافہ کیا کہ ایک بازیگر نے سوت کی انٹی لی اور اسکو ہوا میں پھینکا تو انٹی غائب ہوگئی تو ایک تار نظر آیا۔ ایک مسلح بازیگر آیا اور اور اس نے کہا کہ آسمان پر میرے دشمن کھڑے ہیں وہ تار پر چڑھ گیا اور تماشائیوں کی نظر سے غائب ہوگیا ایک ساعت بعد تار سے خون کے قطرے گرے اور پھر بدقعات ہتھیار اور اعضا نیچے زمین پر گرے اُسکی بیوی پردہ سے باہر آئی اور ان اعضا کو دیکھکر اپنے خاوند کے لیے رونے پیٹنے لگی اور آگ و شن کی اور ستی ہونے کی اجازت لی اور اپنے شوہر کے اعضا لیے اور جلکر خاکستر ہوگئی۔ پھر وہ آدمی اپنے ہتھیاروں سمیت اس سوت کے تار سے اُترا اور کورنش بجا لایا اور عرض کیا کہ میں نے بادشاہ کے اقبال سے دشمنوں پر ظفر پائی اور اعضا جو زمین پر گرے وہ دشمن کے تھے۔ جب اُسکو اپنی بیوی کے حال پر اطلاع ہوئی تو فریاد مچائی کہ میری عورت کو پیدا کرو نہیں تو میں خود آگ میں جلتا ہوں۔ اور جلنے پر تیار ہوا تو اس اثنا میں عورت آئی اور اُس نے کہا کہ میاں تم مت جلو میں زندہ ہوں۔

یہ بھی صاحب سیر المتاخرین نے لکھا ہے کہ جس کتاب میں سے یہ بازیاں نقل کی ہیں یا لیا میں نے لکھدیا ہے کہ اگرچہ معقول نیست والعہدۃ علی الراوی جہانگیر نے چھوٹی توزک میں لکھا ہے

ایسے نظیر شعبدے جو ہمارے سامنے ہوئے اُن میں ضرور کوئی بات ایسی ہے جو انسان کی قدرت سے باہر ہے بعض آدمیوں میں ایک خاص قابلیت و استعداد ہوتی ہے جس کے سبب سے وہ کام ایسے کرتے ہیں کہ اور آدمی نہیں کرسکتے اور اُن کے کاموں سے اور آدمیوں کی عقل چکر میں آتی ہے۔ جہانگیر نے ایک عرب کی نقل لکھی ہے جس کا ہاتھ کٹا ہوا تھا اور شہر مانڈو کی یہ حکایت لکھی ہے کہ ایک آدمی جنگل میں گھاس کاٹنے گیا تھا کہ اُس کی درانتی سونے کے رنگ کی ہوگئی تھی گھسیارا مادن لہار کی پاس درانتی کو درست کرانے گیا۔ لہار نے پہلے سنا تھا کہ اس دریا میں سنگ پارس ہوتا ہے جس کے لگانے سے تانبا اور لوہا سونا ہوجاتا ہے۔ اُسی وقت وہ گھسیارے کے ساتھ گیا اور سنگ پارس کو ہمراہ لایا اور راجہ وقت کو پیش کش کیا۔ راجہ نے اس سنگ سے زر حاصل کیا اور اس میں سے شہر مانڈو کی عمارت میں کچھ صرف کیا۔ ان حکایات کو خود جہانگیر نے لکھہ دیا ہے کہ میری عقل قبول نہیں کرتی اس میں تامل ہے۔

خلاصہ سلطنت جہانگیر

اس بادشاہ کے عہد میں واقعات عظیم ایسے پیش نہیں آئے کہ اُن پر مورخ توجہ کرے بہت دنوں تک دکن میں لڑائی رہی جس کا انجام یہ ہوا کہ سنہ ۱۶۱۷ء میں نو عمر نظام شاہ اور اُسکے وزیر الملک عنبر نے اطاعت کی اور بیجاپور دکن کی سازش سے علحدہ ہوگیا۔ بڑا بیٹا تا دم زیست باپ کی قید میں رہا۔ اس سے چھوٹا بھائی پرویز شراب سے مرگیا۔ اس سے چھوٹا بھائی خرم باپکے مرنے کے بعد بادشاہ ہوا خرم دانشمند فرزانہ تھا اُس نے میدان جنگ میں شجاعت دکھا کے لقب شاہجہاں کا پایا اور جب خسرو دفعتہً سنہ ۱۶۲۲ء میں مرگیا تو یہہ راے ہوگئی کہ غالباً وہی باپ کا جانشین ہوگا۔ کچھہ بے لطفی شاہجہاں اور نور جہاں کے درمیان ہوئی وہ یہہ چاہتی تھی کہ میرا داماد شہر یار سب سے چھوٹا بیٹا بادشاہ کا جانشین ہو شہر یار قندہار کی فتح کے لیے جو پھر ایرانیوں نے چھین لیا تھا بھیجا گیا۔ مگر قندہار ہاتھہ نہ آیا اور شاہجہاں کے بے اعتبار کرنے کے لیے

اور ناامید ہوگئیں اور سنہ ۱۶۲۶ع میں اُس نے اپنی مخالفت کو ظاہر کیا۔ بادشاہ بذات خود اُس سے مقابلہ کرنے گیا مگر بیٹے نے باپ سے چھپ کر کنارہ کشی کی اور تلنگانہ چلا گیا اور وہاں سے بنگالہ گیا یہاں کچھہ دنوں آرام کیا۔ جب یہاں یہ مظلوم شہزادہ [illegible] تعاقب سے دھکایا گیا تو دکن چلا گیا اور ملک عنبر سے اپنی کمک چاہی سنہ ۵ [illegible] جان جوکھوں میں ہا مگر ایک حادثہ ایسا حادثہ ہوا کہ اُس کے سبب [illegible] توجہ اُس کی طرف سے اُٹھہ گئی۔ مہابت خاں بادشاہ کا سپہ سالار اعظم اور کابل کا حاکم تازی مہمات کا انصرام کرکے پنجاب میں بادشاہ کی خدمت میں آیا جو سپاہ کا صدر مقام تھا۔ جب بادشاہ کا لطف و کرم اُسکے حال پر نہایت کی حد پر پہنچا تو نورجہاں اُس سے خفا ہوگئی۔ مہابت خاں نے اپنے تئیں قید سے بچانے کے لیے اور حفاظت کرنے کے واسطے بادشاہ اور ملکہ دونوں کو اپنی قید میں کرلیا۔ راجپوتوں کی سپاہ کے پہرے اُنکے چاروں طرف لگا دیئے اور اس طرح کابل لے گیا۔ بادشاہ یہاں احدیوں کی دلاوری اور نورجہاں کی تدبیر سے رہا ہوا۔ مہابت خاں دکن چلا گیا اور شاہجہاں کا دوست ہوگیا۔ بادشاہ کشمیر گیا اور وہاں سے مراجعت کرنے میں ۲۸ اکتوبر سنہ ۱۶۲۷ع کو مرگیا مگر جہانگیر کو باپ کے مرنے کی خبر دکن میں پہنچی اور وہ مہابت خاں کے ساتھہ روانہ ہوا۔ لاہور میں اُس کا بھائی شہریار قتل ہوگیا اور شاہجہاں کے سر پر آصف خاں نورجہاں کے بھائی اور شاہجہاں کے خسر و وزیر اعظم کے ہاتھ سے تاج رکھا گیا۔

انگریزی مورخوں کی نکتہ چینیاں

سر ایچ ایم ایلیٹ صاحب جنکا حال مقدمہ تاریخ میں ہوا ہے وہ اپنی تاریخ میں جہانگیر کے ان دوازدہ احکام کی جو جہانگیر نے اوّل سنہ جلوس میں صادر کیے بڑی دہجیاں اُڑاتے ہیں کہ کسی قانون کو لکھہ دیا کہ وہ اُس کے باپ اور شیر شاہ کے وقت میں جاری تھا کسی قانون کو لکھہ دیا کہ اسکی تعمیل نہیں ہوئی اُنکی توضیح ان بیانوں سے کی جو اس زمانہ کے بعض فرنگی سیاحوں نے لکھی ہے۔ قانون میں قانون بنانے والے کی نیک نیتی دیکھی جاتی ہے سوا ان دوازدہ قوانین

جلد

میں جہانگیر کی جو نیک نیت معلوم ہوتی ہے اُس سے زیادہ ممکن نہیں ایسی ہی یہ بات کہ اُس کے
تمام ممالک محروسہ میں ان قوانین کی تعمیل ہو

تعمیل احکام اور ملازمان شاہی کے اختیار میں ہوتی ہے جو مختلف طبیعتیں رکھتے ہیں اسلئے ہمیشہ
ایک ہی قانون کی مختلف طرح تعمیل ہوتی ہے۔ قانون کی تعمیل میں یکسانی نہیں ہو سکتی۔ جس
طرح جو مستثنے مثالیں اہل فرنگ کے بیانوں کے تضاد و استشہاد پر لکھتے ہیں وہ انصاف کی نظر
میں کوئی وقعت نہیں رکھتیں۔ بلوک مین صاحب فارسی زبان کے بڑے عالم ہیں ہندوستان
میں مسلمانوں کے عہد سلطنت سے خوب ماہر ہیں آئین اکبری کا ترجمہ انگریزی زبان میں کیا ہے اور
اُس پر اپنی تحقیقات سے حاشیے چڑھائے معلوم نہیں کہ وہ جہانگیر سے ایسے کیوں خفا ہیں کہ اُس کی
ساری بھلی باتوں کو بھی بُرا بتاتے ہیں۔ اگر مسلمان آواگون کے قائل ہوتے تو ضرور کہتے کہ
ان دونوں میں پورو جنم میں بیر ہوگا وہ اپنی تقریر کا آغاز اس طرح کرتے ہیں کہ توزک کا ہر ایک
صفحہ شہادت دیتا ہے کہ جہانگیر تلون مزاج تھا جو شخص قوی اور مستقل رائے اُسکو مل گیا اُس
کی عقل پر کام کرنے لگا (میں نے تو کئی جگہ توزک میں پڑھا ہے کہ اُس نے اپنی رائے پر برخلاف
اپنے کل امرا کی رایوں کے کام کیا) اپنی گرہ کی عقل نہیں رکھتا تھا۔ موم کی ناک تھی جس طرف
جس نے چاہی موڑ لی۔ نورجہان کی غلامی اس عادت کی شہادت دیتی ہے وہ کسی کام میں
مستقل رائیں نہیں رکھتا تھا وہ ان کاموں کے سوا جو اُس کی اپنی ذات سے تعلق رکھتے تھے اور
سارے کاموں سے بے پروا تھا اُسکے سارے کام طفلانہ تھے کوئی کام ایسا نہ تھا جو اکبر کے
جانشین کے شان کے شایان ہوتا وہ ظالم تھا اور ظالمانہ سزائیں ایسی دیتا تھا کہ ظالم
بادشاہوں میں اُنکی نمود ہو (صدہا مثالیں اُس کی رحم دلی کی توزک میں موجود ہیں) وہ بد اطوار
تھا کوئی اُسکا اصول نہ تھا اپنے عیش و عشرت میں افراط کے درجہ پر پہنچ گیا تھا شکار و شراب
کا شوق رکھتا تھا اُس کی ساری توزک میں کوئی بلند خیالی نہیں جب مصنف بلند خیال نہو
تو تصنیف میں کیسی بلند خیالی ہو سکتی ہے اُس کی بداخلاقی کا اثر یہ تھا کہ کوئی حسن انتظام اُسکی

اُسکی سلطنت میں نہیں ہوا۔ ملک کی آمدنی میں کمی ہوئی (کیونکہ کسی بد انتظامی سے نہیں
اُس نے محصول کم کر دیئے تھے) اپنی طمع کے سبب بمقتضا وقت وہ ہندوں پر مہربانی
تھا محتاجوں کو خیرات اس لیے دیتا تھا کہ اُن کی بد دعا سے ڈرتا تھا و ظاہر میں کبھی اپنی
مسلمانی اس ہوس سے ظاہر کرتا تھا کہ غازی کا خطاب پائے مگر وہ دل میں کچھ نہ تھا نہ سنی
تھا نہ شیعہ۔ صحابہ کا ذکر کبھی اُس نے نہیں کیا اُسکو یقین تھا کہ میں بہشت میں جاؤنگا مگر
کسی مذہب کے سبب سے نہیں بلکہ صرف بادشاہ ہونے کے سبب سے۔ اُس نے اپنی توزک میں
حمد و نعت نہیں لکھی۔ حمد و نعت کا پیوند اس کے اول میرہادی نے لگایا ہے (صاحب کتاب
کو معلوم نہیں کہ بعض بڑے بڑے دیندار آدمیوں کی کتابوں میں حمد و نعت نہیں لکھی ہوتی
مذہبًا بسم اللہ ابتدا میں لکھہ دینا کافی ہے) وہ کبھی سچ نہ بولتا تھا۔ بعض انگریزی تاریخوں
میں اس کا نام نورجہاں کی کٹ پتلی رکھا ہے کوئی اس پر مسلمان نہ ہونے کا الزام یہ لگاتا ہے کہ اس
اپنی اولاد کے نام مسلمانوں کے سے نہیں رکھے (مگر اس نے اپنا نام تو مسلمانوں کا سا نورالدین
رکھا تھا)

ہنر بچشم عداوت بزرگتر عیبی است — گل است سعدی و در چشم دشمنان خار است

اگر اہل یورپ اُس وقت کے اپنے بادشاہوں کے ساتھ مقابلہ کر کے نظر انصاف سے
دیکھیں تو وہ سب میں بڑا بادشاہ نظر آئے گا اور اگر انصاف بھی نہ کریں تو بھی برا نہیں معلوم
ہوگا اور مشرقی یعنی ایشیائی آنکھوں سے دیکھیں تو وہ یہاں کے عمدہ بادشاہوں میں نظر
آئے گا۔ فقط

تمت

جلد ہشتم بادشاہ نامہ عالمگیر یعنی شہنشاہ عالمگیر کا حال اول سے آخر تک درج ہے قیمت [illegible]

جلد نہم و دہم زوال سلطنت تیموریہ - عالمگیر کے عہد سے آخر بادشاہ بہادر شاہ تک اور خاندان مسلمانوں کی سلطنتیں ایشیا میں کہاں کہاں ہیں اور بالفعل اُن کا کیا حال ہے ہندوستان اور ہندوؤں کو مسلمانوں کی سلطنت سے فائدہ پہنچا یا نقصان - دہلی میں پایہ تخت کا بدلنا اور وہاں کی عمارات کی مفصل کیفیت قیمت ہر دو جلد یعنی نہم دہم [illegible]

کل تاریخ کی قیمت (دس روپیہ) ہوئی، مگر ہر حصہ بجائے خود تاریخ ہے کچھ اور حصوں پر موقوف نہیں ہے اگر علیحدہ کوئی خریدے گا تو بتفصیل بالا اُس کے ہاتھ بیچے جائیں گے یکمشت دس حصوں کے خریدار کو اُن کی قیمت بلا جلد (مے ۵) علاوہ محصول -

تاریخ عہد سلطنت ملکہ معظمہ قیصر ہند مولفہ جناب خان بہادر شمس العلماء مولوی محمد ذکاء اللہ صاحب مرحوم یہ تاریخ پانچ حصوں میں لکھی گئی ہے (حصہ اول میں) بطور تمہید سنہ ۱۸۲۳ء تک لکھا ہے کہ انگلینڈ کو ہندوستان سے کیسے تعلق پیدا ہوا اور انگریزوں نے فرانسیسیوں وغیرہ کو کیونکر نکالا اور اپنی فرمانروائی کا سلسلہ کس طرح جمایا (دوسرے حصے) میں سنہ ۱۸۲۳ء سے سنہ ۱۸۴۸ء تک کے حالات لکھے ہیں جس میں والیان ہند سے جنگ و پیکار میں برٹش گورنمنٹ کو فتح پانے کے حالات تفصیل درج ہیں -

(تیسرے حصے) میں سنہ ۱۸۴۸ء سے سنہ ۱۹۰۱ء تک کے جس میں ملکہ وکٹوریہ نے وفات پائی حالات لکھے ہیں اور واقعات عظیمہ سنہ ۱۸۵۷ء کے غدر و بغاوت کو بتفصیل بیان کیا ہے دہلی کا بیان مولف نے اپنی چشم دید لکھا ہے (حصہ چہارم) میں ان محاربات عظیمہ کا ذکر کیا گیا ہے جو انگلستان کے اور ملکوں سے یورپ، ایشیا، افریقہ میں سوائے ہندوستان کے ہوئے ہیں جیسے جنگ کریمیا، جنگ ٹرانسوال، جنگ سوڈان اور مصر

(پانچویں حصے) کا نام آئین قیصری ہے اس میں مفصلہ ذیل مضامین ہیں -

ساری دنیا میں قیصر ہند کی سلطنت کہاں کہاں ہے ہند اور انگلینڈ میں گورنمنٹ کیونکر منتظم ہوئی وقتاً فوقتاً کیا کیا تبدیلیاں ہوئیں ہندوستان کے لئے قوانین کیونکر مدون ہوئے عدالتیں کیونکر مقرر ہوئیں بحری و بری حدود کس طرح مستحکم ہوئیں سپاہ کیونکر مرتب ہوئی وغیرہ وغیرہ تعداد صفحات (۲۱۳۰) قیمت ہر پنج حصص بلا جلد [illegible]

ملنے کا پتہ :- آنریری مینیجر بک ڈپو مدرسۃ العلوم علی گڈھ

(دیگر ہر قسم کی کتابوں کے لئے مفصل فہرست طلب فرمایئے جو بالکل مفت روانہ کی جاتی ہے)

بفضل خدا

انسٹی ٹیوٹ پریس میں جو سرسید علیہ الرحمۃ کا قایم کیا ہوا اور محمدن کالج کی ملک ہونے کی وجہ سے حقیقی معنوں میں ایک قومی پریس ہے اور بہتر دونوں قسم کے چھاپوں میں اردو انگریزی ہر قسم کا کام بہت صحت اور کفایت کے ساتھ ہوتا اور وقت پر دیا جاتا ہے۔ اہل ذوق و ضرورت کم از کم ایک بار ضرور امتحان فرمائیں۔ نرخ زبانی یا خط و کتابت سے طے ہو سکتا ہے۔

مطبع واس کے قدیم و اہل نظر سرپرستوں کی جانب سے جو اطمینان بخش اسناد حاصل ہوئی ہیں اُن کی نقل عند الطلب روانہ کی جا سکتی ہے۔

علی گڑھ انسٹی ٹیوٹ گزٹ نامی ایک اخبار بھی اس پریس سے نکلتا ہے جو کالج کا سرکاری اخبار ہے اور جو سرسید علیہ الرحمۃ نے کالج کی بنا سے بھی قبل جاری کرنا شروع کیا تھا اور جس میں کالج کی خبروں کے علاوہ عام اور مفید و دلچسپ مضامین شائع ہوتے ہیں قیمت سالانہ چار روپیہ ششماہی دو روپیہ آٹھ آنے۔ نمونہ مفت! اشتہارات کا نرخ زبانی یا خط و کتابت سے طے ہو سکتا ہے۔ ہر قسم کی خط و کتابت کے لئے پتہ:۔

مینجر صاحب انسٹی ٹیوٹ پریس علی گڈھ